بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

سُنو! بے شک

اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تصنیف کا اردو ترجمہ

الفاروق بک فاؤنڈیشن لاہور

نام کتاب ---------- تذکرۃ الاولیاء

ناشر ---------- الفاروق بک فاؤنڈیشن

تعداد ---------- ایک ہزار

سال اشاعت ---------- مئی 1997ء

طابع ---------- اے این اے پرنٹرز

قیمت ---------- ۱۰۵ روپے

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ لاہور۔ فون : 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ فون : 7225085-7247350

فہرست

تذکرۂ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ

نام ونسب اور ولادت:۔ محمد بن ابی بکر ابراہیم، کنیت ابو حامد یا ابو طالب، لقب فرید الدین، تخلص عطار ہے۔ مشہور ترین نام فرید الدین عطار۔ آپ مضافات نیشاپور ۵۱۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۶۲۷ھ کو وہیں وفات پائی۔ سبب ایک تاتاری سپاہی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔

ابتدائی حالات: ابتداء میں ایک بڑے دواخانہ کے مالک تھے، ایک روز اپنے کاروبار میں مصروف تھے کہ ایک فقیر نے آکر صدا لگائی اور جب دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوتا تو بولا ایسے دھندے میں لگے ہوئے ہو تو جان کیسے دوگے؟ یہ جھنجلا کر بولے "جیسے تم دوگے" فقیر نے کہا بھلا میری طرح کیا دوگے؟ یہ کہا اور سر کے نیچے کشکول رکھ کر لیٹ گیا۔ زبان سے لاالہ الا اللہ کہا اور روح پرواز کر گئی شیخ کے قلب پر اس کا ایسا اثر ہوا۔ کہ کھڑے کھڑے دواخانہ لٹا دیا اور اسی وقت درویشی اختیار کر لی۔

شیخ رکن الدین اسکاف کی خدمت میں کئی سال بسر کئے آخر کار شیخ مجد الدین بغدادی کے ہاتھ پر بیعت کی اور آگے چل کر سلوک و معارف کے وہ مراتب طے کئے کہ خود مرشد کے لئے باعث فخر ہوئے۔

واقعہ شہادت: آپ کی شہادت کا واقعہ تذکرہ نگاروں نے اس طرح لکھا ہے کہ تاتاریوں کے عین ہنگامے میں ایک سپاہی نے شیخ کو گرفتار کیا ایک راہ گیر نے بڑھ کر کہا کہ "دیکھنا اس مرد ضعیف کو قتل نہ کر دینا دس ہزار اشرفیاں نقد دیتا ہوں کہ ان کو چھوڑ دو"۔ شیخ نے کہا خبردار اتنے پر مجھے فروخت نہ کر دینا میری اس سے کہیں زیادہ قیمت ہے"۔ سپاہی خوش ہوا کہ اس سے بھی زیادہ دولت ہاتھ آئے گی اور وہ بھی بالکل مفت۔ آگے بڑھ گیا۔ آگے ایک اور شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میاں سپاہی اس بوڑھے کو مجھے دے ڈالو میں ایک گٹھا گھاس کا اس کے معاوضے میں دیتا ہوں شیخ بولے ہاں دے ڈال کہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے۔ سپاہی کے تن بدن میں آگ لگ گئی کہ دس ہزار اشرفیاں ملتی ہوئی ہاتھ سے گئیں۔ جھلا کر وہیں سر تن سے جدا کر ڈالا۔

واللہ اعلم بالصواب

الا ان اولیاء اللہ لاخوف ولاھم یحزنون

تصنیفات: ☐ نظم و نثر میں بہت تصنیفات چھوڑی ہیں جن کی تعداد قاضی نور اللہ شوستری کی مجالس

المومنین میں ۱۱۴ ہیں۔ ان میں سے جو مشہور ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ تذکرۂ اولیا، منطق الطیر، مصیبت نامہ، اسرار نامہ، الٰہی نامہ، دیوان، بیسرٔ نامہ، پند نامہ، وصیت نامہ، خسرو وگل، اور شرح القلب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

حضرت ابو محمد امام جعفر صادق کے حالات و مناقب

تعارف. آپ کا نام نامی جعفر صادق اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کے مناقب اور کرامتوں کے متعلق جو کچھ بھی تحریر کیا جائے بہت کم ہے۔ آپ امت محمدی کے لئے صرف بادشاہ اور حجت نبوی کے لئے روشن دلیل ہی نہیں بلکہ صدق و تحقیق پر عمل پیرا۔ اولیاء کرام کے باغ کا پھل، آل علی، نبیوں کے سردار کے جگر گوشہ اور صحیح معنوں میں وارث نبی بھی ہیں۔ اور آپ کی عظمت و شان کے اعتبار سے ان خطابات کو کسی طرح بھی نامناسب نہیں کہا جاسکتا۔ اور یہ بات ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء و صحابہ اور اہل بیت کے حالات اگر تفصیل کے ساتھ لکھے جائیں تو اس کے لئے الگ ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اسی لئے ہم اپنی تصنیف میں حصول برکت کے لئے صرف ان اولیاء کرام کے حالات و مناقب بیان کر رہے ہیں جو اہل بیت کے بعد ہوئے اور ان میں سب سے پہلے حضرت امام جعفر صادق کے حالات سے شروع کر رہے ہیں۔

حالات. آپ کا درجہ صحابہ کرام کے بعد ہی آتا ہے لیکن اہل بیت میں شامل ہونے کی وجہ سے نہ صرف باب طریقت ہی میں آپ سے ارشادات منقول ہیں، بلکہ بہت سی روائتیں بھی مروی ہیں۔ اور انہیں کثیر ارشادات میں سے بعض چیزیں بطور سعادت ہم یہاں بیان کر رہے ہیں اور جو لوگ آپ کے طریقہ پر عمل پیرا ہیں وہ بارہ اماموں کے مسلک پر گامزن ہیں۔ کیوں کہ آپ کا مسلک بارہ اماموں کے طریقت کا قائم مقام ہے اور اگر تنہا آپ ہی کے حالات و مناقب بیان کر دیئے جائیں تو بارہ اماموں کے مناقب کا ذکر تصور کیا جائے گا۔ آپ نہ صرف مجموعہ کمالات و پیشوائے طریقت کے مشائخ ہیں بلکہ ارباب ذوق اور عاشقان طریقت اور زہدان عالی مقام کے مقتدا بھی ہیں نیز آپ نے اپنی بہت سی تصانیف میں رازہائے طریقت کو بڑے اچھے پیرائے میں واضح فرمایا ہے اور حضرت امام باقر کے بھی کثیر مناقب روایت کئے ہیں۔

غلط فہمی کا ازالہ. مصنف فرماتے ہیں مجھے ان کم فہم لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں جبکہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی اہل بیت سے محبت رکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقائد ہی میں یہ شے داخل ہے کہ رسول خدا پر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد سے محبت کرنا لازم ہے۔

امام شافعی پر رافضیت کا الزام: کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے حضرت امام شافعی کو رافضی کا خطاب دے کر قید کر دیا گیا، جس کے متعلق امام صاحب خود اپنے ہی ایک شعر میں اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل بیت سے محبت کا نام رفض ہے تو پھر پورے عالم کو میرے رافضی ہونے پر گواہ رہنا چاہئے۔ اور اگر بالفرض اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت کرنا ارکان ایمان میں داخل نہ بھی ہو تب بھی ان سے محبت کرنے اور ان کے حالات سے باخبر رہنے میں کیا خرج واقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح وہ حضور اکرمؐ کے مراتب سے آگاہی حاصل کرتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت کے مراتب کو بھی مراتب افضل خیال کرے۔

سنی کی تعریف: صحیح معنوں میں اسی کو سنی کہا جاتا ہے جو حضور اکرمؐ سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی فضیلت کا بھی منکر نہ ہو۔ ایک روایت ہے کہ کسی نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ فرمایا کہ بیٹیوں میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، بوڑھوں میں صدیق اکبرؓ و حضرت عمرؓ اور جوانوں میں حضرت عثمانؓ و علیؓ اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

عظمت اولیاء کا اظہار: خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ امام جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تاکہ میں ان کو قتل کر دوں۔ وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیرباد کہہ کر جو شخص عزلت نشین ہو گیا ہو اس کو قتل کرنا قرین مصلحت نہیں لیکن خلیفہ نے غضب ناک ہو کر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر امام جعفر صادقؒ کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور امام جعفر صادق کو قتل کر دینا لیکن جب آپ تشریف لائے تو آپ کے عظمت و جلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ بے قرار ہو کر آپ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مؤدبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت و ضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو۔ چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے عزت اور احترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ براندام ہو کر مکمل تین شب و روز بے ہوش رہا۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی۔ بہر حال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر اور غلام حیران ہو گئے۔

اور جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت امام جعفر صادق میرے پاس

تشریف لائے تو ان کے ساتھ اتنا بڑا اژدھا تھا جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا اگر تو نے ذرا سی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہو گئی اور میں نے آپ سے معافی طلب کر لی۔

نجات عمل پر موقوف ہے نسب پر نہیں: ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ نے حاضر خدمت ہو کر امام جعفر صادقؒ سے عرض کیا کہ آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لئے مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں۔ لیکن آپ خاموش رہے اور جب دوبارہ داؤد طائی نے کہا کہ اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے اس لحاظ سے نصیحت کرنا آپ کے لئے ضروری ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے یہی تو خوف لگا ہوا ہے کہ قیامت کے دن میرے جد اعلیٰ ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میرا اتباع کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں بلکہ اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ یہ سن کر داؤد طائی کو بہت عبرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب اہل بیت پر خوف کے غلبہ کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں۔

نفاق سے نفرت: جب آپ تارک دنیا ہو گئے تو حضرت ابو سفیان ثوریؒ نے حاضر خدمت ہو کر فرمایا کہ مخلوق آپ کے تارک الدنیا ہونے سے آپ کے فیوض عالیہ سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل شعر پڑھے

ذھب الوفاذ ھاب انس الذاھب　　والناس بین تخائل ومآرب

گئی جانے والے انسان کی طرح وفا بھی چلی گئی　　اور لوگ اپنے خیالات میں غرق رہ گئے

یعشون بینھم المودۃ والوفا　　وقلوبھم محشودۃ لبعقارب

گو بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ اظہار محبت و وفا کرتے ہیں　　لیکن ان کے قلوب بچھوؤں سے لبریز ہیں

ظاہر مخلوق کے لئے اور باطن خالق کے لئے: ایک دفعہ آپ کو بیش بہا لباس میں دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا کہ اتنا قیمتی لباس اہل بیت کے لئے مناسب نہیں۔ تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اپنی آستین پر پھیرا تو اس کو آپ کا لباس ٹاٹ سے بھی زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ ہذا للخلق وہذا للحق ۔ یعنی مخلوق کی نگاہوں میں تو یہ عمدہ لباس ہے لیکن حق کے لئے یہی کھردرا ہے۔

دانش مند کون ہے: ایک مرتبہ آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا کہ دانش مندی کیا تعریف ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ جو بھلائی اور برائی میں امتیاز کر سکے۔ آپ نے کہا یہ امتیاز تو جانور بھی کر لیتے ہیں کیونکہ جو ان کی خدمت کرتا ہے ان کو ایذا نہیں پہنچاتے اور جو تکلیف دیتا ہے اس کو کاٹ کھاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک دانشمندی کی کیا علامت ہے؟ جواب دیا کہ جو دو بھلائیوں میں سے

بہتر بھلائی کو اختیار کرے۔ اور دو برائیوں میں سے مصلحتہً کم برائی پر عمل کرے۔

کبریائی رب پر فخر کرنا تکبر نہیں: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے باوجود آپ میں تکبر پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا متکبر تو نہیں ہوں۔ البتہ جب میں نے کبر کو ترک کر دیا تو میرے رب کی کبریائی نے مجھے گھیر لیا۔ اس لئے میں اپنے کبر پر نازاں نہیں ہوں، بلکہ میں تو رب کی کبریائی پر فخر کرتا ہوں۔

سبق آموز واقعہ: کسی شخص کی دینار کی تھیلی گم ہو گئی تو اس نے آپ پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ میری تھیلی آپ ہی نے چرائی ہے حضرت جعفرؒ نے اس سے سوال کیا کہ اس میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا دو ہزار دینار۔ چنانچہ گھر لے جا کر آپ نے اس کو دو ہزار دینار دے دیئے اور بعد میں جب اس کی کھوئی ہوئی تھیلی کسی دوسری جگہ سے مل گئی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر کے معافی چاہتے ہوئے آپ سے رقم واپس لینے کی درخواست کی، لیکن آپ نے فرمایا ہم کسی کو دے کر واپس نہیں لیتے پھر جب لوگوں سے اس کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہوا تو اس نے بے حد ندامت کا اظہار کیا۔

حق رفاقت: ایک مرتبہ آپ تنہا اللہ جل شانہ، کا ورد کرتے ہوئے کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک اور شخص بھی اللہ جل شانہ کا ورد کرتا ہوا آپ کے ساتھ ہو گیا۔ اس وقت آپ کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ! اس وقت میرے پاس کوئی بہتر لباس نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہتے ہی غیب سے ایک بہت قیمتی لباس نمودار ہوا اور آپ نے زیب تن کر لیا لیکن اس شخص نے جو آپ کے ساتھ لگا ہوا تھا عرض کیا کہ میں بھی تو اللہ جل شانہ کا ورد کرنے میں آپ کا شریک ہوں لہٰذا آپ اپنا پرانا لباس مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ نے لباس اتار کر اس کے حوالے کر دیا۔

طریقہ ہدایت: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار کروا دیجئے آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ سے فرمایا گیا تھا کہ لن ترانی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اس نے عرض کیا یہ تو مجھے بھی علم ہے لیکن یہ تو امت محمدی ہے جس میں ایک تو یہ کہتا ہے کہ رانی قلبی میرے قلب نے اپنے پروردگار کو دیکھا، اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ لم اعبد ربالم اراہ یعنی میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جو مجھ کو نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر آپ نے حکم دیا کو اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ جب اس کو پانی میں ڈال دیا گیا اور پانی نے اس کو اوپر پھینکا تو اس نے حضرت سے بہت فریاد کی لیکن آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اس کو خوب اچھی طرح اوپر نیچے غوطے دے اور جب کئی مرتبہ پانی نے غوطے دیئے اور وہ لب مرگ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا۔ اس وقت حضرت نے اس کو پانی سے باہر نکلوایا اور حواس درست ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ اب تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا؟ اس نے عرض کیا کہ جب تک

میں دوسروں سے اعانت کا طلب گار رہا اس وقت تک تو میرے سامنے ایک حجاب سا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا تو میرے قلب میں ایک سوراخ نمودار ہوا اور پہلی سی بے قراری ختم ہو گئی۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے "کون ہے جو حاجت مند کے پکارنے پر اس کا جواب دے" آپ نے فرمایا کہ جب تک تو نے صادق کو آواز دی اس وقت تک تو جھوٹا تھا اور اب قلبی سوراخ کی حفاظت کرنا۔

ارشادات: فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص شے پر موجود ہے یا کسی شے سے قائم ہے وہ کافر ہے۔ فرمایا کہ جس معصیت سے قبل انسان میں خوف پیدا ہو وہ اگر توبہ کر لے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جس عبادت کی ابتداء میں مامون رہنا اور آخر میں خود بینی پیدا ہونا شروع ہو تو اس کا نتیجہ بعد الٰہی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور جو شخص عبادت پر فخر کرے وہ گنہگار ہے اور جو معصیت پر اظہار ندامت کرے وہ فرمانبردار ہے۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ صبر کرنے والے درویش اور شکر کرنے والے مالدار میں سے آپ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صبر کرنے والے درویش کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ مالدار کو ہمہ اوقات اپنے مال کا تصور رہتا ہے۔ اور درویش کو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "توبہ کرنے والے ہی عبادت گزار ہیں" آپ فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی تعریف یہ ہے کہ جس میں مشغول ہونے کے بعد دنیا کی ہر شئے کو بھول جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شے کا نعم البدل ہے۔ یختص برحمتہ من یشآء کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔ یعنی تمام اسباب و وسائل ختم کر دیئے جاتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ عطائے الٰہی بلاواسطہ ہے نہ کہ بالواسطہ۔ فرمایا مومن کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنے مولیٰ کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول رہے فرمایا کہ صاحب کرامت وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے نفس کو سرکشی سے آمادہ بجنگ رہے کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا سبب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اوصاف مقبولیت میں سے ایک وصف الہام بھی ہے جو لوگ دلائل سے الہام کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں وہ بد دین ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے میں اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جتنا کہ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگتی ہے۔ فرمایا کہ عشق الٰہی نہ تو اچھا ہے نہ برا۔ فرمایا کہ مجھ پر رموز حقیقت اس وقت منکشف ہوئے جب میں خود دیوانہ ہو گیا۔ فرمایا نیک بختی کی علامت یہ بھی ہے کہ عقلمند دشمن سے واسطہ پڑ جائے۔ فرمایا کہ پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اول جھوٹے سے کیونکہ اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوم بے وقوف سے کیونکہ جس قدر وہ تمہاری منفعت چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا۔ سوم کنجوس سے کیونکہ اس کی صحبت سے بہترین وقت رائیگاں ہو جاتا ہے۔ چہارم بزدل سے کیونکہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ پنجم فاسق سے کیوں کہ ایک نوالے کی طمع میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ نے دنیاہی میں فردوس و جہنم کا نمونہ پیش کر دیا ہے۔ کیونکہ آسائش جنت ہے اور تکلیف جہنم۔ اور جنت کا صرف وہی حقدار ہے جو اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور دوزخ اس کا مقصد ہے جو اپنے امور نفس سرکش کے حوالے کر دے۔ فرمایا کہ اگر دشمنوں کی صحبت سے اولیاء کرام کو ضرر پہنچ سکتا تو فرعون سے آسیہ کو پہنچتا اور اگر اولیاء کی صحبت دشمن کے لئے فائدہ مند ہوتی تو سب سے پہلے حضرت نوح اور حضرت کی ازواج کو فائدہ پہنچتا۔ لیکن قبض اور بسط کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

اعتذار: اگرچہ آپ کے فضائل وارشادات بہت زیادہ ہیں لیکن طوالت کے خوف سے حصول سعادت کے پیش نظر اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے گئے۔

باب۔ ۲

حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کے مناقب و حالات

تعارف: آپ جلیل القدر تابعین اور چالیس پیشواؤں میں سے ہوئے ہیں، حضور اکرمؐ فرمایا کرتے تھے کہ "اویس احسان و مہربانی کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہے" اور جس کی تعریف رسول اکرم صلعم فرمادیں اس کی تعریف دوسرا کوئی کیا کر سکتا ہے۔ بعض اوقات جانب یمن روئے مبارک کر کے حضور فرمایا کرتے تھے کہ "میں یمن کی جانب سے رحمت کی ہوا آتی ہوئی پاتا ہوں۔

توصیف: حضور اکرم فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن ستر ہزار ملائکہ کے آگے جو اویس قرنی کے مانند ہوں گے اویس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے اس لئے کہ آپ نے خلوت نشین ہو کر اور مخلوق سے روپوشی اختیار کر کے محض اس لئے عبادت وریاضت اختیار کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ تصور نہ کرے اور اسی مصلحت کے پیش نظر قیامت کے دن آپ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی۔" حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ایک ایسا شخص ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گناہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ (ربیعہ و مضر دو قبیلے ہیں جن میں بکثرت بھیڑیں پائی جاتی تھیں) اور جب صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا ایک بندہ ہے۔ پھر صحابہؓ کے اصرار کے بعد فرمایا کہ وہ اویس قرنیؒ ہے۔

چشم باطن سے زیارت ہوئی: جب صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا وہ کبھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کبھی نہیں لیکن چشم ظاہری کے بجائے چشم باطنی سے اس کو میرے دیدار کی سعادت حاصل ہے اور مجھ تک نہ پہنچنے کی دو وجوہ ہیں۔ اول غلبہ حال۔ دوم تعظیم شریعت کیونکہ اس کی والدہ مومنہ بھی ہیں۔

اور ضعیف و نابینا بھی اور اویس شتربانی کے ذریعہ ان کے لئے معاش حاصل کرتا ہے۔ پھر جب صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا ہم ان سے شرف نیاز حاصل کر سکتے ہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ''نہیں'' البتہ عمرؓ و علیؓ سے ان کی ملاقات ہوگی اور ان کی شناخت یہ ہے کہ پورے جسم پر بال ہیں اور ہتھیلی کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید رنگ کا داغ ہے لیکن وہ برص کا داغ نہیں۔ لہٰذا جب ان سے ملاقات ہو تو میرا اسلام پہنچانے کے بعد میری امت کے لئے دعا کرنے کا پیغام بھی دینا۔ پھر جب صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کے پیراہن کا حقدار کون ہے؟ تو فرمایا اویس قرنیؓ۔

مقام تابعی اور اشتیاق صحابہؓ: دور خلافت راشدہ میں جب حضرت عمر اور حضرت علی کوفہ پہنچے اور اہل یمن سے ان کا پتہ معلوم کیا تو کسی نے کہا میں ان سے پوری طرح تو واقف نہیں البتہ ایک دیوانہ آبادی سے دور عرفہ کی وادی میں اونٹ چرایا کرتا ہے اور خشک روٹی اس کی غذا ہے۔ لوگوں کو ہنستا ہوا دیکھ کر خود روتا ہے اور روتے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر خود ہنستا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اویس نماز میں مشغول ہیں اور ملائکہ ان کے اونٹ چرا رہے ہیں۔ فراغت نماز کے بعد جب ان کا نام دریافت کیا تو جواب دیا کہ عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنا اصلی نام بتایئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اویس ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ دکھایئے۔ انہوں نے جب ہاتھ دکھایا تو حضور اکرم کی بیان کردہ نشانی کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے دست بوسی کی۔ اور حضورؐ کا لباس مبارک پیش کرتے ہوئے سلام پہنچا کر امت محمدی کے حق میں دعا کرنے کا پیغام بھی دیا۔ یہ سن کر اویس قرنی نے عرض کیا کہ آپ خوب اچھی طرح دیکھ بھال فرمالیں شاید وہ کوئی دوسرا فرد ہو جس کے متعلق حضور نے نشان دہی فرمائی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس نشانی کی نشاندہی فرمائی ہے وہ آپ میں موجود ہے۔ یہ سن کو اویس قرنی نے عرض کیا کہ اے عمر تمہاری دعا مجھ سے زیادہ کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو دعا کرتا ہی رہتا ہوں۔ البتہ آپ کو حضور کی وصیت پوری کرنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت اویس نے حضورؐ کا لباس مبارک کچھ فاصلے پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یارب جب تک تو میری سفارش پر امت محمدی کی مغفرت نہ کر دے گا میں سرکار دو عالمؐ کا لباس ہرگز نہیں پہنوں گا۔ کیوں کہ تیرے نبی نے اپنی امت کو میرے حوالے کیا ہے۔ چنانچہ غیب کی آواز آئی، کہ تیری سفارش پر کچھ افراد کی مغفرت کر دی۔ اسی طرح آپ مشغول دعا تھے۔ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آپ کے سامنے پہنچ گئے اور جب آپ نے سوال کیا کہ آپ دونوں حضرات کیوں آ گئے؟ میں تو جب تک پوری امت کی مغفرت نہ کروالیتا۔ اس وقت تک یہ لباس کبھی نہ پہنتا۔

مقام ولایت، خلافت سے بہتر ہے: حضرت عمر نے آپ کو ایسے کمبل کے لباس میں دیکھا جس کے نیچے تونگری کے ہزاروں عالم پوشیدہ تھے یہ دیکھ کر آپ کے قلب میں خلافت سے دستبرداری کی خواہش پیدا ہوئی اور فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو روٹی کے ٹکڑے کے بدلے میں مجھ سے خلافت خرید لے۔ یہ سن کر حضرت اویس نے کہا کہ کوئی بیوقوف شخص ہی خرید سکتا ہے۔ آپ کو تو فروخت کرنے کے بجائے اٹھا کر پھینک دینا چاہئے پھر جس کا جی چاہے اٹھالے گا۔ یہ کہہ کر حضور اکرم کا بھیجا ہوا لباس پہن لیا اور فرمایا کہ میری سفارش پر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مغفرت فرمادی۔ اور جب حضرت عمر نے آپ سے حضورؐ اکرم کی زیارت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ دیدار نبی سے مشرف ہوئے ہیں تو بتایئے کہ حضورؐ کے ابرو کشادہ تھے یا گھنے؟ لیکن دونوں صحابہ جواب سے معذور رہے۔

اتباع نبوی میں دندان مبارک کا توڑنا: حضرت اویس نے کہا کہ اگر آپ رسول کریم صلعم کے دوستوں میں سے ہیں تو یہ بتایئے کہ جنگ احد میں حضورؐ کا کون سا دانت مبارک شہید ہوا تھا اور آپ نے اتباع نبویؐ میں اپنے تمام دانت کیوں نہ توڑ ڈالے؟ یہ کہہ کر اپنے تمام ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر کہا کہ جب دانت مبارک شہید ہوا تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا پھر خیال آیا کہ شاید کوئی دوسرا دانت شہید ہوا ہو، اسی طرح ایک ایک کر کے جب تمام دانت توڑ ڈالے اس وقت مجھے سکون نصیب ہوا۔ یہ دیکھ کر دونوں صحابہؓ پر رقت طاری ہوگئی اور یہ اندازہ ہو گیا کہ پاس ادب کا حق یہی ہوتا ہے گو حضرت اویس دیدار نبیؐ سے مشرف نہ ہو سکے لیکن اتباع رسالت کا مکمل حق ادا کر کے دنیا کو درس ادب دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

مومن کے لئے ایمان کی سلامتی ضروری ہے: جب حضرت عمر نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ نے کہا کہ نماز میں التحیات کے بعد میں یہ دعا کیا کرتا ہوں۔ اللہم اغفر للمومنین والمومنات اے اللہ تمام مومن مردوں عور ں کو بخش دے اور اگر تم ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے تو تمہیں سرخروئی حاصل ہوگی۔ ورنہ میری دعا بے فائدہ ہو کر رہ جائے گی۔

وصیت: حضرت عمر نے جب وصیت کرنے کے لئے فرمایا تو آپ نے کہا کہ اے عمر! اگر تم خدا شناس ہو تو اس سے زیادہ افضل اور کوئی وصیت نہیں کہ تم خدا کے سوا کسی دوسرے کو نہ پہچانو، پھر پوچھا کہ اے عمر، کیا اللہ تعالیٰ تم کو پہچانتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اویس نے کہا کہ بس خدا کے علاوہ تمہیں کوئی نہ پہچانے یہی تمہارے لئے افضل ہے۔

استغناء: حضرت عمر نے خواہش کی کہ آپ کچھ دیر اسی جگہ قیام فرمائیں میں آپ کے لئے کچھ لے کر آتا ہوں

تو آپ نے جیب سے دو درہم نکال کر دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے اور اگر آپ یہ ضمانت دیں کہ یہ درہم خرچ ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو یقیناً آپ کا جوجی چاہے عنایت فرمادیں ورنہ یہ دو درہم میرے لئے بہت کافی ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہاں تک پہنچنے میں آپ حضرات کو جو تکلیف ہوئی اس کے لئے میں معافی چاہتا ہوں اور اب آپ دونوں واپس ہو جائیں کیونکہ قیامت کا دن قریب ہے اور میں زاد آخرت کی فکر میں لگا ہوا ہوں۔ پھر ان دونوں صحابہ کی واپسی کے بعد جب لوگوں کے قلوب مئں حضرت اویس کی عظمت جاگزیں ہوئی اور مجمع لگنے لگا تو آپ گھبرا کر کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی صرف ہرم بن حبان کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے نہیں دیکھا، کیونکہ جب سے ہرم بن حبان نے آپ کی شفاعت کا واقعہ سنا تھا۔ اشتیاق زیارت میں تلاش کرتے ہوئے کوفہ پہنچے۔

باب۔ ۳

خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ باعمل عالم بھی تھے اور زاہد و متقی بھی۔ سنت نبویؐ پر سختی سے عمل کرتے اور ہمیشہ خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہتے تھے۔ آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی کنیز تھیں اور جب بچپن میں آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو ام المومنین آپ کو گود میں اٹھا کر اپنی چھاتیاں آپ کے منہ میں دے دیتیں اور وفور شوق میں آپ کے پستان سے دودھ بھی نکلنے لگتا۔ اندازہ فرمایئے کہ جس نے ام المومنین کا دودھ پیا ہو اس کے مراتب کا کون انکار کر سکتا ہے۔

بچپن میں سعادت: بچپن میں آپ نے ایک دن حضور اکرم کے پیالے کا پانی پی لیا اور جب حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میرے پیالے کا پانی کس نے پیا ہے؟ تو حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ حسن نے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ اس نے جس قدر پانی میرے پیالے میں سے پیا ہے اسی قدر میرا علم اس میں اثر کر گیا۔

حضورؐ کی دعا: ایک دن حضور اکرم حضرت ام سلمہؓ کے مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے حسن بصری کو آپ کی آغوش مبارک میں ڈال دیا۔ اس وقت حضورؐ نے آپ کے لئے دعا فرمائی اور اس دعا کی برکت سے آپ کو بے پناہ مراتب حاصل ہوئے۔

وجہ تسمیہ: ولادت کے بعد جب آپ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو کیوں کہ یہ بہت ہی خوبرو ہے۔ حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی تربیت فرمائی اور ہمیشہ یہی دعا کیا کرتی تھیں کہ اے اللہ حسن کو مخلوق کا رہنما بنا دے۔ چنانچہ آپ یکتائے روزگار بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور

ایک سو بیس صحابہ سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ ان میں ستر شہدائے بدر بھی شامل ہیں۔ آپ کو حضرت حسن بن علی سے شرف بیعت حاصل تھا اور ان سے تعلیم بھی پائی لیکن تحفہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ حضرت علیؓ سے بیعت تھے اور انہیں کے خلفاء میں سے ہوئے۔ ابتدائی دور میں آپ جواہرات کی تجارت کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا نام حسن موتی بیچنے والا پڑ گیا۔

ایک مرتبہ تجارت کی نیت سے روم گئے اور جب وہاں کے وزیر کے پاس بغرض ملاقات پہنچے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا اس نے پوچھا کہ کیا آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے، فرمایا کہ ہاں۔ چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں جا پہنچے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ رومی ریشم کا ایک بہت ہی شاندار خیمہ نصب ہے اور اس کے چاروں طرف مسلح فوجی طواف کر کے واپس جا رہے ہیں۔ پھر علماء اور باحشمت لوگ وہاں پہنچے اور خیمہ کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہو گئے۔ پھر حکماو میر منشی وغیرہ پہنچے اور کچھ کہہ کر چل دیئے۔ پھر خوبرو کنیزیں زر و جواہر کے تھال سر پر رکھے ہوئے آئیں اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ پھر بادشاہ اور وزیر بھی کچھ کہہ کر واپس ہو گئے۔ آپ نے حیرت زدہ ہو کر جب وزیر سے واقعہ معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ بادشاہ کا ایک خوبصورت، بہادر جوان بیٹا مر گیا تھا اور وہی اس خیمہ میں دفن ہے۔ چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہاں تمام لوگ آتے ہیں۔ سب سے پہلے فوج آکر کہتی ہے اگر جنگ کے ذریعہ تیری موت ٹل سکتی تو ہم جنگ کر کے تجھے بچا لیتے۔ مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں اس کے بعد حکماء آکر کہتے ہیں کہ اگر عقل و حکمت سے موت کو روکا جا سکتا تو ہم یقیناً روک دیتے۔ پھر علماء و مشائخ آکر کہتے ہیں کہ اگر دعاؤں سے موت کو دفع کیا جا سکتا تو ہم کر دیتے پھر حسین کنیزیں آکر کہتی ہیں کہ اگر حسن و جمال سے موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم ٹال دیتیں پھر بادشاہ وزیر کے ساتھ آکر کہتا ہے کہ اے میرے بیٹے ہم نے حکماء و اطباء کے ذریعہ بہت کوشش کی لیکن تقدیر الٰہی کو کون مٹا سکتا ہے اور اب آئندہ سال تک تجھ پر ہمارا اسلام ہو۔ یہ کہہ کر واپس ہو جاتا ہے۔ حضرت حسن نے یہ واقعہ سن کر قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی نہیں ہنسوں گا۔ اور دنیا سے بیزار ہو کر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ مشہور ہے کہ ستر سال تک آپ ہمہ وقت باوضو رہے اور اپنے ہم عصر بزرگوں میں ممتاز ہوئے۔ کسی شخص نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حسن بصری ہم سے زیادہ افضل کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حسن کے علم کی ہر فرد کو ضرورت ہے اور اس کو سوائے خدا کے کسی کی حاجت نہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ کا مقام: ہفتہ میں ایک مرتبہ آپ وعظ کہا کرتے تھے مگر جب تک حضرت رابعہ بصری شریک نہ ہوتیں تو وعظ نہیں کہتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے وعظ میں تو بڑے بڑے بزرگ حاضر ہوتے ہیں پھر آپ صرف ایک بوڑھی عورت کے نہ ہونے سے وعظ کیوں ترک کر دیتے ہیں؟ فرمایا کہ ہاتھی

کے برتن کا شربت چیونٹیوں کے برتن میں کیسے سما سکتا ہے؟ اور جب آپ کو دوران وعظ جوش آجاتا تو رابعہ بصریؒ سے فرماتے کہ یہ تمہارے ہی جوش و گرمی کا اثر ہے۔

سبق آموز جوابات. ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اپنے وعظ میں کثیر لوگوں کے اجتماع سے خوش ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ میں تو اس وقت مسرور ہوتا ہوں جب کوئی عشق الٰہی میں دل جلا آجاتا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ کتاب میں ہے۔ اور مسلمان

جب آپ سے دین کی اساس کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ تقویٰ دین کی اساس ہے۔ اور لالچ تقویٰ کو ضائع کر دیتا ہے پوچھا گیا کہ جنت عدن کا کیا مفہوم ہے اس میں کون داخل ہو گا! فرمایا کہ اس میں سونے کے محلات ہیں اور سوائے نبی کریمؐ صدیقین و شہداء عادل باشادہ اور دیگر انبیائے کرام کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ سوال کیا گیا کہ کیا روحانی طبیب کسی دوسرے کا علاج کر سکتا ہے؟ فرمایا اس وقت تک نہیں جب تک خود اپنا علاج نہ کر لے۔ کیونکہ جو خود ہی راستہ بھولے ہوئے ہوں وہ دوسرے کی راہبری کیسے کر سکتا ہے۔ فرمایا کہ میرا وعظ سنتے رہو تمہیں فائدہ پہنچے گا لیکن میری بے عملی تمہارے لئے ضرر رساں نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے قلوب تو سوئے ہوئے ہیں ان پر آپ کا وعظ کیا اثر انداز ہو گا؟ فرمایا کہ خوابیدہ قلوب کو تو بیدار کیا جا سکتا ہے۔ البتہ مردہ دلوں کی بیداری ممکن نہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ بعض جماعتوں کے اقوال ہمارے قلوب میں خوف و خشیت پیدا کر دیتے ہیں فرمایا کہ تم دنیا میں ڈرنے والوں ہی کی صحبت اختیار کرو تاکہ روز حشر رحمت خداوندی تم سے قریب تر ہو لوگوں نے عرض کیا کہ بعض حضرات آپ کا وعظ محض اس لئے یاد کرتے ہیں تاکہ اعتراض کر سکیں۔ فرمایا کہ میں صرف قرب الٰہی اور جنت کا خواہش مند رہتا ہوں، کیوں کہ نکتہ چینیوں سے تو اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مبرا نہیں اسی لئے میں لوگوں سے ہرگز یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ مجھے برا بھلا نہ کہیں گے۔ عرض کیا گیا کہ بعض افراد کا یہ خیال ہے کہ دوسروں کو نصیحت اسی وقت کرنی چاہئے جب خود بھی تمام برائیوں سے پاک ہو جائے فرمایا کہ ابلیس تو یہی چاہتا ہے کہ اوامر نواہی۔ کا سدباب ہو جائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا مسلمان کو بغض و حسد کرنا جائز ہے؟ فرمایا کہ برادران یوسف کا واقعہ کیا تمہارے علم میں نہیں کہ بغض و حسد کی وجہ سے ہی انہیں کیا کیا نقصان پہنچا۔ البتہ اگر حسد میں رنج و غم کا پہلو ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ریاکاری باعث ہلاکت ہے. آپ کے ایک ارادت مند کی یہ کیفیت تھی کہ آیات قرآنی سن کر بیہوش ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے فعل میں اس امر کو ملحوظ رکھا کرو کہ آواز نہ نکلنے پائے۔ کیونکہ آواز نکلنے سے ریاکاری محسوس ہونے لگتی ہے جو انسان کے لئے باعث ہلاکت ہے اور اگر کسی پر حال طاری نہ ہو بلکہ وہ قصداً طاری کر لے اور کوئی نصیحت بھی اسی پر کارگر نہ ہو تو وہ گنہگار ہے اور جو شخص

قصداً روتا ہے۔ اس کا رونا شیطان کا رونا ہے۔

بے باک مرد خدا۔ ایک مرتبہ دوران وعظ حجاج بن یوسف برہنہ شمشیر اپنی فوج کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ اسی محفل میں ایک بزرگ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ آج حسن بصری کا امتحان ہے کہ وہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں یا وعظ میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حجاج کی آمد پر کوئی توجہ نہیں کی اور اپنے وعظ میں مشغول رہے۔ چنانچہ اس بزرگ نے یہ تسلیم کر لیا کہ واقعی آپ اپنی خصلتوں کے اعتبار سے اسم بامسمیٰ ہیں۔ کیونکہ احکام خداوندی بیان کرتے وقت آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اختتام وعظ کے بعد حجاج نے دست بوسی کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اگر تم مرد خدا سے ملنا چاہتے ہو تو حسن کو دیکھ لو۔ پھر بعض لوگوں نے انتقال کے بعد حجاج کو خواب میں دیکھا کہ میدان حشر میں کسی کی تلاش میں ہے اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کس کی جستجو میں ہو؟ تو کہنے لگا کہ میں اس جلوہ خداوندی کا متلاشی ہوں جس کو موحدین تلاش کیا کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ وقت مرگ حجاج کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ اللہ تو غفار ہے اور تجھ سے برتر کوئی دوسرا نہیں۔ لہٰذا اپنی غفاری ایک کم حوصلہ مشت خاک پر بھی ظاہر کر کے اپنے فضل سے میری مغفرت فرما دے کیونکہ پورا عالم یہی کہتا ہے کہ اس کی بخشش ہرگز نہیں ہو سکتی اور یہ عذاب میں گرفتار رہے گا۔ لیکن اگر تو نے مجھے بخش دیا تو سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یقیناً تیری شان فعال لما یرید اللہ تعالیٰ جس کا ارادہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ جب حسن بصری نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا کہ یہ بد خصلت حصول آخرت بھی اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے۔

مبلغ کی عظمت۔ حضرت علیؓ جب وارد بصرہ ہوئے تو واعظین کو وعظ گوئی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام منبروں کو توڑ کر پھینک دو۔ لیکن جب حسن بصریؒ کی مجلس وعظ میں پہنچے تو ان سے پوچھا کہ تم عالم ہو یا طالب علم؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ البتہ جو کچھ احادیث نبویؐ سے سنا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ کو وعظ گوئی کی اجازت ہے اور جب حسن بصریؒ کو یہ علم ہوا کہ وہ حضرت علیؓ تھے تو ان کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جب ان سے ملاقات ہو گئی تو عرض کیا کہ مجھے وضو کا طریقہ سکھا دیجئے چنانچہ ایک طشت میں پانی منگوا کر حضرت علیؓ نے آپ کو وضو کا طریقہ سکھایا اور اسی وجہ سے اس مقام کا نام بالطشت پڑ گیا۔

منقول ہے کہ کسی شخص سے جب آپ نے گریہ وزاری کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ میں نے محمد بن سے سنا ہے کہ روز محشر ایک صاحب ایمان اپنی گنہگاری کی وجہ سے برسوں جہنم میں پڑا رہے گا۔ آپ نے فرمایا کہ کاش اس کے بدلے میں مجھے پھینک دیا جائے اور وہ محفوظ رہ جائے کیوں کہ مجھے اپنے متعلق یہ توقع نہیں ہے کہ ایک ہزار سال تک بھی چھٹکارا حاصل کر سکوں گا۔

ایک روایت۔ ایک سال بصرہ میں ایسا شدید قحط پڑا کہ دو لاکھ افراد نماز استسقاء کے لئے بیرون شہر پہنچ گئے اور ایک منبر پر حسن بصری کو بٹھا کر اوپر اٹھائے ہوئے دعا میں مشغول ہو گئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر تم بارش کے خواہشمند ہو تو مجھ کو شہر بدر کر دو اور اس وقت آپکے روئے مبارک سے خشیت کے آثار ہویدا تھے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ مصروف گریہ رہتے اور کسی نے کبھی ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔

خوف آخرت۔ ایک مرتبہ آپ پوری رات مصروف گریہ رہے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا شمار تو صاحب تقویٰ لوگوں میں ہوتا ہے پھر آپ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ میں تو اس دن کے لئے روتا ہوں جس دن مجھ سے کوئی ایسا خطا ہو گئی ہو کہ اللہ تعالیٰ باز پرس کر کے یہ فرمادے کہ اے حسن! ہماری بارگاہ میں تمہاری کوئی وقعت نہیں۔ اور ہم تمہاری پوری عبادت کو رد کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ عبادت خانہ کی چھت پر اس طرح گریہ کناں تھے کہ سیلاب اشک سے پرنالہ بہہ پڑا اور نیچے گزرتے ایک شخص پر کچھ قطرے ٹپک گئے۔ چنانچہ اس نے آواز دے کر پوچھا کیا یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟ آپ نے جواب دیا کہ برادرم کپڑے کو پاک کر لینا کیونکہ یہ ایک معصیت کار کے آنسو ہیں۔

دنیا کا انجام: آپ کسی مردے کی تدفین کے لئے قبرستان تشریف لے گئے اور فراغت تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اس قدر روئے کہ قبر کی خاک تک نم ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ جب آخری منزل ہی آخرت ہے تو پھر ایسی دنیا کے خواہش مند کیوں ہو جس کا انجام قبر ہے اور اس عالم سے خوفزدہ کیوں نہیں جس کی ابتدائی منزل بھی قبر ہی ہے گویا تمہاری پہلی اور آخری منزل قبر ہی ہے۔ آپ کی نصیحت سے لوگ اس درجہ متاثر ہوئے کہ شدت گریہ سے بے حال ہو گئے۔

زیارت قبور میں عبرت ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں کے ہمراہ قبرستان میں پہنچ کر فرمایا کہ اس میں ایسے ایسے افراد مدفون ہیں جن کا سر آٹھ جنتوں کے مساوی نعمتیں پانے پر بھی نہ جھک سکا اور ان کے قلوب میں ان نعمتوں کا کبھی تصور تک بھی نہ آیا۔ لیکن مٹی میں اتنی آرزوئیں لے کر چلے گئے کہ اگر ان میں سے ایک کو بھی آسمانوں کے مقابلے میں رکھا جائے تو وہ خوف زدہ ہو کر پاش پاش ہو جائیں۔

تنبیہ: بچپن میں آپ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا۔ آپ کبھی کوئی نیا پیراہن تیار کرواتے تو اس کے گریبان پر وہ گناہ درج کر دیتے اور اسی کو دیکھ کر اس درجہ گریہ وزاری کرتے کہ غشی طاری ہو جاتی۔

نصیحت۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو مکتوب ارسال کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے جو میرے تمام امور میں معاون ہو سکے۔ جواب میں آپ نے لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا معاون نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی امداد کی توقع ہرگز نہ رکھو۔ پھر دوسرے مکتوب کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس دن کو بہت ہی نزدیک سمجھتے رہو جس دن دنیا فنا ہو جائے گی اور صرف آخرت باقی رہے گی۔

فلسفہ تنہائی: جب بشر حافیؒ کو یہ علم ہوا کہ حضرت حسنؒ سفر حج کا قصد کر رہے ہیں تو انہوں نے تحریر کیا کہ میری خواہش ہے کہ آپ کے ہمراہ حج کروں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں معافی چاہتا ہوں کیوں کہ میری خواہش یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ستاری کے پردے میں زندگی گزار دوں اور اگر ہم دونوں ہمراہ ہوں گے تو ایک دوسرے کے عیوب یقیناً سامنے آئیں گے اور ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو معیوب تصور کرنے لگے گا۔

آپ نے سعید بن جبیرؒ کو تین نصیحتیں کیں۔ اول صحبت سلطان سے اجتناب کرو۔ دوم کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو، خواہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہوں۔ سوم راگ رنگ میں کبھی شرکت نہ کرو۔ کیونکہ یہ چیزیں برائی کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہیں۔

تباہی مردہ دلی میں ہے: مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب میں نے آپ سے پوچھا کہ لوگوں کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ فرمایا کہ مردہ دلی میں۔ میں نے پوچھا کہ مردہ دلی کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ دنیا کی جانب راغب ہو جانا۔

جنات کو تبلیغ: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ نماز فجر کے لئے حضرت حسن بصریؒ کی مسجد میں تشریف لے گئے تو اندر سے دروازہ بند تھا اور آپ مشغول دعا تھے اور کچھ لوگوں کے آمین کہنے کی صدائیں آ رہی تھیں۔ چنانچہ میں یہ خیال کر کے شاید آپ کے ارادت مند ہوں گے باہر ہی ٹھہر گیا اور جب صبح کو دروازہ کھلا اور میں نے اندر جا کر دیکھا تو آپ تنہا تھے چنانچہ فراغت نماز کے بعد جب صورت حال دریافت کی تو فرمایا کہ پہلے تو کسی سے نہ بتانے کا وعدہ کرو۔ پھر فرمایا کہ یہاں جنات وغیرہ آتے ہیں اور میں ان کے سامنے وعظ کہہ کر دعا مانگتا ہوں، جس پر وہ سب آمین آمین کہتے رہتے ہیں۔

کرامت: کچھ بزرگ آپ کے ہمراہ بغرض حج روانہ ہوئے اور ان میں سے بعض لوگوں کو شدت سے پیاس لگی۔ چنانچہ راستہ میں ایک کنواں نظر پڑا لیکن اس پر رسی اور ڈول کچھ نہ تھا اور جب حضرت حسن سے صورت حال بیان کی گئی تو فرمایا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاؤں تو تم پانی پی لینا۔ چنانچہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اچانک کنوئیں میں سے پانی خود بخود ابل پڑا اور سب لوگوں نے اچھی طرح پیاس بجھائی۔ لیکن ایک شخص نے احتیاطاً کچھ پانی کوزے میں رکھ لیا۔ اس حرکت سے کنوئیں کا جوش ایک دم ختم ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ تم نے خدا پر اعتماد نہیں کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے پھر آگے روانہ ہوئے تو راستہ میں سے کچھ کھجوریں اٹھا کر لوگوں کو دیں جن کی گٹھلیاں سونے کی تھیں اور جن کو فروخت کر کے لوگوں نے سامان خورد و نوش اور صدقہ بھی کیا۔

نیت کا اثر: مشہور ہے کہ ابو عمرو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ ایک نوعمر حسین لڑکا تعلیم کے لئے پہنچا اور

آپ نے اس کو بری نیت سے دیکھا جس کے نتیجہ میں اسی وقت پورا قرآن بھول گئے اور گھبرائے ہوئے حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ من و عن بیان کر دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ایام حج ہیں پہلے حج ادا کرو اور حج ادا کر کے مسجد خیف میں پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں محراب مسجد میں ایک صاحب مصروف عبادت ملیں گے۔ جب وہ عبادت سے فراغت پالیں تو ان سے دعا کی درخواست کرنا۔ ابو عمرو کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہنچا تو وہاں ایک کثیر مجمع تھا اور کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے تو سب تعظیماً کھڑے ہو گئے اور جب سب لوگوں کے جانے کے بعد وہ بزرگ تنہا رہ گئے تو میں نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ ان بزرگ کے تصرف سے مجھ کو دوبارہ قرآن یاد ہو گیا اور جب فرط مسرت سے میں قدم بوس ہوا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ میرا پتہ تمہیں کس نے بتایا۔ میں نے حضرت حسن بصری کا نام لے دیا۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ حسن بصری نے مجھ کو رسوا کر دیا۔ میں بھی ان کا راز فاش کر کے رہوں گا۔ فرمایا کہ جو صاحب ظہر کی نماز کے وقت یہاں تھے وہ حسن بصری ہی تھے۔ جو اسی طرح روزانہ یہاں آتے ہیں اور ہم سے باتیں کر کے عصر کے وقت تک بصرہ پہنچ جاتے ہیں۔ اور حسن بصری جس کے راہنما ہوں اس کو کسی غیر کی حاجت نہیں۔ منقول ہے کہ کسی شخص کے گھوڑے میں کچھ نقص ہو گیا اور اس نے جب حسن سے کیفیت بیان کی تو آپ نے چار سو درہم میں اس سے گھوڑا خرید لیا۔ لیکن اسی شب گھوڑے کے مالک نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک گھوڑا چار سو مشکی گھوڑوں کے ہمراہ چلتا پھر رہا ہے اس نے سوال کیا کہ یہ گھوڑے کس کے ہیں؟ تو ملائکہ نے بتایا کہ پہلے تو یہ سب تمہارے تھے لیکن اب حسن بصریؒ کی ملکیت ہیں۔ وہ شخص بیدار ہو کر حضرت حسن کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ آپ اپنی رقم لے کر میرا گھوڑا واپس فرما دیں آپ نے فرمایا کہ جو خواب رات تو نے دیکھا ہے وہ میں پہلے ہی دیکھ چکا ہوں۔ یہ سن کر وہ مایوس واپس ہو گیا۔ پھر دوسری شب حسن بصریؒ نے خواب میں عالی شان محلات دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کس کے ہیں؟ جواب ملا کہ جو بھی بیع کو توڑ دے۔ چنانچہ آپ نے صبح کو گھوڑے کے مالک کو بلا کر بیع کو توڑ دیا۔

طریقہ دعوت: شمعون نامی ایک آتش پرست آپ کا پڑوسی تھا۔ اور جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو آپ نے اس کے یہاں جا کر دیکھا کہ اس کا جسم آگ کے دھوئیں سے سیاہ پڑ گیا ہے۔ آپ نے تلقین فرمائی کہ آتش پرستی ترک کر کے اسلام میں داخل ہو جا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ میں تین چیزوں کی وجہ سے اسلام سے برگشتہ ہوں اول یہ کہ جب تم لوگوں کے عقائد میں حب دنیا بری شے ہے تو پھر تم اس کی جستجو کیوں کرتے ہو؟

دوم یہ کہ موت کو یقینی تصور کرتے ہوئے بھی اس کا سامان کیوں نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ جب تم اپنے قول کے مطابق جلوہ خداوندی کے دیدار کو بہت عمدہ شے تصور کرتے ہو تو پھر دنیا میں رضائے الٰہی کے

خلاف کام کیوں کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ یہ تو مسلمانوں کے افعال و کردار ہیں۔ لیکن آتش پرستی میں وقت ضائع کر کے تمہیں کیا حاصل ہوا۔ مومن خواہ کچھ بھی ہو کم از کم وحدانیت کو تو تسلیم کرتا ہے مگر تو نے ستر سال آگ کو پوجا ہے اور اگر ہم دونوں آگ میں پڑیں گے تو وہ ہم دونوں کو برابر جلائے گی یا تیری پرستش کو ملحوظ رکھے گی لیکن میرے مولا میں یہ طاقت ہے اگر وہ چاہے تو مجھ کو آگ ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتی اور یہ فرما کر ہاتھ میں آگ اٹھالی۔ اور کوئی اثر دست مبارک پر نہ ہوا شمعون نے اس کیفیت سے متاثر ہو کر عرض کیا کہ میں ستر سال سے آتش پرستی میں مبتلا ہوں اب آخری وقت کیا مسلمان ہوں گا؟ لیکن جب آپ نے اسلام لانے کے لئے دوبارہ اصرار فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں اس شرط پر ایمان لاسکتا ہوں کہ آپ مجھے یہ عہد نامہ تحریر کر دیں کہ میرے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے تمام گناہوں سے نجات دے کر مغفرت فرمادے گا۔ چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا اس کو ایک عہد نامہ تحریر کر دیا۔ لیکن اس نے کہا کہ اس پر بصرہ کے صاحب عدل لوگوں کی شہادت بھی تحریر کروایئے۔ آپ نے شہادتیں بھی درج کرادیں اس کے بعد شمعون صدق دلی کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا اور خواہش کی کہ میرے مرنے کے بعد آپ اپنے ہی ہاتھ سے غسل دے کر قبر میں اتاریں اور یہ عہد نامہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ روز محشر میرے مومن ہونے کا ثبوت میرے پاس رہے۔ یہ وصیت کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا اور آپ نے اس کی پوری وصیت پر عمل کیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ شمعون بہت قیمتی لباس اور زریں تاج پہنے ہوئے جنت کی سیر میں مصروف ہے اور جب آپ نے سوال کیا کہ کیا گزری؟ تو اس نے عرض کیا کہ خدا نے اپنے فضل سے میری مغفرت فرمادی اور جو انعامات مجھ پر کئے وہ ناقابل بیان ہیں۔ لہٰذا اب آپ کے اوپر کوئی بار نہیں آپ اپنا عہد نامہ واپس لے لیں۔ کیونکہ مجھے اب اس کی حاجت نہیں۔ اور جب صبح کو آپ بیدار ہوئے تو وہ عہد نامہ آپ کے ہاتھ میں تھا آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ تیرا فضل کسی سبب کا محتاج نہیں جب ایک آتش پرست کی ستر سال آگ کی پرستش کے بعد صرف ایک مرتبہ کلمہ پڑھنے کے بعد مغفرت فرمادی تو جس نے ستر سال تیری عبادت و ریاضت میں گزارے ہوں وہ کیسے تیرے فضل سے محروم رہ سکتا ہے۔

انکسار۔ آپ اس قدر منکسر المزاج تھے کہ ہر فرد کو اپنے سے بہتر تصور کرتے۔ ایک دن دریائے دجلہ پر آپ نے کسی حبشی کو عورت کے ساتھ مے نوشی میں مبتلا دیکھا کہ شراب کی بوتل اس کے سامنے تھی۔ اس وقت آپ کو یہ تصور ہوا کہ کیا یہ بھی مجھ سے بہتر ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو شرابی ہے۔ اسی دوران ایک کشتی سامنے آئی جس میں سات افراد تھے اور وہ غرق ہو گئی یہ دیکھ کر حبشی پانی میں کود گیا اور چھ افراد کو ایک ایک کر کے باہر نکالا۔ پھر آپ سے عرض کیا کہ آپ صرف ایک ہی کی جان بچالیں میں تو امتحان لے رہا تھا کہ آپ کی چشم باطن

کھلی ہوئی ہے یا نہیں اور یہ عورت جو میرے پاس ہے یہ میری والدہ ہیں اور اس بوتل میں سادہ پانی ہے یہ سنتے ہی آپ اس یقین کے ساتھ کہ یہ کوئی غیبی شخص ہے اس کے قدموں پر گر پڑے اور حبشی سے کہا کہ جس طرح تو نے ان چھ افراد کی جان بچائی اسی طرح تکبر سے میری جان بھی بچادے۔ اس نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نور بصیرت عطا فرمائے۔ یعنی تکبر کو دور کر دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے بعد سے اپنے آپ کو کبھی کسی سے بہتر تصور نہیں کیا اور یہ کیفیت ہو گئی کہ ایک کتے کو بھی دیکھ کر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کتے ہی کے صدقہ میں قبولیت عطا فرما دے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ کتے سے آپ بہتر ہیں یا کتا؟ فرمایا کہ اگر عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو گیا تو میں بہتر ہوں ورنہ کتا مجھ جیسے صدہا گناہگاروں سے افضل ہے۔ کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص آپ کی غیبت کر رہا ہے تو آپ نے بطور تحفہ اس کو تازہ کھجوریں بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ سنا ہے تم نے اپنی نیکیاں میرے اعمال نامہ میں درج کروا دی ہیں میں اس کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتا۔

سبق آموز واقعات: آپ نے فرمایا کہ جب میں چار افراد کے متعلق سوچتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتا ہوں اول مخنث (یعنی ہیجڑا) دوم مست شخص۔ سوم لڑکا۔ چہارم عورت۔ لوگوں نے جب وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے ایک ہیجڑے سے جب گریز کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ میری حالت کا اب تک کسی کو علم نہیں آپ مجھ سے گریزاں نہ ہوں ویسے عاقبت کی خبر خدا کو ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر لڑکھڑاتا ہوا جا رہا تھا تو میں نے کہا سنبھال کر قدم رکھو کہیں گر نہ پڑنا اس نے جواب دیا کہ آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں اگر میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ہمراہ پوری قوم گر پڑے گی۔ چنانچہ میں اس قول سے آج تک متاثر ہوں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ لئے ہوئے چل رہا تھا تو میں نے پوچھا کہ روشنی کہاں سے لے کر آیا ہے؟ اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ بتائیں کہ روشنی کہاں معدوم ہو گئی۔ اس کے بعد میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا کہ روشنی کہاں سے آئی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک خوبصورت عورت منہ کھولے ہوئے ننگے سر غصہ کی حالت میں میرے پاس آئی اور اپنے شوہر کا شکوہ کرنے لگی۔ میں نے کہا کہ پہلے تم اپنا ہاتھوں سے منہ تو ڈھانپ لو۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ شوہر کے عشق میں میری عقل کھو گئی اور اگر آپ آگاہ نہ کرتے تو میں اسی طرح بازار چلی جاتی اور مجھے بالکل محسوس ہی نہ ہوتا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو عشق الٰہی کا دعویٰ بھی ہے اور اسی کی روشنی میں آپ سب کو دیکھتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی آپ اپنے ہوش و حواس پر قائم ہیں۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ وعظ کر کے منبر سے اترے تو بعض افراد کو روک کر فرمایا کہ میں تو تم پر توجہ ڈالنا چاہتا ہوں لیکن ان میں ایک شخص تھا جو آپ کی جماعت سے متعلق نہیں تھا اس کو حکم دیا کہ تم چلے جاؤ۔

اظہار حقیقت۔ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم حضورؐ اکرم کے صحابہ کی طرح ہو۔ یہ سن کر سب لوگ بہت مسرور ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ تم اپنے کردار اور عادات میں ان جیسے ہو، بلکہ تمہارے اندر ان کی کچھ شباہت پائی جاتی ہے کیونکہ صحابہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ تم ان کو دیکھ کر دیوانہ تصور کرنے لگتے اور اگر وہ تمہاری حالت دیکھتے تو تمہیں ہرگز مسلمان تصور نہ کرتے، وہ تو برق رفتار گھوڑوں پر آگے چلے گئے اور ہم ایسے زخم خوردہ خچروں پر پیچھے رہ گئے جو زخمی کمر کی وجہ سے چلنے پر قادر نہیں۔

صبر کا مفہوم: کسی دہقانی نے جب آپ سے صبر کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں۔ اول آزمائش اور مصیبت پر صبر کرنا۔ دوم ان چیزوں سے اجتناب کرنا جن سے احتراز کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ بدو نے عرض کیا کہ آپ تو بہت بڑے زاہد ہیں۔ فرمایا کہ میرا زہد تو آخرت کی رغبت کی وجہ سے ہے اور صبر بے صبری کی وجہ سے۔ بدوی نے کہا کہ میں آپ کا مفہوم نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ مصیبت یا اطاعت خداوندی پر میرا صبر کرنا صرف نار جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے اور اسی کا نام جزع ہے اور میرا تقویٰ محض رغبت آخرت میں اپنا حصہ طلب کرنے کی وجہ سے ہے نہ کہ سلامتی جسم و جان کے لئے۔ اور صابر وہ ہے جو اپنے حصہ پر راضی رہتے ہوئے آخرت کی طلب نہ کرے بلکہ اس کا صبر صرف ذات الٰہی کے لئے ہو کیوں کہ اخلاص کی علامت یہی ہے۔

ارشادات۔ فرمایا کہ انسان کے لئے ضروری کہ وہ نافع علم، اکمل علم، اخلاص و قناعت اور صبر جمیل حاصل کرتا ہے اور جب یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو اس کے اخروی مراتب کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ فرمایا کہ بھیڑ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں کیونکہ چرواہے کی ایک آواز پر چرنا چھوڑ دیتی ہیں اور انسان اپنی خواہشات کی خاطر احکام الٰہی کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور صحبت بد انسان کو نیک لوگوں سے دور کر دیتی ہے۔

فرمایا کہ اگر مجھے کوئی شراب نوشی کے لئے طلب کرے تو میں طلب دنیا سے وہاں جانے کو بہتر سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ معرفت معانذت کو ترک کر دینے کا نام ہے کیوں کہ جنت محض عمل سے نہیں بلکہ خلوص نیت سے حاصل ہوتی ہے اور جب اہل جنت، جنت کا مشاہدہ کریں گے تو سات سو سال تک محویت کا عالم طاری رہے گا کیونکہ جمال الٰہی کا مشاہدہ کر کے وحدت میں غرق ہو جائیں گے اور جلال الٰہی سے ہیبت طاری ہو جائے گی۔ فرمایا کہ فکر ایک ایسا آئینہ ہے جس میں نیک و بد کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ فرمایا کہ جو قول مصلحت آمیز نہ ہو اس میں شر پنہاں ہوتا ہے اور جو خموشی خالی از فکر ہو اس کو لہو و لعب اور غفلت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فرمایا توراۃ میں ہے کہ قانع شخص مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی وہ سلامت رہا۔ اور جس نے نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا وہ آزاد ہو گیا۔ جس نے حسد سے اجتناب کیا اس نے محبت

حاصل کرلی اور جس نے صبر و سکون کے ساتھ زندگی گزاری وہ سربلند ہوگیا۔ فرمایا کہ تقویٰ کے تین مدارج ہیں اول غیظ و غضب کے عالم میں سچی بات کہنا۔ دوم ان اشیاء سے احتراز کرنا جن سے اللہ تعالی نے اجتناب کا حکم دیا ہے۔ سوم احکام الٰہی پر راضی برضا ہونا اور قلیل تقویٰ بھی ایک ہزار برس کے صوم و صلوۃ سے افضل ہے کیونکہ اعمال میں سب سے بہتر عمل فکر و تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ اگر میرے اندر نفاق نہ ہوتا تو میں دنیا کی ہر شے سے اجتناب کرتا اور نفاق نام ہے ظاہر و باطن میں خلوص نیت کے نہ ہونے کا۔ کیونکہ جس قدر مومن گزر چکے ہیں ان میں ہر فرد کو اپنے اندر نفاق کا خطرہ رہتا ہے اور مومن کی تعریف یہ ہے کہ حلیم ہو اور تنہائی میں عبادت کرتا رہے۔ فرمایا تین افراد کی غیبت درست ہے۔ اول لالچی کی، دوم فاسق کی، سوم بادشاہ ظالم کی۔ اور غیبت کا کفارہ اگرچہ صرف استغفار ہی ہے لیکن جس کی غیبت کی ہے اس سے معافی بھی طلب کرلے۔

فرمایا کہ انسان کو ایسے مکان میں بھیجا گیا ہے جہاں کے تمام حلال و حرام کا محاسبہ کیا جائے گا۔ فرمایا کہ ہر فرد دنیا سے تین تمنائیں لئے ہوئے چلا جاتا ہے۔ اول جمع کرنے کی حرص۔ دوم جو کچھ کرنا چاہا وہ حاصل نہ ہوسکا۔ سوم توشہ آخرت جمع نہ کرسکا۔ کسی نے عرض کیا فلاں شخص پر نزع طاری ہے تو فرمایا کہ جس وقت دنیا میں آیا اس وقت سے آج تک عالم نزع ہی میں ہے۔ فرمایا سبکساز چھوٹ گئے اور بھاری بھرکم ہلاک ہوئے کیونکہ جو دنیا کو محبوب تصور نہیں کرتے نجات انہی کا حصہ ہے اور اسیر دنیا خود کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے اور جو نعمت دنیا پر نازاں نہیں ہوتے مغفرت انہیں کا حصہ ہے کیوں کہ دانش مند وہی ہے جو دنیا کو خیرباد کہہ کر فکر آخرت میں لگا رہے اور خداشناس لوگ دنیا کو اپنا دشمن تصور کرتے ہیں، جب کہ دنیا شناس خدا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ نفس سے زیادہ دنیا میں کوئی شے سرکش نہیں اور اگر تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ تمہارے بعد دنیا کی کیا کیفیت ہوگی تو یہ دیکھ لو کہ دوسرے لوگوں کے جانے کے بعد کیا نوعیت رہی۔ فرمایا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ محض دنیا کی محبت میں بتوں تک کو پوجا جاتا ہے۔ فرمایا تم سے قبل آسمانی کتابوں کی ایسی وقعت تھی کہ لوگ اپنی راتیں ان کے معانی پر غور و فکر کرنے میں گزار دیتے تھے اور دن میں اس پر عمل پیرا ہو جاتے تھے لیکن تم نے اپنی کتاب پر زیر و زبر تو لگا لئے مگر عمل ترک کرکے آسائش دنیا میں گرفتار ہوگئے۔ فرمایا کہ جو شخص سیم و زر سے محبت کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو رسوائی عطا کرتا ہے اور جس کے پیرو بیوقوف لوگ ہوں اس کی قلبی حالت درست نہیں اور جس چیز کی تم دوسروں کو نصیحت کرتے ہو پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

فرمایا کہ جو شخص تم سے دوسروں کے عیوب بیان کرتا ہے وہ یقیناً دوسروں سے تمہاری برائی بھی کرتا ہوگا۔ فرمایا کہ دینی بھائی ہمیں اپنے اہل و عیال سے بھی زیادہ عزیز ہیں کیوں کہ وہ دینی

معاملات میں ہمارے معاون ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ دوستوں اور مہمانوں پر اخراجات کا حساب اللہ تعالیٰ نہیں لیتا لیکن جو اپنے ماں باپ پر خرچ کیا جائے گا اس کا حساب ہو گا اور جس نماز میں دلجمعی نہ ہو وہ عذاب بن جاتی ہے۔ کسی شخص نے جب آپ سے خشوع کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ انسان کے قلبی خوف کا نام خشوع ہے۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ فلاں شخص بیس سال سے نہ تو عورت کے قریب گیا ہے اور نہ کسی سے ملاقات کرتا ہے اور نماز با جماعت پڑھتا ہے۔ چنانچہ جب آپ اس سے ملاقات کی غرض سے پہنچے تو اس نے معافی چاہتے ہوئے اپنی مشغولیت کا ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا کہ آخر کس چیز میں مشغول رہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میرا کوئی سانس ایسا نہیں جس میں مجھ کو کوئی نعمت حاصل نہ ہوتی ہو اور مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تیری مشغولیت مجھ سے بہتر ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ کیا کبھی آپ کو کوئی خوشی حاصل ہوئی ہے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر کھڑا تھا اور ہمسایہ کی بیوی اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی کہ شادی کے بعد سے پچاس سال میں نے صبر و سکون سے تیرے ساتھ نباہ کیا اور تجھ سے کبھی کوئی ایسی شے طلب نہیں کی جس کا تو متحمل نہ ہو سکتا ہو، نہ کبھی غربت کا شکوہ کیا اور نہ کبھی تیری شکایت کی۔ مگر یہ سب کچھ محض اس لئے برداشت کیا کہ تو دوسری شادی نہ کرلے لیکن اگر تو دوسری شادی کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر میں امام وقت سے تیری شکایت کروں گی۔ مجھے یہ بات سن کر بہت مسرت ہوئی کیونکہ یہ قول قرآن کے قطعاً مطابق تھا جیسا کہ فرمایا ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا اور ان کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ کسی نے جب آپ کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا کیا حال پوچھتے ہو جو دریا میں ہوں اور شکستہ کشتی کے تختہ پر پانی میں تیر رہے ہوں۔ اس نے کہا یہ تو بہت سنگین صورت ہے۔ بس میرا تو یہی حال ہے۔

ایک مرتبہ آپ عید کے دن کسی ایسی جگہ سے گزرے جہاں لوگ ہنسی مذاق اور لہو و لعب میں مشغول تھے آپؒ نے فرمایا کہ میں حیرت کرتا ہوں ان لوگوں پر جو ہنسی مذاق میں مصروف ہو کر اپنے حال کو فراموش کر دیتے ہیں۔ کوئی شخص قبرستان میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ یہ منافق ہے کیونکہ جس کی نفسانی خواہش مردوں کے سامنے بھی حرکت کرتی ہے اس کو موت اور آخرت پر یقین نہیں ہوتا۔ اور جو ان دونوں پر یقین نہ کرے اس کو منافق کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہے تھے کہ اے اللہ تیری نعمتوں کا شکر نہ بجالاسکا اور ابتلاکی حالت میں صبر کا دامن چھوڑ دیا لیکن عدم شکر کے باوجود بھی تو نے اپنی نعمتوں سے محروم نہ رکھا اور صبر نہ کرنے پر بھی مصیبتوں کا ازالہ کرتا رہا۔

وفات: دم مرگ میں آپ مسکراتے ہوئے فرما رہے تھے کہ کون سا گناہ! کونسا گناہ! اور یہی کہتے کہتے روح

پرواز کر گئی۔ پھر کسی بزرگ نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ عالم نزع میں آپ مسکرا کیوں رہے تھے، اور کونسا گناہ بار بار کیوں کہہ رہے تھے؟ فرمایا کہ دم نزع مجھے یہ ندا سنائی دی کہ اے ملک الموت سختی سے کام لے کیونکہ ایک گناہ باقی رہ گیا ہے چنانچہ اسی خوشی میں مسرور ہو کر بار بار کونسا گناہ کہہ رہا تھا۔ وفات کی شب میں کسی بزرگ نے خواب دیکھا کہ آسمان کے دریچے کھلے ہوئے ہیں اور ندا کی جا رہی ہے کہ حسن بصری اپنے مولیٰ کے پاس حاضر ہو گئے اور اللہ ان سے راضی ہے۔

باب۔ ۴

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ حسن بصری کے ہم عصر ہیں۔ آپ کا شمار بھی دینی پیشواؤں اور سالکان طریقت میں ہوتا ہے آپ کی پیدائش اپنے والد کے دور غلامی میں ہوئی۔ ان کا نام دینار تھا۔ ظاہری اعتبار سے گو آپ غلام زادے ہیں لیکن باطنی طور پر فیوض و برکات کا سرچشمہ ہیں اور باعتبار کرامات و ریاضت آپ کا درجہ بہت بلند ہے۔

دینار کی وجہ تسمیہ. ایک مرتبہ آپ کشتی میں سفر کر رہے تھے اور منجدھار میں پہنچ کر جب ملاح نے کرایہ طلب کیا تو فرمایا میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر اس نے بد کلامی کرتے ہوئے آپ کو اتنا زدوکوب کیا کہ آپ کو غش آ گیا اور جب غشی دور ہوئی تو ملاح نے دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کرایہ ادا نہ کیا تو دریا میں پھینک دوں گا۔ اسی وقت اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک دینار دبائے ہوئے پانی کے اوپر کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر کرایہ ادا کیا۔ ملاح یہ حال دیکھ کر قدموں میں گر پڑا اور آپ کشتی میں سے دریا پر اتر گئے اور پانی میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اسی وجہ سے لفظ دینا آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

خود غرضی و اخلاص میں فرق. آپ نہایت خوبصورت اور بہت دولتمند تھے اور دمشق میں سکونت پذیر تھے اور حضرت معاویہ کی تیار کردہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے ایک مرتبہ خیال آیا کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ مجھ کو اس مسجد کا متولی بنا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اعتکاف اور اتنی کثرت سے نمازیں پڑھیں کہ ہر شخص آپ کو ہمہ وقت نماز میں مشغول دیکھتا۔ لیکن کسی نے بھی آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔ پھر ایک سال بعد جب آپ مسجد سے برآمد ہوئے تو ندائے غیبی آئی کہ اے مالک! تجھے اب توبہ کرنی چاہئے۔ چنانچہ آپ کو ایک سال تک اپنی خود غرضانہ عبادت پر شدید رنج و شرمندگی ہوئی اور آپ نے اپنے قلب کو ریا سے خالی کر کے خلوص نیت کے ساتھ ایک شب عبادت کی تو صبح کے وقت دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر

ایک مجمع ہے جو آپس میں کہہ رہے کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے لہٰذا اسی شخص کو متولی مسجد بنادیا جائے اور تمام انتظامی امور اس کے سپرد کر دئے جائیں۔ اس کے بعد متفق ہو کر پورا مجمع آپ کے پاس پہنچا اور جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو عرض کیا کہ ہم باہمی متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! میں ایک سال تک ریا کارانہ عبادت میں اس لئے مشغول رہا کہ مجھے مسجد کی تولیت حاصل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا، اب جب کہ میں صدق دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا تو تیرے حکم سے تمام لوگ مجھے متولی بنانے آپہنچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو اب تولیت قبول کروں گا اور نہ مسجد سے باہر نکلوں گا۔ یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔

دنیا کی حقیقت: بصرہ میں کوئی امیر آدمی فوت ہو گیا اور اس کی پوری جائیداد اس کی اکلوتی کو ملی جو بہت خوبصورت تھی۔ ایک دن اس نے حضرت ثابت بنانی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نکاح کرنا چاہتی ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ نکاح مالک بن دینا کے ساتھ ہو تا کہ ذکر الٰہی اور دنیاوی کاموں میں وہ میری مدد کر سکیں۔ چنانچہ ثابت بنانی نے اس کا پیغام مالک بن دینار تک پہنچا دیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دنیا ہی میں ہوتا ہے اس لئے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ ایک مرتبہ آپ کسی درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے اور چشم دید گواہوں نے بتایا کہ ایک سانپ نرگس کی شاخ سے آپ کو پنکھا جھل رہا تھا۔

تکلیف کا انجام راحت ہے: آپ اکثر فرمایا کرتے کہ میں شرکت جہاد کا خواہش مند ہوں لیکن جب ایک موقع جہاد کا آیا تو مجھ کو ایسا بخار آیا کہ جانے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ چنانچہ اس غم میں ایک شب یہ کہتا ہوا سو گیا کہ اگر خدا کے نزدیک میرا کوئی مرتبہ ہوتا تو اس وقت بخار کبھی نہ آتا۔ پھر خواب میں دیکھا کہ ندائے غیبی سے کوئی کہہ رہا ہے کہ اے مالک! اگر آج تو جہاد کے لئے چلا جاتا تو قیدی بنالیا جاتا اور کفار تجھے سور کا گوشت کھلا کر تیرا دین ہی برباد کر دیتے۔ لہٰذا یہ بخار تیرے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ پھر میں نے بیدار ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔

کیفیت ولایت: کسی ملحد سے آپ کا مناظرہ ہو گیا اور دونوں اپنے کو حق پر کہتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کے ہاتھ آگ میں ڈلوا دئے جائیں اور جس کا ہاتھ آگ سے محفوظ رہے اسی کو حق پر تصور کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو بھی ضرر نہ پہنچا لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ دونوں برحق ہیں۔ لیکن آپ نے دل تنگ ہو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ستر سال میں نے عبادت میں گزار دئے مگر تو نے مجھے ایک ملحد کے برابر کر دیا۔ ندا آئی کہ اے مالک! تمہارے ہاتھ کی برکت سے ہی ایک ملحد

کا ہاتھ بھی آگ سے بچ گیا۔ اور اگر وہ تنہا آگ میں ہاتھ ڈال دیتا تو یقیناً جھلس جاتا۔

ایک مرتبہ جب آپ شدید بیمار ہو کر صحت یاب ہوئے تو کسی ضرورت کے تحت بہت ہی دشواری سے بازار تشریف لے گئے لیکن اتفاق سے اسی وقت بادشاہ کی سواری آ رہی تھی اور لوگوں کو ہٹانے کے لئے ایک شور بلند ہوا۔ آپ اس وقت اس قدر کمزور تھے کہ ہٹنے میں دیر ہو گئی اور پہرہ دار نے آپ کو ایسا کوڑا مارا کہ درد کے مارے آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا کہ خدا کرے کہ تیرے ہاتھ قطع کروا دئے جائیں۔ چنانچہ دوسرے ہی دن کسی جرم کی پاداش میں اس کے ہاتھ کاٹ کر چوراہے پر ڈلوا دیئے گئے، لیکن آپ کو اس کی حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا۔

منقول ہے کہ ایک نوجوان بد معاش آپ کا ہمسایہ تھا اور لوگ اس سے بہت پریشان رہتے، چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے اس مظالم کی شکایت کی تو آپ نے اس کے پاس جا کر نصیحت فرمائی۔ چنانچہ اس نے گستاخی سے پیش آتے ہوئے کہا کہ میں حکومت کا آدمی ہوں اور کسی کو میرے کاموں میں دخیل ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے جب اس سے فرمایا کہ میں بادشاہ سے تیری شکایت کروں گا تو اس نے جواب دیا کہ وہ بہت ہی کریم ہے اور میرے خلاف کسی کی بات نہیں سنے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ نہیں سنے گا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا۔ اس نے کہا کہ وہ بادشاہ سے بھی بہت زیادہ کریم ہے۔ یہ سن کر آپ واپس آ گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جب اس کے ظالمانہ افعال حد سے زیادہ ہو گئے تو لوگوں نے پھر آپ سے شکایت کی اور آپ پھر نصیحت کرنے جا پہنچے۔ لیکن غائب سے آواز آئی کہ میرے دوست کو مت پریشان کرو۔ آپ کو یہ آواز سن کر بہت حیرانی ہوئی اور اس نوجوان سے کہا کہ میں اس غیبی آواز کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں جو میں نے راستہ میں سنی ہے۔ اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت راہ خدا میں خیرات کرتا ہوں۔ اور پورا سامان خیرات کر کے نامعلوم سمت کی طرف چلا گیا جس کے بعد سوائے مالک بن دینار کے کسی نے اس کو نہیں دیکھا اور آپ نے بھی مکہ معظمہ میں اس حالت میں دیکھا کہ بہت ہی کمزور مرنے کے قریب تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدا نے مجھ کو اپنا دوست فرمایا ہے اس پر اور اس کے احکام پر جان و دل سے نثار ہوں اور مجھے علم ہے کہ اس کی رضا صرف عبادت ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آج سے میں اس کی رضا کے خلاف کام کرنے سے تائب ہوں۔ یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔

ایک مرتبہ کسی یہودی کے مکان کے قریب آپ نے کرایہ پر مکان لے لیا اور آپ نے حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا۔ چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعہ پوری گندگی آپ کے مکان پر ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز جگہ ناپاک ہو جایا کرتی اور بہت عرصہ تک وہ یہ عمل کرتا رہا۔ لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی۔ ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ سے عرض کیا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے

آپ کو تو کوئی تکلیف نہیں۔ آپ نے فرمایا پرنالہ سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لیکر روزانہ دھوڈالتا ہوں۔ اس لئے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ یہودی نے عرض کیا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پالیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔ یہ سن کر یہودی نے عرض کیا کہ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے کیونکہ اس میں دشمنوں کی اذیتوں پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے اور آج میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔

ضبط نفس: آپ برسوں تک ترش یا میٹھی چیزیں نہیں کھاتے تھے اور رات کو روکھی روٹی خرید کر افطار کر لیا کرتے، ایک مرتبہ بیماری میں گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تو بازار سے گوشت کے تین پارچے خرید کر چلے، لیکن قصائی نے ایک شخص کو آپ کے پیچھے اس غرض سے بھیجا کہ یہ دیکھو کہ آپ گوشت کیا کریں گے۔ آپ نے کچھ دور چل کر گوشت کو سونگھ کر فرمایا کہ اے نفس! سونگھنے سے زیادہ تیرا حصہ نہیں اور یہ کہہ کر وہ گوشت ایک فقیر کو دے دیا۔ پھر فرمایا کہ اے نفس! میں تجھے کسی دشمنی کی وجہ سے اذیت نہیں دیتا بلکہ تجھ کو صبر کا مرتبہ حاصل کرانے کے لئے ایسا کرتا ہوں تاکہ اس کے بدلے تجھے لازوال نعمت حاصل ہو جائے۔ پھر فرمایا یہ مثل میرے فہم سے بالاتر ہے کہ جو شخص چالیس دن گوشت نہیں کھاتا اس کی عقل کمزور ہو جاتی ہے۔ جب کہ میں نے بیس سال سے گوشت نہیں چکھا اور میری عقل میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ بلکہ کچھ زیادتی ہی نظر آتی ہے۔ یہ واقعہ اس شخص نے پورے کا پورا قصائی سے آکر بیان کر دیا جس نے اس کو آپ کے پیچھے لگایا تھا۔

آپ نے بصرہ میں چالیس سال قیام کے باوجود کبھی ایک کھجور بھی نہیں کھائی اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے کبھی کھجور نہیں کھائی اور نہ کھانے سے نہ تو میرا پیٹ کم ہوا اور نہ تمہارا پیٹ بڑھ گیا لیکن چالیس سال کے بعد ایک مرتبہ کھجور کھانے کی خواہش ہوئی تو فرمایا کہ اے نفس! میں تیری خواہش کی کبھی تکمیل نہ ہونے دوں گا اور جب خواب میں آپ کو کھجور کھانے کا اشارہ ملا اور یہ فرمایا گیا کہ نفس پر سے پابندی ختم کر دے تو آپ نے بیداری کے بعد نفس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس شرط کے ساتھ تیری تمنا پوری کر سکتا کہ تو ایک ہفتہ تک مسلسل روزے رکھے۔ چنانچہ نفس کشی کے لئے ہفتہ بھر کے روزے رکھے۔ اس کے بعد کھجوریں خرید کر مسجد میں لے گئے مگر وہاں کھانے سے قبل ایک لڑکے نے اپنے باپ کو آواز دے کر کہا کہ مسجد میں کوئی یہودی آگیا ہے۔ اس کا باپ یہودی کا نام سنتے ہی ڈنڈا لے کر دوڑا۔ لیکن آپ کو شناخت کر کے معافی کا خواستگار ہوتے ہوئے کہا کہ ہمارے محلہ میں دن میں یہودیوں کے سوا کوئی نہیں کھاتا اور سب لوگوں روزہ رکھتے ہیں اسی لئے بچہ کو آپ کے یہودی ہونے کا شبہ ہوا۔ آپ اس کی خطا معاف فرمادیں۔ یہ

سنتے ہی آپ نے جوش میں آکر فرمایا کہ بچوں کی زبان غیبی زبان ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بغیر کھجور کھائے ہوئے تو آپ نے یہودیوں میں شامل کر دیا اور اگر کہیں کھالیتا تو نہ معلوم کفار سے بھی زیادہ میرا برا انجام ہوتا۔ لہٰذا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب کبھی کھجور کا نام بھی نہ لوں گا۔

گناہوں کا اثر: آپ کسی مریض کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور وہ چونکہ مرنے کے قریب تھا اس لئے آپ نے اس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی لیکن وہ کلمہ پڑھنے کے بجائے بار بار دس اور گیارہ کہتا رہا۔ پھر جب آپ نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا کہ میرے سامنے آگ کا ایک پہاڑ ہے اور جب میں کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہوں تو وہ آگ میری جانب جھپٹتی ہے۔ آپ نے جب لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں بتایا کہ یہ سود خور بھی تھا اور کم تولنے والا بھی۔ ایک مرتبہ بصرہ میں کسی جگہ آگ لگ گئی اور آپ جب اپنا عصا اور جوتے لے کر چھت پر چڑھے تو لوگوں کو ایسی مصیبت میں دیکھا کہ کچھ تو آگ میں جل رہے ہیں اور کچھ کود کر نکلنے کی کوشش میں ہیں اور کچھ اپنا سامان نکالنے کے چکر میں ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ ہلکے پھلکے لوگ تو نجات پا گئے اور بھاری بھر کم لوگ ہلاک ہوئے اور قیامت کے دن بھی یہی منظر ہوگا۔

خوف خدا: ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان آپ کے ہمراہ سفر حج میں تھے اور جس وقت آپ نے لبیک اللھم لبیک پڑھنا شروع کیا تو آپ کے اوپر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد جعفر بن سلیمان نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اس خوف سے بے ہوش ہو گیا تھا کہ لالبیک کی آواز نہ آجائے۔ جب آپ۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ قرات کرتے تو مضطرب ہو کر رونے لگتے اور فرماتے کہ اگر یہ آیت قرآن کی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ پڑھتا کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔ حالانکہ ہم نفس کے ایسے پجاری ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے اعانت کے طالب ہوتے ہیں۔

آپ رات میں قطعاً آرام نہیں کرتے تھے اور ایک دن آپ کی صاحبزادی نے کہا کہ آپ اگر تھوڑی دیر آرام فرمالیا کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی! ایک طرف تو میں قہر الٰہی سے ڈرتا ہوں اور دوسری جانب یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دولت سعادت کہیں مجھے سوتا دیکھ کر واپس نہ ہو جائے لوگوں نے جب اس جملہ کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ میں نعمت تو اللہ تعالیٰ کی کھاتا ہوں اور اطاعت شیطان کی کرتا ہوں پھر فرمایا کہ اگر مسجد کے دروازے پر کوئی یہ صدا لگائے کہ سب لوگوں میں بدتر کون ہے؟ تو اسے مجھ سے بدتر کوئی نہیں ملے گا۔ حضرت عبداللہ نے یہ سن کر فرمایا کہ مالک بن دینار کی عظمت کا اندازہ ان کے صرف اسی قول سے لگایا جاسکتا ہے۔

خود شناسی: کسی عورت نے آپ کو ریاکار کے نام سے آواز دی تو آپ نے فرمایا کہ بیس سال سے کسی نے

میرا اصلی نام لے کر نہیں پکارا تھا۔ لیکن شاباش تو نے اچھی طرح پہچان لیا کہ میں کون ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب میں مخلوق کو اچھی طرح پہچان لیا تو مجھ کو اس کی قطعاً خواہش نہیں رہی کہ مجھے کوئی نیک یا بد کہے اس لئے کہ میں نے ہر اچھا یا برا کہنے والے کو مبالغہ کرنے والا پایا۔ لہٰذا لوگ خواہ مجھے نیک کہیں یا بد میں روز حشر ان سے کوئی بدلہ نہیں لوں گا۔

اقوال زریں: فرمایا کہ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کی صحبت سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اہل دنیا تو فالودہ کی طرح ہیں جو ظاہر میں خوش رنگ اور باطن میں بدمزہ ہوتا ہے اور اس دنیا سے اسی لئے اجتناب بہتر ہے کہ اس نے علماء کو بھی اپنا تابع بنالیا ہے۔ فرمایا کہ جو لغو باتیں زیادہ کرتا ہے اور عبادت کم، اس کا علم قلیل، قلب اندھا، اور عمر رائیگاں ہے کیوں کہ میرے نزدیک اخلاص سے بہتر کوئی عمل نہیں۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ فولادی عصا لے کر زمین پر چلو اور ہر جدید اور عبرت انگیز شے کی جستجو کرو۔ اور اس وقت تک ہماری حکمت و نعمت کا مشاہدہ کرتے رہو جب تک جوتے گھس نہ جائیں اور عصا ٹوٹ نہ جائے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ضبط و فکر سے کام لینا چاہئے جیسے عربی کا ایک مقولہ ہے "دین ایک روشن دلیل ہے اور اس میں نرمی و آہستگی کے ساتھ مشغول رہو" "اور توراۃ میں ہے کہ" ہم نے تمہیں اپنا مشتاق بنایا لیکن تم نہ بن سکے" پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کی امت کو دو ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو جبرائیل اور میکائیل کو بھی عطا نہیں ہوئیں۔ اول نعمت یہ ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور دوسری نعمت یہ ہے۔ ادعونی استجب لکم تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ فرمایا کہ توراہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول میں نے پڑھا ہے کہ اے صدیقین میرے ذکر سے دنیا میں آرام کے ساتھ زندگی گزارو کیونکہ دنیا میں میرا ذکر بہت بڑی نعمت ہے اور آخرت میں اس سے اجر عظیم حاصل ہو گا۔ فرمایا کہ بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ جو دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے میرا ادنیٰ برتاؤ اس کے ساتھ یہ ہے کہ میں ذکر و مناجات کی لذت سے اس کو خالی کر دیتا ہوں اور جو شخص خواہشات دنیا کی طرف دوڑتا ہے شیطان اس کو فریب دینے کی اس لئے فکر نہیں کرتا کہ وہ تو خود ہی گمراہ ہے۔

منقول ہے کہ کسی نے مرتے وقت آپ سے وصیت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ تقدیر الٰہی پر راضی رہنا کہ تجھ کو عذاب حشر سے نجات مل سکے۔ پھر کسی شخص نے اس کے انتقال کے بعد خواب میں جب اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ گو میں بہت ہی گناہگار تھا لیکن صرف حسن خیال کی وجہ سے میری نجات ہو گئی جو مجھے اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی پر تھا۔

صبر کا پھل: کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو اور حضرت محمد واسع کو بہشت کی جانب لیجایا جا رہا ہے۔ اس بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھو مالک بن دینار جنت میں پہلے پہنچتے ہیں یا محمد واسع۔ چنانچہ یہ دیکھ کر مالک بن دینار کو پہلے داخل بہشت کیا۔ بزرگ نے پوچھا کہ محمد واسع تو مالک بن دینار س زیادہ عامل و کامل تھے ملائکہ نے جواب دیا کہ تم صحیح کہتے ہو محمد واسع کے پہننے کے لئے دو لباس تھے اور مالک کے پاس صرف ایک، لہٰذا صبر و ضبط کی نسبت مالک کی طرف زیادہ ہے اس لئے انہیں جنت میں بھیجا گیا۔

باب۔ ۵

حضرت محمد واسع رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ عالم بھی تھے اور عارف کامل بھی۔ اور اپنے دور کے بے نظیر بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ کو بہت سے تابعین سے شرف نیاز بھی حاصل ہوا اور بہت سے اہل طریقت کے مرشدین سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور شریعت و طریقت پر یکساں عمل پیرا رہے اور اس قدر قناعت پذیر تھے کہ خشک روٹی پانی میں گھول کر کھالیا کرتے اور فرماتے کہ خشک روٹی پر قانع کبھی مخلوق کا محتاج نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ سے عرض کیا کرتے کہ تو اپنے محبوب کی مانند مجھ کو بھی مسکین رکھتا ہے، لیکن مجھے علم نہیں کہ یہ مرتبہ کیوں عطا کیا گیا ہے اور جب آپ بہت ہی بھوکے ہوتے تو حضرت حسن بصری کے یہاں پہنچ جاتے اور جو میسر آتا کھالیتے اور حضرت حسن کو بھی اس بے تکلفی پر بہت مسرت ہوتی۔ آپ کا مقولہ ہے کہ شب و روز بھوکا رہنے والا بھوک کی حالت میں بھی کبھی ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے۔

نصیحت. آپ نے فرمایا کہ دنیا میں رہتے ہوئے زہد اختیار کرو اور حرص کو ترک کر دو اور پوری مخلوق کو محتاج تصور کر کے کبھی کسی سے اپنی احتیاج کا ذکر نہ کرنا اور اگر تم ان چیزوں کے پابند رہو گے تو بے نیاز ہو جاؤ گے اور اس نصیحت پر عمل کرنے والے کو دونوں جہان کی سلطنت حاصل ہو جائے گی۔

آپ نے ایک دن حضرت مالک بن دینار سے فرمایا کہ دینار و درہم پر نظر ڈالنے سے یہ زیادہ دشوار ہے کہ انسان اپنی زبان پر نگاہ رکھے اور کبھی کسی کو برا نہ کہے۔

ایک دن آپ قتیبہ بن مسلم کے یہاں اونی لباس میں تشریف لے گئے اور جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے اونی کپڑا کیوں پہنا ہے تو پہلی مرتبہ آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا کہ میں زہد کا مفہوم بتانا چاہتا ہوں لیکن اس لئے خاموش ہوں کہ کہیں اس میں اپنی تعریف اور حالت فقر کے بیان کرنے سے کہیں اللہ تعالیٰ سے شکوے کا پہلو نہ نکل آئے۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے کو بہت مسرور دیکھ کر فرمایا کہ تم کس شے پر نازاں ہو کہ اس قدر خوش ہو،

کیوں کہ تمہاری ماں تو وہ عورت ہے جس کو میں نے دو سو درہم میں خریدا ہے اور تمہارا باپ خدا کی مخلوق میں سب سے بدتر ہے۔ پھر بھلا تم کس چیز پر ناز کر رہے ہو؟

خدا شناسی: آپ سے بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ خدا شناس ہیں، آپ نے کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ خدا شناس تو حیران اور گم سم ہو کر رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اس کو عزت عطا کر دیتا ہے جو کبھی غیر اللہ کی جانب توجہ نہیں کرتا۔ لیکن خدا پر کسی کو اختیار نہیں ہے اور سچے کو اس وقت سچا نہیں کہا جا سکتا جب تک بیم ورجا کا پلہ مساوی نہ ہو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ خیر الامور اوسطہا ہر شے کا درمیانی درجہ اچھا ہوتا ہے۔

باب۔ ٦

حضرت حبیب عجمی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

حالات و تعارف: آپ صدق و صفا پر عمل پیرا، صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ کی ریاضیت و کرامت بے اندازہ ہے۔ ابتدائی دور میں آپ بہت امیر تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ اور جب مقروض پر تقاضا کرنے جاتے تو اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا۔ اور اگر کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہوتا تو اپنے وقت ضائع ہونے کا مقروض سے حرجانہ وصول کرتے، اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے۔ ایک دن آپ کسی کے یہاں وصولیابی کے لئے پہنچے تو وہ گھر پہ موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لئے کوئی چیز ہے۔ البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا تمام گوشت تو ختم ہو چکا البتہ سر باقی رہ گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو وہ میں تم کو دے سکتی ہوں چنانچہ آپ اس سے سر لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سر سود میں ملا ہے اس کو پکا ڈالو۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے اور نہ آٹا۔ بھلا میں کھانا کس طرح تیار کروں؟ آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی انتظام مقروض مفروض لوگوں سے سود لے کر کرتا ہوں اور سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید کر لائے۔ لیکن جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا۔ لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے۔ سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی نے سالن نکالنا چاہا لیکن وہ ہنڈیا سالن کی بجائے خون سے لبریز تھی اس نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو تمہاری کنجوسی اور بد بختی سے یہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی اور بیوی کو شاہد بنا کر کہا کہ آج میں ہر برے کام سے تائب ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لئے نکلے۔ راستہ میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازے کسنا شروع کئے کہ علیحدہ

ہٹ جاؤ حبیب سود خور آرہا ہے۔ کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس جیسے بد بخت نہ بن جائیں یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی، اور جب واپسی میں ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا تو فرمایا کہ تم مجھ سے مت بھاگو، اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہئے تاکہ ایک عاصی کا سایہ تمہارے اوپر نہ پڑ جائے پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہیں لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ راستہ دے دو۔ اب حبیب تائب ہو کر آرہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ ہمارا نام گنہگاروں میں درج کر لے۔ آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کرا دیا۔ اس کے بعد آپ نے منادی کروا دی کہ جو شخص میرا مقروض ہو وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے، اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہ مولا میں لٹا دی اور جب کچھ باقی نہ رہا تو آخر میں ایک سائل پر اپنا کرتہ تک اتار کر دے دیا۔ اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دیدی۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی تقریباً نیم برہنہ سے رہ گئے، پھر ساحل فرات پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول رہے اور یہ معمول بنا لیا تھا کہ دن میں تحصیل علم کے لئے حسن بصری کی خدمت میں پہنچ جاتے اور رات بھر مشغول عبادت رہتے۔ چونکہ قرآن کریم کا تلفظ اپنے صحیح مخرج کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے اس لئے آپ کو عجمی کا خطاب دے دیا گیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے کہا کہ خورد ونوش کے لئے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہئے تو آپ مزدوری کرنے کے لئے گھر سے نکلے، لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر جب گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیا لائے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے اور اس کے کرم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرات نہ ہو سکی لیکن اس نے خود ہی یہ کہ دیا ہے کہ دس یوم کے بعد جب تم کو ضرورت ہوگی تو پوری اجرت دیدوں گا۔ پھر جب دس دن کے بعد آپ کو یہ خیال آیا کہ آج گھر جا کر کیا جواب دوں گا تو ایک طرف اپنے تصور میں غرق چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ایک بوری آٹا، ایک ذبح شدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو درہم ایک غیبی شخص کے ذریعہ آپ کے گھر پہنچا دیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے۔ چنانچہ جب آپ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر میں سے کھانے کی خوشبو آرہی تھی اندر جا کر بیوی سے صورت حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپ تک پہنچا دیا یہ سن کر آپ کو خیال آیا کہ جب صرف دس یوم کی بے توجہ کی ریاضت کا اللہ تعالیٰ نے نعم البدل عطا فرمایا ہے، تو اگر زیادہ دلجمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ جانے کیا انعامات حاصل ہوں گے۔ چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑ کر اس درجہ عبادت میں

غرق ہو گئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچے اور ان کی دعاؤں سے مخلوق کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔

کرامات. ایک عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس اور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو درہم ہیں۔ آپ نے اس سے وہ درہم لے کر خیرات کر دیئے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آ گیا ہے۔ چنانچہ گھر پہنچ کر جب اس نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا۔ اس کو گلے لگا کر پوچھا تو کہاں چلا گیا تھا۔ لڑکے نے کہا میں تو کرمان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لینے کے لئے بازار بھیجا۔ راستہ میں اچانک ایسی آندھی آئی کہ جو مجھے یہاں تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے ہوا اس کو گھر پہنچا دے۔ اس ایک واقعہ سے آپ کی دعاؤں کی برکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد حضرت فریدالدین عطار صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سوال کرے کہ اتنی عجلت کے ساتھ ہوا نے کس طرح پہنچا دیا تو اس کا یہ جواب ہے کہ جب حضرت سلیمان کا تخت ایک دن میں ایک ماہ کا فاصلہ طے کر سکتا ہے اور بلقیس کا تخت آن واحد میں حضرت سلیمان تک پہنچ سکتا ہے تو یہ واقعہ اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔

بصرہ میں ایک مرتبہ شدید قحط سالی ہوئی تو آپ نے قرض لے کر کھانا غرباء میں تقسیم فرمایا اور ایک تھیلی تکیہ کے نیچے رکھ لی۔ جب کوئی قرض لینے والا آتا تو اس میں سے نکال کر دیتے جاتے تھے۔

توکل. آپ کا مکان بصرے کے چوراہے پر تھا اور ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیئے اور خود کہیں نہانے کے لئے چلے گئے۔ اتفاق سے حسن بصری کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپ نے ان کا لباس شناخت کر کے خیال کیا کہ یہ تو حبیب عجمی کہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں اگر کوئی اٹھا کر چل دے تو کیا ہو گا اور اس خیال کے تحت آپ کپڑوں کی حفاظت کے لئے وہاں ٹھہرے رہے۔ اور جب حبیب عجمی واپس آئے تو حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چل دیئے اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا؟ انہوں نے کہا کہ اسی بھروسے پر چھوڑ گیا تھا جس نے حفاظت کے لئے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا۔

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری ایک مرتبہ حبیب عجمی کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے یہاں جو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا اور جب انہوں نے کھانا شروع کر دیا تو ایک سائل آ پہنچا، تو حضرت حبیب عجمیؒ نے وہ روٹی آپ کے سامنے سے اٹھا کر سائل کو دیدی۔ اس پر حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ تم میں شائستگی تو ضرور ہے لیکن علم نہیں۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے اس طرح پوری روٹی اٹھا کر نہیں دینی چاہئے بلکہ ایک ٹکڑا توڑ کر دے دیتے۔ یہ سن کر وہ

خاموش رہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ایک غلام سر پر خوان نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوا جس میں تمام قسم کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درہم بھی تھے آپ نے وہ درہم تو غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور کھانا حضرت حسن بصری کے سامنے رکھ کر خود بھی کھانے بیٹھ گئے۔ اور کھانے سے فراغت کے بعد حضرت حسن بصری سے فرمایا کہ آپ کا شمار نیک لوگوں میں تو ضرور ہوتا ہے لیکن کاش یقین کا درجہ بھی حاصل ہوتا تو بہت بہتر تھا۔

مقام رضائے الٰہی: ایک مرتبہ حسن بصری مغرب کی نماز کے وقت آپ کے یہاں پہنچے لیکن آپ نماز کے لئے کھڑے ہو چکے تھے، اور حسن بصری نے جب یہ دیکھا کہ آپ الحمد کے بجائے الہمد چھوٹی ہ سے قرات کر رہے ہیں تو یہ خیال کر کے کہ آپ چونکہ قرآن کا تلفظ صحیح ادا نہیں کر سکتے اس لئے آپکے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے علیحدہ نماز پڑھی لیکن اسی رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا تو آپ نے عرض کیا کہ یا اللہ! تیری رضا کا ذریعہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ تو نے ہماری رضا پائی لیکن اس کا مقام نہیں سمجھا۔ آپ نے پوچھا وہ کون سی رضا تھی؟ ارشاد ہوا کہ اگر تو نماز میں حبیب عجمی کی اقتداء کر لیتا تو تیرے لئے تمام عمر کی نمازوں سے بہتر تھا کیونکہ تو نے اس کی ظاہری عبادت کا تصور تو کیا لیکن اس کی نیت نہیں دیکھی جب کہ ولی کی نیت سے تلفظ کی صحت کم درجہ رکھتی ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حسن بصری حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمی کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے اور جب سپاہیوں نے حبیب عجمی سے معلومات کیں تو انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ حسن عبادت گاہ کے اندر ہیں لیکن پورے عبادت خانے کی تلاشی کے باوجود بھی حضرت حسن کا سراغ نہ مل سکا اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ سات مرتبہ سپاہیوں نے میرے اوپر ہاتھ رکھا لیکن مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر سپاہیوں نے حضرت حبیب سے کہا کہ حجاج تم کو جھوٹ بولنے کی سزا دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ حسن میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ تمہیں نظر نہیں آئے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ چنانچہ پھر دوبارہ تلاشی لی لیکن ان کو نہ پاکر واپس آ گئے حضرت حسن نے باہر نکل کر حضرت حبیب سے کہا کہ آپ نے تو استادی کے حق کا بھی کچھ پاس نہیں کیا اور صاف صاف انہیں میرا پتہ بتا دیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے سچ سے کام لیا اس لئے آپ محفوظ رہے اگر میں جھوٹ سے کام لیتا تو پھر یقیناً ہم دونوں گرفتار کر لئے جاتے۔ یہ سن کر حضرت حسن نے پوچھا کہ آخر تم نے کیا پڑھ دیا تھا کہ جس کی وجہ سے میں سپاہیوں کو نظر نہ آ سکا۔ آپ نے فرمایا کہ دو مرتبہ آیت الکرسی، دو مرتبہ قل ہو اللہ احد اور دو مرتبہ آمن الرسول پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حسن کو تیرے حوالے کیا۔ تو ہی ان کی حفاظت کرنا۔

صفائی قلب کی فضیلت. حضرت حسن بصری کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے

حضرت حبیب سے ملاقات ہو گئی انہوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ حضرت حسن نے کہا کہ دریا پار جانا چاہتا ہوں اور کشتی کا منتظر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بغض اور حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کرو اور اللہ پر اعتماد کر کے پانی کے اوپر روانہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر خود پانی کے اوپر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حسن پر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد جب لوگوں نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حبیب کو علم میں نے سکھایا لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گئے اور اسی دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی کہ جب روز محشر پل صراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہو گی۔ پھر آپ نے دوسری ملاقات میں حضرت حبیب سے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ میں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کاغذ سیاہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صد حیف دوسروں نے میرے علم کا فائدہ اٹھایا لیکن مجھ کو کچھ نہ مل سکا۔ حضرت عطار فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ حبیب عجمی کا مقام حضرت حسن بصری سے بلند تھا تو یہ اس کی غلطی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو ہر شے پر فضیلت عطا فرمائی ہے اسی وجہ سے حضور اکرم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قل رب زدنی علما اے نبی کہیں کہ اے میرے رب! میرے علم میں زیادتی عطا کر اور جیسا کہ مشائخ کا قول ہے کہ طریقت میں چودھواں درجہ کرامت کا ہے اور اٹھارھواں اسرار و رموز کا۔ کیونکہ کرامات کا حصول عبادت سے متعلق ہے اور اسرار و رموز کا عقل و فکر سے جیسا کہ حضرت سلیمان کی حکومت ہر شے پر تھی، لیکن اتباع حضرت موسیٰ کی کرتے تھے اور خود صاحب کتاب نبی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انہیں کی کتاب پر عمل پیرا رہے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام حنبل کسی جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت حبیب عجمی بھی اتفاق سے وہاں پہنچ گئے۔ انہیں دیکھ کر امام حنبلؒ نے کہا کہ میں ان سے ایک سوال کروں گا۔ لیکن امام شافعی نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ واصل باللہ لوگوں سے کیا سوال کرو گے ان کا تو مسلک ہی جداگانہ ہوتا ہے لیکن منع کرنے کے باوجود انہوں نے یہ سوال کر ڈالا۔ جس شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہو گئی ہو اور یہ بھول گیا ہو کہ کون سی نماز قضا ہوئی تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ حضرت حبیب عجمی نے فرمایا کہ سب نمازوں کی قضا کرے اس لئے کہ وہ خدا سے غافل ہو کر اس قدر بے ادبی کا مرتکب کیوں ہوا۔ یہ سن کر امام شافعیؒ نے کہا کہ میں نے اسی لئے منع کیا تھا کہ ان لوگوں سے کوئی سوال نہ کرو۔

ایک مرتبہ تاریکی میں آپ کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔ اسی وقت غیب سے آپ کا مکان منور ہو گیا۔ چنانچہ آپ نے آنکھیں بند کر کے فرمایا کہ میں بغیر چراغ کے سوئی تلاش کرنا نہیں چاہتا۔

ایک کنیز بیس سال تک آپ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور ایک دن اسی کنیز

نے فرمایا ذرا میری کنیز کو آواز دے دو، اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہی آپ کی کنیز ہوں۔ فرمایا کہ تمیں برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں گیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں تم کو شناخت نہ کر سکا۔

جس وقت آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت ہوتی تو مضطرب ہو کر گریہ وزاری کرنے لگتے ایک دن کسی نے سوال کیا کہ آپ قرآن کا مفہوم کس طرح سمجھ لیتے ہیں جب کہ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ عجمی ہیں فرمایا کہ میری زبان گو عجمی ہے لیکن قلب عربی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کسی کونے میں بیٹھے ہوئے کہہ رہے تھے کہ جس کا قلب تجھ سے مسرور نہ ہو اس کو کوئی مسرت حاصل نہیں ہوگی اور جس کو تجھ سے انس نہ ہو اس کو کسی سے انس نہ ہو گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ گوشہ نشین ہو کر دنیا کے تمام امور سے دستبردار ہو چلے ہیں تو یہ بتایئے کہ رضا کس شے میں ہے؟ فرمایا کہ رضا تو صرف اسی قلب کو حاصل ہے کہ جس میں کوئی کدورت نہ ہو۔

ایک خونی تختہ دار پر چڑھایا گیا تو اسی شب لوگوں نے خواب میں عمدہ لباس زیب تن کئے جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا اور جب اس سے پوچھا کہ تم نے قتل کا ارتکاب کیا تھا پھر اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے۔ اس نے کہا کہ سولی دیتے وقت حبیب عجمی ادھر آنکلے اور میری جانب متوجہ ہو کر دعائے مغفرت فرمائی یہ اسی دعائے مغفرت کی برکت کا نتیجہ ہے۔

باب ۔ ۷

حضرت ابو حازم مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ مخلص اہل تقویٰ میں سے تھے۔ مشائخ کے مقتدا اور فقر و غنا کے حامل تھے۔ مجاہدات و مشاہدات میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ اور آپکا کلام لوگوں کے قلوب پر اثر انداز ہوتا تھا۔ طوالت عمر کی وجہ سے بہت سے مشائخ کی اقتدا فرمائی۔ انھیں میں عثمان مکی بھی اپ کے مداحوں میں سے تھے۔ یوں تو آپ کا تذکرہ بہت سی کتب میں ہے لیکن ہم حصول سعادت کے لئے مختصر سے حالات بیان کئے دیتے ہیں۔ آپ کو بہت سے صحابہ رض کرام کے علاوہ حضرت انس رض بن مالک و حضرت ابوہریرہ رض سے شرف نیاز حاصل ہوا ہے۔

ارشادات: ہشام بن عبدالملک نے آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ کون سا عمل ہے جس کے ذریعہ نجات حاصل ہو سکے؟ فرمایا کہ حلال جگہ سے جو دام حاصل ہو اس کو حلال جگہ ہی خرچ کرو۔ اس نے کہا کہ اتنا دشوار کام کون کر سکتا ہے؟ فرمایا کہ جس کو جنت کی خواہش اور جہنم کا خوف رکھتے ہوئے رضائے خداوندی کی طلب ہوگی۔ آپ فرمایا کرتے کہ دنیا سے اجتناب کرو، کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ جو عبادت گزار دنیا کو

محبوب تصور کرتا ہے اس کو روز محشر کھڑا کر کے ملائکہ یہ منادی کریں گے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ شے کو پسند کیا۔ فرمایا کہ دنیا میں ایسی کوئی شے نہیں جس کا انجام غم واندوہ نہ ہو۔ کیونکہ دنیا میں ایسی کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی جس کا انجام حزن وملال نہ ہو اور دنیا کی حقیر سے حقیر شے بھی انسان کو اپنی جانب اس درجہ مائل کر لیتی ہے کہ جنت کی بڑی چیز بھی توجہ کا باعث نہیں بنتی۔ فرمایا کہ تمام چیزوں کا دارومدار صرف دو چیزوں پر منحصر ہے۔ ایک تو وہ جو میرے لئے ہے اور دوسری وہ جو میرے لئے نہیں ہے۔ خواہ میں اس شے سے کتنا ہی دور نہ بھاگوں پھر بھی وہ مجھ تک پہنچے گی اور جو دوسروں کے لئے ہے خواہ میں اس کے حصول میں کتنی ہی سعی کیوں نہ کر لوں وہ مجھے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا اگر میں دعا کرنے سے محروم ہو جاؤں تو اس کی عدم قبولیت سے مجھ پر شدید مشکلات آ پڑیں۔ فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسے دور کی پیداوار ہو جو فعل کو چھوڑ کر قول پر راضی ہو جاتے ہیں اور عمل کو ترک کر کے علم پر مسرور ہونے کا دور ہے۔ اس لئے تم بدترین لوگوں میں اور بہترین دور میں ہو۔

ایک شخص نے جب حال دریافت کیا تو فرمایا کہ میرا حال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور مخلوق سے بے نیاز رہنا ہے اور جو خدا تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے وہ مخلوق سے بے نیاز رہتا ہے۔ آپ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن قصاب کی دکان کی جانب سے جس کے پاس بہت عمدہ گوشت تھا، گذر ہوا اور آپ کی نگاہ گوشت کی طرف اٹھ گئی تو قصاب نے عرض کیا کہ بہت نفیس گوشت ہے خرید لیجئے۔ فرمایا کہ میرے پاس رقم نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا کہ قرض لے جائیے۔ فرمایا کہ پہلے میں اپنے نفس کو قرض کی مہلت پر تو راضی کر لوں اس نے کہا کہ بس اس غم میں آپ سوکھ گئے اور ہڈیاں نکل آئیں۔ فرمایا کہ اس کے باوجود میں قبر کے کیڑوں کے لئے بہت کافی نہیں۔

ایک بزرگ حج کا قصد کر کے بغداد میں ابو حازم سے ملاقات کے لئے پہنچے تو آپ آرام فرما رہے تھے۔ چنانچہ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہوا اور حضورؐ نے آپ تک ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے کہ آپ اپنی والدہ کے حقوق نظرانداز نہ کریں کیونکہ یہ حج کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ لہٰذا واپس جائیے اور والدہ کی خوشی کا خیال رکھیے۔ چنانچہ وہ حج کا قصد ترک کر کے واپس ہو گئے۔

باب ۔ ۸

حضرت عتبہ بن غلام رحمتہ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

تعارف۔ آپ کا شمار اہل باطن اور اہل کمال میں ہوتا ہے اور آپ حضرت حسن بصری کے تلامذہ میں سے تھے اور آپ کا طریقہ مقبول خاص وعام تھا۔

راضی برضائے الٰہی: ایک مرتبہ حسن بصری کے ہمراہ دریا کے کنارے چل رہے تھے کہ اچانک پانی کے اوپر چلنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت حسن حیرت زدہ رہ گئے اور ان سے سوال کیا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ آپ تو صرف وہ کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے لیکن میں وہ امور انجام دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا منشا ہوتا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ بحر تسلیم و رضا میں غرق رہتے تھے۔

احساس زیاں: آپ اس طرح تائب ہوئے کہ کسی حسین عورت پر فریفتہ ہوئے اور اس سے کسی نہ کسی طرح اپنے عشق کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ اس نے اپنی کنیز کے ذریعہ دریافت کرایا کہ آپ نے میرے جسم کا کون سا حصہ دیکھا ہے؟ آپ نے کہا تمہاری آنکھیں دیکھ کر عاشق ہوا ہوں۔ اس جواب کے بعد اس نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہوئے کنیز سے کہلوایا کہ جس چیز پر آپ فریفتہ ہوئے تھے وہ حاضر ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ کے اوپر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی اور حسن بصری کی خدمت میں پہنچ کر تائب ہوئے اور فیوض باطنی سے بہرہ ور ہو کر مشغول عبادت رہے۔ خود اپنے ہاتھ سے جو کی کاشت کرتے اور خود ہی اپنے ہاتھ سے آٹا پیس کر پانی میں تر کر کے دھوپ میں خشک کر لیا کرتے اور پورے ہفتہ ایک ایک ٹکیہ کھا کر عبادت میں مشغول رہتے اور فرمایا کرتے کہ روزانہ رفع حاجت کے لئے جانے سے کراماً کاتبین کے سامنے شرم آتی ہے۔

لوگوں نے ایک مرتبہ موسم سرما میں صرف ایک کرتے میں دیکھا اور اس کے باوجود آپ کا جسم پسینہ سے شرابور تھا۔ اور جب اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مدت گزری کہ میرے یہاں کچھ مہمان آئے اور انہوں نے بلا اجازت میرے ہمسایہ کی دیوار میں سے تھوڑی سی مٹی لے لی، چنانچہ اس وقت سے آج تک جب بھی میری نظر اس کی دیوار پر پڑتی ہے تو میں شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہو جاتا ہوں۔ حالانکہ میرا ہمسایہ معاف کر چکا ہے۔

لوگوں نے عبد الواحد بن زید سے سوال کیا کہ آپ کسی ایسے فرد سے واقف ہیں جو اپنے حال میں مست رہتے ہوئے دوسرے کے حال سے بے خبر رہے۔ فرمایا کہ ہاں، تھوڑی دیر انتظار کرو۔ وہ ابھی آتا ہے چنانچہ سامنے سے حضرت عتبہ تشریف لے آئے اور لوگوں نے جب ان سے سوال کیا کہ راہ میں کس کس سے ملاقات ہوئی تو جواب دیا کہ مجھ کو تو کوئی نہیں ملا۔ حالانکہ آپ بازار کی جانب سے آ رہے تھے۔

آپ نہ کبھی عمدہ کھانا کھاتے اور نہ کبھی اچھا لباس پہنتے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے فرمایا اے عتبہ! اپنی حالت پر رحم کر۔ آپ نے عرض کیا کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ روز محشر مجھ پر رحم کیا جائے جو ہمیشہ کے لئے سود مند ہو۔ دنیا تو چند روزہ ہے اگر یہاں کی تکالیف سے قیامت کی تکالیف کا ازالہ ہو جائے تو بڑی خوش بختی ہے۔

متواتر کئی رات بیدار رہ کر یہ جملہ دہراتے رہے کہ اے اللہ! خواہ مجھ کو عذاب میں مبتلا کر یا معاف فرما دے ہر حال میں تو میرا دوست ہے۔ ایک مرتبہ خواب میں ایک حور کو یہ کہتے دیکھا کہ اے عتبہ! میں تم پر فریفتہ ہو گئی ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم کبھی ایسا کام نہ کرنا جو ہماری جدائی کی شکل میں نمودار ہو۔ فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا اور تجھ سے وصال کے وقت کبھی دنیا کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھوں گا۔

کرامت . ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ مجھ سے بہت سے لوگ آپ کا حال دریافت کرتے ہیں اگر اپنی کوئی کرامت دکھا دیں تو بہتر ہے۔ آپ نے پوچھا کہ بتا کیا طلب ہے؟ اس نے عرض کیا کہ تازہ کھجور کی خواہش ہے حالانکہ وہ کھجور کی فصل نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا یہ لے اور ایک تازہ کھجور سے بھری ہوئی تھیلی اس کو دے دی۔

سفر آخرت . ایک دن حضرت سماک اور حضرت ذوالنورین حضرت رابعہ بصری کے یہاں تشریف فرما تھے حضرت عتبہ نیا لباس زیب تن کئے اکڑتے ہوئے پہنچے تو حضرت سماک نے پوچھا کہ یہ آج کیسی چال چل رہے ہو؟ فرمایا کہ میرا نام غلام جبار ہے اس لئے اکڑ کر چل رہا ہوں اور یہ کہتے ہی غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور جب لوگوں نے پاس جاکر دیکھا تو آپ مردہ تھے۔ اس کے بعد کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ نصف چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے اور آپ سے جب اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک مرتبہ دور طالب علمی میں بڑے داڑھی مونچھوں والے ایک خوبصورت لڑکے کو غور سے دیکھا تھا چنانچہ جب مرنے کے بعد مجھے جنت کی جانب لے جایا جا رہا تھا تو جہنم سے گزرتے ہوئے ایک سانپ نے میرے رخسار پر کاٹتے ہوئے کہا کہ بس ایک نظر دیکھنے کی ہی سزا ہے۔ اور اگر کبھی تو اس لڑکے کو زیادہ توجہ سے دیکھتا تو میں بھی تجھے زیادہ اذیت پہنچاتا۔

باب ۔ ۹

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کے حالات و مناقب

تعارف . آپ خاصان خداوندی، اور پردہ نشینوں کی مخدومہ، سوختہ عشق، قرب الٰہی کی شیفتہ اور پاکیزگی میں مریم ثانی تھیں اگر معترض یہ کہے کہ مردوں کے تذکرے میں عورت کا ذکر کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ صورت کے بجائے قلب کو دیکھتا ہے" اسی لئے روز محشر تمام محاسبہ صورت کے بجائے نیت پر ہو گا، لہٰذا جو عورت ریاضت و عبادت میں مردوں کے مماثل ہو اس کو بھی مردوں ہی کی صف میں شمار کرنا چاہئے اس لئے کہ جب یوم حساب میں مردوں کو پکارا جائے گا تو سب سے

قبل مریمؑ آگے بڑھیں گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر رابعہ بصری حضرت حسن بصری کی مجالس میں شرکت نہ کرتیں تو شاید آپ کے تذکرے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن اس کتاب میں جن بزرگوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں وہ بطور توحید کے بیان کئے گئے جس میں من و تو کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔ اور بو علی فارمدی کے اس قول کے مطابق مرد و زن میں فرق کرنا بے سود ہے کہ نبوت عین عزت و وقعت ہے اس میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں، اسی طرح ولایت کے مراتب بھی ہیں جن میں مرد و زن کا امتیاز نہیں ہوتا اور چونکہ رابعہ بصری باعتبار ریاضت و معرفت میں ممتاز زمانہ تھیں اس لئے تمام اہل اللہ کی نظر میں معتبر اور ذی عزت تصور کی جاتی تھیں اور آپ کے احوال اہل دل حضرات کے لئے زبردست حجت کا درجہ رکھتے ہیں۔

پیدائش وجہ تسمیہ۔ ولادت کی شب میں آپ کے والد کے یہاں نہ تو اتنا تیل تھا جس سے ناف کی مالش کی جاتی اور نہ اتنا کپڑا تھا جس میں آپ کو لپیٹا جا سکتا، حتیٰ کہ بدحالی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں چراغ تک نہ تھا اور چونکہ آپ اپنی تین بہنوں کے بعد تولد ہوئیں اسی مناسبت سے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا اور جب آپ کی والدہ نے والد سے کہا کہ پڑوس میں سے تھوڑا سا تیل مانگ لاؤ تاکہ گھر میں کچھ روشنی ہو جائے تو آپ نے شدید اصرار پر ہمسایہ کے دروازے پر صرف ہاتھ رکھ کر گھر میں آ کے کہہ دیا کہ وہ دروازہ نہیں کھولتا کیونکہ آپ یہ عہد کر چکے تھے کہ خدا کے سوا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا۔ اسی پریشانی میں نیند آ گئی تو خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوئی اور آپ نے تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرمایا کہ تیری یہ بچی بہت ہی مقبولیت حاصل کرے گی اور اس کی شفاعت سے میری امت کے ایک ہزار افراد بخش دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ والئ بصرہ کے پاس ایک کاغذ پر تحریر کر کے لے جاؤ کہ تو ہر یوم ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے اور شب جمعہ میں چار سو مرتبہ لیکن آج جمعہ کی جو رات گزری ہے اس میں تو درود بھیجنا بھول گیا۔ لہٰذا بطور کفارہ حامل ہذا کو چار سو دینار دے دے والئ صبح کو بیدار ہو کر آپ بہت روئے اور خط تحریر کر کے دربان کے ذریعہ والی بصرہ کے پاس بھیج دیا، اس نے مکتوب پڑھتے ہی حکم دیا کہ حضور اکرمؐ کی یاد آوری کے شکرانے میں دس ہزار درہم تو فقراء میں تقسیم کر دو اور چار سو دینار اس شخص کو دیدو۔ اس کے بعد والی بصرہ تعظیماً خود آپ سے ملاقات کرنے پہنچا اور عرض کیا کہ جب بھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوا کرے مجھے مطلع فرما دیا کریں، چنانچہ انہوں نے چار سو دینار دے کر ضرورت کا تمام سامان خرید لیا۔

حالات۔ رابعہ بصری نے جب ہوش سنبھالا تو والد کا سہارا سر سے اٹھ گیا اور قحط سالی کی وجہ سے آپ کی تینوں بہنیں بھی آپ سے جدا ہو کر نہ جانے کہاں مقیم ہو گئیں، آپ بھی ایک طرف کو چل دیں اور ایک ظالم نے پکڑ کر زبردستی آپ کو اپنی کنیز بنا لیا، اور کچھ دنوں کے بعد بہت ہی قلیل رقم میں فروخت کر دیا، اور اس شخص نے

اپنے گھر لاکر بے حد مشقت آمیز کام آپ سے لینے شروع کر دیئے۔ ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہی تھیں کہ کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اتنے زور سے گریں کہ ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اس وقت آپ نے سربسجود ہو کر عرض کیا کہ یا اللہ! میں بے یار و مددگار پہلے ہی سے تھی اور اب ہاتھ بھی ٹوٹ چکا ہے اس کے باوجود میں تیری رضا چاہتی ہوں، چنانچہ ندا غیبی آئی کہ اے رابعہ! غمگین نہ ہو، کل تجھے وہ مرتبہ حاصل ہو گا کہ مقرب فرشتے بھی تجھ پر رشک کریں گے۔ یہ سن کر آپ خوشی خوشی اپنے مالک کے یہاں پہنچ گئیں۔ اور آپ کا یہ معمول رہا کہ دن میں روزہ رکھتیں اور رات بھر عبادت میں صرف کر دیتیں، اور ایک شب جب آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اور اس وقت ایک گوشہ میں آپ کو سربسجود پایا اور معلق نور آپ کے سر پر فروزاں دیکھا جب کہ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کر رہی تھیں کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو ہمہ وقت تیری عبادت میں گزار دیتی لیکن چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے اس لئے میں تیری بارگاہ میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں، یہ سن کر آپ کا آقا بہت پریشان ہو گیا اور یہ عہد کر لیا کہ مجھے تو اپنی خدمت لینے کے بجائے الٹی ان کی خدمت کرنی چاہئے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ کو آزاد کر کے استدعا کی کہ آپ یہیں قیام فرمائیں تو میرے لئے باعث سعادت ہے۔ ویسے آپ اگر کہیں اور جگہ جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ یہ سن کر آپ حجرے سے باہر نکل آئیں اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئیں۔

آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتی تھیں، اور گاہے بگاہے حسن بصری کے وعظ میں بھی شریک ہوتیں ایک روایت یہ ہے کہ ابتداء میں آپ گاتی بجاتی تھیں۔ بعد میں تائب ہو کر جنگل میں گوشہ نشین ہو گئیں۔ پھر جس وقت سفر حج پر روانہ ہوئیں تو آپ کا ذاتی گدھا بہت کمزور تھا اور جب آپ سامان لاد کر روانہ ہو چکیں تو وہ راستہ ہی میں مر گیا، یہ دیکھ کر اہل قافلہ آپ کو تنہا وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ اس وقت آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ نادار و عاجز کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے کہ پہلے تو اپنے گھر کی جانب مدعو کیا۔ پھر راستے میں میرے گدھے کو مار ڈالا اور مجھ کو جنگل میں تنہا چھوڑ دیا گیا ابھی آپ کا شکوہ ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ گدھے میں جان آ گئی اور آپ اس پر سامان لاد کر عازم مکہ ہو گئیں۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ عرصہ داز کے بعد میں نے اس گدھے کو مکہ معظمہ کے بازار میں فروخت ہوتے بچشم خود دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے اس کی عمر طویل ہوئی، جب آپ مکہ معظمہ پہنچیں تو کچھ ایام بیابان میں مقیم رہ کر خدا سے التجا کی کہ میں اس لئے دل گرفتہ ہوئی کہ میری تخلیق تو خاک سے ہوئی اور کعبہ پتھر سے تعمیر کیا گیا لہٰذا میں تجھ سے بلاواسطہ ملاقات کی خواہش مند ہوں، چنانچہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے رابعہ! کیا نظام عالم درہم برہم کر کے تمام اہل عالم کا خون اپنی گردن میں لینا چاہتی ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب موسیٰؑ نے دیدار کی خواہش کی اور ہم

نے اپنی تجلیات میں سے ایک چھوٹی تجلی طور سینا پر ڈالی تو وہ پاش پاش ہو گیا. اس کے بعد آپ دوبارہ حج کو گئیں تو دیکھا کہ خانہ کعبہ خود آپ کے استقبال کے لئے چلا آ رہا ہے اور آپ نے فرمایا کہ مجھے مکان کی حاجت نہیں بلکہ مکین کی ضرورت ہے کیونکہ مجھے حسن کعبہ سے زیادہ جمال خداوندی کے دیدار کی تمنا ہے۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ جب سفر حج پر روانہ ہوئے تو ہر گام پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چلے اور مکمل چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے اور دوران سفر یہ کہتے جاتے کہ دوسرے لوگ تو قدموں سے چل کر پہنچتے ہیں لیکن میں سر اور آنکھوں کے بل پہنچوں گا۔ جب مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں خانہ کعبہ غائب تھا، چنانچہ آپ اس تصور سے آبدیدہ ہو گئے کہ شاید میری بصارت زائل ہو چکی ہے۔ لیکن غیب سے ندا آئی کہ بصارت زائل نہیں ہوئی بلکہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ کو احساس ندامت ہوا اور گریہ کناں عرض کیا کہ یا اللہ وہ کون ہستی ہے؟ ندا آئی کہ وہ بہت ہی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ چنانچہ آپ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ سامنے سے حضرت رابعہ بصری لاٹھی کے سہارے چلی آ رہی ہیں اور کعبہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے اور آپ نے رابعہ بصری سے سوال کیا کہ تم نے نظام کو کیوں درہم برہم کر رکھا ہے؟ جواب ملا کہ میں نے تو نہیں، البتہ تم نے ایک ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے جو چودہ برس میں کعبہ تک پہنچے ہو۔ حضرت ابراہیم ادہم نے کہا کہ میں ہر گام پر دو رکعت نفل پڑھتا ہوا آیا ہوں جس کی وجہ سے اتنی تاخیر سے پہنچا۔ رابعہ نے فرمایا کہ تم نے نماز پڑھ کر فاصلہ طے کیا ہے اور میں عجز و انکسار کے ساتھ یہاں تک پہنچی ہوں۔ پھر ادائیگی حج کے بعد اللہ تعالیٰ سے رو کر عرض کیا، تو نے حج پر بھی اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور مصیبت پر صبر کرنے کا بھی۔ لہٰذا اگر تو میرا حج قبول نہیں فرماتا تو پھر مصیبت پر صبر کرنے کا ہی اجر عطا کر دے، کیوں کہ حج قبول نہ ہونے سے بڑھ کر اور کون سی مصیبت ہو سکتی ہے۔ وہاں سے بصرہ واپس ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئیں اور جب دوسرے سال حج کا زمانہ آیا تو فرمایا گزشتہ سال تو کعبہ نے میرا استقبال کیا تھا۔ اور اس سال میں اس کا استقبال کروں گی، چنانچہ شیخ فرمدی کے قول کے مطابق ایام حج کے موقعہ پر آپ نے جنگل میں جا کر کروٹ کے بل لڑھکنا شروع کر دیا اور مکمل سات سال کے عرصہ میں عرفات پہنچیں اور وہاں غیبی آواز سن کر کہ اس طلب میں کیا رکھا ہے؟ اگر تو چاہے تو ہم اس تجلی سے بھی نواز سکتے ہیں. آپ نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی قوت و سکت کہاں! البتہ رتب فقر کی خواہش مند ہوں۔ ارشاد ہوا کہ فقر ہمارے قہر کے مترادف ہے جس کو ہم نے صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے جو ہماری بارگاہ سے متصل ہو جاتے ہیں کہ سر مو فرق باقی نہیں رہتا۔ پھر ہم انہیں لذت وصال سے محروم کر کے آتش فراق میں جھونک دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان پر کسی قسم کا حزن و ملال نہیں ہوتا بلکہ حصول قرب کے لئے از سر نو سر گرم عمل ہو جاتے ہیں مگر تو ابھی دنیا کے ستر پردوں میں ہے۔ اور جب ان پردوں سے باہر آ کر ہماری راہ میں گامزن نہ ہو گی اس وقت تک تجھے فقر کا نام بھی نہ

لینا چاہئے۔ پھر ارشاد ہوا کہ ادھر دیکھ! اور جب رابعہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو لہو ایک بحر بیکراں ہوا میں لٹکا ہوا نظر آیا، اور ندا آئی کہ ہمارے ان عشاق کی چشم خونچکاں کا دریا ہے جو ہماری طلب میں چلے اور پہلی ہی منزل میں اس طرح پاشکستہ ہو کر رہ گئے کہ ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ رابعہ بصری نے عرض کیا کہ ان عشاق کی ایک صفت مجھ پر ظاہر ہو۔ مگر یہ کہتے ہی انہیں نسوانی معذوری ہو گئی اور یہ ندا آئی کہ ان کا مقام یہی ہے، جو سات سال تک پہلو کے بل لڑھکتے ہیں تا کہ خدا تک رسائی میں ایک حقیری شے کا مشاہدہ کر سکیں۔ اور جب وہ قرب منزل تک رسائی حاصل کر لیں تو ایک حقیری علت ان کی راہوں کو مسدود کر کے رکھ دے۔ پھر رابعہ نے عرض کیا کہ اگر تیری مرضی مجھے اپنے گھر رکھنے کی نہیں تو پھر مجھے بصرہ میں ہی سکونت کی اجازت عطا کر دے کیوں کہ میں تیرے گھر میں رہنے کی اہل نہیں ہوں اور یہاں آمد سے قبل صرف تمنائے دیدار میں زندگی بسر کرتی رہی جس کی مجھے اتنی بڑی سزا دی گئی ہے، یہ عرض کر کے بصرہ واپس پہنچ گئیں اور تاحیات گوشہ نشیں ہو کر مصروف عبادت رہیں۔

یقین کی دولت: دو بھوکے افراد رابعہ بصری کے یہاں بغرض ملاقات حاضر ہوئے اور باہمی گفتگو کرنے لگے کہ اگر رابعہ اس وقت کھانا پیش کر دیں تو بہت اچھا ہو، کیوں کہ ان کے یہاں رزق حلال میسر آجائے گا، آپ کے یہاں اس وقت صرف دو ہی روٹیاں تھیں وہی ان کے سامنے رکھ دیں، دریں اثنا کسی سائل نے سوال کیا تو آپ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر اس کو دے دیں، یہ دیکھ کر حیرت زدہ سے رہ گئے، لیکن کچھ وقفہ کے بعد ایک کنیز بہت سے گرم روٹیاں لئے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ میری مالکہ نے بھجوائی ہیں۔ جب آپ نے ان روٹیوں کا شمار کیا تو وہ تعداد میں اٹھارہ تھیں، یہ دیکھ کر کنیز سے فرمایا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ یہ روٹیاں میرے یہاں نہیں بلکہ کسی اور کے یہاں بھیجی گئی ہیں، لیکن کنیز نے وثوق کے ساتھ عرض کیا، یہ آپ ہی کے لئے بھجوائی ہیں، مگر آپ نے کنیز کے مسلسل اصرار کے باوجود واپس کر دیں اور جب کنیز نے اپنی مالکہ سے واقعہ بیان کیا تو اس نے حکم دیا کہ اس میں مزید روٹیوں کا اضافہ کر کے لے جاؤ۔ چنانچہ جب آپ نے بیس روٹیاں شمار کر لیں تب ان مہمانوں کے سامنے رکھا اور وہ محو حیرت ہو کر کھانے میں مصروف ہو گئے۔ جب فراغت طعام کے بعد رابعہ بصری سے واقعہ کی نوعیت معلوم کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب تم یہاں حاضر ہوئے تو مجھ معلوم ہو گیا تھا کہ تم بھوکے ہو اور جو کچھ گھر میں حاضر تھا وہ میں نے تمہارے سامنے رکھ دیا۔ اسی دوران ایک سائل آپہنچا اور وہ دونوں روٹیاں میں نے اسے دے کر اللہ سے عرض کیا کہ تیرا وعدہ ایک کی بجائے دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول صادق پر مکمل یقین ہے، لیکن کنیز کے اٹھارہ روٹیاں لانے سے میں نے سمجھ لیا کہ اس میں ضرور کوئی سہو ہے اسی لئے میں نے واپس کر دیں اور جب وہ پوری بیس روٹیاں لے کر آئی تو میں نے وعدے کی تکمیل میں لے لیں۔

دوستی کا حق: ایک مرتبہ بوجہ تھکاوٹ نماز ادا کرتے ہوئے نیند آگئی۔ اسی دوران میں ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا لیکن اسے باہر نکلنے کا راستہ ہی نظر نہیں آیا اور چادر اپنی جگہ رکھتے ہی راستہ نظر آگیا۔ لیکن اس نے بوجہ حرص پھر چادر اٹھا کر فرار ہونا چاہا اور پھر راستہ نظر آنا بند ہو گیا۔ غرض کہ اسی طرح اس نے کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ راستہ مسدود نظر آیا حتیٰ کہ اس نے ندائے غیبی سنی کہ تو خود کو آفت میں کیوں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے خود کو ہمارے حوالے کر دیا ہے اور اس وقت شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکا، پھر کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو چادر چوری کر سکے۔ کیونکہ اگرچہ ایک دوست محو خواب ہے لیکن دوسرا دوست بیدار ہے۔

حقیقت شناسی: ایک مرتبہ آپ نے کئی یوم سے کچھ نہیں کھایا اور جب خادمہ کھانا تیار کرنے لگتی تو گھر میں پیاز تھا اور اس نے آپ سے پڑوس میں سے پیاز مانگ لانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو برسوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کئے ہوئے ہوں کہ تیرے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کروں گی۔ لہٰذا اگر پیاز نہیں تو کوئی خرج نہیں، ابھی آپ کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک پرندہ چونچ میں پیاز لئے ہوئے آیا اور ہانڈی میں ڈال کر اڑ گیا۔ مگر آپ نے اس کو فریب شیطانی تصور کرتے ہوئے بغیر سالن کے روٹی کھالی۔

آپ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئیں اور تمام صحرائی جانور آپ کے گرد جمع ہو گئے لیکن اسی وقت خواجہ حسن بصری وہاں پہنچے تو وہ تمام جانور بھاگ گئے، حسن بصری نے حیرت زدہ ہو کر آپ سے سوال کیا کہ یہ تمام جانور مجھے دیکھتے ہی کیوں بھاگ گئے۔ رابعہ بصری نے پوچھا کہ آج آپ نے کیا کھایا ہے تو انہوں نے کہا گوشت روٹی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا جب تم ان کا گوشت کھاؤ گے تو پھر یہ تم سے کیوں کر مانوس ہو سکتے ہیں۔

مقام ولایت: ایک مرتبہ آپ حضرت حسن بصری کے مکان پر پہنچیں تو اس وقت وہ مکان کی چھت پر اس درجہ مصروف گریہ تھے کہ اشکوں کا پرنالہ بہہ پڑا۔ رابعہ بصری نے کہا کہ اگر آپ کی یہ گریہ وزاری فریب کا راز ہے تو اسے بند کر دو تاکہ آپ کے باطن میں ایسا بحر بیکراں موجزن ہو جائے کہ اگر اس کی گہرائیوں میں اپنے قلب کو تلاش کرنا چاہو تو نہ مل سکے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا کر دینے میں قدرت کاملہ حاصل ہے آپ کی یہ باتیں گو حسن بصری کے لئے بار خاطر ہوئیں لیکن آپ نے خموشی اختیار کر لی اور ایک روز جب رابعہ بصری ساحل فرات پر موجود تھیں تو اچانک حسن بصری بھی وہاں پہنچ گئے اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر فرمایا کہ آیئے ہم دونوں نماز ادا کریں۔ رابعہ نے جواب دیا کہ اگر یہ مخلوق کے دکھاوے کے لئے ہے تو بہت اچھا ہے کیوں کہ دوسرے لوگ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ کہہ کر رابعہ نے اپنا مصلیٰ ہوا کے دوش پر بچھایا کر فرمایا کہ آیئے دونوں یہاں نماز ادا کریں تاکہ مخلوق کی نگاہوں سے اوجھل رہیں پھر بطور دلجوئی رابعہ نے فرمایا کہ جو فعل آپ نے سرانجام دیا وہ تو پانی کی معمولی سی مچھلیاں بھی کر سکتی ہیں اور جو میں نے کیا وہ ایک حقیر مکھی بھی

کر سکتی ہے لیکن حقیقت کا ان دونوں سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت حسن بصری مکمل ایک شب و روز رابعہ بصری کے یہاں مقیم رہے اور حقیقت و معرفت کے موضوع پر گفتگو کرتے رہے لیکن حسن بصری کہتے ہیں کہ اس دوران نہ تو مجھے یہ احساس ہوا کہ میں مرد ہوں اور نہ یہ محسوس ہوا کہ رابعہ عورت ہے اور وہاں سے واپسی پر میں نے اپنے آپ کو مفلس اور ان کو مخلص پایا۔

حضرت حسن بصری اپنے چند رفقاء کے ہمراہ ایک شب رابعہ بصری کے یہاں پہنچے لیکن اس وقت ان کے یہاں روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا اور حضرت حسن کو روشنی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ رابعہ نے اپنی انگلیوں پر کچھ دم کیا اور وہ ایسی روشن ہو گئیں کہ پورا مکان روشن ہو گیا اور تا سحر وہ روشنی قائم رہی لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ یہ چیز بعید از قیاس ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص صدق دلی کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اس کو آپ کے معجزے میں سے کچھ حصہ ضرور حاصل ہوتا ہے کہ خرق عادت شے کا اظہار انبیاء کے حق میں معجزہ کہا جاتا ہے اور ولی کے لئے کرامت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ کرامت اسے صرف اتباع نبوت ہی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور اکرم کا یہ ارشاد ہے کہ رویائے صادقہ نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہیں۔

حضرت رابعہ بصری نے ایک مرتبہ حضرت حسن کے لئے بطور ہدیہ موم سوئی اور بال روانہ کئے اور یہ پیغام بھیجا کہ موم کی مانند خود کو پگھلا کر روشنی فراہم کرو اور سوئی کی مانند برہنہ رہ کر مخلوق کے کام آؤ اور جب تم ان دونوں چیزوں کی تکمیل کر لو گے تو بال کی مانند ہو جاؤ گے اور کبھی تمہارا کوئی کام خراب نہیں ہو گا۔

ایک مرتبہ حسن بصری نے سوال کیا کہ تمہیں نکاح کی خواہش نہیں ہوتی؟ آپ نے جواب دیا کہ نکاح کا تعلق تو جسم و وجود سے ہے اور جس کا وجود اپنے مالک میں مل گیا ہو تو اس کے لئے ہر شے میں اپنے مالک کی اجازت ضروری ہے۔

معرفت. حسن بصری نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ مراتب عظیم کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ ہر شے کو یاد الٰہی میں گم کر کے، پھر حضرت حسن نے سوال کیا کہ تم نے خدا کو کیوں کر پہچانا؟ جواب دیا کہ بے مایہ اور بے کیف ہونے کی وجہ سے۔ ایک دفعہ حسن بصریؒ نے آپ سے فرمائش کی کہ مجھے ان علوم کی بابت سمجھاؤ جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ حاصل ہوئے ہیں، فرمایا کہ میں نے تھوڑا سا سوت کات کر تکمیل ضروریات کے لئے دو درہم میں فروخت کر دیا اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک درم لے کر اس خیال میں غرق ہو گئی کہ اگر میں نے دونوں کو ایک ہاتھ میں لیا تو یہ جوڑا بن جائے گا اور یہ بات وحدانیت کے خلاف اور میری گمراہی کا باعث ہو سکتی ہے، بس اس کے بعد سے میری تمام راہیں کھلتی گئیں۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ حضرت حسن یہ کہتے رہتے ہیں کہ اگر میں روز محشر ایک لمحہ کے لئے بھی دیدار خداوندی سے محروم رہا تو اتنے گریہ وزاری کروں گا کہ اہل فردوس کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا، رابعہ نے کہا کہ انہوں نے بالکل صحیح کہا، لیکن یہ شے بھی اسی کے شایان شان ہے جو آن واحد کے لئے یاد الٰہی سے غافل نہ رہتا ہو۔

جب آپ سے نکاح نہ کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب دیا کہ تین چیزیں میرے لئے وجہ غم بنی ہوئی ہیں اور اگر تم یہ غم دور کر دو تو میں یقیناً کرلوں گی، اول یہ کہ کیا خبر میری موت اسلام پر ہوگی یا نہیں؟ دوم روز محشر میرا نامہ اعمال جانے سیدھے ہاتھ میں ہو یا الٹے ہاتھ میں؟ روز محشر جب جنت میں ایک جماعت کو داہنی طرف سے اور دوسری کو بائیں طرف سے داخل کیا جائے گا تو نہ جانے میرا شمار کس جماعت میں ہوگا، لوگوں نے عرض کیا ان تینوں سوالوں کا جواب ہمارے پاس نہیں۔ آپ نے فرمایا جس کو اتنے غم ہوں تو اس کو نکاح کی کیا تمنا ہو سکتی ہے؟۔

جب لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کہاں سے آئی ہیں اور کہاں جائیں گی؟ جواب دیا کہ جس جہان سے آئی ہوں اس جہان میں لوٹ جاؤں گی۔ پھر سوال کیا گیا اس جہان میں آپ کا کیا کام ہے؟ فرمایا کف افسوس ملنا، اور جب افسوس کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں رزق تو اس جہان کا کھاتی ہوں اور کام اس جہان کا کرتی ہوں۔

خود شناسی و خدا شناسی: ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کی شیریں بیانی تو اس قابل ہے کہ آپ کو مسافر خانہ کا نگران مقرر کر دیا جائے، فرمایا میں تو خود ہی اپنے مسافر خانہ کی محافظ ہوں کیوں کہ جو کچھ میرے اندر ہے اسے باہر نکال دیتی ہوں اور جو میرے باہر ہے اس کو اندر نہیں جانے دیتی اس لئے مجھے کسی کی آمدورفت سے کوئی سروکار نہیں کیوں کہ قلب کی نگہبان ہوں، خاکی جسم کی نہیں۔ ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ ابلیس کو دشمن تصور کرتی ہیں فرمایا کہ میں تو رحمٰن کی دوستی میں مشغولیت کی وجہ سے ابلیس کی دشمنی کا تصور ہی نہیں کرتی۔

عالم خواب میں حضور اکرمؐ نے آپ سے فرمایا کہ کیا تو مجھے محبوب رکھتی ہے؟ تب رابعہ نے عرض کیا کہ وہ کون بدنصیب ہوگا جو آپ کو محبوب نہ رکھتا ہو لیکن میں تو حب الٰہی میں ایسی غرق ہوں کہ اس کے سوا کسی کی محبوبیت کا تصور تک بھی نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کسی کی محبوبیت کا احساس تک باقی نہیں رکھتی۔

لوگوں کے اس سوال پر کہ محبت کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ محبت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی کیوں کہ بزم عالم میں کسی نے اس کا ایک گھونٹ تک نہیں چکھا جس کے نتیجہ میں محبت اللہ تعالیٰ میں ضم ہو کر رہ گئی ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، یحبونہم ویحبونہ اللہ ان کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ کو محبوب

رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے یہ سوال کیا کہ آپ جس کی عبادت کرتی ہیں کیاوہ آپ کو نظر بھی آتا ہے، فرمایا کہ اگر نظر نہ آتا تو عبادت کیوں کرتی۔

آپ ہمہ اوقات گریہ وزاری کرتی رہتی تھیں اور جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں اس فراق سے خوفزدہ ہوں جس کو محفوظ تصور کرتی ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ دم نزع یہ ندا نہ آجائے کہ تو لائق بارگاہ نہیں ہے۔

حقائق: لوگوں نے جب آپ سے یہ سوال کیا کہ خدا بندے سے کس وقت خوش ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب بندہ محنت پر اس طرح شکر ادا کرتا ہے جیسا کہ نعمت پر کرتا ہے، لوگوں نے سوال کیا کہ عاصی کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں، فرمایا کہ اس وقت تک وہ توبہ ہی نہیں کر سکتا جب تک خدا توفیق نہ دے اور جب توفیق حاصل ہو گئی تو پھر قبولیت میں بھی کوئی شک نہیں رہا، پھر فرمایا جب تک قلب بیدار نہیں ہوتا اس وقت تک کسی عضو سے بھی خدا کی راہ نہیں ملتی، اور بیداری قلب کے بعد اعضاء کی حاجت ہی ختم ہو جاتی ہے کیوں کہ قلب بیدار وہی ہے جو حق کے اندر اس طرح ضم ہو جائے کہ پھر اعضاء کی حاجت ہی باقی نہ رہے اور یہی فنافی اللہ کی منزل ہے۔

حقیقی توبہ: آپ اکثر یہ فرمایا کرتیں کہ صرف زبانی توبہ کرنا جھوٹے لوگوں کا فعل ہے کیوں کہ اگر صدق دلی کے ساتھ توبہ کی جائے تو دوبارہ کبھی توبہ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے، پھر فرمایا کہ معرفت توجہ الی اللہ کا نام ہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ وہ خدا سے پاکیزہ قلب طلب کرے، اور جب عطا کر دیا جائے تو پھر اسی وقت اس کو خدا کے حوالے کر دے تاکہ حجابات حفاظت میں محفوظ رہ کر مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے۔

دانشمندی: حضرت صالح عامری اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مسلسل کسی کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو آخر کار کسی نہ کسی وقت کھول ہی دیا جاتا ہے۔ رابعہ بصری نے آپ کا یہ جملہ سن کر سوال کیا کہ آخر وہ کب کھلے گا؟ کیوں کہ وہ تو کبھی بند ہی نہیں ہوا۔ یہ سن کر حضرت صالح کو آپ کی دانش مندی پر مسرت ہوئی اور اپنی کم عقلی پر رنج۔

ایک مرتبہ رابعہ بصری نے کسی کو ہائے غم، ہائے غم کی رٹ لگاتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ ہائے غم نہ کہو بلکہ ہائے بے غمی کہہ کر نوحہ کرو کیوں کہ اگر تم میں غم ہوتا تو تم میں بات کرنے کی سکت نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ کسی شخص کو سر پر پٹی باندھے ہوئے دیکھ کر سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ سر میں بہت درد ہے، آپ نے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے، اس نے کہا کہ تیس سال، پھر سوال کیا، کیا تو نے تیس سال کے عرصہ میں کبھی صحت مندی کے شکرانے میں تو پٹی باندھی نہیں اور صرف ایک یوم کے مرض میں شکایت کی پٹی باندھ کر بیٹھ گیا۔

کسی کو آپ نے چار درہم دے کر کمبل خریدنے کا حکم دیا، اس نے سوال کیا کہ کمبل سیاہ لاؤں یا سفید؟ یہ سنتے ہی آپ نے اس سے درہم واپس لے کر دریا میں پھینکتے ہوئے فرمایا کہ ابھی کمبل خرید ابھی نہیں کہ سیاہ و سفید کا جھگڑا کھڑا ہو گیا اور خریداری کے بعد نہ جانے کیا وبال پیش آجاتا۔ ایک مرتبہ موسم بہار میں آپ کنج تنہائی میں تھیں کہ خادمہ نے باہر نکلنے کی استدعا کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہاں آکر رنگینی فطرت کا نظارہ کیجئے کہ اس نے کیسی کیسی رنگینیاں تخلیق فرمائی ہیں، لیکن آپ نے جواب دیا کہ تو بھی گوشہ نشیں ہو کر، خود صانع حقیقی ہی کا مشاہدہ کرلے کیوں کہ میرا مقدر صانع کا نظارہ ہے نہ کہ صنعت کا۔

کچھ لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ دانتوں سے گوشت کاٹ رہی ہیں انہوں نے سوال کیا کہ کیا آپ کے یہاں چاقو چھری نہیں ہے جو دانتوں سے کام لے رہی ہیں؟ فرمایا کہ میں محض اس خوف سے چاقو چھری نہیں رکھتی کہ کہیں وہ میرے اور میرے محبوب کے رشتہ کو منقطع نہ کر دے۔

درد دل: ایک مرتبہ آپ نے سات شب و روز مسلسل روزے رکھے اور شب میں قطعاً آرام بھی نہیں کیا۔ لیکن جب آٹھویں دن بھوک کی شدت کی نفس نے فریاد کی کہ مجھے کب تک اذیت دو گی تو اسی وقت ایک شخص کھانے کی کوئی شے پیالے میں لئے ہوئے حاضر ہوا، آپ لے کر شمع روشن کرنے اٹھیں۔ اسی وقت ایک بلی کہیں سے آئی اور وہ پیالہ الٹ دیا۔ اور جب پانی سے روزہ کھولنے اٹھیں تو شمع بجھ گئی اور آب خورہ گر کو ٹوٹ گیا، اس وقت آپ نے ایک دلدوز آہ بھر کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ یہ کیسا معاملہ کیا جا رہا ہے؟ ندا آئی کہ اگر دنیاوی نعمتوں کی طلب گار ہو تو ہم عطا کیے دیتے ہیں لیکن اس کے عوض میں اپنا درد تمہارے قلب سے نکال لیں گے۔ اس لئے کہ ہمارے غم اور غم روزگار کا ایک قلب میں اجتماع ممکن نہیں اور نہ کبھی جداگانہ مرادیں ایک قلب میں جمع ہو سکتی ہیں۔ یہ ندا سنتے ہی دامن امید چھوڑ کر اپنا قلب حب دنیا سے اس طرح خالی کر لیا، کہ جس طرح موت کے وقت مرنے والا امید زندگی ترک کر کے قلب کو دنیاوی تصورات سے خالی کر دیتا ہے اور اس کے بعد آپ بھی دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہو گئیں کہ ہر صبح یہ دعا کرتیں کہ اے اللہ! مجھے اس طرح اپنی جانب متوجہ فرمالے کہ اہل جہان مجھے تیرے سوا کسی کام میں مشغول نہ دیکھ سکیں۔

بعض لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ بلا کسی ظاہری مرض کے آپ گریہ وزاری کیوں کرتی رہتی ہیں۔ فرمایا کہ میرے سینے میں ایک مرض نہاں ہے کہ جس کا علاج نہ کسی طبیب کے بس میں ہے اور نہ وہ مرض تمہیں دکھائی دے سکتا ہے اور اس کا واحد علاج صرف وصال خداوندی ہے۔ اس لئے میں مریضوں جیسی صورت بنائے ہوئے گریہ وزاری کرتی رہتی ہوں کہ شاید اسی سبب سے قیامت میں خواہش پوری ہو جائے۔

استغنا: کچھ اہل اللہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے سوال کیا کہ خدا کی بندگی کیوں کرتے ہو؟ ان میں سے

ایک نے جواب دیا۔ کہ ہم جہنم کے ان طبقات سے خائف ہو کر جن پر سے روز محشر گزرنا پڑے گا خدا کی بندگی کرتے ہیں تاکہ جہنم سے محفوظ رہ سکیں اور دوسرے نے جواب دیا کہ ہم خواہش فردوس میں اس کی بندگی کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جو بندہ خوف جہنم اور امید فردوس کی وجہ سے بندگی کرتا ہے وہ بہت ہی برا ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے سوال کیا کہ کیا آپ کو خدا سے امید و بیم نہیں؟ فرمایا کہ پہلے ہمسایہ ہے بعد میں اپنا گھر۔ اسی لئے ہماری نظروں میں فردوس و جہنم ہونا نہ ہونا برابر ہے کیوں کہ عبادت الٰہی فرض عین ہے اگر وہ فردوس و جہنم کو تخلیق نہ کرتا تو کیا بندے اس کی بندگی سے منکر ہو جاتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ بیم ورجا سے ہٹ کر بلاواسطہ اس کی پرستش کرنی چاہئے۔

ایک بزرگ نے آپ کو گندے لباس میں دیکھ کر عرض کیا کہ اللہ کے بہت سے ایسے بندے جو آپ کی جنبش آبرو پر نفیس سے نفیس لباس مہیا کر سکتے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے طلب غیر سے اس لئے حیا آتی ہے کہ مالک دنیا تو خدا ہے اور اہل دنیا کو ہر شے عاریۃً عطا کی گئی ہے اور جس کے پاس ہر شے خود عاریہ ہو اس سے کچھ طلب کرنا باعث ندامت ہے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے آپ کے صبر و بے نیازی کی داد دی۔

آزمائش: بطور آزمائش کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ خدا نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور وصف نبوت صرف مردوں ہی کو کیوں حاصل ہے اس کے باوجود بھی آپ کو اپنے اوپر فخر و تکبر ہے اور لاحاصل ریاکاری میں مبتلا ہیں، فرمایا کہ یہ تم لوگ بجا کہتے ہو، لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا کبھی کسی عورت نے بھی خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور کیا کوئی عورت بھی ہیجڑہ ہوئی ہے؟ جب کہ سینکڑوں مرد مخنث پھرتے ہیں۔

ایک مرتبہ علیل ہو گئیں اور وجہ مرض دریافت کرنے پر فرمایا کہ جب میرا قلب جنت کی جانب متوجہ ہوا تو باری تعالیٰ نے اظہار ناراضگی فرمایا اور اسی کا غصہ میرے مرض کا باعث ہے، حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ جب میں آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا تو بصرے کا ایک رئیس آپ کے آستانے پر روپوں کی تھیلی رکھے ہوئے مصروف گریہ تھا اور یہ کہتا جارہا تھا کہ یہ رقم رابعہ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی اس کو قبول نہیں فرمائیں گی۔ لہٰذا اگر آپ سفارش کر دیں تو شائد قبولیت حاصل ہو جائے چنانچہ حسن بصری نے اندر پہنچ کر اس کی استدعا پیش کر دی لیکن رابعہ نے فرمایا کہ میں جب سے خدا شناس ہو گئی ہوں اس وقت سے مخلوق سے کچھ لینا اور میل ملاپ ترک کر دیا ہے۔ پھر آپ خود ہی سوچیں کہ جس رقم کے متعلق یہ بھی علم نہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے اس کو میں کیسے قبول کر سکتی ہوں؟

حضرت عبدالواحد عامری بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت سفیان رابعہ بصریؒ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ لب کشائی کی ہمت ہی نہ ہو سکی حتیٰ کہ رابعہ نے خود ہی فرمایا کہ کچھ گفتگو کیجئے، تو ہم دونوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مرض دور فرمادے، رابعہ نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ آپ کا مرض دور فرمادے،

اور میں اس عطا کردہ شے کا شکوہ کیسے کر سکتی ہوں کیوں کہ یہ کسی دوست کے لئے بھی مناسب نہیں کہ رضائے دوست کی مخالفت کرے۔ پھر حضرت سفیان نے پوچھا کہ کیا آپ کو کسی شے کی خواہش ہے! فرمایا کہ تم صاحب معرفت ہو کر ایسا سوال کرتے ہو اور بصرہ میں کھجور کی ارزانی کے باوجود بارہ سال سے کچھ کھانے کی خواہش ہے لیکن میں نے محض اس لئے نہیں چکھی کہ بندے کو اپنی مرضی کے مطابق کوئی کام نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ رضائے الٰہی کے بغیر کوئی کام کرنا کفر کے ہم معنی ہے۔ پھر حضرت سفیان نے اپنے لئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ اگر تمہارے اندر حب دنیا نہ ہوتی تو تم نیکی کا مجسمہ ہوتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ کیا فرما رہی ہیں؟ آپ نے کہا کہ سچی بات کہہ رہی ہوں کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کم عقلی کی باتیں نہ کرتے، اس لئے کہ جب تمہیں یہ علم ہے کہ دنیا فانی ہے اور فانی شے کی ہر شے فانی ہوا کرتی ہے اس کے باوجود بھی تم نے یہ سوال کیا کہ تمہاری طبیعت کسی چیز کو چاہتی ہے؟ یہ سن کر سفیان نے محو حیرت ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اللہ! میں تیری رضا کا جویا ہوں، رابعہ نے فرمایا کہ تمہیں رضائے الٰہی کی جستجو کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی جب کہ تم خود اس کی رضا کے طالب نہیں ہو۔

کار ساز مابفکر کار ما. حضرت مالک بن دینار کہا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ بغرض ملاقات رابعہ کے یہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے جس سے آپ وضو کرتی ہیں اور پانی پیتی ہیں اور ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ بنا کر استراحت فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے بہت سے احباب مالدار ہیں اگر اجازت ہو تو ان سے آپ کے لئے کچھ طلب کر لوں؟ آپ نے سوال کیا کہ کیا مجھے اور تمہیں دولت مندوں کو رزق عطا کرنے والی ایک ہی ذات نہیں ہے؟ تو پھر کیا درویشوں کو ان کی غربت کی وجہ سے اس ذات نے فراموش کر دیا ہے اور امراء کو رزق دینا یاد رہ گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہے، فرمایا کہ جب وہ ذات ہر فرد کی ضروریات سے واقف ہے تو پھر ہمیں یاد دہانی کی کیا ضرورت ہے؟ اور ہمیں اسی کی خوشی میں خوشی ہوتی چاہئے۔

صدق کی تعریف. حضرت حسن بصری، مالک بن دینار اور شفیق بلخی ایک مرتبہ رابعہ کے مکان پر صدق و صفا کے موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے تو حسن بصری نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب کو ناقابل برداشت تصور کرے وہ اپنے دعوئ صدق میں کاذب ہے۔ یہ سن کر رابعہ بصری نے کہا کہ یہ قول خود پسندی کا آئینہ دار ہے۔ پھر شفیق بلخی نے فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب پر شکر ادا نہ کرے وہ اپنے دعوئ صدق میں جھوٹا ہے۔ اس پر رابعہ بصری نے فرمایا کہ صادق ہونے کی تعریف کچھ اس سے اور زیادہ بلند ہونی چاہئے۔ پھر مالک بن دینار نے صدق کی تعریف میں فرمایا کہ جو غلام اپنے آقا کی ضرب

میں لذت محسوس نہ کرے اس کا دعویٰ صدق باطل ہے۔ لیکن رابعہ بصری نے دوبارہ یہی فرمایا کہ اس سے بھی افضل و اعلیٰ کوئی اور تعریف ہونی چاہئے۔ یہ کہہ کر آپ نے صدق کی یہ تعریف بیان کی کہ جو مالک کے دیدار پر اپنے زخموں کی اذیت فراموش نہ کر سکے۔ وہ اپنے دعویٰ صدق میں جھوٹا ہے۔ مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ دیدار خداوندی میں شدت تکلیف کو فراموش کر دینا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ جب کہ حسن یوسف کو دیکھ کر مصری عورتوں نے اپنی انگلیاں تراش ڈالیں اور تمنائے دیدار میں تکلیف کا قطعاً احساس نہ ہو سکا۔

محبت کی علامت. مشائخین بصرہ میں سے ایک شیخ آپ کے یہاں جا کر سرہانے بیٹھے ہوئے دنیا کی شکایت کرنے لگے تو رابعہ نے فرمایا کہ غالباً آپ کو دنیا سے بہت لگاؤ ہے۔ کیونکہ جو شخص جس سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بھی بہت زیادہ کرتا ہے۔ اگر آپ کو دنیا سے لگاؤ نہ ہوتا تو آپ کبھی اس کا ذکر نہ چھیڑتے۔

توکل: حضرت حسن بصری شام کو ایسے وقت رابعہ کے یہاں پہنچے جب کہ وہ چولہے پر سالن تیار کر رہی تھیں لیکن آپ کی گفتگو سن کر فرمانے لگیں کہ یہ باتیں سالن پکانے سے کہیں بہتر ہیں اور نماز مغرب کے بعد جب ہانڈی کھول کر دیکھا تو سالن خود بخود تیار ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ نے اور حسن بصریؒ نے ساتھ مل کر گوشت کھایا۔ اور حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایسا لذیذ گوشت میں نے زندگی بھر نہیں کھایا۔

مقصد بندگی: حضرت سفیان اکثر یہ فرمایا کرتے کہ ایک شب کو میں رابعہ کے یہاں پہنچا تو وہ پوری شب مشغول عبادت رہیں اور میں بھی ایک گوشہ میں نماز پڑھتا رہا، پھر صبح کے وقت رابعہ نے فرمایا کہ عبادت کی توفیق عطا کئے جانے پر ہم کسی طرح معبود حقیقی کا شکر ادا نہیں کر سکتے اور میں بطور شکرانہ کل کا روزہ رکھوں گی۔ اکثر آپ یہ دعا کیا کرتیں کہ یا خدا!! اگر روز محشر تو نے مجھے نار جہنم میں ڈالا تو میں تیرا ایک ایسا راز افشاں کر دوں گی جس کو سن کر جہنم مجھ سے ایک ہزار سال کی مسافت پر بھاگ جائے گی اور کبھی یہ دعا کرتیں کہ دنیا میں میرے لئے جو حصہ متعین کیا گیا ہے وہ اپنے معاندین کو دے دے اور جو حصہ عقبیٰ میں مخصوص ہے وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے کیوں کہ میرے لئے تو صرف تیرا وجود ہی بہت کافی ہے اور اگر جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہش فردوس وجہ عبادت ہو تو فردوس میرے لئے حرام فرما دے، اور اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کے لئے ہو تو پھر اپنے جمال عالم افروز سے مشرف فرما دے لیکن اگر تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں یہ شکوہ کرنے میں حق بجانب ہوں گی کہ دوستوں کے ہمراہ دوستوں ہی جیسا برتاؤ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد ندائے غیبی آئی کہ تم ہم سے بدظن نہ ہو۔ ہم تجھے اپنے ایسے دوستوں کی قربت میں جگہ دیں گے جہاں تم ہم سے ہم کلام ہو سکے گی، پھر آپ نے خدا تعالیٰ

سے عرض کیا کہ میرا کام تو بس تجھے یاد کرنا اور آخرت میں تمنائے دیدار لے کر جانا ہے۔ ویسے مالک ہونے کی حیثیت سے تو مختار کل ہے۔ ایک رات حالت عبادت میں آپ نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے یا تو حضوری قلب عطا فرما، یا پھر بے رغبتی کو قبولیت عنایت کر دے۔

وفات کے وقت آپ نے مجلس میں حاضر مشائخین سے فرمایا کہ آپ حضرات یہاں سے ہٹ کر ملائکہ کے لئے جگہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ سب باہر نکل آئے اور دروزاہ بند کر دیا۔ اس کے بعد اندر سے یہ آواز سنائی دی کہ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی یعنی اے مطمئن نفس اپنے مولا کی جانب لوٹ چل، اور جب کچھ دیر کے بعد اندر سے آواز آنی بند ہو گئی تو لوگوں نے جب اندر جا کر دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔
مشائخین کا قول ہے کہ رابعہ نے خدا کی شان میں کبھی کوئی گستاخی نہ کی اور نہ کبھی دکھ سکھ کی پرواہ کی، اور مخلوق سے کچھ طلب کرنا تو درکنار اپنے مالک حقیقی سے کبھی کچھ نہیں مانگا اور انوکھی شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

کسی نے حضرت رابعہ بصری کو خواب میں دیکھ کر دریافت فرمایا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ جواب دیا کہ نکیرین نے جب مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے کہا کہ واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کر دو کہ جب تو نے پوری مخلوق کے خیال کے باوجود ایک ناسمجھ عورت کو کبھی فراموش نہیں کیا تو پھر وہ تجھے کیوں کر بھول سکتی ہے۔ اور جب دنیا میں تیرے سوا اس کا کسی سے تعلق نہ تھا تو پھر ملائکہ کے ذریعہ جواب طلبی کے کیا معنی۔

حضرت محمد اسلم طوسی اور نعیمی طرطوسی نے بیابانوں میں تیس ہزار راہ گیروں کو پانی پلایا اور رابعہ بصری کے مزار پر آ کر کہا کہ تیرا قول تو یہ تھا کہ میں دو جہاں سے بے نیاز ہو چکی لیکن آج وہ تیری بے نیازی کہاں رخصت ہو گئی، چنانچہ مزار میں سے آواز آئی کہ جس چیز کا میں مشاہدہ کرتی رہی اور فی الوقت بھی کر رہی ہوں وہ میرے لئے بہت ہی باعث برکت ہے۔

باب ۔ ۱۰

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ کا شمار نہ صرف اہل تقویٰ اور اہل ورع میں ہوتا ہے بلکہ آپ مشائخین کے پیشوا، راہ طریقت کے ہادی، ولایت وہدایت کے مہر منور اور کرامت و ریاضت کے اعتبار سے اپنے دور کے شیخ کامل تھے۔ آپ کے ہم عصر آپ کو صادق و مقتداء تصور کرتے تھے۔

آپ ابتدائی دور میں ٹاٹ کا لباس، اونی ٹوپی اور گلے میں تسبیح ڈالے صحرا البصحر الوٹ مار کیا کرتے تھے اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ غارت گری کا پورا مال تقسیم کر کے اپنے لئے اپنی پسندیدہ شے رکھ لیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود نہ صرف خود پنج گانہ نماز کے عادی تھے بلکہ خدام اور ساتھیوں میں جو نماز نہ پڑھتا اس کو خارج از جماعت کر دیتے۔

عجیب واقعات. ایک مرتبہ کوئی مالدار قافلہ اس جانب سے گزر رہا تھا۔ ان میں سے ایک شخص کے پاس بہت رقم تھی۔ چنانچہ اس نے لٹیروں کے خوف سے یہ سوچ کر کہ رقم بچ جائے تو بہت اچھا ہے اور صحرا میں رقم دفن کرنے کے لئے جگہ کی تلاش میں نکلا تو وہاں ایک بزرگ مصلیٰ بچھائے تسبیح پڑھتے دیکھ کر مطمئن سا ہو گیا اور وہ رقم بطور امانت ان بزرگ کے پاس رکھ کر جب قافلہ میں پہنچا تو پورا قافلہ لٹیروں کی نذر ہو چکا تھا۔ وہ شخص جب اپنی رقم کی واپسی کے لئے ان بزرگ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت لٹیروں کے ساتھ مل کر مال غنیمت تقسیم کر رہے ہیں، اس بیچارے نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی رقم ایک ڈاکو کے حوالے کر دی لیکن حضرت فضیل نے اسے اپنے قریب بلا کر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ اپنی رقم کی واپسی کے لئے، آپ نے فرمایا کہ جس جگہ رکھ گئے تھے وہیں سے اٹھا لو، جب وہ اپنی رقم لے کر واپس ہو گیا تو آپ کے ساتھیوں نے پوچھا کہ یہ رقم باہمی تقسیم کرنے کے بجائے آپ نے واپس کیوں کر دی؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر اعتماد کیا اور میں اللہ پر اعتماد کرتا ہوں۔ پھر چند یوم بعد لٹیروں نے دوسرا قافلہ لوٹ لیا جس میں بہت مال و متاع ہاتھ آیا، لیکن اہل قافلہ میں سے کسی نے پوچھا کہ کیا تمہارا کوئی سرغنہ نہیں ہے؟ لٹیروں نے جواب دیا کہ ہے تو سہی لیکن اس وقت وہ لب دریا نماز میں مشغول ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یہ وقت تو کسی نماز کا نہیں، راہزنوں نے کہا کہ نفل پڑھ رہا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ جب تم کھانا کھاتے ہو تو کیا وہ تمہارے ہمراہ نہیں کھاتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ ڈاکوؤں نے کہا نفلی روزے رکھتا ہے۔ یہ حالات سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا اور حضرت فضیل کے پاس جا کر عرض کیا کہ صوم و صلوٰۃ

کے ساتھ رہزنی کا کیا تعلق ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس شخص نے جب اثبات میں جواب دیا تو حضرت فضیل نے یہ آیت تلاوت کی۔ وآخرون اعترفوا بذنوبہم خلطوا عملاً صالحاً۔ یعنی دوسروں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے عمل صالح کو اس کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ آپ کی زبانی قرآنی آیت سن کر وہ شخص محو حیرت رہ گیا۔

روایت ہے کہ آپ بہت بامروت و باہمت تھے اور جس کارواں میں کوئی عورت ہوتی یا جن کے پاس قلیل متاع ہوتی تو اس کو نہیں لوٹتے تھے اور جس کو لوٹتے اس کے پاس کچھ نہ کچھ مال و متاع چھوڑ دیتے۔ ابتدائی دور میں آپ ایک عورت پر فریفتہ ہو گئے اور اکثر اس کی محبت میں گریہ وزاری کرتے رہتے، نہ صرف یہ بلکہ لوٹے ہوئے اثاثے میں سے اپنا حصہ اس عورت کے پاس بھیج دیتے اور گاہے گاہے خود بھی اس کے پاس جاتے رہتے۔

سبق آموز واقعہ۔ ایک مرتبہ رات میں کوئی قافلہ آ کر ٹھہرا اور اس میں ایک شخص یہ آیت تلاوت کر رہا تھا الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ یعنی کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ ہو جائیں، اس آیت کا فضیل کے قلب پر ایسا اثر ہوا جیسے کسی نے تیر مار دیا ہو، اور آپ نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ یہ غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا اور اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں چل پڑیں، یہ کہہ کر زار و قطار روتے ہوئے اس کے بعد سے مشغول ریاضت ہو گئے اور ایک صحرا میں جا نکلے جہاں کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ اہل قافلہ میں سے کوئی کہہ رہا تھا کہ فضیل ڈاکے مارتا ہے۔ لہٰذا ہمیں راستہ تبدیل کر دینا چاہئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اب قطعاً بے خوف ہو جاؤ اس لئے کہ میں نے رہزنی سے توبہ کر لی ہے پھر ان لوگوں نے جن کو آپ سے اذیتیں پہنچی تھیں، معافی طلب کر لی لیکن ایک یہودی نے معاف کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط پیش کی کہ اگر سامنے والی پہاڑی کو یہاں سے ہٹا دو تو میں معاف کر دوں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی مٹی اٹھانی شروع کر دی اور اتفاق سے ایک دن ایسی آندھی آئی کہ وہ پوری پہاڑی اپنی جگہ سے ختم ہو گئی اور یہودی نے یہ دیکھ کر اپنے قلب سے آپ کی دشمنی ختم کر دی، اور عرض کیا کہ میں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک تم میرا مال واپس نہیں کرو گے میں معاف نہیں کروں گا۔ لہٰذا اس وقت تکیہ کے نیچے اشرفیوں کی تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ آپ اٹھا کر مجھے دے دیں تاکہ میری قسم کا کفارہ ہو جائے، چنانچہ وہ تھیلی اٹھا کر آپ نے اس کو دے دی، اس کے بعد اس نے یہ شرط پیش کی کہ پہلے مجھے مسلمان کر لو پھر معاف کروں گا اور آپ نے کلمہ پڑھا کر اس کو مسلمان کر لیا، اسلام لانے کے بعد اس نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے توراۃ میں پڑھا تھا کہ اگر صدق دلی سے تائب ہونے والا خاک کو ہاتھ لگا دیتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے لیکن مجھے اس پر یقین نہیں تھا اور آج جب کہ میری تھیلی

میں مٹی بھری ہوئی تھی اور آپ نے جب مجھ کو دی تو واقعی اس میں سونا نکلا اور مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ آپ کا مذہب سچا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے کسی سے استدعا کی میں نے بہت جرائم کئے ہیں لہٰذا مجھے امیر وقت کے پاس لے چلو تاکہ وہ مجھ پر شرعی حدود نافذ کرے اور جب اس نے امیر وقت کے سامنے آپ کو پیش کر دیا تو اس نے انتہائی تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کو واپس کر دیا اور جب آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر جا کر آواز دی تو بیوی نے ضعف سے بھری آواز سن کر یہ تصور کیا کہ شاید آپ زخمی ہو گئے ہیں اور جب بیوی نے پوچھا کہ زخم کہاں آیا ہے تو فرمایا کہ آج میرے قلب پر زخم لگا ہے، پھر بیوی سے کہا کہ میں سفر حج پر جانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا اگر تم چاہو تو میں تم کو طلاق دے دوں کیوں کہ اس راستے میں تمہیں میرے ہمراہ بڑی بڑی اذیتیں جھیلنی پڑیں گی، لیکن بیوی نے کہاں کہ خادمہ بن کر تمہارے ہمراہ رہوں گی کیوں کہ میرے لئے تمہاری فرقت ناقابل برداشت ہے۔ چنانچہ آپ نے انہیں بھی شریک سفر کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے راستے کی تمام مشکلات دور فرمادیں۔ آپ نے مکہ معظمہ پہنچ کر کعبۃ اللہ کی مجاورت اختیار کر لی، اور مدتوں حضرت امام حنیفہؒ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا اور عبادت وریاضت میں معراج کمال تک رسائی حاصل کی، اہل مکہ آپ کے گرد جمع رہتے اور آپ اپنے مواعظ حسنہ سے انہیں متاثر فرماتے رہتے، دریں اثنا آپ کے کچھ اعزہ بغرض ملاقات پہنچے تو آپ نے ان سے ملاقات نہیں کی، لیکن بے حد اصرار کے بعد چھت پر چڑھ کر فرمایا کہ اللہ تم لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے تاکہ کسی اچھے کام میں مشغول ہو جاؤ، یہ الفاظ ان لوگوں پر کچھ ایسے مؤثر ہوئے کہ ان پر غشی طاری ہو گئی اور تمنائے ملاقات لئے وطن واپس ہوئے۔

بے نیازی: ایک رات ہارون الرشید نے فضل برمکی کو حکم دیا کہ مجھے کسی درویش سے ملوادو، چنانچہ وہ حضرت سفیانؒ کی خدمت میں لے گیا اور دروازے پر دستک دینے کے بعد جب حضرت سفیان نے پوچھا کہ کون ہے؟ تو فضل نے جواب دیا کہ امیر المومنین ہارون الرشید تشریف لائے ہیں، سفیان نے فرمایا کہ کاش مجھے پہلے علم ہوتا تو میں خود استقبال کے لئے حاضر ہوتا۔ یہ جواب سن کر ہارون نے فضل سے کہا کہ میں جیسے درویش کا متلاشی تھا ان میں وہ اوصاف نہیں ہیں اور تم مجھے یہاں لے کر کیوں آئے؟ فضل نے عرض کیا کہ آپ جس قسم کے بزرگ کی جستجو میں ہیں وہ اوصاف صرف فضیل بن عیاض میں ہیں۔ یہ کہہ کر ہارون کو فضیل بن عیاض کے یہاں لے گیا، اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ ام حسب الذین اجترحوا السیئیات ان نجعلہم کالذین امنوا۔ یعنی کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جنہوں نے برے کام کئے ہم ان کو نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے، یہ سن کر ہارون نے کہا اس سے بڑی نصیحت اور کیا ہو سکتی ہے، پھر جب دروازے پر دستک دینے کے جواب میں حضرت فضیل نے پوچھا کہ کون ہے؟ فضل برمکی نے کہا امیر

المومنین تشریف لائے ہیں۔ آپ نے اندر ہی سے فرمایا کہ ان کا میرے پاس کیا کام اور مجھے ان سے کیا واسطہ میری مشغولیت میں آپ لوگ حارج نہ ہوں۔ لیکن فضل نے کہا کہ اولوالامر کی اطاعت فرض ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے اذیت نہ دو، پھر فضل نے کہا آپ اندر داخلے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم بلا اجازت داخل ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اجازت نہیں دیتا ویسے بلا اجازت داخلے میں تم مختار ہو، اور جب دونوں اندر داخل ہوئے تو آپ نے شمع بجھادی تاکہ ہارون کی شکل نظر نہ آئے لیکن اتفاق سے تاریکی میں ہارون کا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر پڑ گیا تو آپ نے فرمایا کہ کتنا نرم ہاتھ ہے۔ کاش جہنم سے نجات حاصل کر سکے یہ فرما کر نماز میں مشغول ہو گئے اور فراغت نماز کے بعد جب ہارون نے عرض کیا کہ آپ کچھ ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے والد حضور اکرمؐ کے چچا تھے اور جب انہوں نے حضور اکرم سے استدعا کی کہ مجھے کسی ملک کا حکمران بنا دیجئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں تمہارے نفس کا حکمران بناتا ہوں کیوں کو دنیاوی حکومت تو روز محشر وجہ ندامت بن جائے گی، یہ سن کر ہارون نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ جب عمر بن عبدالعزیز کو سلطنت حاصل ہوئی تو انہوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اوپر ایک ایسا بار گراں ڈال دیا گیا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ آپ ہر سن رسیدہ مومن کو باپ کی جگہ تصور کریں اور ہر جوان کو بمنزلہ بھائی کے اور بیٹے کے تصور کریں اور عورتوں کو ماں بیٹی اور بہن سمجھیں اور انہیں رشتوں کے مطابق ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں، ہارون الرشید نے پھر عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ پوری مملکت اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کرو، بزرگوں پر مہربانی کرو، چھوٹوں سے بھائیوں اور اولادوں کی طرح پیش آؤ۔ پھر فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہاری حسین وجمیل صوت نار جہنم کا ایندھن نہ بن جائے کیوں کہ محشر میں، بہت سی حسین صورتوں کا نار جہنم جا کر حلیہ تبدیل ہو جائے گا اور بہت سے امیر اسیر ہو جائیں گے، اللہ سے خائف رہتے ہوئے محشر میں جواب دہی کے لئے ہمیشہ چوکس رہو کیوں کہ وہاں تم ایک ایک مسلمان کی باز پرس ہوگی، اور اگر تمہاری قلمرو میں ایک غریب عورت بھی بھوکی سو گئی تو محشر میں تمہارا گریبان پکڑے گی، ہارون پر یہ نصیحت آمیز گفتگو سنتے سنتے غشی طاری ہو گئی اور فضل برمکی نے حضرت فضیلؒ سے کہا کہ جناب بس کیجئے۔ آپ نے تو امیر المومنین کو نیم مردہ ہی کر دیا ہے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ اے ہامان خاموش ہو جا میں نے نہیں بلکہ تو نے اور تیری جماعت نے ہارون کو زندہ در گور کر دیا ہے۔ یہ سن کر ہارون پر مزید رقت طاری ہو گئی اور فضل برمکی سے کہا کہ مجھے فرعون تصور کرنے کی نسبت سے تجھے ہامان کا خطاب دیا ہے، پھر ہارون نے پوچھا کہ آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں؟ فرمایا بے شک اللہ کا قرض دار ہوں اور اس کی ادائیگی صرف اطاعت ہی سے ہو سکتی ہے لیکن اس کی ادائیگی بھی میرے بس سے باہر ہے کیوں کہ محشر میں

میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہو گا۔ پھر ہارون نے عرض کی کہ میرا مقصد دنیاوی قرض تھا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں ہی اتنی ہیں کہ مجھے قرض لینے کی ضرورت نہیں، اس کے باوجود ہارون نے بطور نذرانہ ایک ہزار دینار کی تھیلی پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ رقم مجھے اپنی والدہ کے ورثہ میں حاصل ہوئی ہے اس لئے قطعاً حلال ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ صد حیف میری تمام پند ونصائح بے سود ہو کر رہ گئیں کیونکہ تم نے ذرا سا بھی اثر قبول نہیں کیا۔ میں تو تمہیں دعوت نجات دے رہا ہوں اور تم مجھے قعر ہلاکت میں جھونک دینا چاہتے ہو۔ کیونکہ مال مستحقین کو ملنا چاہئے وہ تم غیر مستحقین میں تقسیم کرنے کے خواہاں ہو۔ اس کے بعد ہارون نے رخصت ہوتے وقت فضل برمکی سے کہا یہ واقعی صاحب فضل بزرگوں میں سے ہیں۔

ولی کی اولاد: حضرت فضیل ایک مرتبہ اپنے بچے کو آغوش میں لئے ہوئے پیار کر رہے تھے کہ بچے نے سوال کیا کہ کیا آپ مجھے اپنا محبوب تصور کرتے ہیں؟ فرمایا کہ بے شک، پھر بچے نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی محبوب سمجھتے ہیں، پھر ایک قلب میں دو چیزوں کی محبوبیت کیسے جمع ہو سکتی ہے، یہ سنتے ہی بچے کو آغوش سے اتار کر مصروف عبادت ہو گئے۔

میدان عرفات میں لوگوں کی گریہ وزاری کا منظر دیکھ کر فرمایا کہ اگر اتنی گریہ وزاری کے ساتھ کسی بخیل سے بھی دولت طلب کریں تو شاید وہ بھی انکار نہیں کر سکتا، لہٰذا اے مالک حقیقی اتنی گریہ وزاری کے بعد مغفرت طلب کرنے والوں کو تو یقیناً معاف فرما دے گا۔ عرفہ کی شب میں کسی نے آپ سے سوال کیا کہ عرفات کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟ فرمایا کہ اگر فضیل ان میں شامل نہ ہوتا تو یقیناً سب کی مغفرت ہو جاتی۔

رموز واشارات: آپ سے کسی نے سوال پوچھا کو خدا کی محبت معراج کمال تک کس وقت پہنچی؟ فرمایا کہ جب حب دنیا اور دین بندے کے لئے مساوی ہو جائے، پھر کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی فرد اس خوف سے لبیک نہ کہتا ہو کہ جواب نفی میں نہ مل جائے تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ اس سے زیادہ بلند مرتبت کوئی نہیں، پھر اس دین کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ عقل دین کی بنیاد ہے اور عقل کی بنیاد علم اور علم کی بنیاد صبر ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت فضیل کو یہ کہتے سنا ہے کہ طالب دنیا رسوا اور ذلیل ہوتا ہے اور جب میں نے اپنے لئے کچھ نصیحت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کہ خادم بنو مخدوم نہ بنو، کیوں کہ خادم بننا ہی وجہ سعادت ہے، ایک مرتبہ بشر حافی نے پوچھا کہ زہد و رضا میں افضل کون ہے؟ فرمایا کہ رضا کو فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ جو راضی برضا رہتا ہے وہ اپنی بساط

سے زیادہ طلب نہیں کرتا۔

سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن و حدیث کے بیان کے بعد میں نے عرض کیا کہ آج کی نشست اور رات دونوں مبارک ہیں۔ خلوت سے کہیں زیادہ افضل فرمایا کہ یہ نہ کہو آج کی شب تمام راتوں سے قبیح ہے کیوں کہ آج کی شب ہم دونوں اسی تصور میں غرق رہے کہ گفتگو کا موضوع ایسا ہونا چاہئے جو ہم دونوں کا پسندیدہ ہو، جب کہ اس تصور سے خلوت نشینی اور ذکر الٰہی میں مشغولیت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

ارشادات: آپ نے حضرت عبداللہ کو سامنے سے آتا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ جدھر سے آئے ہو ادھر ہی لوٹ جاؤ ورنہ میں لوٹ جاؤں گا۔ تمہاری آمد کی غایت صرف یہ ہوتی ہے کہ ہم دونوں بیٹھ کر باتیں کریں، ایک مرتبہ آپ نے کسی سے حاضر خدمت ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ میری آمد کا مقصد آپ کی شیریں بیانی سے محظوظ ہونا ہے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ یہ بات میرے لئے بہت ہی وحشت انگیز ہے کیوں کہ تمہاری آمد کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم دونوں جھوٹ اور فریب میں مبتلا ہیں لہٰذا یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میری خواہش صرف اس غرض سے علیل ہو جانے کی ہے کہ با جماعت نماز ادا نہ کرنی پڑے اور کسی کی شکل تک نظر نہ آئے کیونکہ بندگی ایک ایسی خلوت نشینی کا نام ہے جس میں کسی کی صورت نظر نہ پڑے اور میں ایسے شخص کا بہت ممنون ہوتا ہوں جو نہ مجھے سلام کرے اور نہ مزاج پرسی کو آئے۔ کیوں کہ لوگوں سے میل ملاپ اور عدم تنہائی نیکی سے بہت دور کر دیتے ہیں اور جو شخص محض اعمال پر گفتگو کرتا ہے اس کی گفتگو لغو اور بے سود ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتا ہے اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ دوست کو غم اور دشمن کو عیش عطا کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح جنت میں رونا عجیب سی بات ہے اسی طرح دنیا میں ہنسنا بھی تعجب انگیز ہے کیوں کہ نہ جنت رونے کی جگہ ہے اور نہ دنیا ہنسنے کی جگہ، اور جس کا قلب خشیت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے اس سے ہر شے خوفزدہ رہتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بندے میں زہد کی مقدار اسی قدر ہوتی ہے جتنا اسے آخرت سے لگاؤ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے پوری امت محمدی میں ابن سیرین سے زیادہ بیم ورجا کے عالم میں کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا اگر دنیا کی ہر لذت میرے لئے جائز کر دی جاتی، جب بھی میں دنیا سے اتنا نادم رہتا جتنا لوگ حرام اور مردہ شئے سے نادم ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے برائیوں کے مجموعہ کو دنیا کا نام دے دیا ہے۔ اور دنیا سے بری الذمہ ہو کر لوٹنا اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا دنیا میں آنا آسان ہے۔ پھر فرمایا کہ لوگ دارالامراض میں پاگلوں کے مانند تنگ جگہ میں زندگی گذار دیتے ہیں، پھر فرمایا کہ اگر آخرت خاکی ہوتی اور دنیا زر خالص۔ پھر بھی دنیا فانی رہتی اور لوگوں کی خواہش خاکی

ہونے کے باوجود آخرت ہی کی جانب ہوتی، لیکن دنیا خاکی ہے اور آخرت زرِ خالص پھر آخرت کی جانب لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی، پھر فرمایا کہ دنیا میں جب کسی کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے تو آخرت میں اس کے سو حصے کم کر دیئے جاتے ہیں کیوں کہ وہاں تو صرف وہی ملے گا جو دنیا سے کمایا ہے۔ لہٰذا یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ وہ حصہ آخرت میں کمی کر لے یا زیادتی، پھر فرمایا کہ دنیا میں عمدہ لباس اور اچھا کھانے کی عادت نہ ڈالو کیوں کہ محشر میں ان چیزوں سے محروم کر دیئے جاؤ گے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کرام میں سے کسی ایک نبی سے پہاڑ پر ہم کلام ہوں گے، چنانچہ طور سینا کے علاوہ تمام پہاڑ فخر و تکبر شکار ہو گئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا، کیوں کہ عجز خدا کی پسندیدہ شے ہے، پھر فرمایا کہ تین چیزوں کا حصول ناممکن ہے اس لئے ان کی جستجو نہ کرو۔ اول ایسا عالم جو مکمل طور پر اپنے علم پر عمل پیرا ہو، دوم ایسا عامل جس میں اخلاص بھی ہو، سوم وہ بھائی جو عیوب سے پاک ہو، کیوں کہ جو فرد اپنے بھائی کا ظاہر دوست ہے اور باطنی دشمن ہو اس پر سدا خدا کی لعنت رہتی ہے اور اس کی سماعت و بصارت سلب کر لئے جانے کا خدشہ رہتا ہے، پھر فرمایا کہ ایک دور وہ بھی تھا کہ جب عمل کو ریا تصور کیا جاتا تھا اور ایک دور یہ ہے کہ بے عملی ریا میں شامل ہے۔ یاد رکھو کہ دکھاوے کا عمل شرک میں شامل ہے، پھر فرمایا کہ زاہد اہل معرفت وہی ہے جو مقدرات پر شاکر و قانع رہے اور مکمل خدا شناس عبادت بھی مکمل کرتا ہے اور کسی سے اعانت کا طالب نہ ہو وہ جوان مرد ہے، پھر فرمایا کہ متوکل وہی ہے جو خدا کے سوا نہ تو کسی سے خائف ہو اور نہ کسی سے امیدیں وابستہ کرے، کیونکہ توکل خدا پر شاکر و قانع رہنے کا نام ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر لوگ تم سے سوال کریں کہ کیا تم خدا کے محبوب ہو؟ تو کوئی جواب نہ دو اور نہ اپنی محبوبیت کا انکار کرو ورنہ تمہیں حلقہ اسلام سے خارج رکھا جائے گا اور اگر محبوبیت کا دعویٰ کرو گے تو دروغ گوئی ہوگی کیوں کہ تمہارا کوئی عمل خدا کے محبوبوں جیسا نہیں ہے، فرمایا کہ جب حوائج ضروریہ کی وجہ سے ذکر الٰہی سے محروم ہو جاتا ہوں تو بے حد ملامت ہوتی ہے حالانکہ تین یوم کے بعد رفع حاجت کے لئے جاتا ہوں، پھر فرمایا کہ بہت سے لوگ غسل کے بعد پاک ہو جاتے ہیں لیکن بہت سے بدباطن حج و زیارت کعبہ کے بعد بھی نجس لوٹتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ دانشمندوں سے جنگ کرنا احمقوں کے ساتھ مٹھائی کھانے سے زیادہ سہل ہے۔ پھر فرمایا جو لوگ چوپایوں پر لعن طعن کرتے ہیں تو وہ چوپائے کہتے ہیں کہ ہم میں اور تجھ میں جو لعنت کا زیادہ مستحق ہو اس پر لعنت ہوے پھر فرمایا کہ اگر مجھے اپنی دعا کی مقبولیت کا ایقان ہوتا تو میں اپنے بجائے سلطان وقت کے لئے دعا کرتا، تاکہ مخلوق کو زیادہ سکون حاصل ہوتا کیوں کہ اپنے لئے دعا کرنے میں اپنا ہی مفاد پوشیدہ ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ کھانے اور سونے کی زیادتی باعث ہلاکت ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ دو خصلتیں حماقت پر مبنی ہیں اول بلاوجہ ہنسنا۔ دوم دن رات کی بیداری سے گریز کرنا اور خود عمل نہ کرتے ہوئے دوسروں کو نصیحت کرنا۔ پھر فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور جو مجھے بھلاتا ہے میں اس کو بھلا دیتا ہوں اور میرے فعل کے بعد مجھے یاد کرنا جرم ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ معصیت کرنے والوں کو مبارک باد دے دو کہ جب تم توبہ کرو گے میں قبول کروں گا۔ اور صدیقین کو ڈرادو کہ اگر میں محشر میں عدل کروں گا تو سب مستوجب عذاب ہو گے۔

واقعات۔ ایک مرتبہ آپ کے بچے کا پیشاب بند ہو گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تجھے میری دوستی کی قسم اس کا مرض دفع فرمادے، چنانچہ بچہ اسی وقت صحت یاب ہو گیا اور اپنی دعاؤں میں اکثر یہ فرمایا کرتے کہ اللہ تیرا دستور تو یہ ہے کہ اپنے محبوب بندوں اور ان کے بیوی بچوں کو بھوکا ننگا رکھتا ہے اور ان کو ایسی غربت دیتا ہے کہ گھروں میں روشنی تک کا انتظام نہیں ہوتا، پھر بھلا تو نے مجھے دولت کیوں عطا فرمائی؟ میں تیرے محبوب بندوں کے مرتبہ کا فرد نہیں ہوں، اور کبھی عذاب سے نجات دے کر میرے حال پر کرم فرما، کیونکہ تو عظیم و ستار ہے، مشہور ہے کہ آپ کو تیس برس کسی نے بھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا لیکن جب آپ کے صاحب زادے کا انتقال ہوا تو مسکراتے رہے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا چونکہ اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے خوش ہوا لہٰذا میں بھی اس کی رضا میں خوش ہوں۔

کسی قاری نے بہت خوش الحانی کے ساتھ آپ کے سامنے آیت تلاوت کی تو آپ نے فرمایا کہ میرے بچے کے نزدیک جاکر تلاوت کرو، تاکہ سورۃ القارعہ ہرگز مت پڑھنا کہ خشیت الٰہی کی وجہ سے وہ ذکر قیامت سننے کی استطاعت نہیں رکھتا مگر قاری نے وہاں پہنچ کر یہی سورت قرأت کی اور آپ کے صاحب زادے ایک چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

زندگی کے آخری لمحات میں آپ نے فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر اس لئے رشک نہیں آتا کہ ان کے لئے بھی قبر و قیامت اور جہنم و پل صراط کا مرحلہ ہے اور وہ بھی نفسی نفسی کی منزل سے گزریں گے اور ملائکہ پر اس لئے رشک نہیں آتا کہ وہ انسانوں سے زیادہ خوفزدہ رہتے ہیں البتہ ان پر ضرور رشک آتا ہے جنہوں نے شکم مادر سے جنم ہی لیا ہے انتقال کے وقت آپ کی دو صاحب زادیاں موجود تھیں چنانچہ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ میرے بعد دونوں کو وہ ابو قیس پر لے جاکر اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا کہ فضیل نے زندگی بھر انہیں پرورش کیا اور جب کہ وہ قبر میں جا چکا ہے تو یہ دونوں تیرے سپرد ہیں چنانچہ بیوی نے وصیت پر عمل کیا اور ابھی دعا ہی میں مشغول تھیں کہ سلطان یمن ادھر آنکلا اور اس نے دونوں صاحب زادیوں کو اپنی کفالت میں لے کر ان کی والدہ سے اجازت کے بعد اپنے دو لڑکوں سے شادی کر دی۔

روایت۔ عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فضیلؒ کی موت کے وقت زمین و آسمان حزن و ملال میں غرق تھے۔

باب - ۱۱

حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ بہت ہی اہل تقویٰ بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور بہت سے مشائخ سے شرف نیاز حاصل کیا۔ بہت عرصہ تک حضرت امام حنیفہؒ کی صحبت میں رہے، جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ کو وہ تمام علوم حاصل تھے جو اولیاء کرام کو ہوا کرتے ہیں اور در حقیقت آپ گنجینہ علوم کی کلید تھے، ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھا لیکن امام ابو حنیفہ نے "سیدنا" کہہ کر خطاب کیا اور اپنے نزدیک جگہ دی، اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ انہیں سرداری کیسے حاصل ہو گئی تو امام صاحب نے فرمایا کہ ان کا مکمل وقت ذکر و شغل میں گزرتا ہے اور ہم دنیاوی مشاغل میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔

سبق آموز واقعات: ابتداء میں آپ بلخ کے سلطان اور عظیم المرتبت حکمران تھے۔ ایک مرتبہ آپ محو خواب تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی تو آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے؟ جواب ملا کہ میں آپ کا ایک شناسا ہوں۔ اونٹ کی تلاش میں چھت پر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ چھت پر اونٹ کس طرح آسکتا ہے؛ آپ کو تاج و تخت میں خدا کس طرح مل جائے گا۔ یہ سن کر آپ ہیبت زدہ ہو گئے اور دوسرے دن جس وقت دربار جما ہوا تھا تو ایک بہت ہی ذی حشم شخص دربار میں آ پہنچا۔ حاضرین پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ کسی میں کچھ پوچھنے کی سکت باقی نہ رہی اور وہ شخص تیزی کے ساتھ تخت شاہی کے نزدیک پہنچ کر چاروں طرف کچھ دیکھنے لگا۔ اور جب ابراہیم ادہم نے سوال کیا کہ تم کون ہو اور کس کی تلاش میں آئے ہو؟ تو اس نے کہا میں قیام کرنے کی نیت سے آیا تھا لیکن یہ تو سرائے معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں قیام ممکن نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ برادرم یہ سرائے نہیں بلکہ شاہی محل ہے، اس نے سوال کیا کہ آپ سے قبل یہاں کون آباد تھا، فرمایا کہ میرے باپ دادا۔ غرض کہ اس طرح کئی پشتوں تک پوچھنے کے بعد اس نے کہا اور اب آپ کے بعد یہاں کون رہے گا، فرمایا کہ میری اولادیں، اس نے کہا کہ ذرا تصور فرمائیے کہ جس جگہ اتنے لوگ آکر چلے گئے اور کسی کو ثبات حاصل نہ ہوسکا وہ جگہ اگر سرائے نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ اچانک غائب ہو گیا اور ابراہیم ادہم چونکہ رات ہی کے واقعہ سے بہت مضطرب تھے اس لئے اس واقعہ نے اور بھی بے چین کر دیا۔ آپ اس کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جب ملاقات کے بعد آپ نے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے خضر کہتے ہیں۔ اسی ادھیڑبن میں آپ لشکر سمیت شکار کے لئے روانہ ہوئے لیکن لشکر سے بچھڑ کر جب تنہا رہ گئے تو غیب سے ندا آئی کہ اے ابراہیم! موت سے قبل بیدار ہو جاؤ

اور یہ آواز مسلسل آتی رہی جس سے آپ کی قلبی کیفیت دگر گوں ہوتی چلی گئی، پھر اچانک سامنے ایک ہرن نظر آگیا اور جب آپ نے شکار کرنا چاہا تو وہ بول پڑا کہ اگر آپ میرا شکار کریں گے تو آپ خود شکار ہو جائیں گے اور کیا آپ کی تخلیق کا یہی مقصد ہے کہ آپ سیر و شکار کرتے پھریں، پھر آپ کی سواری کے زین سے بھی یہی صدا آنے لگی، اور آپ گھبرا کر اس طرح متوجہ الی اللہ ہوئے کہ قلب نور باطنی سے منور سا ہو گیا۔ اس کے بعد آپ تخت و تاج کو خیر باد کہہ کر صحرا بصحرا گریہ وزاری کرتے ہوئے نیشاپور کے قرب و جوار میں پہنچ کر ایک تاریک اور بھیانک غار میں مکمل نو سال تک عبادت میں مصروف رہے۔ اور ہر جمعہ کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کر دیتے اور جو کچھ ملتا آدھا راہ مولا میں دے دیتے اور باقی ماندہ رقم سے روٹی خرید کر نماز جمعہ ادا کرتے اور پھر ہفتہ بھر کے لئے غار میں چلے جاتے۔

موسم سرما میں یخ بستہ پانی کو جس نے برف کی شکل اختیار کر لی تھی توڑ کر نہائے اور پوری شب مشغول عبادت رہے اور صبح کو جب ہلاکت آمیز سردی محسوس ہونے لگی تو آپ کو آگ کا خیال آیا اور ابھی اسی خیال میں تھے کہ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے پشت پر گرم پوستین ڈال دی ہو، جس کی وجہ سے پر سکون نیند آگئی اور جب بیداری کے بعد دیکھا تو ایک بڑا اژدھا تھا جس کی گرمی نے آپ کو سکون بخشا یہ دیکھ کر آپ خوفزدہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے اس کو میرے لئے وجہ سکون بنایا لیکن اب یہ قہر کے روپ میں میرے سامنے ہے یہ کہنا تھا کہ اژدھا پھن زمین پر مارتا ہوا غائب ہو گیا۔

جب عوام کو آپ کے مراتب کا صحیح اندازہ ہو گیا تو آپ نے اس غار کو خیر باد کہہ کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ شیخ ابو سعیدؒ نے اس غار کی زیارت کر کے فرمایا کہ اگر یہ غار مشک سے لبریز کر دیا جاتا جب بھی اتنی خوشبو نہ ہوتی جتنی ایک بزرگ کے چند روزہ قیام سے موجود ہے۔

صحرائی سفر میں آپ کی ایک ایسے خدا رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جس نے آپ کو اسم اعظم کی تعلیم دی۔ آپ ہمیشہ اسی اسم اعظم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے۔ پھر اسی دوران آپ کی ملاقات جب حضرت خضرؑ سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ جن بزرگ نے تمہیں اسم اعظم کی تعلیم دی وہ میرے بھائی الیاس علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر حضرت خضر کی بیعت کی اور بلند مراتب تک پہنچے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بیابانوں کی خاک چھانتا ہوا جب نواح عراق پہنچا تو میں نے ایسے ستر فقرا کو دیکھا جو راہ مولیٰ میں اپنی جان نچھاور کر چکے تھے لیکن ان میں ایک فرد ایسا باقی تھا جس میں زندگی کے کچھ آثار موجود تھے۔ اور جب میں نے اس واقعہ کی نوعیت دریافت کی تو اس نے کہا اے ابراہیم! بس محراب اور پانی کو جزو حیات بنا کر آگے جانے کی سعی نہ کرو ورنہ مجبور ہو جاؤ گے اور قربت کا تصور بھی چھوڑ دو ورنہ اذیت اٹھاؤ گے کیوں کہ کسی کی تاب و طاقت نہیں کہ سلامت روی کی حالت میں گستاخی کا مرتکب ہو سکے اور اس دوست سے بھی ڈرتے

رہو جو حاجیوں کو کفار روم کی مانند بذریعہ جنگ نہ تیغ کر دیتا ہے۔ اور ہم اس بیابان میں عہد کر کے خدا کے سوا کسی سے سروکار نہ رکھیں گے۔ محض توکل علی اللہ کے سہارے مقیم ہو گئے اور جب قطع مسافت کرتے ہوئے بیت اللہ کے قریب پہنچے تو حضرت خضرؑ سے شرف نیاز حاصل ہو گیا اور ہم نے آپ کی ملاقات کو مبارک فال تصور کرتے ہوئے اپنی سعی کے بار آور ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا، لیکن اسی وقت ندا آئی کہ اے عہد شکنو! اے فریب کارو! کیا تمہارا یہی عہد تھا کہ مجھ کو فراموش کر کے دوسروں سے رسم و راہ بڑھاؤ، سن لو کہ میں اس جرم کی سزا میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا، چنانچہ اے ابراہیم ادہم یہ تمام فوت شدہ لوگ اسی کے قہر کا شکار ہو گئے اور اگر تم بھی خیریت چاہتے ہو تو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھانا اور حضرت ابراہیمؒ نے حیرت زدہ ہو کر اس شخص سے پوچھا کہ تم کیسے زندہ بچ گئے تو جواب دیا کہ ابھی نیم پختہ ہوں اور اب انہیں کی طرح پختہ ہو کر جان دینا چاہتا ہوں یہ کہہ کر وہ بھی جان بحق ہو گیا۔

آپ قطع مسافت کرتے اور گریہ وزاری فرماتے مکمل چالیس برس میں مکہ معظمہ پہنچے، اور جب اہل حرم بزرگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ برائے استقبال نکل کھڑے ہوئے اور آپ نے محض اس خوف سے کہ کوئی شناخت نہ کر سکے خود کو قافلے سے جدا کر لیا اور جب خادمان اہل حرم نے جو آگے آگے تھے دریافت کیا کہ ابراہیم بن ادہم کتنی دور ہیں؟ اس لئے کہ اہل حرم ان سے نیاز حاصل کرنے آرہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک ملحد و دہریہ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی خدام نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ ملحد و دہریہ تو خود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں اور جب وہ لوگ آگے نکل گئے تو آپ نے اپنے نفس سے فرمایا کہ اپنے کرتوت کی سزا بھگت لی، کیوں کہ خدا کا شکر ہے کہ اہل حرم کے استقبال کرنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی اور اس کے بعد جب لوگوں نے آپ کو شناخت کر لیا تو اس قدر عقیدت مند ہو گئے کہ آپ نے بھی وہیں سکونت اختیار کر لی اور بے شمار افراد آپ کے ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور آپ کی یہ حالت تھی کہ حصول رزق کے لئے بڑی مشقت کے ساتھ کبھی جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت کرتے اور کبھی کسی کے کھیت پر رکھوالی کا کام کرتے۔

جب آپ نے بلخ کی سلطنت کو خیرباد کہا تو اس وقت آپ کا ایک بہت چھوٹا بچہ تھا۔ جب اس نے جوانی میں پوچھا کہ میرے والد کہاں ہیں؟ تو والدہ نے پورا واقعہ بیان کرنے کے بعد بتایا کہ وہ اس وقت مکہ معظمہ میں مقیم ہیں۔ اس کے بعد اس لڑکے نے پورے شہر میں منادی کروا دی کہ جو لوگ میرے ہمراہ سفر حج پر چلنا چاہیں میں ان کے پورے اخراجات برداشت کروں گا، یہ منادی سن کر تقریباً چار ہزار افراد چلنے پر تیار ہو گئے جن کو وہ لڑکا اپنے ہمراہ لے کر والد کے دیدار کی تمنا میں کعبۃ اللہ پہنچ گیا اور جب اس نے مشائخ حرم سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے مرشد ہیں اور اس وقت اس نیت سے

جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہیں کہ فروخت کر کے اپنے اور ہمارے کھانے کا انتظام کریں، یہ سنتے ہی لڑکا جنگل کی جانب چل پڑا اور ایک بوڑھے کو سر پر لکڑیوں کا بوجھ لاتے دیکھا تو فرط محبت سے وہ بے تاب ہو گیا لیکن بطور سعادتمندی اور ناواقفیت کے خاموشی کے ساتھ آپ کے پیچھے بازار تک پہنچ گیا اور جب وہاں جاکر حضرت ابراہیمؒ نے آواز لگائی کہ کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض میں پاکیزہ مال خریدے۔ یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے عوض میں لکڑیاں خرید لیں، جن کو آپ نے اپنے ارادت مندوں کے سامنے رکھ دیا، اور خود نماز میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے ارادتمندوں کو ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے کہ کبھی کسی عورت یا بے ریش لڑکے کو نظر بھر کر نہ دیکھنا اور خصوصاً اس وقت بہت محتاط رہنا جب ایام حج کے دوران کثیر عورتیں اور بے ریش لڑکے جمع ہو جاتے ہیں اور تمام افراد اس ہدایت کے پابند رہتے ہوئے آپ کے ہمراہ طواف میں شریک رہتے، لیکن ایک مرتبہ حالت طواف ہی میں آپ کا لڑکا سامنے آگیا اور بے ساختہ آپ کی نگاہیں اس پر جم گئیں اور فراغت طواف کے بعد آپ کے ارادت مندوں نے عرض کیا کہ اللہ آپ کے اوپر رحم فرمائے۔ آپ نے جس سے باز رہنے کی ہمیں ہدایت کی تھی اس میں آپ خود ہی ملوث ہو گئے، کیا آپ اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو تمہارے علم میں ہی ہے کہ جب میں نے بلخ کو خیرباد کہا تو اس وقت میرا چھوٹا بچہ تھا اور مجھے یقین ہے کہ یہ وہی بچہ ہے، پھر اگلے دن آپ کا ایک مرید جب بلخ کے قافلہ کی تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہی لڑکا دیباو حریر کے خیمہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تلاوت کر رہا ہے اور جب اس نے آپ کے مرید سے آپ کا مقصد دریافت کیا تو مرید نے سوال کیا کہ آپ کس کے صاحب زادے ہیں؟ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے والد کو نہیں دیکھا لیکن کل ایک بوڑھے لکڑہارے کو دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ شاید یہی میرے والد ہیں اور اگر میں ان سے کچھ پوچھ گچھ کرتا تو اندیشہ تھا کہ وہ فرار ہو جاتے کیوں کہ وہ گھر سے فرار ہیں اور ان کا اسم گرامی ابراہیم بن ادہمؒ ہے۔ یہ سن کر مرید نے کہا کہ چلئے میں ان سے آپ کی ملاقات کروا دوں۔ اور اپنے ہمراہ آپ کی بیوی اور لڑکے کو لے کر بیت اللہ میں داخل ہو گیا اور جس وقت بیوی اور بچے کی آپ پر نظر پڑی تو وفور محبت سے بیتابانہ دونوں لپٹ گئے اور روتے روتے بے ہوش سے ہو گئے اور ہوش آنے کے بعد جب حضرت ابراہیم نے پوچھا کہ تمہارا دین کیا ہے؟ تو لڑکے نے جواب دیا اسلام، پھر سوال کیا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ لڑکے نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کہ اس کے علاوہ اور بھی کچھ تعلیم حاصل کی ہے، لڑکے نے کہا جی ہاں، یہ سن کر فرمایا کہ الحمدللہ اس کے بعد جب آپ جانے کے لئے اٹھے تو بیوی اور بچے نے اصرار کر کے آپ کو روک لیا، جس کے بعد آپ نے آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کہ کہا کہ یاالٰہی اغثنی یہ کہتے ہی آپ کے صاحب زادے زمین پر گر پڑے اور فوت ہو گئے اور جب ارادتمندوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ جب میں بچے سے ہم آغوش ہوا تو وفور جذبات اور فرط محبت

سے بیتاب ہو گیا۔ اور اسی وقت یہ ندا آئی کہ ہم سے دوستی کے دعویٰ کے بعد دوسرے کو دوست رکھتا ہے۔ یہ ندا سن کر میں نے عرض کیا کہ یااللہ یا تو لڑکے کی جان لے لے یا پھر مجھے موت دے دے۔ چنانچہ لڑکے کے حق میں دعا مقبول ہو گئی اور اگر اس پر کوئی اعتراض کرے تو میرا یہ جواب ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے زیادہ تحیر خیز نہیں، کیوں کہ انہوں نے بھی تعمیل حکم میں اپنے بیٹے کو قربان کر دینے کی ٹھان لی تھی۔

آپ اکثر یہ فرماتے کہ مجھے یہ جستجو رہتی تھی کہ رات میں کسی وقت خانہ کعبہ خالی مل جائے، لیکن ایسا موقع نصیب نہ ہوتا تھا۔ اتفاق سے ایک شب بارش ہو رہی تھی اور تنہا طواف میں مشغول تھا اور میں حسن اتفاق سمجھ کر حلقہ کعبہ میں ہاتھ ڈال کر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے لگا، لیکن یہ ندا آئی کہ پوری مخلوق مجھ سے طالب مغفرت ہوتی ہے اور اگر میں سب کو معاف کر دوں تو پھر میری غفاریت و رحمانیت کی کیا قدر رہ جائے گی۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا۔ اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔ ندا آئی کہ دوسروں کے متعلق ہم سے سوال کر اپنے متعلق ہم سے کچھ نہ کہہ۔ کیوں کہ دوسروں کے لئے تیری سفارش مناسب ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں اکثر یہ دعا کیا کرتا۔ اے اللہ تو علیم و خبیر ہے کہ تیری عنایت و کرم جو مجھ پر ہے اس کے مقابلہ میں آٹھوں جنتوں کی بھی کوئی حیثیت نہیں، اور اسی طرح تیری محبت کے مقابلے میں آٹھوں جنتیں ہیچ ہیں۔ لہٰذا اے خدا رسوائی معصیت سے بچاتے ہوئے مجھ اطاعت کا شرف عطا فرما دے اور جو تیری ذات سے واقف ہے اسے کیا خبر کہ اس شخص کی کیا کیفیت ہو گی جو تجھ سے قطعاً ناواقف ہے۔

آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ پندرہ برس کی مکمل اذیتوں کے بعد مجھے یہ ندا سنائی دی کہ عیش و راحت کو ترک کر۔ اس کی بندگی اور احکام کی تعمیل کے لئے مستعد ہو جا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے سلطنت کو کیوں خیرباد کہا! فرمایا کہ ایک دن آئینہ لئے ہوئے میں تخت شاہی پر متمکن تھا تو اس وقت مجھے خیال آیا کہ نہ تو میرے پاس طویل سفر کے لئے زاد راہ ہے اور نہ کوئی حجت و دلیل، جب کہ میری آخری منزل قبر ہے اور حاکم بھی عادل و منصف ہے، بس یہ خیال آتے ہی میرا دل بجھ سا گیا اور مجھے سلطنت سے نفرت ہو گئی، پھر لوگوں نے سوال کیا کہ خراسان کو خیرباد کیوں کہا؟ فرمایا کہ روزانہ لوگ مزاج پرسی کو آنے لگے تھے، پھر سوال کیا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے، فرمایا کہ کیا کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر ننگی بھوکی رہنے کے لئے نکاح پر رہ سکتی ہے؟ اور اگر میرا بس چلے تو میں اپنے آپ ہی کو طلاق دے دوں، پھر بھلا ان حالات میں کس طرح میں کسی عورت کو اپنی وابستگی سے فریب دے سکتا ہوں۔ کسی نے ایک درویش سے سوال کیا کہ کیا آپ کی بیوی ہے؟ تو درویش نے نفی میں جواب دیا جس کے بعد سائل نے جواب دیا کہ آپ بہت اچھے رہے۔

کیوں کہ جس نے نکاح کیا وہ گویا کشتی پر سوار ہو گیا اور جب اولاد کا سلسلہ شروع ہوا تو سمجھ لو کہ کشتی غرق ہو گئی۔

کسی درویش نے آپ کے سامنے دوسرے درویش کا شکوہ کیا تو فرمایا کہ تو نے مفت خریدی ہوئی درویشی بے سود اختیار کی اور جب اس نے پوچھا کہ کیا درویشی بھی خریدی جا سکتی ہے، فرمایا کہ یقیناً کیوں کہ میں نے سلطنت بلخ کے بدلہ میں درویشی خریدی اور بہت ارزاں خریدی۔ کیوں کہ درویشی سلطنت کے مقابلہ میں بہت بے بہا شے ہے۔

ارشادات: کسی نے بطور نذرانہ آپ کو ایک ہزار درہم پیش کرتے ہوئے قبول کر لینے کی استدعا کی لیکن آپ نے فرمایا کہ میں فقیروں سے کچھ نہیں لیتا، اس نے عرض کیا کہ میں تو بہت امیر ہوں، فرمایا کہ کیا تجھے اس زائد دولت کی تمنا نہیں ہے؟ اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا کہ اپنی رقم واپس لے جا کیوں کہ تو فقیروں کا سردار ہے۔ روایت ہے کہ جب آپ کے اوپر واردات غیبی کا نزول ہوتا تو فرمایا کرتے کہ سلاطین عالم آ کر دیکھیں کہ یہ کیسی واردات ہے اور اپنی شوکت و سلطنت پر نادم ہوں۔ پھر فرمایا کہ خواہشات کا بندہ کبھی سچا نہیں ہو سکتا کیوں کہ خدا کے ساتھ اخلاص کا تعلق صدق و خلوص نیتی سے ہے۔

پھر فرمایا کہ جس کو تین حالتوں میں دل جمعی حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کے اوپر باب رحمت بند ہو چکا ہے، اول تلاوت کلام مجید کے وقت، دوم حالت نماز میں، سوم ذکر و شغل۔ اور عارف کی شناخت یہی ہے کہ وہ ہر شے میں حصول عبرت کے لئے غور و فکر کرتے ہوئے خود کو حمد و ثنا میں مشغول رکھے، اور اطاعت الٰہی میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارے، پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ راہ میں مجھے ایک ایسا پتھر ملا جس پر یہ تحریر تھا کہ الٹا پڑھو، اور جب میں نے پڑھا تو اس پر تحریر تھا کہ اپنے علم کے مطابق اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اور جس کا تمہیں علم نہیں اس کے طالب کیوں ہوتے ہو؟ پھر فرمایا کہ حشر میں وہی عمل وزنی ہو گا جو دنیا میں گراں محسوس ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ تین رجحانات رفع ہو جانے کے بعد قلب سالک پر سارے خزانے کشادہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اول یہ کہ کبھی دنیا کی سلطنت قبول نہ کرے، دوم اگر کوئی شے سلب کر لی جائے تو غمزدہ نہ ہو کیوں کہ کسی شے کے حصول پر اظہار مسرت کرنا حریص ہونے کی علامت ہے اور غم کرنا غصہ کی نشانی ہے، سوم یہ کہ کسی طرح کی تعریف و بخشش پر کبھی اظہار مسرت نہ کرے۔ کیوں کہ اظہار مسرت کرنا کمتری کی علامت ہے اور احساس کمتری والا ہمیشہ ندامت کا شکار ہوتا ہے۔

واقعات: آپ نے کسی سے سوال کیا تم جماعت حق میں شمولیت چاہتے ہو؟ اور جب اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی رتی بھر پرواہ نہ کرتے ہوئے خود کو غیر اللہ سے خالی کر لو اور رزق حلال استعمال کرو، پھر فرمایا کہ صوم و صلوٰۃ اور جہاد و حج پر کسی کو جوانمردی کا مرتبہ اس وقت تک حاصل

نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ محسوس نہ کرلے کہ اس کی روزی کس قسم کی ہے، روایت ہے کہ کسی نے آپ سے ایک صاحب وجد اور عبادت و ریاضیت میں مشغول رہنے والے نوجوان کی بہت تعریف کی۔ چنانچہ اشتیاق ملاقات میں جب آپ اس کے یہاں پہنچے تو اس نے آپ سے تین یوم کے لئے یہاں مہمان رکھنے کی استدعا کی اور جب آپ نے تین یوم میں اس کے احوال کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا کہ اس کی جتنی تعریف سنی تھی اس سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوا۔ اور یہ دیکھ کر آپ نے نادم ہو کر فرمایا کہ ہم تو اس قدر کاہل وجود ہیں اور یہ شب بیداری کرتا رہتا ہے لیکن پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ کہیں یہ ابلیس کے کسی فریب میں مبتلا تو نہیں ہے؟ اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ حلال رزق استعمال کرتا ہے یا نہیں، اور جب آپ کو یہ یقین ہو گیا کہ اس کی روزی حلال نہیں ہے پھر آپ نے اس سے اپنے یہاں تین یوم مہمان رکھنے کے متعلق فرمایا اور اس کے ہمراہ لاکر کھانا کھلایا جس کے بعد اس کی پہلی سی حالت باقی نہیں رہی اور جب اس نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کر دیا ہے؟ تو فرمایا کہ تجھے رزق حلال حاصل نہ ہونے کی وجہ سے شیطان کی کار فرمائیاں جاری تھیں اور اب میرے یہاں کے رزق حلال نے تیری باطنی حالت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور تجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمام عبادت و ریاضت کا تعلق صرف رزق حلال پر موقوف ہے۔

ایک دن آپ کے پاس حضرت شفیق بلخیؒ آئے اور سوال کیا کہ آپ نے دنیا سے فرار کیوں اختیار کیا؟ فرمایا کہ اپنے دین کو آغوش میں لئے صحرا بصحرا قریہ بہ قریہ اس لئے بھاگتا پھرتا ہوں کہ دیکھنے والے مجھے یا تو مزدور تصور کریں یا دیوانہ تاکہ اپنے دین کو سلامت لے کر موت کے دروازے سے نکل جاؤں، ماہ رمضان میں آپ جنگل سے گھاس لے کر فروخت کیا کرتے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کو خیرات کر کے پوری شب مصروف عبادت رہتے اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو نیند نہیں آتی؟ فرمایا کہ جس کی آنکھوں سے ہمہ وقت سیلاب اشک رواں ہو اس کو بھلا نیند کیوں کر آسکتی ہے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ فراغت نماز کے بعد اپنا چہرہ چھپا کر فرماتے کہ مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نماز کو میرے منہ پر نہ مار دے۔

ایک یوم آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا تو شکرانے کی چار سو رکعتیں ادا کیں اور جب اسی طرح مکمل سات یوم گزر گئے اور آپکے ضعف و کمزوری میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے بھوک کا اظہار کیا۔ چنانچہ اسی وقت ایک نوجوان آپ کو اپنے مکان پر لے گیا اور آپ کو پہچان کر عرض کیا کہ میں آپ کا دیرینہ غلام ہوں اور میری تمام املاک آپ ہی کی ملکیت ہے۔ یہ سن کر آپ نے اسے آزاد کر کے تمام جائیداد اسی کے حوالے کر دی اور یہ عہد کر لیا کہ اب کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کروں گا۔ کیوں کہ روٹی کے ایک ٹکڑے کی طلب پر پوری دنیا پیش کر دی گئی۔

اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ آپ ایک مسجد میں قیام فرما ہوئے اور رات کو تیز و تند سرد ہوائیں چلنے لگیں تو آپ مسجد کا دروازہ روک کر کھڑے ہو گئے اور مریدین کے سوال پر فرمایا کہ میں تمہیں اذیت سے بچانے کے لئے کھڑا ہو گیا تاکہ تمام سرد ہواؤں سے محفوظ رہ سکیں۔ دوران سفر ایک مرتبہ آپ کے پاس زاد ارہ ختم ہو گیا تو آپ نے چالیس یوم مٹی کھا کر اس لئے گزار دیئے کہ میری وجہ سے کسی کو زادِ راہ پیش کرنے کی زحمت نہ ہو۔

حضرت سہیل فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ آپ کے ہمراہ دوران سفر بیمار ہو گیا اور آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ سب میری بیماری پر خرچ کر دیا، اور جب سب چیزیں ختم ہو گئیں تو اپنا خچر فروخت کر کے خرچ کیا اور صحت یاب ہونے کے بعد جب میں نے خچر کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا وہ تو میں نے فروخت کر دیا۔ پھر جب میں نے عرض کیا کہ میں سفر کس طرح کر سکوں گا تو فرمایا کہ میرے کاندھوں پر اور آپ یقین کریں کہ مجھے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر تین منزل تک سفر کیا، ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے پاس کھانے کو کچھ باقی نہ رہا تو مسلسل پندرہ یوم تک ریت کھا کر گزار دیئے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی مکہ معظمہ میں اس لئے کوئی پھل نہیں خریدا کہ وہاں کی بیشتر زمینیں فوجیوں نے خرید رکھی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار حج کرنے کے بعد بھی محض اس خوف سے کبھی آب زمزم نہیں پیا کہ اس پر حکومت کا ڈول رہتا تھا۔

آپ کو دن بھر مزدوری کے بعد جو رقم ملتی وہ سب اپنے ارادت مندوں پر صرف کر دیتے اور ایک رات جب آپ کو آنے میں بہت تاخیر ہو گئی تو اس تصور سے کہ شاید اب آپ نہ آئیں سب مریدین کھانا کھا کر سو گئے اور آپ نے واپسی پر سب کو محو خواب دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید یہ سب بھوکے ہی سو گئے ہیں چنانچہ آپ آٹا لے کر آئے اور آگ روشن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اتفاق سے اسی وقت ایک مرید بیدار ہو گیا اور سوال کیا کہ آپ یہ مصیبت کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ شاید تم لوگ بغیر کھائے سو گئے اس لئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہوں۔ یہ سن کر مرید کو بے حد ندامت ہوئی اور دوسرے مرید سے کہنے لگا کہ ہم سب تو آپ کی آمد میں تاخیر کی وجہ سے نہ جانے کن شکوک و شبہات میں مبتلا تھے اور آپ ہمارے متعلق کتنی اذیت برداشت کر رہے ہیں۔

اگر کوئی آپ کی معیت اختیار کرنا چاہتا تو آپ اس کے سامنے تین شرطیں فرماتے۔ اول یہ کہ میں سب کا خادم بن کر رہوں گا۔ دوم اذان بھی میں خود دیا کروں گا، سوم جو شے مجھے میسر ہو گی وہ سب کو مساوی تقسیم کروں گا اور جب ایک شخص نے کہا کہ میں ان شرائط کی پابندی نہیں کر سکتا تو فرمایا کہ مجھے تیری صداقت پر حیرت ہے۔

ایک شخص برسوں آپ کی صحبت میں رہ کر جب واپس جانے لگا تو عرض کیا کہ اگر کچھ خامیاں یا برائیاں آپ نے میرے اندر دیکھی ہوں تو متنبہ فرمادیں تاکہ میں ان کے ازالے کی سعی کرتا رہوں. فرمایا کہ میں نے تمہیں سدا نظر محبت سے دیکھا ہے اور عیوب پر صرف دشمن کی نظر ہوتی ہے۔ ایک دن کوئی مزدور دن بھر کی ناکامی کے بعد جب گھر کی طرف چلا تو خیال آیا کہ آج اہل و عیال کو کیا جواب دوں گا. اسی عالم میں سر راہ اس کی ملاقات، حضرت ابراہیم بن ادہم سے ہوگئی اور اس نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی حالت پر صرف اس لئے رشک آتا ہے کہ آپ تو آسودہ و مطمئن ہیں لیکن میں شب و روز مصائب میں مبتلا رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج تک کی عبادات صدقات میں تجھے نذر کرتا ہوں اور تو صرف آج کی پریشانیاں مجھے عطا کر دے۔

خلیفہ معتصم باللہ نے جب آپ سے آپ کی مصروفیات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ میں نے دنیا و آخرت ان کے طلب گاروں کے لئے وقف کر کے اپنے لئے آخرت میں صرف دیدار الٰہی کو منتخب کر لیا ہے. پھر جب کسی اور نے آپ سے یہی سوال کیا تو فرمایا کہ اللہ کے کارندوں کو کسی بھی کام کی حاجت نہیں رہتی۔

ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا کہ کسی نے عرض کیا. اس کو کچھ معاوضہ دے دیجئے گا. چنانچہ آپ نے ایک تھیلی اٹھا کر اس کو دیدی. لیکن اسی وقت اتفاق سے ایک سائل آگیا اور حجام نے وہ تھیلی اسے دیدی. یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اس میں تو سونا اور اشرفیاں بھری ہوئی تھیں۔ اس نے کہا کہ اس کا علم تو مجھ کو بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ انسان دل سے غنی ہوتا ہے نہ کہ دولت سے. لیکن میں جس کی راہ میں لٹاتا ہوں اس سے آپ ناواقف ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ جملہ سن کر مجھے بے حد ندامت ہوئی اور میں نے نفس سے کہا کہ جیسا تو نے کیا ویسی ہی سزا مل گئی۔

لوگوں نے جب آپ سے یہ سوال کیا کہ کیا حالت فقر میں آپ کو کبھی مسرت بھی حاصل ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ بہت مرتبہ۔ اور ایک مرتبہ میں کثیف کپڑوں اور بڑھے ہوئے بالوں کی حالت میں کشتی پر سوار ہو گیا. اور اہل کشتی میرا مذاق اڑانے لگے حتیٰ کہ ایک مسخرہ بار بار میرے بال نوچتا اور گھونسے مارتا رہا. چنانچہ اس وقت مجھے اپنے نفس کی رسوائی پر بے حد مسرت ہوئی۔ پھر اسی دوران دریا میں طوفان آگیا اور ملاح نے کہا کہ اس دیوانے کو دریا میں پھینک دو اور جب لوگوں نے میرا کان پکڑ کر پھینکنا چاہا تو طوفان ٹھہر گیا اور مجھے اپنی ذلت پر بے حد خوشی ہوئی۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں توکل کر کے ایک جنگل میں پہنچ گیا اور جب وہاں کئی یوم کچھ نہ کھانے کے بعد یہ خیال آیا کہ قریب میں میرے ایک دوست رہتے ہیں۔ ان کے ہاں کچھ کھالیا جائے لیکن اسی وقت یہ تصور بھی آیا کہ اس طرح تو میرا توکل ہی کالعدم ہو جائے گا۔ ایک مسجد میں پہنچ کر یہ کلمہ ورد کرنا شروع کر دیا کہ

توکلت علیٰ الحی الذی لایموت یعنی میرا توکل اس پر ہے جو زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا. اس کے بعد ندائے غیبی آئی کہ اللہ نے متوکلین سے عالم کو پاک کر دیا ہے۔ اور میں نے جب سوال کیا کہ یہ ندا کیسی ہے؟ تو ندا آئی کہ اس کو کسی طور پر بھی متوکل تصور نہیں کیا جا سکتا جو دوستوں کے یہاں کھانے کا ارادہ کرتا ہو. اور آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے کہ میں نے ایک متوکل سے جب یہ دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانا کہاں سے آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ سوال تو آپ اللہ تعالیٰ سے کریں، میرے پاس تو ایسی بیہودہ بات کا جواب نہیں ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک غلام خرید کر جب اس کا نام دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ آپ چاہے جس نام سے پکاریں۔ پھر میں نے جب یہ سوال کیا کہ تم کیا کھاتے ہو تو اس نے کہا جو آپ کھلا دیں۔ میں نے پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ جو آپ کی خواہش ہو. غلام کو ان چیزوں سے بحث نہیں ہوا کرتی۔ یہ سن کر میں نے سوچا کہ کاش میں بھی اللہ تعالیٰ کا یونہی اطاعت گزار ہوتا تو کتنا بہتر تھا۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کس کی بندگی کرتے ہیں، یہ سن کر آپ لرزہ براندام ہو کر زمین پر گر پڑے اور بہت دیر تک لوٹتے رہے، پھر بیٹھ کر یہ آیت تلاوت کی۔ ان کل من فی السموات والارض الاآتی الرحمٰن عبداً۔ آسمان اور زمین پر رہنے والے سب کے سب خدا کے سامنے بندے ہو کر آنے والے ہیں، اور جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ زمین میں گرنے سے قبل آپ نے یہ آیت کیوں تلاوت نہیں کی، فرمایا کہ اگر میں خود کو اللہ کا بندہ کہوں تو وہ حق بندگی طلب کرے گا اور بندہ ہونے سے منکر بھی نہیں ہو سکتا. پھر کسی نے پوچھا کہ آپ کے اوقات کن مشاغل میں گزرتے ہیں، فرمایا کہ میرے پاس چار سواریاں ہیں جب نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکر کی سواری پر اس کے سامنے جاتا ہوں۔ اور جب فرمانبرداری کرتا ہوں تو خلوص کی سواری پر اس کے سامنے جاتا ہوں اور جب معصیت کا مرتکب ہوتا ہوں تو ندامت و توبہ کی سواری پر حاضر ہوتا ہوں اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہوں تو صبر کی سواری سے کام لیتا ہوں. آپ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب تک بندہ اہل و عیال کو چھوڑ کر کتوں کی مانند گھوڑے کی کمر پر نہ لوٹے اس وقت تک وہ مردوں کی صف میں شمار نہیں کیا جاتا اور آپ کا یہ قول اس لئے بھی صحیح ہے کہ آپ نے سلطنت چھوڑ کر ذلت ورسوائی اختیار کی جس کی وجہ سے دولت فقر سے مالا مال ہوئے۔

کسی جگہ شیوخ کا مجمع تھا اور جب آپ نے ان کے نزدیک بیٹھنا چاہا تو انہوں نے منع کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تمہارے اندر سے حکومت کی بو نہیں گئی۔ یہ بات کتنی تعجب خیز ہے کہ ان شیوخ نے جب آپ جیسی ہستی کو قرب عطا نہیں کیا تو دوسروں کے لئے ان کا کیا تصور ہو گا اور خود ان کے مراتب کا خدا کے سوا کون اندازہ کر

سکتا ہے۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ دلوں پر پردے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ فرمایا کہ خدا کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے پر اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا کہ خالق کو محبوب رکھتے ہوئے مخلوق سے کنارہ کش ہو جاؤ اور بند کو کھول دو، اور کھلے ہوئے کو بند کر لو، اور جب اس نے اس جملے کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ سیم وزر کی محبت چھوڑ کر تھیلی کا منہ کشادہ کر دو اور لغویات سے احتراز کرو۔ حضرت احمد خضرویہ کا قول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے حالت طواف میں کسی سے فرمایا کہ جب تک اپنے اوپر عظمت و عزت اور خواب و امارت کا دروازہ بند کر کے فقر و ذلت اور بیداری کا دروازہ کشادہ نہ کرو گے اس وقت تک تمہیں صالحین کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا کہ چھ عادتیں اختیار کر لو، اول جب تم ارتکاب معصیت کرتے ہو تو خدا کا رزق مت استعمال کرو، دوم اگر معصیت کا قصد ہو تو خدا کی مملکت سے نکل جاؤ، سوم ایسی جگہ جا کر گناہ کرو جہاں وہ دیکھ نہ سکے۔ اور اس پر جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں وہ نہیں دیکھ سکتا، جب کہ وہ اسرار قلوب تک سے واقف ہے تو فرمایا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ اسکا رزق استعمال کرو، اور اسی کے ملک میں رہو اور اسی کے سامنے گناہ بھی کرو، چہارم فرشتہ اجل سے توبہ کا وقت طلب کرو، پنجم منکر نکیر کو قبر میں مت آنے دو، ششم جب جہنم میں جانے کا حکم ملے تو انکار کر دو۔ یہ باتیں سن کر سائل نے عرض کیا کہ یہ تمام چیزیں تو ناممکنات میں سے ہیں اور کوئی بھی ان کی تکمیل نہیں کر سکتا، آپ نے فرمایا کہ جب یہ تمام چیزیں ناممکن العمل ہیں تو پھر گناہ نہ کرو۔ یہ سن کر وہ شخص تمام گناہوں سے تائب ہو کر اسی وقت آپ کے سامنے فوت ہو گیا۔

جب لوگوں نے آپ سے دعاؤں کی عدم قبولیت کی شکایت کی تو فرمایا کہ تم خدا کو پہچانتے ہوئے بھی اس کی اطاعت سے گریزاں ہو اور اس کے قرآن و رسول سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان کے احکام پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور اس کا رزق کھا کر بھی اس کا شکر نہیں کرتے، جنت میں جانے اور جہنم سے نجات پانے کا انتظام نہیں کرتے، ماں باپ کو دفن کر کے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے، ابلیس کو غنیم جانتے ہوئے بھی اس سے معاندت نہیں کرتے، موت کی آمد کا یقین رکھتے ہوئے اس سے بے خبر ہو اور اپنے عیوب سے واقف ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی عیب جوئی کرتے رہتے ہو، پھر بھلا خود سوچو کہ ایسے لوگوں کی دعائیں کیسے قبولیت حاصل کر سکتی ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ فاقہ کش انسان کیا کرے۔ فرمایا کہ تادم مرگ صبر سے کام لے تاکہ قاتل سے خون بہا لیا جا سکے، پھر کسی نے عرض کیا کہ آج کل گوشت بہت گراں ہو گیا ہے، فرمایا کہ کھانا ترک کر دو۔ اپنے آپ ارزاں ہو جائے گا، ایک مرتبہ آپ بوسیدہ لباس میں حمام کے اندر جانے

لگے تو لوگوں نے آپ کو روک دیا. اور آپ نے عالم جذب میں فرمایا کہ جب غریب کو ابلیس کے گھر میں داخلہ کی اجازت نہیں تو پھر بغیر بندگی کے کوئی خدا کے گھر میں کیوں داخل ہوتا ہے۔

سفر حج کے دوران آپ کو کھانا میسر نہ آیا تو ابلیس نے سامنے آ کر کہا. سلطنت چھوڑ کر سوائے فاقہ کشی کے اور کیا ملا؟ اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ غنیم کو دوست کے پیچھے کیوں لگا دیا؟ ندا آئی کہ تمہاری جیب میں جو چیز ہے اسے پھینک دو تا کہ تمہیں اس کا راز معلوم ہو جائے. چنانچہ آپ نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو تھوڑی سی چاندی بر آمد ہوئی وہ پھینکتے ہی ابلیس رفوچکر ہو گیا۔

آپ ایک مرتبہ کھجوریں چننے پہنچے تو جب آپ کا دامن کھجوروں سے بھر جاتا تو لوگ چھین لیتے اور چالیس مرتبہ آپ کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ اکتالیسویں مرتبہ کسی نے نہیں چھینیں. اور غیب سے ندا آئی کہ یہ چالیس بار کی سزا اس لئے دی گئی ہے کہ تمہارے دور حکومت میں چار پہرہ دار زریں شمشیروں سے مرصع تمہارے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے ایک باغ کا رکھوالا مقرر کر دیا گیا اور جس نے تقرر کیا تھا اس نے ایک دن آ کر کہا کہ میرے لئے شیریں انار توڑ لاؤ. چنانچہ میں نے جتنے بھی انار اس کو پیش کئے وہ سب کے سب ترش نکلے۔ اس نے کہا کہ تمہیں آج تک شیریں اور ترش انار کی شناخت نہ ہو سکی۔ میں نے کہا کہ مجھے نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے۔ نہ کہ کھانے کے لئے۔ یہ سن کر باغ کے مالک نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم ابراہیم بن ادہم ہو. یہ سنتے ہی آپ وہاں سے نامعلوم سمت کی جانب چلے گئے۔

آپ فرمایا کرتے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل کو خواب میں دیکھا کہ وہ کوئی کتاب سی بغل میں دبائے ہوئے ہیں اور میرے سوال کے جواب میں فرمایا میں اس میں اللہ کے دوستوں کے نام درج کرتا رہتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا اس میں میرا نام بھی شامل ہے. فرمایا کہ تمہارا شمار خدا کے دوستوں میں نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ اس ک دوستوں کا دوست تو ضرور ہوں۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر ساکت رہے. پھر فرمایا کہ مجھے منجانب اللہ یہ حکم ملا ہے کہ سب سے پہلے تمہارا نام درج کروں۔ اس کے بعد دوسروں کا. کیونکہ اس راستہ میں مایوسی کے بعد ہی امید ہوتی ہے۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں ایک رات بیت المقدس میں مقیم تھا اور اس خوف سے کہ کہیں وہاں کے خدام باہر نہ نکال دیں چٹائی لپیٹ کر بیٹھ گیا. اور ابھی ایک تہائی رات باقی تھی کہ دروازہ خود بخود کھلا اور ایک بزرگ چالیس افراد کے ہمراہ تشریف لائے اور تمام حضرات ٹاٹ کے لباس میں ملبوس تھے. پھر سب نے محراب مسجد میں نماز ادا کی اور محراب کی جانب پشت کر کے بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج مسجد میں کوئی شخص ایسا ضرور ہے کہ جس کا تعلق ہماری جماعت سے نہیں. یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ وہ ابراہیم بن ادہم ہیں جن کو چالیس راتیں عبادت کرتے گزر گئیں لیکن کوئی لذت حاصل نہ کر سکے. آپ کہتے ہیں کہ میں یہ سن

کر چٹائی سے نکل آیا اور عرض کیا کہ اگر ریاضت کا یہی مفہوم ہے تو آج سے میں بھی آپ کی جماعت میں شامل ہوتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ سفر کر رہے تھے اور راستے میں ایک سپاہی مل گیا اور اس نے جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کیا۔ اس پر سپاہی کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے دل لگی کرتے ہو؟ وہ آپ کی گردن میں رسی ڈال کر زدو کوب کرتا ہوا آبادی میں لے آیا اور جب اہل قریہ نے سپاہی سے کہا کہ تم نے یہ کیا ستم کیا؟ یہ تو حضرت ابراہیم بن ادہم ہیں. یہ سن کر جب اس نے معافی طلب کی تو فرمایا کہ تو نے ظلم کر کے مجھے جنت کا مستحق بنادیا۔ اس لئے میں تجھے دعا دیتا ہوں کہ تو بھی جنت میں جائے. اس کے بعد کسی بزرگ نے اہل بہشت کو خواب میں دیکھا کہ ان کے دامن موتیوں سے لبریز ہیں اور جب ان بزرگ نے سوال کیا تو بتایا گیا کہ ایک ناواقف نے حضرت ابراہیم بن ادہم کا سر پھوڑ دیا تھا اور ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ جب وہ داخل بہشت ہوں تو ان پر موتی نچھاور کئے جائیں۔

ایک مجذوب قسم کا شخص پراگندہ حال اور چہرہ غبار آلود آپ کے سامنے آگیا تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا منہ دھویا. اور فرمایا کہ جو منہ ذکر الٰہی کا مظہر ہو اس کو پراگندہ نہ ہونا چاہئے اور جب اس مجذوب کو کچھ ہوش آیا تو لوگوں نے پورا واقعہ اس سے بیان کیا جس کو سن کر اس نے توبہ کی. پھر آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ تم نے محض خدا کے واسطے سے ایک مجذوب کا منہ دھویا اس لئے اللہ نے تمہارا قلب دھو ڈالا۔

حضرت محمد مبارک صوفی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے ہمراہ بیت المقدس کے سفر میں دوپہر کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے نماز ادا کی. اس وقت درخت میں سے ندا آئی کہ میرا پھل کھا کر عزت افزائی کی جائے۔ چنانچہ آپ نے دو انار توڑ کر ایک مجھے دیا اور ایک خود کھایا. لیکن اس وقت وہ درخت بھی چھوٹا تھا اور انار بھی ترش تھے مگر جب ہم بیت المقدس سے واپس ہوئے تو وہ بہت قد آور ہو گیا تھا اور انار بھی بہت شیریں تھے اور سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اسی کرامت کی بناپر اس درخت کو رمان العابدین کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

آپ کسی بزرگ سے ایک پہاڑی پر مصروف گفتگو تھے تو انہوں نے سوال کیا کہ اہل حق کے مکمل ہونے کی کیا علامت ہے؟ فرمایا کہ اگر وہ پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دے. یہ کہتے ہی وہ پہاڑ حرکت میں آگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا. وہ ٹھہر گیا۔

کسی بزرگ کے ہمراہ کشتی میں شریک سفر تھے کہ اچانک شدید طوفان آیا اور لوگ خوف سے لرز گئے اسی وقت غیب۔ سے ندا آئی کہ غرقابی کا اندیشہ نہ کرو کیوں کہ تمہارے ہمراہ ابراہیم بن ادہم بھی ہیں. اس

آواز کے بعد طوفان تھم گیا. اور ایک مرتبہ آپ کشتی پر سفر کر رہے تھے تو شدید طوفان آ گیا اور آپ نے قرآن کریم ہاتھ میں لے کر کہنا شروع کیا کہ یا اللہ ہمارے ہمراہ تیری مقدس کتاب بھی ہے اور ہماری غرقابی سے یہ بھی غرق ہو سکتی ہے. ندا آئی کہ ایسا نہیں ہو گا۔ ایک مرتبہ آپ نے کشتی پر سفر کا قصد فرمایا تو ملاح نے کرایہ طلب کیا اور اس وقت آپ کے پاس کچھ نہیں تھا اور آپ نے نماز پڑھ کر دعا کی یا اللہ یہ ملاح کرایہ طلب کرتا ہے چنانچہ اسی وقت پورا ریگ زار سونا بن گیا اور آپ نے ایک مٹھی بھر کر ملاح کو دے دی۔

ساحل دجلہ پر آپ اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ کسی نے آکر کہا کہ حکومت چھوڑ کر تم نے کیا حاصل کیا؟ یہ سن کر آپ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی تو بے شمار مچھلیاں اپنے منہ میں سونے کی ایک ایک سوئی دبائے ہوئے نمودار ہوئیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اپنی سوئی درکار ہے۔ چنانچہ ایک مچھلی آپ کی سوئی بھی لیکر آ گئی اور آپ نے سوئی لے کر اس شخص سے فرمایا کہ حکومت کو خیرباد کہہ کر ایک معمولی سی یہ شے صل ہوئی ہے۔

آپ نے کنوئیں سے ڈول نکالا تو ڈول سونے سے لبریز نکلا۔ آپ نے اسے پھینک کر پھر ڈول ڈالا تو چاندی سے بھرا ہوا نکلا۔ اور تیسری مرتبہ موتیوں سے. اس وقت آپ نے کہا کہ یا اللہ میں تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے پانی کا خواستگار ہوں میری نگاہوں میں سیم وزر کی کوئی وقعت نہیں. سفر حج کے دوران آپ کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں۔ فرمایا کہ خدا پر بھروسہ رکھو اور اس درخت کی جانب دیکھو جو اس وقت پورا سونے کا بن چکا ہے۔

آپ کچھ بزرگوں کے ہمراہ ایک قلعہ کے نزدیک ایک پڑاؤ ڈال کر آگ روشن کرنے لگے تو کسی نے کہا کہ اس جگہ آگ اور پانی دونوں کا انتظام ہے لہٰذا اگر کہیں سے جائز قسم کا گوشت مل جائے تو بھون کر کھائیں۔ آپ یہ فرما کر اللہ کو سب قدرت ہے مشغول نماز ہو گئے۔ اس وقت کہیں سے شیر کے دھاڑنے کی آواز آئی اور تمام بزرگوں نے کہنا شروع کیا کہ شیر ایک گور خر کہ ہماری جانب گھیر کر لا رہا ہے۔ چنانچہ سب نے گور خر پکڑ کر ذبح کیا اور جب تک سارے لوگ کھانا کھاتے رہے وہ شیر نگرانی کرتا رہا۔

آپ کے انتقال کے بعد پورے عالم نے یہ ندا سنی کہ آج دنیا کا امن فوت ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کے انتقال کی اطلاع ملی. لیکن آپ کی گمشدگی کی وجہ سے نہ تو یہ معلوم ہو سکا کہ آپ کا مزار کہاں ہے اور نہ یہ پتہ چلا کہ انتقال کس جگہ ہوا. بعض حضرات کا خیال ہے کہ مزار بغداد میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت لوطؑ کی قبر کے نزدیک شام میں مدفون ہیں۔

باب۔ ۱۲

حضرت بشرحافی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ کو کشف و مجاہدات میں مکمل دسترس حاصل تھی اور اصول شرع کے بہت بڑے عالم تھے اور اپنے ماموں علی حشرم کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ مرو میں ولادت ہوئی اور بغداد میں مقیم رہے۔ آپ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حالت دیوانگی میں کہیں جارہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ کسی درویش کو منجانب اللہ یہ حکم ملا کہ بشرحافی کو یہ خوشخبری سنادو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیماً ایک بلند مقام پر رکھا ہے اس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے. اور بیداری کے بعد جب ان درویش کو یہ تصور آیا کہ بشرحافی تو فسق و فجور میں مبتلا ہیں اس لئے شاید میرا خواب صحیح نہیں ہے۔ لیکن دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ بھی جب یہی خواب نظر آیا تو وہ آپ کے گھر پہنچے. وہاں معلوم ہوا کہ میکدے میں ہیں۔ اور جب وہ درویش میکدے میں پہنچے. تو معلوم ہوا کہ بشرحافی نشہ میں چور اور بدمست پڑے ہوئے ہیں. انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ سے جاکر کہہ دو کہ میں تمہارے لئے ایک ضروری پیغام لایا ہوں۔ چنانچہ جب لوگوں نے آپ سے کہا تو فرمایا کہ نامعلوم عتاب الٰہی کا پیغام ہے یا سزا کا. اور یہ کہہ کر میکدہ سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر کے نکلے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لئے سکون بن گیا اور چونکہ آپ اس احساس کی وجہ سے ننگے پاؤں رہا کرتے تھے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش فرمایا ہے اس لئے شاہی فرش پر جوتے پہن کر چلنا آداب کے منافی ہے. یہی وجہ ہے کہ آپ کو حافی کہا جاتا ہے۔

واقعات. اولیاء کرام کی ایسی جماعت بھی تھی جو نہ تو ڈھیلے سے استنجاء کرتے تھے اور نہ زمین پر تھوکتے تھے کیوں کہ انہیں ہر شے میں اور ہر جگہ انوار الٰہی کا ظہور محسوس ہوتا تھا. چنانچہ بشرحافی کا بھی اس جماعت سے تعلق تھا اور بعض صوفیاء کے نزدیک چونکہ نور الٰہی چشم سالک میں ہوا کرتا ہے اس لئے اسے ہر جگہ سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا. ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ حضرت ثعلبہ کی میت کے ہمراہ انگوٹھوں کے بل تشریف لے جارہے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ ملائکہ کے پروں پر میرا قدم نہ پڑ جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیشتر آپ ہی کی معیت میں رہتے اور آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے. چنانچہ جب آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ محدث فقیہ ہونے کے باوجود آپ ایک خبطی کے ہمراہ کیوں رہتے ہیں. فرمایا کہ مجھے اپنے علوم پر مکمل طور پر عبور حاصل ہے لیکن وہ خبطی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے

زیادہ جانتا ہے۔ اسی وجہ سے امام صاحب اکثر آپ سے استدعا کرتے کہ مجھے خدا کی باتیں سناؤ۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ حیرت کی حالت میں پوری رات گھر کے دروازے پر ایک قدم اندر اور ایک باہر رکھے کھڑے رہے پھر ایک مرتبہ چھت پر چڑھتے ہوئے پوری رات سیڑھیوں ہی پر کھڑے گزار دی اور جب نماز صبح کے وقت آپ اپنی ہمشیرہ کے یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا: یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ فرمایا کہ میں اس تصور میں غرق ہوں کہ بغداد میں دو غیر مسلموں نے نام بھی بشر ہیں اور میرا نام بھی یہی ہے لیکن نہ جانے اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اسلام سے کیوں نواز اور انہیں کیوں محروم رکھا۔

ایک مرتبہ میدان بنو اسرائیل میں حضرت بلال خواص کی ملاقات حضرت خضر سے ہو گئی تو بلال خواص نے پوچھا کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟ خضر نے فرمایا کہ وہ اوتار میں سے ہیں اور جب امام حنبل کے لئے دریافت کیا تو فرمایا۔ ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے اور جب حضرت بشر حافی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کو وہ منفرد زمانہ ہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون عصری کو عبارت سے متصف پایا اور حضرت سہیل کو اشاروں پر چلنے والا دیکھا اور بشر حافی کو تقویٰ میں ممتاز پایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر آپ کا رجحان کس کی طرف ہے فرمایا کہ بشر حافی کی طرف کیوں کہ وہ میرے استاد بھی ہیں۔

حضرت بشر حافی نے محدث ہونے کے بعد باقی تمام علوم کی کتابوں کو زیر زمین دفن کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی حدیث کبھی بیان نہیں کی اور یہ فرماتے تھے کہ میں اس وجہ سے حدیث بیان نہیں کرتا کہ میرے اندر حصول شہرت کا جذبہ ہے اور اگر یہ خامی نہ ہوتی تو میں ضرور حدیث بیان کرتا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ جب بغداد میں اکل حلال کی تمیز باقی نہیں رہی تو آپ کے کھانے کا کیا انتظام ہے؟ فرمایا کہ جس جگہ سے تم کھاتے ہو میں بھی کھاتا ہوں اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ عظیم مراتب آپ کو کیسے حاصل ہوئے۔ فرمایا کہ ایک لقمہ کی بھوک چھوڑ کر۔ کیوں کہ ہنسنے والا کھا کر رونے والے کے برابر نہیں ہو سکتا اور اکل حلال میں بھی فضول خرچی کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔ پھر کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سالن کس چیز کا کھانا چاہئے؟ فرمایا کہ عافیت کا سالن کھاؤ۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس برس تک خواہش کے باوجود کبھی بکری کی سری نہیں کھائی۔ اور ہمیشہ باقلہ کی ترکاری سانے کو جی چاہتا رہا لیکن کھائی کبھی نہیں۔ اور کبھی حکومت کی جاری کردہ نہر سے پانی نہیں پیا۔ پھر ایک مرتبہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ تو فرمایا کہ خدا کے علاوہ میں نے کبھی کسی پر اظہار حال نہیں کیا اور میں وعظ و نصیحت سے یہ بہتر تصور کرتا ہوں کہ لوگوں کے

سامنے خدا کا ذکر کرتا رہوں۔ کسی نے آپ کو موسم سرما میں برہنہ اور کپکپاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ اتنی اذیتیں کیوں برداشت کرتے ہیں ؟ فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اس سردی میں فقراء صاحب حاجت ہوں گے ان کا کیا حال ہو گا ؟ اور میرے پاس اتنا دینے کو نہیں ہے کہ ان کی احتیاج ختم کر سکوں۔ اس لئے جسمانی طور پر ان کا شریک رہتا ہوں۔

حضرت احمد بن ابراہیم المطلب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بشر نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت معروف کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں نماز فجر کے بعد آپ کے پاس آؤں گا۔ لیکن آپ عشاء کے وقت بھی تشریف نہیں لائے۔ چنانچہ میں چشم براہ تھا تو دیکھا کہ آپ اپنا مصلیٰ اٹھا کر دریائے دجلہ پر پہنچے اور پانی کے اوپر چل کر صبح تک حضرت معروف سے مصروف گفتگو رہے اور صبح کو پھر پانی پر چلتے ہوئے واپس آ گئے۔ اس وقت میں نے قدم پکڑ کر اپنے لئے دعا کی درخواست کی تو دعا دے کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو میری حیات میں کسی سے بیان نہ کرنا۔ کسی اجتماع میں آپ رضائے الٰہی کے اوصاف بیان فرمار ہے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ تو ہم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ بہت ہی باصفا۔ باکمال اور مخلوق سے بے نیاز ہیں لیکن اس میں کیا حرج ہے کہ اگر پوشیدہ طور پر دوسروں سے کچھ لے کر فقراء میں تقسیم کر دیا کریں ؟ گو یہ بات آپ کو بار خاطر ہوئی پھر بھی مسکرا کر فرمایا کہ فقراء کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جو نہ تو مخلوق سے طلب کرتے ہیں اور نہ کسی کے کچھ دینے کے باوجود ان سے کچھ لیتے ہیں۔ ان کا شمار تو ایسے روحانی بندوں میں ہوتا ہے کہ جو کچھ خدا سے مانگتے ہیں مل جاتا ہے۔ دوم وہ جو خود تو کسی سے طلب نہیں کرتے لیکن اگر کوئی دے دے تو قبول کر لیتے ہیں یہ متوسط قسم کے متوکل ہوتے ہیں اور انہیں جنت کی تمام نعمتیں حاصل ہوں گی۔ سوم وہ جو نفس کشی کرتے ہوئے صبر و ضبط سے کام لے کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے کہ ایک مرتبہ حضرت علی جرجانی کسی چشمے کے نزدیک تشریف فرما تھے اور میں بھی ان کے سامنے پہنچ گیا تو آپ مجھے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے بھاگ پڑے کہ مجھے انسان کی شکل نظر آ گئی جس کی وجہ سے میں یہ گناہ کا مرتکب ہو گیا لیکن میں بھی بھاگتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے۔ تو آپ نے کہا کہ فقر کو پوشیدہ رکھ کر صبر اختیار کرو اور خواہشات نفسانی کو نکال پھینکو۔ اور مکان کو قبر سے بھی زیادہ خالی رکھو تاکہ ترک دنیا کا رنج نہ ہو۔

ایک قافلہ حج کی نیت سے روانہ ہونے لگا تو اہل قافلہ نے آپ سے بھی اپنے ہمراہ چلنے کی استدعا کی۔ لیکن آپ نے تین شرطیں پیش کر دیں اول یہ کہ کوئی شخص اپنے ہمراہ توشہ نہ لے۔ دوم کسی سے کبھی کچھ طلب نہ کرے۔ سوم اگر کوئی کچھ پیش بھی کرے جب بھی قبول نہ کرے۔ یہ سن کر اہل قافلہ نے عرض کیا کہ پہلی دو شرطیں تو ہمیں منظور ہیں لیکن تیسری شرط قابل قبول نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ توکل حاجیوں کا توشہ سفر ہے اور

اگر تم یہ قصد کر لیتے کہ کسی سے کچھ نہ لیں گے تو خدا پر توکل بھی ہو جاتا اور درجہ ولایت بھی حاصل ہوتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک صاحب میرے منتظر ہیں اور میرے اس سوال پر کہ بلا اجازت مکان میں تم کیوں داخل ہوئے۔ فرمایا کہ میں خضر ہوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لئے دعا فرما دیں تو آپ نے کہا کہ اللہ تیرے لئے عبادت کو آسان کر دے اور تیری عبادت کو تجھ سے بھی پوشیدہ رکھے۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہزار درہم ہیں اور میں حج کا خواہش مند ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رقم کسی مقروض کے قرض میں دیدو۔ یا یتیموں اور مفلس عیال داروں میں تقسیم کر دو تو تمہیں حج سے بھی زیادہ ثواب ملے گا لیکن اس نے کہا کہ مجھے حج کی بہت خواہش ہے فرمایا کہ تو نے ناجائز طریقے سے یہ رقم حاصل کی ہے اس لئے تو زیادہ ثواب کا خواہش مند بننا چاہتا ہے۔

ایک دن آپ نے قبرستان میں مردوں کو لڑتے ہوئے دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ راز مجھے بھی معلوم ہو جائے اور جب میں نے ان مردوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ایک ہفتہ قبل کسی شخص نے سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخش دیا تھا اور آج پورے ایک ہفتہ سے ہم اس کی تقسیم میں مصروف ہیں لیکن ابھی تک وہ ختم نہیں ہوا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور نے پوچھا کہ اے بشر! کیا تجھے علم ہے. کہ تیرے دور کے بزرگوں سے تیرا درجہ کیوں بلند کیا گیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں. فرمایا کہ تو نے سنت کا اتباع کرتے ہوئے بزرگوں کی تعظیم کی اور مسلمانوں کو راہ حق دکھاتا رہا اور میرے اصحاب اور اہل بیت کو تو نے ہمیشہ محبوب رکھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مرتبہ فرمایا. پھر دوبارہ جب حضور کی زیارت سے مشرف ہوا تو عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرما دیں. حضورؐ نے فرمایا کہ امراء حصول ثواب کے لئے فقراء کی جو خدمت کرتے ہیں وہ تو پسندیدہ ہیں لیکن اس سے زیادہ افضل یہ ہے کہ فقراء کبھی امراء کے آگے دست طلب دراز نہ کریں بلکہ خدائے تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھیں۔

ارشادات. آپ اکثر فرمایا کرتے کہ پانی جب تک رواں رہتا ہے صاف رہتا ہے اور جب رک جاتا ہے گدلا اور کیچڑ جیسا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جو دنیاوی عزت چاہتا ہے اسے تین چیزوں سے کنارہ کش رہنا چاہئے۔ اول مخلوق سے اظہار حاجت کرنا، دوم دوسروں کے عیب نکالنا، سوم کسی مہمان کے ہمراہ جانا۔ فرمایا کہ دنیاوی نمود کا خواہش مند لذت آخرت سے محروم رہتا ہے۔ فرمایا کہ قانع رہنے سے صرف دنیا ہی میں عزت مل جاتی جب بھی قناعت بہتر تھی. پھر فرمایا کہ یہ تصور کرنا کہ لوگ ہمیں بہتر سمجھیں محض حب دنیا کا

مظہر ہے اور جب تک بندہ نفس کے سامنے فولادی دیوار قائم نہیں کر لیتا اس وقت تک عبادت میں لذت و حلاوت حاصل نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ یہ تین کام بہت مشکل ہیں۔ اول مفلسی میں سخاوت، دوم خوف میں صداقت، سوم خلوت میں تقویٰ ۔ فرمایا کہ تقویٰ نام ہے شکوک و شبہات سے پاک ہونے اور قلب کی ہمہ وقت گرفت کرنے کا۔ فرمایا کہ اللہ نے بندے کو صبر و معرفت سے زیادہ عظیم شے اور کوئی نہیں عطا کی اور اہل معرفت ہی خدا کے مخصوص بندے ہیں اور جو بندہ اللہ کے ساتھ قلب کو صاف رکھتا ہے اس کو صوفی کہتے ہیں۔ اور اہل معرفت وہ ہیں کہ جن کو سوائے خدا کے نہ کوئی جانتا ہے نہ عزت کرتا ہے۔ اور جو شخص حلاوت آزادی کے ساتھ ہمکنار ہونا چاہے ان کو اپنے خیالات پاکیزہ بنانے چاہئیں اور جو صدق دلی کے ساتھ عبادت کرتا ہے وہ لوگوں سے وحشت زدہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ نہ تو مجھے کبھی اہل دنیا میں بیٹھنا گوارا ہوا اور نہ کبھی انہیں میری صحبت اچھی لگی۔ کسی نے عرض کیا کہ میں متوکل علی اللہ ہوں فرمایا اگر تو متوکل ہے تو خدا کے احکام پر بھی یقیناً راضی ہو گا، انتقال کے وقت جب آپ شدید مضطرب ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ترک دنیا کا غم ہے، فرمایا نہیں بلکہ بارگاہ خداوندی میں جانے کا خوف ہے۔ کسی شخص نے آپ کی موت کے وقت جب آپ سے اپنی مفلسی کا رونا رویا تو آپ نے اپنا پیراہن تو اتار کر اس کو دے دیا اور خود دوسرے کا مانگ کر پہن لیا۔

انتقال کے بعد کسی نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس لئے ناراض ہوا کہ تو دنیا میں اس سے اتنا زیادہ کیوں خائف رہتا تھا اور کیا تجھے میری کریمی پر یقین نہیں تھا؟ پھر اسی شخص نے اگلے دن خواب میں دیکھ کر جب حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ خوب اچھی طرح کھا اور پی۔ اس لئے کہ دنیا میں تو نے ہماری یاد کی وجہ سے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ پھر کسی اور شخص نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا میری بخشش بھی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے نصف بہشت جائز قرار دے دی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تو آگ پر بھی سجدہ ریزی کرتا رہتا جب بھی اس چیز کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا تھا کہ ہم نے لوگوں کے قلوب میں تجھے جگہ عطا کر دی۔ پھر ایک اور شخص نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کر کے یہ فرمایا کہ جب ہم نے تجھے دنیا سے اٹھایا تو تجھ سے افضل اور کوئی نہیں تھا۔

آپ کا مقام: کسی عورت نے امام حنبلؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ میں اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی کہ راستہ میں شاہی روشنی کا گزر ہوا اور اسی روشنی میں تھوڑا سا سوت کات لیا، اب فرمائیے کہ وہ سوت جائز ہے یا ناجائز، یہ سن کا امام صاحب نے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور اس قسم کا مسئلہ کیوں دریافت کرتی ہو؟ اس عورت نے جواب دیا کہ میں بشر حافیؒ کی ہمشیرہ ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لئے وہ سوت جائز

نہیں، کیوں کہ تم اہل تقویٰ کے خاندان سے ہو اور تمہیں اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلنا چاہئے جو مشتبہ کھانے پر اگر ہاتھ بڑھاتے تو ہاتھ بھی ان کی پیروی نہیں کرتا تھا۔

باب۔ ۱۳

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

تعارف: آپ سلطان معرفت اور بحر توحید کے شناور تھے اور عبادت و ریاضت سے مشہور زمانہ ہوئے، لیکن اہل معرفت ہمیشہ آپ کو بے دین کہہ کر آپ کی بزرگی کی عظمت سے منکر رہے اور آپ نے بھی کبھی کسی پر اپنے اوصاف کے اظہار کی زحمت نہ فرمائی، جس کی وجہ سے تاحیات آپ کے حالات پر پردہ پڑا رہا۔

آپ کے تائب ہونے کا واقعہ عجیب وغریب ہے اور وہ یہ کہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع پہنچائی کہ فلاں مقام پر ایک نوجوان عابد ہے اور جب آپ اس سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک درخت پر الٹا لٹکا ہوا اپنے نفس سے مسلسل یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادت الٰہی میں میری ہم نوائی نہیں کرے گا میں تجھے یوں ہی اذیت دیتا رہوں گا حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے۔ یہ واقعہ دیکھ کر آپ کو اس پر ایسا ترس آیا کہ رونے لگے اور جب نوجوان عابد نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ایک گناہ گار پر ترس کھا کر رو رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور مزاج پرسی کی اس نے بتایا کہ چونکہ یہ بدن عبادت الٰہی پر آمادہ نہیں ہے اس لئے یہ سزا دے رہا ہوں۔ آپ نے کہا کہ مجھے تو یہ گمان ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے مخلوق سے رسم وراہ کو بہت بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو واقعی بہت بڑے زاہد ہو، اس نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے پہاڑ پر جا کر دیکھو چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو ایک نوجوان کو دیکھا کہ جس کا ایک پیر کٹا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بنا۔ جب آپ نے یہ صورت حال معلوم کی تو اس نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ مصروف عبادت تھا کہ ایک خوبصورت عورت سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں فریب شیطان میں مبتلا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت! تیس سال خدا کی عبادت واطاعت میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا ایک پاؤں کاٹ دیا کہ گناہ کے لئے پہلا قدم اسی پاؤں سے بڑھایا تھا۔ پھر بتائیے کہ آپ مجھ گناہ گار کے پاس کیوں آئے اور اگر واقعی آپ کسی بڑے زاہد کی جستجو میں ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جائیے۔ لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کا پہنچنا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود ہی ان بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے یہ کہہ دیا کہ روزی

محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ بس اس دن سے انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہو گا وہ میں استعمال نہیں کروں گا اور جب بغیر کچھ کھائے دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دے دیا کہ ان کے گرد جمع رہ کر انہیں شہد مہیا کرتی رہیں. چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں. یہ سن کر حضرت ذوالنون نے درس عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے اور آپ جس وقت پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آکر بیٹھ گیا اسی وقت آپ کو خیال آیا کہ نہ جانے اس کو رزق کہاں سے مہیا ہوتا ہو گا؟۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی بر آمد ہوئی اور اس میں تل بھرے ہوئے تھے اور دوسری چاندی کی پیالی گلاب کے عرق سے لبریز تھی۔ چنانچہ وہ پرندہ اسے کھا کر اور گلاب پی کر درخت پر جا بیٹھا اور پیالیاں غائب ہو گئیں. یہ دیکھ آپ نے بھی اسی دن سے توکل پر کمر باندھ لی اور یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی. اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ لی جہاں آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ بر آمد ہو گیا جس میں ایک ایسا تختہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے اور جس وقت خزانہ تقسیم ہونے لگا تو آپ نے اپنے حصے میں صرف وہ تختہ لے لیا اور ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے. اے ذوالنون! سب نے دولت تقسیم کی اور تو نے ہمارے نام کو پسند کر لیا جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم و حکمت کے دروازے کشادہ کر دیئے۔ یہ سن کر آپ شہر واپس آ گئے۔

واقعات: آپ فرمایا کرتے کہ ایک دن میں لب دریا وضو کر رہا تھا کہ سامنے کے محل پر ایک خوبصورت عورت نظر آئی۔ جب میں نے اس سے گفتگو کرنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ دور سے میں تم کو دیوانہ تصور کئے ہوئے تھی اور جب کچھ قریب آ گئے تو میں عالم سمجھا اور جب بالکل قریب آ گئے تو اہل معرفت تصور کیا لیکن اب معلوم ہوا کہ تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو۔ جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ عالم نامحرم پر نظر نہیں ڈالتے اور دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہل معرفت خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے. یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور میں نے سمجھ لیا کہ یہ غیب کی جانب سے ایک تنبیہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ کشتی پر سفر کر رہے تھے کہ کسی بیوپاری کا موتی کھو گیا اور سب نے آپ کو مشکوک تصور کر کے زدو کوب کرنا شروع کر دیا. آپ نے آسمان کی جانب نظر اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! تو علیم ہے کہ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔ یہ کہتے ہی دریا میں صدہا مچھلیاں منہ میں ایک ایک موتی دبائے نمودار ہوئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے موتی نکال کر اس بیوپاری کو دے دیا۔ اس کرامت کے مشاہدے کے بعد تمام مسافروں نے معافی طلب کی۔ اسی وجہ سے آپ کا خطاب ذوالنون پڑ گیا۔

آپ کی بہن پر آپ کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ ایک دن یہ آیت تلاوت کر رہی تھی کہ وظللنا علیکم الغمام و انزلنا علیکم المن والسلوی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب تو نے بنو اسرائیل پر من و سلویٰ نازل فرمایا تو مومنین اس سے محروم کیوں ہیں۔ چنانچہ اسی وقت من سلویٰ کا نزول ہوا۔ آپ صحرا کی جانب ایسی جگہ چلی گئیں کہ پھر کچھ پتہ نہ چلا۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں نے ایک پہاڑ پر بہت سے بیماروں کا اجتماع دیکھا اور جب وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک عبادت گزار سال میں ایک مرتبہ اپنی عبادت گاہ سے نکل کر بیماروں میں کچھ دم کرتا ہے جس کے بعد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ میں نے بھی ان بزرگ کا انتظار کیا اور جب وہ نکلے تو آنکھوں کے گرد حلقے ہو گئے تھے اور بہت کمزور و ضعیف تھے پھر آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر تمام بیماروں پر کچھ دم کیا اور وہ سب فوراً صحت یاب ہو گئے۔ اور جب وہ عبادت گاہ میں داخل ہونے لگے تو میں نے ہاتھ پکڑ کر عرض کیا کہ ظاہری امراض والوں کو تو شفا ہو گئی لیکن میرا باطنی مرض بھی دفع فرما دیجئے۔ یہ سن کر فرمایا کہ اے ذوالنون! میرا ہاتھ چھوڑ دے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نگرانی فرما رہا ہے کہ تو نے اس کا دست کرم چھوڑ کر دوسرے کا ہاتھ تھام لیا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے چھڑایا اور عبادت گاہ میں داخل ہو گئے. لوگوں نے جب آپ سے گریہ وزاری کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ رات حالت سجدہ میں نیند آ گئی تو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے. میں نے مخلوق کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے سامنے جنت پیش کی گئی تو نو حصے اس پر فریفتہ ہو گئے لیکن ایک حصہ اس پر بھی متوجہ نہ ہو سکا۔ پھر میں نے ایک حصے کے بھی دس حصے کر دیئے اور جب میں نے ان سے سوال کیا کہ نہ تم جنت کا طلب گار بنے اور نہ جہنم سے خوفزدہ ہوئے پھر آخر تم چاہتے کیا ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔

کسی بچے نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے بطور ورثہ ایک لاکھ دینار حاصل ہوئے ہیں اور میری تمنا ہے کہ یہ سب آپ ہی کی ذات گرامی پر صرف کر دوں. آپ نے فرمایا کہ حد بلوغ تک پہنچنے سے قبل تمہارے لئے اس کا خرچ کرنا ناجائز ہے اور جب وہ بچہ شباب پر پہنچا تو پوری جائیداد فقراء میں تقسیم کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا. پھر یہی نوجوان ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ آج کل ضرورت مند ہیں۔ اس نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ کاش میرے پاس اگر آج دولت ہوتی تو میں بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا. آپ نے اس کی نیت کو بھانپ کر یقین کر لیا کہ یہ ابھی مفہوم فقر سے آشنا نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے فرمایا کہ فلاں دواخانہ سے یہ دوا لا کر گھس لو اور روغن میں ملا کر تین قرص تیار کر کے ان میں سوئی سے سوراخ کر کے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں گولیوں پر کچھ دم کیا تو

وہ یاقوت میں تبدیل ہو گئیں۔ اور آپ نے فرمایا کہ کسی جوہری کے پاس لیجا کر قیمت معلوم کرو۔ چنانچہ جوہری نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی، پھر اس نوجوان نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اس کو پانی میں گھول دو، اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لو، کہ فقراء کو مال و زر کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ سن کر وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے علیحدہ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ میری تیس برس کی ہدایت کا نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ایک شہزادہ صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ ہو سکا اور وہ بھی اس طرح کہ ایک دفعہ میری مسجد کے سامنے سے گزر رہا تھا تو میں اس وقت یہ جملہ کہہ رہا تھا کہ کمزور کا طاقتور سے جنگ کرنا نہایت احمقانہ فعل ہے۔ یہ سن کر شہزادے نے کہا کہ میں آپ کے جملے کا مفہوم نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ اس سے زیادہ احمق کون ہو سکتا ہے، جو خدا سے جنگ کرے۔ یہ سن کر وہ چلا گیا اور دوسرے دن آکر مجھ سے پوچھنے لگا کہ وصال خداوندی کے لئے کون سی راہ اختیار کی جائے؟ میں نے کہا کہ دو راہیں ہیں، ایک چھوٹی اور دوسری طویل، چھوٹی تو یہ ہے کہ خواہشات دنیا اور معصیت کو چھوڑ دے اور طویل راہ یہ ہے کہ خدا کے سوا سب سے کنارہ کش ہو جائے اس نے عرض کیا کہ میں یہی طویل راہ اختیار کر رہا ہوں، اور اس کے بعد اپنی عبادت و ریاضت سے ابدالوں کے مقام تک پہنچ گیا۔

حضرت ابو جعفر اعور نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں آپ کی مجلس میں موجود تھا اور آپ جمادات کی فرمانبرداری کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ جمادات اہل اللہ کے اس درجہ فرمانبردار ہوتے ہیں کہ اگر میں اس سامنے والے تخت سے یہ کہہ دوں کہ پورے مکان کا چکر لگالے تو وہ ہرگز دریغ نہیں کر سکتا، یہ کہتے ہی سامنے والا تخت پورے مکان کا چکر لگا کر اپنی جگہ قائم ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ایک نوجوان نے روتے روتے جان دے دی اور آپ نے اسی تخت پر غسل دے کر دفن کر دیا۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں مقروض ہو گیا ہوں تو آپ نے ایک پتھر اٹھایا جو زمرد میں تبدیل ہو گیا اور وہی پتھر اس شخص کو دے دیا۔ چنانچہ اس نے چار سو درہم میں فروخت کر کے اپنے قرض کی ادائیگی کر دی۔

ایک شخص اولیاء کرام کو خبطی تصور کرتا تھا تو اپنی انگشتری دے کر فرمایا کہ اس بھٹیارے کی دکان پر ایک دینار میں فروخت کر دو، لیکن بھٹیارے نے کہا اس کی قیمت تو زیادہ مانگتا ہے کچھ کم کر، پھر جب سنار کے یہاں پہنچا تو اس نے ایک ہزار دینار قیمت لگائی اور جب اس شخص نے پورا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ جس طرح بھٹیارہ انگشتری کی قیمت سے آشنا نہیں اسی طرح تم بھی مراتب اولیا سے نا آشنا ہو۔

مسلسل دس سال تک آپ کو لذیذ کھانوں کی خواہش رہی لیکن کھایا نہیں، ایک مرتبہ جب عید کی شب میں نفس نے تقاضا کیا کہ آج تو کوئی لذیذ غذا ملنی چاہئے تو فرمایا کہ اگر دو رکعت میں مکمل قرآن ختم کر لے تو میں تیری خواہش پوری کر دوں گا نفس نے آپ کی یہ خواہش منظور کر لی اور ختم قرآن کے بعد جب آپ لذیذ

غذائیں لے کر آئے تو پہلا ہی لقمہ اٹھا کر ہاتھ کھینچ لیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ پہلے لقمہ پر نفس نے خوش ہو کر کہا کہ آج سے دس برس کے بعد تیری خواہش پوری ہو رہی ہے۔ چنانچہ میں نے لقمہ رکھ کر کہا کہ میں ہرگز تیری خواہش پوری نہیں کروں گا. لیکن اسی وقت ایک شخص عمدہ کھانے کی دیگ لئے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مفلس اور بال بچوں والا ہوں۔ مگر آج میں نے صبح عید کی وجہ سے لذیذ کھانا پکوایا اور سو گیا. چنانچہ خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر محشر میں مجھ سے ملنے کا خواہش مند ہے تو یہ کھانا ذوالنون کو دے آ. اور میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ وقتی طور پر اپنے نفس سے صلح کر کے ایک دو لقمہ یہ کھانا چکھ لے. حضورؐ کا یہ پیغام سن کر کہا کہ فرمانبردار کو اس میں کیا دریغ ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے تھوڑا سا کھانا چکھ لیا۔

جس وقت آپ بلند مراتب پر فائز ہو گئے تو لوگوں نے مراتب کی ناواقفیت کی بناء پر آپ کو زندیق کا خطاب دے کر خلیفہ وقت سے آپ کی شکایت کر دی. چنانچہ آپ کو بیڑیاں پہنا کر لے جایا جا رہا تھا تو ایک ضعیفہ نے کہا کہ خوفزدہ نہ ہونا کیوں کہ وہ بھی تمہاری ہی طرح خدا کا ایک بندہ ہے۔ اسی وقت راہ میں ایک بہشتی نے آپ کو خنک پانی سے سیراب کیا اور اس کے صلہ میں جب آپ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ اس کو ایک دینار دے دو۔ بہشتی نے عرض کیا کہ قیدیوں سے کچھ لینا بزدلی کی علامت ہے۔ اس کے بعد آپ کو دربار خلافت سے چالیس یوم کی قید ہو گئی۔ اور اسی عرصہ میں آپ کی ہمشیرہ روٹی کی ایک ٹکیہ روزانہ آپ کے پاس لے کر جاتیں. لیکن رہائی کے بعد ہر یوم کے حساب سے چالیس روٹیاں آپ کے پاس محفوظ تھیں اور جب آپ کی ہمشیرہ نے کہا کہ یہ تو جائز کمائی کی تھیں پھر آپ نے کیوں نہیں کھائیں؟ تو فرمایا کہ چونکہ داروغہ جیل بدباطن قسم کا انسان ہے اس لئے اس کے ہاتھ سے بھجوائی ہوئی روٹی سے مجھے کراہت محسوس ہوئی. پھر جب آپ روانہ ہونے لگے تو گر پڑے اور سر میں شدید ضرب آئی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ خون کی ایک بوند بھی آپ کے لباس پر نہیں پڑی. اور جو خون زمین پر گرا تھا وہ بھی غائب ہو گیا اور جب خلیفہ کے روبرو پیش ہوئے تو اس کے سوالات کا دندان شکن جواب دے کر اہل دربار کو حیرت میں ڈال دیا. چنانچہ خلیفہ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو مصر رخصت کیا۔

آپ کے ایک ارادت مند جس نے چالیس چلے کھینچے. اور چالیس حج کئے. چالیس برس سویا نہیں. اور مراقبہ کرتا رہا. عرض کیا کہ اتنی عبادت و ریاضت کے باوجود آج تک اللہ تعالیٰ مجھ سے کبھی ہم کلام نہیں ہوا اور نہ کبھی رموز خداوندی مجھ پر منکشف ہو سکے لیکن نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں بلکہ اپنی بدنصیبی کا اظہار کیا ہے. آپ نے فرمایا کہ خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھاؤ. اور عشاء کی نماز پڑھے بغیر آرام سے سو جاؤ۔ اس نے تعمیل حکم میں کھانا تو خوب اچھی طرح کھا لیا لیکن نماز ترک کرنے کو قلب نے گوارا نہیں کیا۔ اس لئے نماز

پڑھ کر سو گیا اور خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سلام کے بعد فرماتا ہے کہ ہماری بارگاہ سے ناامید لوٹنے والا نامرد ہے اور میں تیری چالیس سالہ ریاضت کا صلہ ضرور دوں گا. لیکن ذوالنون کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دینا کہ ہم تجھے شہر بھر میں اس لئے ذلیل کریں گے کہ تو پھر کبھی ہمارے دوستوں کو فریب میں مبتلا نہ کر سکے. اور جب اپنا خواب حضرت ذوالنون کو سنایا تو ان کی آنکھوں سے مسرت کے آنسو نکل پڑے۔ لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ کوئی مرشد کیا کسی کو نماز نہ پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرشد بمنزلہ طبیب کے ہوا کرتا ہے. اور طبیب کبھی زہر سے بھی مریض کا علاج کرتا ہے اور چونکہ آپ کو بخوبی یہ علم تھا کہ میرے کہنے سے ہرگز نماز ترک نہیں کر سکتا۔ اس لئے آپ نے ایسا حکم دیا اور اس کے علاوہ طریقت کی راہوں میں ایسے احوال بھی پیش آجاتے ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف ہوتے ہیں لیکن در حقیقت وہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہوتے ہیں. جس طرح حضرت خضر کو لڑکے کے قتل کا حکم دیا گیا لیکن منشائے خداوندی یہی تھا. گو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ خلاف شرع کوئی کام نہ کیا جائے لیکن راہ طریقت میں ایسے احوال ضرور پیش آتے ہیں جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

کسی کمزور بدوی کو طواف کعبہ کرتے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کیا تو خدا کا محبوب ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کہ وہ محبوب تجھ سے قریب ہے یا دور؟ اس نے جواب دیا کہ قریب ہے۔ پھر سوال کیا کہ کیا وہ تجھ سے موافقت کرتا ہے یا ناموافقت؟ اس نے عرض کیا کہ موافقت کرتا ہے. یہ سن کر فرمایا کہ جب تو خدا کا محبوب بھی ہے اور وہ تیرے قریب و موافق بھی ہے تو پھر تو اس قدر کمزور کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ دور رہنے والوں کے عذاب کی نسبت سے وہ لوگ زیادہ حیران و سرگرداں رہتے ہیں۔ جنہیں قرب نصیب ہوتا ہے۔

ایک خود ساختہ خدا کے عاشق جس نے خود کو دوست مشہور کر رکھا تھا اس کی عیادت کے لئے آپ تشریف لے گئے تو اس نے کہا کہ جو خدا کے عطا کردہ درد میں اذیت کا احساس کرے وہ کبھی دوست نہیں ہوسکتا لیکن آپ نے فرمایا کہ جو خود کو خدا کا دوست کہتا ہو وہ اس کا دوست نہیں ہو سکتا. یہ سن کر اس نے توبہ کرتے ہوئے کہا کہ آج سے میں کبھی خود کو خدا کا دوست نہیں کہوں گا۔ ایک شخص آپ کی عیادت کو حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دوست کا عطا کردہ درد بھی محبوب ہوا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم اس سے واقف ہوتے تو ایسی بے ادبی سے اس کا نام نہ لیتے۔

اپنے احباب میں سے آپ نے کسی کو تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو نادانی کی چادر سے ڈھانپ کر تمام دنیاوی چیزوں سے اس طرح بے خبر کر دے کہ ہم اس کی مرضی کے مطابق کام کریں اور وہ ہم سے خوش رہے. آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں دوران سفر ایک برف پوش صحرا میں سے گزرا تو دیکھا کہ ایک آتش

پرست ہر سمت دانہ بکھیر رہا ہے اور جب آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں چونکہ پرندوں کو کہیں سے بھی دانہ حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے میں ثواب کی نیت سے دانہ بکھیر رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ اس کے یہاں غیر کی روزی ناپسندیدہ ہے۔ لیکن اس نے عرض کیا کہ میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میری نیت کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے اس آتش پرست کو ایام حج میں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ طواف کعبہ میں مصروف پایا اور طواف کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔ آپ نے دیکھا کہ میں نے جو دانہ بکھیرا تھا اس کا ثمر کتنی بہتر شکل میں ملا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے پرجوش لہجہ میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے چالیس برس آتش پرستی کرنے والے کو چند دانوں کے عوض اتنی عظیم نعمت کیوں عطا کر دی۔ ندا آئی کہ ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں۔ ہمارے امور میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہیں۔

آپ نماز کی نیت کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ تیری بارگاہ میں حاضری کے لئے کون سے پاؤں لاؤں اور کون سی آنکھوں سے قبلہ کی جانب نظر کروں اور کون سی زبان سے تیرا بھید بتاؤں اور تعریف کے وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے تیرا نام لوں۔ لہٰذا مجبوراً حیا کو ترک کر کے تیرے حضور حاضر ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد نیت باندھ لیتے اور اکثر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتے کہ مجھے آج جن مصائب کا سامنا ہے وہ تو تیرے سامنے عرض کرتا رہتا ہوں لیکن محشر میں اپنی بداعمالیوں سے جو اذیت پہنچے گی اس کا اظہار کس سے کروں۔ لہٰذا مجھے عذاب کی ندامت سے چھٹکارا عطا کر دے۔

ارشادات: آپ اکثر یہ فرمایا کرتے کہ پاکیزہ ہے وہ ذات جو عارفین کو دنیاوی وسائل سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ حجاب چشم ہی سب سے بڑا حجاب ہے جس کی وجہ سے غیر شرعی چیزوں پر نظر نہیں پڑتی۔ فرمایا کہ شکم سیر کو حکمت حاصل نہیں ہوتی فرمایا کہ معصیت سے تائب ہو کر دوبارہ ارتکاب معصیت دروغ گوئی ہے۔ فرمایا کہ سب سے بڑا دولت مند وہ ہے جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو۔ فرمایا قلیل کھانا جسمانی توانائی کا ذریعہ اور قلیل گناہ روحانی توانائی کا ذریعہ ہے۔ فرمایا کہ مصائب میں صبر کرنا تعجب خیز نہیں بلکہ مصائب میں خوش رہنا تعجب کی بات ہے۔ فرمایا کہ خدا سے خوف کرنے والے ہدایت پاتے ہیں اور اس سے خائف ہونے والے گمراہ ہو جاتے ہیں اور درویشی سے ڈرنے والے قہر الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

فرمایا کہ انسان پر چھ چیزوں کی وجہ سے تباہی آتی ہے (۱) اعمال صالحہ سے کوتاہی کرنا (۲) ابلیس کا فرمانبردار ہونا (۳) موت کو قریب نہ سمجھنا (۴) رضائے الٰہی کو چھوڑ کر مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا (۵) تقاضائے نفس پر سنت کو ترک کر دینا (۶) اکابرین کی غلطی کو سند بنا کر ان کے فضائل پر نظر نہ کرنا اور اپنی غلطی کو ان کے سر تھوپنا۔ فرمایا کہ اہل تقویٰ کی صحبت سے لطف حیات حاصل ہوتا ہے اور ایسے احباب بنانے چاہئیں جو تمہاری ناراضگی سے ناراض نہ ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم حصول معرفت کے

خواہش مند ہو تو خدا سے ایسی دوستی کی مثال پیش کرو جیسی حضرت صدیق اکبر نے حضور اکرمؐ کے ساتھ کی اور کبھی ذرہ برابر مخالفت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں صدیق کے خطاب سے نوازا اور حب خداوندی کی نشانی بھی یہی ہے کہ کبھی اس کے حبیب کی مخالفت نہ کرے۔ فرمایا کہ اس طبیب سے نااہل کوئی نہیں جو عالم مدہوشی میں مدہوشوں کا علاج کرے یعنی جس پر نشہ دنیا سوار ہو اس کو نصیحت کرنا بے سود ہے۔ لیکن جب ہوش ٹھکانے آجائے تو پھر اس سے توبہ کروانی چاہئے۔ فرمایا کہ میں نے راہ اخلاص کی جانب لے جانے والی خلوت سے زائد کسی شے کو افضل نہیں پایا۔ فرمایا کہ پہلے قدم پر خدا کو کوئی نہیں پا سکتا یعنی خدا کو ملنے تک خود کو طالب تصور کرتا رہے۔ فرمایا کہ خدا سے دوری اختیار کرنے والوں کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہوتی ہیں اور صدق دلی سے تائب ہونے کے بعد سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ خدا تعالیٰ اپنے محبت کرنے والوں کو اس وقت محبت سے نوازتا جب ان کے دل خدشہ فراق سے خالی کر دیئے جاتے۔ فرمایا کہ جس طرح ہر جرم کی ایک سزا ہوا کرتی ہے اسی طرح ذکر الٰہی سے غفلت کی سزا دنیاوی محبت ہے۔ فرمایا کہ جس چیز پر خود عمل پیرا ہو کر نصیحت کرے اسی کو صوفی کہتے ہیں۔ فرمایا کہ عارفین اس لئے زیادہ خائف رہتے ہیں کہ لحہ بہ لحہ قرب الٰہی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق میں رہ کر بھی بیگانہ خلائق رہے اور خدا سے ڈرنے والے کو بھی عارف کہا جاتا ہے اور عارف کے اندر لگاتار تغیر ہوتا رہتا ہے اور عارف اپنی معرفت کی بناء پر ہمیشہ مؤدب رہتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کی تین اقسام ہیں۔ اول معرفت توحید جو تقریباً ہر مومن کو حاصل رہتی ہے۔ دوم معرفت حجت و بیان یہ حکماء و علماء کو ملتی ہے۔ سوم صفات کی معرفت۔ یہ صرف اولیاء کرام کے لئے مخصوص ہے جو نہ دوسروں کو حاصل ہوتی ہے اور نہ کوئی ان کو مراتب سے واقف ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کا دعویدار کاذب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عارف و معروف کی معرفت ایک ہو جانے کی وجہ سے معرفت کا مدعی دونوں حالتوں سے خالی نہیں کیوں کہ یا تو وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو وہ اپنی تعریف کرنے کا مرتکب ہوتا ہے اور سچے لوگ کبھی اپنی تعریف خود نہیں کرتے جیسا کہ حضرت صدیق خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں تم سے افضل نہیں ہوں" اور اس ضمن میں حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ خداشناسی میرا گناہ عظیم ہے اور اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں تو پھر تمہیں عارف نہیں کہا جا سکتا۔ مختصر یہ کہ عارف کو اپنی زبان سے عارف کہنا مناسب نہیں۔ فرمایا کہ عارف کو جس قدر قربت حاصل ہوگی اسی قدر سرگرداں رہے گا جس طرح آفتاب سے قریب شے اس سے متاثر بھی زیادہ ہوتی ہے اور جس کی مثال مندرجہ ذیل شعر سے بھی ملتی ہے۔

نزدیکاں رابیش بود حیرانی   کاایشاں دانند سیاست سلطانی

ترجمہ:۔ نزدیک رہنے والوں کی حیرانی اس لئے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بادشاہی سیاست کو جانتے ہیں۔

عارف کی پہچان: فرمایا کہ عارف کی شناخت یہ ہے کہ بغیر علم کے خدا کو جانے۔ بغیر آنکھ کے دیکھے۔ بغیر سماعت کے اس سے واقف ہو. بغیر مشاہدے کے اس کو سمجھے. بغیر صفت کے پہچانے اور بغیر کشف حجابات کے اس کا مشاہدہ کر سکے. یعنی ذات باری میں فنائیت کی یہ علامتیں ہیں. جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "میں جس کو دوست بناتا ہوں اس کا کان بن جاتا ہوں تاکہ وہ مجھ سے سنے. آنکھ بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے دیکھے. زبان بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے بات کرے اور ہاتھ بن جاتا ہوں تاکہ مجھ سے پکڑے۔ (حدیث قدسی) آپ نے فرمایا کہ زاہدین سلطان آخرت ہوا کرتے ہیں اور ان کے دوست سلطان عارفین ہوتے ہیں۔ فرمایا صحبت الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں اس سے دور کر دینے والی ہوں ان سے کنارہ کش رہے فرمایا کہ مریض قلب کی چار علامتیں ہیں. اول عبادت میں لذت کا نہ ہونا. دوم خدا سے خوف زدہ نہ ہونا. سوم دنیاوی امور سے عبرت حاصل نہ کرنا. چہارم علم کی باتیں سننے کے بعد بھی ان پر عمل نہ کرنا۔ فرمایا کہ قلب و روح سے خدا کا فرمانبردار بن جانے کو عبودیت کہا جاتا ہے۔ فرمایا کہ عوام معصیت سے اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں لیکن توبہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اول توبہ انابت. یعنی انسان کا خدا سے ڈر کر توبہ کرنا. دوم توبہ استجابت بندے کا ندامت کی وجہ سے تائب ہونا. یعنی اس پر نادم ہو کہ میری ریاضت عظمت خداوندی کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہر ہر عضو کی توبہ کا جداگانہ طریقہ ہے مثلاً قلب کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیزوں کو ترک کر دے. آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ حرام چیز کی جانب نگاہ نہ اٹھے اور شرمگاہ کی توبہ یہ ہے کہ بدکاری سے کنارہ کش رہے۔ پھر فرمایا کہ وہ فقر جس میں کدورت و غبار ہو. میرے نزدیک نخوت و تکبر سے زیادہ بہتر ہے۔ فرمایا کہ ندامت کا مفہوم یہ ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد خوف سزا باقی رہے اور تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو معصیت و نافرمانی میں مبتلا نہ کرے اور باطن کو لغویات سے محفوظ رکھتے ہوئے ہمہ وقت اللہ کا تصور قائم رکھے. یعنی ہر لحہ یہ تصور کرتا رہے کہ وہ ہمارے تمام افعال کی نگرانی کر رہا ہے اور ہم اس کے سامنے ہیں۔ فرمایا کہ جس پر شمشیر صدق چل جاتی ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے فرمایا کہ مراقبہ کا مفہوم یہ ہے کہ بہترین اوقات کو اللہ تعالیٰ پر قربان کر دے اور اس کو عظیم جانے جس کو خدا نے عظمت عطا کی ہو. اور اس کی جانب رخ بھی نہ کرے جس کو اس نے ذلیل و رسوا کر دیا ہو۔ فرمایا کہ حالت وجد بھی ایک راز ہے اور سماع علاج نفس ہے اور حقانیت سے شریک سماع ہوتا ہے وہ اہل حق میں سے ہو جاتا ہے۔

توکل: فرمایا کہ توکل نام ہے خدا پر اعتماد رکھتے ہوئے کسی سے کچھ طلب نہ کرنے اور بندہ بن کر مالک کی

اطاعت کرنے اور تدابیر و تکبر ترک کر دینے کا۔ اور انس نام ہے خدا کے محبوبوں سے محبت کرنے اور ان کی محبت حاصل کرنے کا۔ اور جس وقت اولیاء کرام پر غلبہ انس ہوتا ہے تو ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ زبان نور میں ان سے ہم کلام ہے اور غلبہ ہیبت ہوتا ہے تو پھر نور کے بجائے زبان نار سے باتیں ہوتی ہیں اور خدا کے مونس کی شناخت یہ ہوتی ہے کہ آگ میں ڈال دینے کے بعد بھی حوصلے میں کمی نہ آئے اور انس خداوندی کی نشانی یہ ہے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو جائے۔ فرمایا کہ تدبر و تفکر عبادت کی چابی ہے اور خواہشات کی مخالفت خدا سے ملاقات کی آئینہ دار ہے اور جو بندہ دل کے ذریعہ فکر کرتا ہے۔ وہ عالم غیب میں روح کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا کہ رضا نام ہے شدت موت پر راضی رہنے اور مصائب میں دوستی کا دعویٰ کرنے کا۔ اور جو قضا و قدر پر راضی رہتا ہے وہ اپنے نفس سے واقف ہو جاتا ہے۔

اخلاص۔ فرمایا کہ اخلاص میں جب تک صدق و صبر شامل نہ ہو اس وقت تک اخلاص مکمل نہیں ہوتا اور خود کو ابلیس سے محفوظ رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے۔ اہل اخلاص وہ ہوتے ہیں جو اپنی تعریف سے خوش اور اپنی برائی سے ناخوش نہ ہوں اور اپنے اعمال صالحہ کو اس طرح فراموش کر دیں کہ روزہ محشر اللہ تعالیٰ سے ان کا معاوضہ بھی طلب نہ کریں۔ لیکن خلوت میں اخلاص کا قائم رکھنا بہت دشوار ہے۔

یقین۔ فرمایا کہ آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والے کی مثال علم جیسی ہے اور قلب سے دیکھنے والے کی مثال یقین جیسی ہے اور یقین کا ثمر صبر ہے اور یقین کی بھی تین علامتیں ہیں۔ اول ہر شے میں خدا کو دیکھنا۔ دوم اپنے تمام امور میں اسی سے رجوع کرنا۔ سوم ہر حال میں اس کی اعانت طلب کرنا۔ یقین آرزوؤں میں کمی کر دیتا ہے اور آرزوؤں کی قلت زہد کی تلقین کرتی اور زہد حکمت کا علمبردار ہے اور حکمت شجر انجام کو پھل دار کرتی ہے اور تھوڑا سا یقین بھی پوری دنیا سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ یہ ترقی آخرت کی جانب لے جاتا ہے اور اس سے عالم ملکوت کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے۔ اہل یقین کی شناخت یہ ہے کہ مخلوق کی مخالفت کرتے ہوئے نہ تو اس کی تعریف کرے اور نہ اس کی سخاوت سے فائدہ اٹھائے اور اگر مخلوق در پے آزار ہو جائے تو اپنی ذات سے کسی کو اذیت نہ پہنچائے کیوں کہ جس کو خالق کی قربت حاصل ہو وہ مخلوق سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ فرمایا کہ حق بینی کا دعویدار نہ صرف محرومی کا شکار ہوتا ہے بلکہ اس کا دعویٰ بھی جھوٹا ہوتا ہے کیوں کہ حق بین بندہ اظہار کو معیوب تصور کرتا ہے۔ فرمایا کہ کوئی مرید اس وقت صحیح معنوں میں مرید نہیں ہوتا جب تک خدا کے بعد مرشد کا اطاعت گزار نہ ہو۔ جو بندہ وسواس قلبی ختم کرنے کے بعد مراقبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی عظمت عطا کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ خدا سے خوف رکھنے والا اسی کی جانب متوجہ رہتا ہے اور جو اس کی جانب متوجہ ہو جائے اس کو نجات حاصل ہو گئی اور قناعت پذیر بندہ لذت و کیف میں

غرق ہو کر سب کا سردار بن جاتا ہے اور جو بندہ لغو کاموں میں تکلیف برداشت کرتا ہے وہی چیز اس کے بعد کار آمد ثابت ہوتی ہے۔

اقوال زریں: فرمایا کہ خدا سے خائف رہنے والے کے قلب میں خدا کی محبت اس طرح جا گزیں ہو جاتی ہے کہ اس کو عقل کامل عطا کر دی جاتی ہے اور جو مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہتا ہے وہ شدید مشکلات میں گھرتا چلا جاتا ہے اور جو بے سود چیزوں کے حصول کی سعی کرتا ہے وہ اس شے کو کھو دیتا ہے جس کو اس سے فائدہ پہنچ سکتا۔ فرمایا کہ اگر تمہیں حق بات پر تھوڑا سا رنج بھی ہوتا ہے تو یہ اس چیز کی علامت ہے کہ تمہارے نزدیک حق کا درجہ بہت کم ہے۔ فرمایا کہ جس کا ظاہر، باطن کا آئینہ دار نہ ہو اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو۔ پھر یاد الٰہی کرنے والا خدا کے سوا ہر شے کو خود بخود بھولتا چلا جاتا ہے۔

مفید جوابات: جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نے خدا کو کیسے شناخت کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے اس کی ذات و صفات سے شناخت کیا اور مخلوق کو اس کے رسول کی وجہ سے پہچانا۔ کیوں کہ خدا کو تو خالق ہونے کی وجہ سے شناخت کیا جا سکتا ہے اور رسول چونکہ مخلوق ہے اس لئے مخلوق کو اس کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ بندہ خدا سے کس وقت اعانت طلب کرتا ہے۔ فرمایا نفس و تدابیر سے عاجز آ کر۔

نصائح: فرمایا کہ ایسے اہل اخلاص کی صحبت اختیار کرو جو ہر حال تمہارے شریک رہیں اور تمہاری تبدیلی سے بھی ان میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو۔ فرمایا کہ بندہ اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک پانچ چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو۔ اول ٹھوس استقامت، دوم ٹھوس اجتہاد، سوم ظاہری و باطنی دونوں طریقوں سے خدا تعالیٰ کا مراقبہ، چہارم موت کے انتظار میں توشہ آخرت کے حصول میں مصروف رہنا، پنجم قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کرتے رہنا۔

خوف: فرمایا کہ خوف الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے بے خوف ہو جائے اور دنیا میں وہی محفوظ رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ توکل نام ہے مخلوق سے ترک حرص کا اور دنیاوی وسائل کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانے اور نفس کو ربوبیت سے جدا کر کے عبودیت کی جانب مائل ہو جانے کا۔ پھر فرمایا کہ بے طینت کو غم بھی زیادہ ہوتا ہے اور دنیا نام ہے خدا سے غافل کر دینے کا۔ فرمایا کہ وہ کمینہ ہے جو خدا کے راستہ میں ناواقف ہوتے ہوئے بھی کسی سے معلومات نہ کرے۔

حضرت یوسف بن حسین نے آپ سے پوچھا کہ کس کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا کہ جس میں من و تو کا خطرہ نہ ہو، اور نفس کی مخالفت میں خدا کے موافق بن جاؤ۔ اور کسی کو کمتر تصور مت کرو خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو؟ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی تائب ہو کر مقبول بارگاہ ہو جائے۔

نصیحت و وصیت: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے ظاہر کو خلق کے اور باطن کو خالق کے حوالے کر دو اور خدا سے ایسا تعلق قائم کرو جس کی وجہ سے وہ تمہیں مخلوق سے بے نیاز کر دے۔ اور یقین پر کبھی شک کو ترجیح نہ دو، اور جس وقت تک نفس اطاعت پر آمادہ نہ ہو مسلسل اس کی مخالفت کرتے رہو، اور مصائب میں صبر کرتے ہوئے زندگی خدا کی یاد میں گزار دو۔ پھر دوسرے شخص کو یہ وصیت فرمائی کہ قلب کو ماضی و مستقبل کے چکر میں نہ ڈالو یعنی گزرے ہوئے اور آنے والے وقت کا تصور قلب سے نکال کر صرف حال کو غنیمت جانو۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ صوفی کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا کہ ترک دنیا کر کے خدا کو محبوب بنا لے اور خدا بھی اس کو اپنا محبوب سمجھے، پھر کسی نے کہا کہ مجھ کو خدا کا راستہ دکھا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیری رسائی سے بہت دور ہے لیکن اگر کسی کو واقعی قرب مطلوب ہو تو وہ پھر پہلے ہی قدم پر مل جاتا ہے اور اس کو ہم پہلے ہی تفصیلی طور پر بیان کر چکے ہیں۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ کو اپنا دوست تصور کرتا ہوں تو فرمایا کہ صرف خدا سے دوستی کرو اور اسی کی دوستی تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر تم حق شناس نہیں ہو تو کسی ایسے کی جستجو کرو جو تمہیں حق سے شناسا کرا دے کیونکہ میری دوستی تمہارے لئے سود مند نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ جس کو حدود معرفت معلوم ہو جاتی ہیں وہ خود گم ہو جاتا ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ عارف کی تعریف کیا ہے فرمایا کہ جس میں پہلے تحیر اور بعد میں اتصال حق ہو جائے اسی وقت عارف کو حیات دائمی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کو ہمہ اوقات یاد الٰہی اور وصال حاصل رہتا ہے۔ اور نفس کی معرفت یہ ہے کہ ہمیشہ نفس سے بد ظن رہے۔ کبھی اس سے حسن ظن نہ رکھے۔ فرمایا کہ مجھ سے زیادہ خدا سے کوئی بھی دور نہیں ہے کیوں کہ ستر سال، بحر واحدنیت میں غوطہ زن رہنے کے بعد بھی گمان کے سوا کچھ نہ حاصل ہو سکا۔

منقول ہے کہ موت کے قریب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی کسی چیز کو طبیعت چاہتی ہے؟ فرمایا میری خواہش صرف یہ ہے کہ موت سے قبل مجھے آگاہی حاصل ہو جائے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

الخوف امرضنی والشوق احرقنی　　الحب افنانی واللہ احیانی

خوف نے مجھے بیمار کر دیا اور شوق نے مجھے جلا ڈالا محبت نے مجھے فنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے جلا دیا۔

اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی اور کچھ ہوش آنے کے بعد یوسف بن حسینؒ نے وصیت کرنے کے لئے عرض کیا۔ فرمایا کہ اس وقت میں خدا کے احسانات میں گم ہوں۔ اس وقت کوئی بات نہ کرو۔ اس کے بعد انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

روایات: آپ کے انتقال کی شب میں ستر اولیاء کرام کو حضور اکرمؐ کی زیارت ہوئی اور حضورؐ نے فرمایا کہ میں خدا کے دوست ذوالنون مصری کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔

انتقال کے بعد لوگوں نے آپ کی پیشانی پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے۔ ہذا حبیب اللہ مات فی حب اللہ و ہذا قتیل اللہ مات من سیف اللہ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں مر گیا ہے اور یہ مقتول ہے جو اللہ تعالیٰ کی تلوار سے مرا ہے۔ دھوپ کی شدت کی وجہ آپ کے جنازے پر پرندے سایہ فگن ہو گئے تھے۔ جس طرف سے آپ کا جنازہ گزرا وہاں مسجد میں مؤذن اذان دے رہا تھا اور جس وقت وہ اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ پر پہنچا تو آپ نے شہادت کی انگلی اٹھا دی جس کی وجہ سے لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید آپ حیات ہیں لیکن جب جنازہ رکھ کر دیکھا تو آپ مردہ تھے اور انگشت شہادت اٹھی ہوئی تھی اور بہت کوشش کے باوجود بھی سیدھی نہیں ہوئی چنانچہ اسی طرح آپ کو دفن کر دیا گیا اور آپ کی یہ کرامت دیکھ کر اہل مصر آپ کو مسلسل اذیت پہنچانے پر بے حد نادم ہوئے اور انہوں نے اپنی غلطیوں سے توبہ کی۔

باب۔ ۱۴

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ بہت بڑے اولیاء اور مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور ریاضت و عبادت کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کیا۔ احادیث بیان کرنے میں آپ کو درک حاصل تھا۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ حضرت بایزید کو اولیاء میں وہی اعزاز حاصل ہے جو حضرت جبرائیل کو ملائکہ میں اور مقام توحید میں تمام بزرگوں کی انتہا آپ کی ابتدا ہے۔ کیونکہ ابتدائی مقام میں ہی لوگ سرگرداں ہو کر رہ جاتے ہیں جیسا کہ حضرت بایزید کا قول ہے کہ اگر لوگ دو سو سال تک بھی گلشن معرفت میں سرگشتہ رہیں جب کہیں جا کر اس کا ایک پھول مل سکتا ہے جو مجموعی طور پر ابتدا ہی میں مجھے مل گیا۔ شیخ ابو سعید کا قول ہے کہ میں پورے عالم کو آپ کے اوصاف سے پر دیکھتا ہوں. لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے مراتب کو کوئی نہیں جانتا۔

آپ کے دادا آتش پرست تھے اور والد بزرگوار کا بسطام کے عظیم بزرگوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کی کرامات کا ظہور شکم مادر ہی میں ہونے لگا تھا۔ کیونکہ آپ کی والدہ فرماتی تھیں کہ جس وقت بایزید میرے شکم میں تھا تو اگر کوئی مشتبہ غذا میرے شکم میں چلی جاتی تو اس قدر بے کلی اور بے چینی ہوتی کہ مجھے حلق میں انگلی ڈال کر نکالنا پڑتی۔ حضرت بایزید کا قول ہے کہ راہ طریقت میں سب سے بڑی دولت وہ ہے جو مادر زاد ہو. اس کے بعد چشم بینا اور اس کے بعد گوش ہوش۔ لیکن اگر یہ تینوں چیزیں حاصل نہ ہوں تو پھر اچانک مر جانا بہتر ہے۔

جب آپ مکتب میں داخل ہوئے اور آپ نے سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی کہ ان اشکر لی ولوالدیک یعنی میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا اس وقت اپنی والدہ سے آ کر عرض کیا کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ مجھے خدا سے طلب کر لیں تاکہ میں آپ کا شکر ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کر دیں

تاکہ اس کے شکر میں مشغول ہو جاؤں ۔ والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حقوق سے دست بردار ہو کر تجھے خدا کے سپرد کرتی ہوں ۔ چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی جانب نکل گئے اور وہیں ذکر و شغل کو جزو حیات بنالیا اور مکمل تین سال شام کے میدانوں اور صحراؤں میں زندگی گزار دی ۔ اس عرصہ میں یاد الٰہی کی وجہ سے کھانا پینا سب ترک کر دیا نہ صرف یہ بلکہ ایک سو ستر مشائخ سے بھی نیاز حاصل کر کے ان کے فیوض سے سیراب ہوئے ۔ انہیں مشائخ میں حضرت امام جعفر صادق بھی شامل ہیں ۔

حالات . ایک مرتبہ آپ حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں تھے تو انہوں نے فرمایا کہ بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھالاؤ ۔ آپ نے دریافت کیا کہ وہ طاق کس جگہ ہے ۔ امام جعفر نے فرمایا کہ اتنے عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا؟ آپ نے عرض کیا کہ طاق تو کجا میں نے تو آپ کے روبرو کبھی سر بھی نہیں اٹھایا ۔ اس وقت امام جعفر نے فرمایا اب تم مکمل ہو چکے لہٰذا بسطام واپس چلے جاؤ ۔

ایک مقام پر آپ کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے پہنچے تو جس وقت آپ ان کے نزدیک ہو گئے تو دیکھا کہ انہوں نے کعبہ کی جانب تھوک دیا ۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کئے بغیر واپس آ گئے اور فرمایا کہ اگر وہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتا ہے تو شریعت کے منافی کام نہ کرتا ۔ آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ مسجد جاتے وقت راستے میں بھی نہ تھوکتے . سفر حج میں چند قدموں کے بعد آپ نماز ادا کرتے ہوئے فرماتے کہ بیت اللہ دنیاوی بادشاہوں کا دربار نہیں جہاں انسان ایک دم پہنچ جائے ۔ اس طرح آپ پورے بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے لیکن حج کے بعد مدینہ منورہ تشریف نہیں لے گئے اور فرمایا کہ یہ کوئی معقول بات نہیں کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ جاؤں ، اس کی زیارت کے لئے انشاءاللہ پھر کسی دوسرے موقع پر حاضر ہوں گا ۔ چنانچہ جب دوسرے سال مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو صدہا افراد آپ کے ہمراہ ہو گئے لیکن آپ نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک دن نماز فجر کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ میں تو خدا ہوں ۔ اس کے باوجود بھی لوگ میری پرستش نہیں کرتے ۔ یہ سنتے ہی لوگ آپ کو پاگل سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے لیکن درحقیقت یہ الفاظ آپ نے لسان غیب سے فرمائے تھے . ایک مرتبہ راہ میں آپ کو ایک ایسی کھوپڑی پڑی ہوئی مل گئی جس پر یہ تحریر تھا ۔ صم بکم عمی فھم لایعقلون یعنی وہ گونگے بہرے اور اندھے ہیں اس لئے کہ وہ عقل نہیں رکھتے ۔ یہ پڑھتے ہی آپ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور ہوش آنے کے بعد اس کھوپڑی کو بوسہ دے کر فرمایا کہ یہ ایسے صوفی کی ہے کہ جو ذکر الٰہی میں اس درجہ سرگرداں ہو گیا کہ نہ تو کان رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی بات سنے . نہ زبان جس سے اس کا ذکر کر سکے اور نہ آنکھ جس سے اس کا جمال دیکھ سکے ۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم رات کو سکون اور چین کے ساتھ نیند لے کر اہل قافلہ سے پیچھے رہ جاتے ہو آپ نے جواب دیا کہ پوری رات سکون کی نیند لینے کے بعد اہل قافلہ سے بچھڑ کر جو

پہلے منزل پر پہنچ جائے وہی کامل ہوتا ہے۔ یہ سن کر ذوالنون نے کہا کہ یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ انہیں مبارک فرمائے۔

مدینہ منورہ سے سفر میں آپ نے اپنے اونٹ پر بے حد بوجھ لاد لیا اور جب لوگوں نے کہا کہ جانور پر اس قدر بوجھ لادنا شان بزرگی کے خلاف ہے تو فرمایا کہ پہلے آپ لوگ غور سے دیکھ لیں کہ بوجھ اونٹ کے اوپر ہے بھی یا نہیں، چنانچہ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ پورا بار اونٹ کی کمر سے اوپر تھا. یہ دیکھ کر سب حیرت زدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنا حال پوشیدہ رکھتا ہوں تو دوسروں کو خبر نہیں ہوتی اور یہ ظاہر کر دیتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں ان حالات میں بھلا میں تمہارے ہمراہ کیسے رہ سکتا ہوں اور جب زیارت مدینہ سے فارغ ہوئے اور والدہ کی خدمت کا تصور آیا تو بسطام کے لئے روانہ ہو گئے اور جب اہل شہر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو کافی فاصلہ پر آپ کے استقبال کے لئے پہنچ گئے لیکن اس وقت آپ کو یہ پریشانی ہو گئی کہ اگر لوگوں سے ملاقات کرتا رہوں تو یاد الٰہی میں غفلت ہو گی. لہٰذا آپ نے ان لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے یہ ترکیب کی کہ رمضان کے باوجود دکان سے کھانا خرید کر کھانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند واپس ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ گو میں نے اجازت شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے برا سمجھ کر منحرف ہو گئے۔

جب سفر سے واپسی میں مکان کے دروازے پر پہنچے اور دروازے سے کان لگا کر سنا تو والدہ وضو کرتے ہوئے یہ کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں سے اس کو خوش رکھ کر اچھا بدلہ دینا۔ یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دے دی تو والدہ نے پوچھا کون ہے. عرض کیا کہ آپ کا مسافر. چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور غم سے کمر جھک گئی آپ نے فرمایا کہ جس کام کو میں نے بعد کے لئے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہو گیا اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔

والدہ کی برکت. آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں قطعاً پانی نہیں تھا چنانچہ میں گھڑا لے کر نہر سے پانی لایا میری آمد و رفت کی تاخیر کی وجہ سے والدہ کو پھر نیند آ گئی اور میں رات بھر پانی لئے کھڑا رہا حتی کہ شدید سردی کی وجہ وہ پانی پیالے میں منجمد ہو گیا اور جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا تم نے پانی رکھ دیا ہوتا اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہو کر پانی نہ پی پائیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے دعائیں دیں اسی طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ

دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن میں رات بھر اسی پریشانی میں کھڑا رہا کہ نہ معلوم داہنا پٹ کھولوں یا بایاں۔ کیوں کہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھل گیا تو حکم عدولی میں شمار ہو گا چنانچہ انہیں خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھ کو حاصل ہوئے۔

ریاضت. آپ فرمایا کرتے کہ میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا نفس آئینہ بن گیا۔ پھر پانچ سال مختلف قسم کی عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا۔ پھر ایک سال تک جب میں نے خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا چنانچہ پھر پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارہ کیا تو سب کو مردہ دیکھا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہو گیا جس طرح لوگ نماز جنازہ پڑھ کر قیامت تک کے لئے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد مجھے خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

آپ مسجد میں داخلے سے قبل دروازے پر کھڑے ہو کر گریہ زاری کرتے رہتے تھے اور جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں خود کو حائضہ عورت کی طرح نجس تصور کرتے ہوئے روتا ہوں کہ کہیں داخلے سے مسجد نجس نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ آپ سفر حج پر روانہ ہو کر چند منزل پہنچنے کے بعد پھر واپس آ گئے اور جب لوگوں نے ارادہ توڑنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ راستے میں مجھے ایک حبشی مل گیا اور اس نے مجھے اصرار کے ساتھ یہ کہا کہ خدا کو بسطام میں چھوڑ کر کیوں جاتا ہے۔ چنانچہ میں واپس آ گیا۔

حج کے سفر میں کسی نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ فرمایا حج کا. پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کچھ رقم ہے؟ فرمایا دو سو دینار۔ اس نے عرض کیا کہ میں مفلس ہوں اور عیالدار ہوں لہٰذا یہ رقم مجھ کو دے کر سات مرتبہ میرا طواف کر لیجئے تو اسی طرح آپ کا حج ہو جائے گا۔ آپ نے اسی کے کہنے پر عمل کیا اور وہ رقم لے کر رخصت ہو گیا۔

جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہونے لگا اور آپ کا کلام عوام کے ذہنوں سے بالاتر ہو گیا تو آپ کو سات مرتبہ بسطام سے نکالا گیا اور جب آپ نے نکالنے کی وجہ پوچھی تو کہا گیا کہ تم نہایت برے انسان ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جس شہر کا سب سے برا انسان بایزید ہو وہ شہر سب سے اچھا ہے۔

ایک شب آپ عبادت خانہ کی چھت پر پہنچے اور دیوار پکڑ کر پوری رات خاموش کھڑے رہے جس کی وجہ سے آپ کو پیشاب میں خون آ گیا اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس کی دو وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ آج میں خدا کی عبادت نہیں کر سکا. دوم یہ کہ ایام طفولیت میں مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا چنانچہ ان دونوں چیزوں سے ایسا خوف زدہ تھا کہ میرا قلب خون ہو گیا اور وہ خون پیشاب کے راستے سے نکلا۔

عبادت کے اوقات میں آپ کو یہ خوف لاحق رہتا کہ کہیں کسی کی آواز سے میری عبادت میں خلل واقع نہ ہو جائے اس لئے مکان کے تمام سوراخ بند کر دیتے تھے. عیسیٰ بسطامی کا قول ہے کہ میں تیس سال آپ کے ساتھ رہا لیکن کبھی آپ کو بات کرتے نہیں دیکھا اور آپ کی یہ عبادت تھی کہ زانو میں سر دیئے رہتے اور جب سر اٹھاتے تو پھر فوراً ہی سرد آہ کھینچ کر زانو پر رکھ لیتے اور حضرت سہلکی فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بسطامی نے جیسا بیان کیا وہ قبض کی کیفیت ہوگی۔ ویسے آپ حالت بسط میں لوگوں سے باتیں کرتے اور فیض بھی پہنچاتے تھے۔

کیفیت وجد. ایک مرتبہ حالت وجد میں آپ نے کہہ دیا کہ سبحانی ما اعظم شانی یعنی میں پاک ہوں اور میری شان بہت بڑی ہے اور جب اختتام وجد کے بعد ارادات مندوں نے سوال کیا کہ یہ جملہ آپ نے کیوں کہا؟ فرمایا کہ مجھے تو علم نہیں کہ میں نے ایسا کوئی جملہ کہا ہو۔ لیکن آئندہ اس قسم کا جملہ میری زبان سے نکل جائے تو مجھے قتل کر ڈالنا. اس کے بعد دوبارہ حالت وجد میں پھر آپ نے یہی جملہ کہا۔ جس پر آپ کے مریدین قتل کر دینے پر آمادہ ہو گئے لیکن پورے مکان میں انہیں ہر سمت بایزید ہی بایزید نظر آئے اور جب انہوں نے چھریاں چلانی شروع کیں تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے پانی پر چھریاں چل رہی ہوں اور آپ کے اوپر اس کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر جب کچھ وقفہ کے بعد وہ صورت رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی گئی تو دیکھا کہ آپ محراب میں کھڑے ہیں اور جب مریدین نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اصل بایزید تو میں ہوں اور جن کو تم نے دیکھا وہ بایزید نہیں تھے لیکن اگر کوئی معترض یہ کہے کہ انسانی جسم اس قدر طویل کیسے ہو سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ حضرت آدم جس وقت دنیا میں تشریف لائے اور طوالت کی وجہ سے ان کا سر آسمان سے ٹکراتا تھا اور جب حکم الٰہی سے حضرت جبرائیل نے ان کے سر پر اپنا پر مارا اس وقت آپ کا قد چھوٹا ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ جب اس کو بڑے جسم کو چھوٹا کر دینے پر قدرت ہے تو چھوٹے جسم کو بھی بڑا کر دینا اس کی قدرت میں داخل ہے اسی طرح جب تک بچہ شکم مادر میں رہتا ہے تو اس کا وزن بہت ہلکا ہوتا ہے لیکن ولادت ہوتے ہی وزن میں اضافہ ہو جاتا ہے مگر ان چیزوں کو سمجھنے کے لئے مراتب کی واقفیت بہت ضروری ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک لال رنگ کا سیب ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ تو بہت ہی لطیف ہے چنانچہ اسی وقت غیب سے ندا آئی کہ ہمارا نام سیب کے لئے استعمال کرتے ہوئے حیا نہیں آتی. اور اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے چالیس دن کے لئے اپنی یاد آپ کے قلب سے نکال دی۔ لیکن اس کے بعد آپ نے قسم کھائی کہ اب کبھی بسطام کا پھل نہیں کھاؤں گا۔

غلط فہمی. ایک مرتبہ آپ کو یہ تصور ہو گیا کہ میں بہت بڑا بزرگ اور شیخ وقت ہو گیا ہوں لیکن اسی کے ساتھ یہ خیال بھی آیا. کہ میرا یہ جملہ فخر و تکبر کا آئینہ ہے، چنانچہ فوراً خراسان کا رخ کیا اور اچانک منزل

پر پہنچ کر دعا کی کہ اے اللہ! جب تک ایسے کامل بندے کو نہیں بھیجے گا جو مجھ کو میری حقیقت سے روشناس کرا سکے اس وقت تک یہیں پڑا رہوں گا اور جب تین شب و روز اسی طرح گزر گئے تو چوتھے دن ایک شخص اونٹ پر آیا جس کو آپ نے ٹھہرنے کا اشارہ کیا لیکن اس اشارے کے ساتھ اونٹ کے پاؤں زمین میں دھنستے چلے گئے اور جو اس پر سوار تھا اس نے غصے کے انداز میں کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی کھلی ہوئی آنکھ بند کر لوں اور بند آنکھ کھول دوں اور بایزید سمیت پورے بسطام کو غرق کر دوں؟ یہ سن کر آپ کے ہوش اڑ گئے اور اس سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ جس وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا اس وقت میں یہاں سے تین ہزار میل دور تھا اور اس وقت میں سیدھا وہیں سے چلا آ رہا ہوں ۔ لہٰذا تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اپنے قلب کی نگرانی کرتے رہو یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔

آپ مسجد میں چالیس برس مقیم رہے لیکن اس درجہ محتاط تھے کہ مسجد کا اور مسجد سے باہر کا لباس جدا جدا ہوتا تھا اور اس میں سوائے مسجد کی دیوار کے آپ نے کسی چیز سے ٹیک نہیں لگائی آپ فرمایا کرتے کہ میں نے چالیس برس تک عام انسانوں کی غذا چکھی تک نہیں کیوں کہ میرا رزق کہیں اور سے آتا تھا اور اس دوران اپنے قلب کی نگرانی میں مصروف رہا. اس کے بعد جب غور کیا تو ہر سمت بندگی اور خدائی نظر آئی. پھر تیس سال خدا کی جستجو میں گزارے اس کے بعد خدا کو طالب اور خود کو مطلوب پایا اور اب تیس سال سے یہ کیفیت ہے کہ جب خدا کا نام لینا چاہتا ہوں تو پہلے تین مرتبہ اپنی زبان کو دھولیتا ہوں ۔

حضرت ابو موسیٰ نے جب آپ سے سوال کیا کہ خدا کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپ کو کیا نظر آیا۔ فرمایا کہ خدا کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت دشوار ہے اور جب اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے تو پھر سعی کے بغیر بھی قلب اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش سی محسوس ہونے لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ اللہ نے وہ مراتب عطا کئے. جو آپ پر بھی ظاہر ہیں اور ظاہر میں بھی اس کی علامتیں پائی جاتی ہی اور جس وقت آپ کے اوپر خوف طاری ہوتا تو پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ حاضر ہوئے تو آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ میں نے بہت کوشش کی کہ تمہیں دینے کے لئے کوئی چیز مل جائے لیکن نہیں مل سکی۔

حضرت بو تراب بخشی کا ایک ارادت مند اپنی ریاضت کے اعتبار سے. بہت بلند تھا. اور آپ اس سے یہ فرمایا کرتے کہ حضرت بایزید کی صحبت تیرے لئے زیادہ سودمند ہوگی. لیکن وہ عرض کرتا کہ میں تو بایزید کے خدا کو دن میں سو مرتبہ دیکھتا ہوں ان سے بھلا مجھے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے. حضرت بو تراب نے فرمایا کہ ابھی تک تو نے اپنے پیمانے کے مطابق خدا کا دیدار کیا ہے لیکن ان کی توجہ کے بعد ایسا دیدار ہو گا جس طرح دیدار کا حق ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا مختلف طریقوں سے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ محشر میں ایک

خاص تجلی تو حضرت صدیق اکبر پر ڈالے گا اور ایک تجلی پوری مخلوق پر۔ یہ سننے کے بعد اس مرید کے قلب میں حضرت بایزید کا اشتیاق دیدار پیدا ہوا اور اپنے مرشد کے ہمراہ جس وقت آپ کے مکان پر پہنچا تو آپ کہیں سے پانی بھرنے گئے ہوئے تھے۔ اور جب یہ دونوں ان کی تلاش میں چل دیئے تو دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں گھڑا اور ایک ہاتھ میں پوستین لٹکائے چلے آرہے ہیں لیکن اس مرید پر آپ کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کپکپی کی وجہ سے زمین پر گر پڑا اور وہیں دم نکل گیا۔ اور جب حضرت بوتراب نے کہا کہ آپ نے ایک ہی نظر میں کام ختم کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر کشف کا ایک خاص مقام باقی رہ گیا تھا جو اس وقت اس کو حاصل ہوا لیکن وہ برداشت نہ کرتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ جس طرح مصر کی عورتیں حسن یوسف کی تاب نہ لاکر اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھی تھیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ نے جب آپ کو یہ تحریر کیا کہ آپ کی ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے۔ جو ایک جام ازلی سے ایسا مست ہو گیا کہ اس کی مستی ابد تک ختم نہ ہونے والی ہے آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ یہاں ایک ایسا فرد بھی موجود ہے۔ جو ازل وابد کے بحر بیکراں کو پی کر بھی یہی کہتا ہے کہ کچھ اور مل جائے۔ پھر ایک مرتبہ یحییٰ بن معاذ نے تحریر کیا کہ میں آپ کو ایک راز بتانا چاہتا ہوں لیکن اس وقت بتاؤں گا جب ہم دونوں شجر طوبیٰ کے نیچے کھڑے ہوں گے اور قاصد کو ایک ٹکیہ روٹی دے کر یہ ہدایت بھی کر دی کہ حضرت بایزید سے کہنا کہ اس کو کھالیں یہ آب زمزم سے گوندھی گئی ہے۔ اس کے بعد حضرت بایزید نے لکھا کہ جس جگہ خدا کو یاد کیا جاتا ہے وہاں جنت اور طوبیٰ دونوں موجود ہوتے ہیں اور ٹکیہ اس لئے واپس کر رہا ہوں کہ آب زمزم سے گوندھنے کی فضیلت اپنی جگہ مسلم لیکن یہ کسے معلوم کہ جو بیج بویا گیا تھا وہ کسب حلال کا تھا یا کسب حرام کا۔ اس لئے کہ اس کے اکل حلال ہونے میں مجھ کو شک ہے۔ اس جواب کے بعد یحییٰ بن معاذ بعد نماز عشاء بغرض ملاقات بسطام پہنچے لیکن یہ خیال کر کے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو اور کسی جگہ مقیم ہو گئے اور صبح کو جب آپ کے یہاں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ قبرستان میں ہیں چنانچہ جب حضرت یحییٰ قبرستان میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہوئے مصروف عبادت ہیں اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے پوری رات اسی طرح کھڑے ہوئے گزری پھر فراغت کے بعد جب اچھی طرح دن نکل آیا تو آپ نے یہ دعا پڑھی اعوذبک ان سئلک من ہذا المقام میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اس بات کی کہ میں تجھ سے اس مقام کا حال دریافت کروں۔

اس کے بعد حضرت یحییٰ نے پیش قدمی کرتے ہوئے سلام کیا اور رات کے واقعات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بیش مدارج عطا کرنے چاہے لیکن وہ سب حجاب کے تھے اس لئے میں نے قبول نہیں کئے۔ پھر حضرت یحییٰ نے پوچھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے معرفت کیوں نہیں طلب کی۔ یہ سنتے ہی آپ نے

چیخ کر کہا کہ بس خاموش ہو جا. اس لئے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس شے سے واقف ہو جاؤں جس کے لئے میری تمنا یہ ہے کہ خدا کے سوا اس سے کوئی واقف نہ ہو اور یہ بات سوچ لو کہ جہاں معرفت خداوندی کا وجود ہو وہاں مجھ جیسے گنہگار کا گزر کہاں کیوں کہ یہ خدا کی مرضی میں شامل ہے کہ معرفت کو اس کے علاوہ کوئی جان نہ سکے پھر حضرت یحییٰ نے عرض کیا کہ آج کی شب جو مراتب آپ کو عطا ہوئے ان کا کچھ فیض مجھے بھی پہنچا دیجئے۔ حضرت بایزید نے فرمایا کہ اگر تجھ کو صفات آدم. قدس جبرائیل. خلت ابراہیم. شوق موسیٰ پاکیزگی عیسیٰ اور حب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب ہی کچھ عطا کر دیئے جائیں جب بھی خوش نہ ہونا کیوں کہ یہ سب حجابات ہیں بس صرف خدا ہی کو خدا سے طلب کرتے رہنا تاکہ سب کچھ حاصل ہو جائے۔

حضرت ذوالنون نے آپ کی خدمت میں ایک جائے نماز ارسال کی تو آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ مجھے اس کی حاجت نہیں البتہ ایک مسند کی ضرورت ہے یعنی اب ایسا بے نیاز ہو چکا ہوں کہ مجھے نماز معاف ہو چکی ہے اور جب انہوں نے نفیس قسم کی مسند بھجوائی تو یہ کہہ کر واپس کر دی کہ جس کے پاس الطاف خداوندی کی مسند موجود ہو اس کو دنیاوی مسند کی ضرورت نہیں. حالانکہ یہ وہ دور تھا جب کہ آپ نہایت ضعیف و پریشان حال تھے اور اگر مسند قبول کر لیتے تو جائز تھا لیکن از روئے تقویٰ دونوں چیزیں واپس کر دیں۔

آپ فرمایا کرتے کہ میں سردیوں کی رات میں گدڑی اوڑھے ہوئے یخ بستہ پانی سے غسل کر کے صبح تک وہی بھیگی ہوئی گدڑی اس نیت سے اوڑھے رکھی کہ جرم میں نفس کو اور بھی زیادہ سردی کا سامنا کرنا پڑے اور اس دن سے یہ معمول بنا لیا کہ دن میں ستر مرتبہ غسل کرتا ہوں اور ہر مرتبہ بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

ایک مرتبہ قبرستان میں تشریف لائے کہ ایک بسطامی نوجوان بربط بجا رہا تھا تو آپ نے اس کو دیکھا کر لاحول پڑھی اور اس نوجوان نے بربط کو اتنی زور سے آپ کے سر پر دے مارا کہ سر پھٹ گیا اور بربط ٹوٹ گیا لیکن آپ نے گھر آ کر اس نوجوان کو بربط کی قیمت اور کچھ حلوہ وغیرہ بھیجتے ہوئے پیغام دیا کہ اس رقم سے دوسرا بربط خرید لو اور حلوہ وغیرہ خوب کھاؤ تاکہ شکستہ بربط کا غم دور ہو جائے اس کے بعد اس نوجوان نے حاضر ہو کر معذرت طلب کی اور ہمیشہ کے لئے وہ اور اس کا ایک ساتھی تائب ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ ارادت مندوں کے ہمراہ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آ گیا۔ چنانچہ آپ نے اور مریدین نے راستہ چھوڑ دیا اور وہ کتا نکل گیا۔ اسی وقت کسی مرید نے پوچھا کہ جب خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو پھر آپ نے کتے کے لئے راستہ کیوں چھوڑ دیا اس سے تو ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ کتے کہ ہم پر برتری حاصل ہے اور یہ بات خلاف عقل ہے اور خلاف شرع بھی۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کتے نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ ازل میں مجھ کو کتا اور آپ کو سلطان العارفین کیوں بنایا گیا اور اس میں میرا کیا قصور تھا اور آپ کی کیا فضلیت تھی چنانچہ میں نے اس خیال سے کہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے کتے پر فضیلت عطا کر دی اس لئے میں نے راستہ چھوڑ دیا پھر ایک اور مرتبہ راہ میں کتا ملا تو آپ نے دامن سمیٹ لیا جس پر کتے نے عرض کیا کہ آپ نے دامن کیوں بچایا اس لئے کہ اگر میں بھیگا ہوا نہیں ہوں تو مجھ سے ناپاکی کا خطرہ نہیں اور اگر بھیگا ہوا ہوتا تو آپ اپنے کپڑے پاک کر سکتے تھے لیکن یہ تکبر جس کا آپ نے مظاہرہ فرمایا یہ تو سات سمندروں کے پانی سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے اس لئے کہ تیرا ظاہر نجس ہے اور میرا باطن۔ لہٰذا ہم دونوں کو ایک ساتھ رہنا چاہئے تاکہ کچھ پاکیزگی میرے باطن کو بھی حاصل ہو جائے لیکن کتے نے کہا کہ ہم دونوں کا ساتھ رہنا ممکن نہیں کیوں کہ میں مردود ہوں اور آپ مقبول بارگاہ. دوسرے یہ کہ میں دوسرے دن کے لئے ایک ہڈی بھی جمع نہیں کرتا اور آپ سال بھر کا غلہ جمع کر لیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ صد حیف جب میں کتے کے ہمراہ رہنے کے قابل بھی نہیں تو پھر خدا کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے اور پاک ہے وہ اللہ جو بدترین مخلوق کی باتوں سے بہترین مخلوق کو درس عبرت دیتا ہے۔

ایک شخص تیس سال تک آپ کی صحبت میں عبادت کرتا رہا اور ایک دن آپ سے عرض کیا کہ اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی آپ کی تعلیم مجھ پر اثر انداز نہ ہو سکی. آپ نے فرمایا کہ ایک ہی شکل سے تیرے اوپر اثر ہو سکتا ہے لیکن وہ تیرے لئے قابل قبول نہ ہوگی اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ داڑھی، مونچھ اور سر کے بال منڈا کر اور ایک کمبل اوڑھ کر ایک تھیلے میں اخروٹ بھر لے اور ایسی جگہ جا بیٹھ جہاں بہت لوگ تجھ سے واقف ہوں اور بچوں سے کہہ دے کہ جو بچہ مجھے ایک تھپڑ مارے گا اسی کو ایک اخروٹ دوں گا۔ بس یہی تیرا واحد علاج ہے اس لئے کہ ابھی تجھے اپنے نفس پر قابو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس نے جواب میں کہا سبحان اللہ لا الٰہ الا اللہ آپ نے فرمایا کہ یہ کلمات اگر کسی کافر کی زبان سے ادا ہوتے تو وہ مسلمان ہو جاتا. لیکن تو اس لئے مشرک ہو گیا کہ تو نے عظمت خداوندی کے بجائے اپنی عظمت کا اظہار کیا. یہ سن کر اس نے عرض کیا کہ آپ کی بتائی ہوئی ترکیب میرے لئے قابل قبول نہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تو میری بات پر عمل نہیں کرے گا۔

حضرت شقیق بلخی کا ایک ارادت مند سفر حج پر روانہ ہوتے ہوئے حضرت بایزید کے یہاں شرف نیاز کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کس سے بیعت ہو. اور جب اس نے اپنے مرشد کا نام بتا دیا تو فرمایا کہ تمہارے مرشد کے اقوال و اعمال کیا ہیں ؟ اس نے عرض کیا کہ ان کا عمل تو یہ ہے کہ مخلوق سے بے نیاز ہو کر متوکل علے اللہ ہو گئے ہیں اور قول یہ ہے کہ اگر بارش نہ ہونے سے غلہ پیدا نہ ہو اور پوری مخلوق میری عیال میں داخل ہو

جب بھی میں توکل ترک نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حضرت بایزید نے فرمایا کہ وہ تو بہت کافر و مشرک ہے اور اگر میں پرندہ بن جاؤں جب بھی اس کے شہر کا رخ نہ کروں لہٰذا اس کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ صرف دو روٹیوں کی خاطر تو خدا کو آزماتا ہے اور جب بھوک لگے تو کسی سے مانگ کر کھالینا توکل کو رسوا نہ کرنا کیوں کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تیری وجہ سے تیرا شہر تباہ نہ ہو جائے۔ یہ سن کر ان کا مرید حج کا قصد ترک کر کے حضرت بایزید کا پیغام لے کر حضرت شفیق کی خدمت میں پہنچا اور جب حضرت شفیق نے اس پیغام پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ وہ عیب واقعی ان کے اندر موجود ہے لیکن انہوں نے اپنے مرید سے پوچھا کہ حضرت بایزید سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اگر مجھ میں یہ خامی ہے تو پھر آپ کا کیا مرتبہ ہے. چنانچہ اس مرید نے دوبارہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر یہی سوال دہرایا آپ نے فرمایا یہ اس کی دوسری بیوقوفی ہے لیکن میں جو کچھ جواب دوں گا وہ تیرے فہم سے بالاتر ہے لہٰذا کاغذ پر تحریر کر کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بایزید کچھ بھی نہیں اور کاغذ لپیٹ کر اس کو دے دیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب بایزید کچھ نہیں تو اس کے اوصاف کیا ہو سکتے ہیں. لہٰذا اس کا مرتبہ دریافت کرنا بے سود ہے اور توکل واخلاص تو سب مخلوق ہی کی باتیں ہیں ہماری شہرت تو اللہ کے اخلاق سے ہونی چاہئے نہ کہ توکل سے. چنانچہ جب وہ مرید پیغام لے کر پہنچا تو حضرت شفیق بالکل لب مرگ تھے اور کاغذ یہ پڑھ کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت احمد خضرویہ اپنے ہزار مرشدین کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے مریدین میں ایک مرید بہت ہی صاحب فضل و کمال تھا اور اس کی کیفیت تھی کہ ہوا میں اڑتا اور پانی پر چلتا تھا چنانچہ جس وقت یہ جماعت بایزید کے در دولت پر پہنچی تو حضرت احمد نے مریدین کو یہ حکم دیا کہ جس میں حضرت بایزید کے دیدار کی طاقت ہو بس وہی میرے ہمراہ آئے اور باقی سب لوگ ٹھہر جائیں. لیکن سب ہی نے آپ کے اشتیاق دید کا اظہار کیا اور جب حضرت بایزید کے گھر پہنچے تو جوتے اتارنے کی جگہ پر اپنے عصا رکھ دیئے اور جب سب آپ کے سامنے پہنچے تو آپ نے سوال کیا کہ تمہارا وہ مرید کہاں ہے جو سب میں افضل ترین ہے اور وہ باہر کیوں کھڑا رہ گیا ہے ؟ اس کو بھی اندر بلا لو چنانچہ جب اس کو بھی اندر بلا لیا گیا تو آپ نے حضرت احمد سے پوچھا کہ آپ کب تک دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول رہیں گے. انہوں نے جواب دیا کہ پانی کے ایک جگہ ٹھہر جانے سے بدبو پیدا ہو کر رنگ تبدیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ پھر دریا کیوں نہیں بن جاتے. جس میں نہ کبھی بدبو پیدا ہو اور نہ کبھی رنگ تبدیل ہو۔ اس کے بعد پھر معرفت کے متعلق کچھ دوسری گفتگو ہوتی رہی جس پر حضرت احمد نے عرض کیا کہ آپ کی باتیں میرے فہم سے بالاتر ہیں. انہیں ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں تاکہ میں سمجھ سکوں چنانچہ آپ نے اس انداز سے گفتگو فرمائی کہ ان کی سمجھ میں اچھی طرح آ گئیں اور جب آپ خاموش ہو گئے تو حضرت احمد نے سوال کیا کہ میں نے آپ کے مکان کے سامنے ابلیس کو

پھانسی پر لٹکتے دیکھا ہے وہ کیا چیز ہے؟ حضرت بایزید نے فرمایا سزا میں نے بسطام میں آ گیا اور اسی کی اس بسطام میں داخل نہ ہو گا وہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے ایک شخص کو فریب دینے بسطام میں آ گیا اور اسی کی اس سمیں میں نے اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔

کسی نے سوال کیا کہ آپ کے پاس عورتوں کا اجتماع کیوں رہتا ہے اور اس میں کیا راز ہے؟ فرمایا کہ یہ ملائکہ ہیں جن کو میں علمی مسائل سمجھاتا ہوں. پھر فرمایا کہ ایک شب اول فلک کے ملائکہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے ہمراہ عبادت کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا کہ میری زبان میں وہ طاقت نہیں جس سے میں ذکر الٰہی کر سکوں لیکن اس کے باوجود رفتہ رفتہ ساتوں افلاک کے ملائکہ میرے پاس جمع ہو گئے اور سب نے وہی خواہش ظاہر کی جو فلک اول کے فرشتوں نے کی تھی. اور میں نے سب کو پہلے ہی جیسا جواب دیا اور جب انہوں نے پوچھا کہ ذکر الٰہی کی طاقت آپ میں کب تک پیدا ہو گی. تو میں نے کہا کہ قیامت کو جب سزا و جزا ختم ہو جائیں گے اور میں طواف عرش کرتا ہوا اللہ اللہ کہہ رہا ہوں گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شب اچانک میرا مکان منور ہو گیا اور میں نے آواز دے کر کہا کہ اگر ابلیس کی حرکت ہے تو میں اپنی بزرگی اور بلند ہمتی کی وجہ سے اس کے فریب میں نہیں آ سکتا اور اگر مقربین کی جانب سے یہ نور ہے تو مجھے خدمت کا موقع عطا کیجئے تاکہ میں بھی مرتبہ کرامت حاصل کر سکوں۔

ایک شب آپ کو عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوئی تو خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے؟ چنانچہ انگور کا ایک خوشہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کو دے دو اس کے بعد آپ کے اوپر انوار کی بارش ہونے لگی اور ذکر و شغل میں لذت محسوس ہونے لگی۔

ایک یہودی جو آپ کا پڑوسی تھا وہ کہیں سفر میں چلا گیا اور افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہیں کر سکتی تھی اور تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا چنانچہ آپ ہر رات اس کے یہاں چراغ رکھ آتے اور جس وقت وہ یہودی سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے تمام واقعہ سنایا جس کو سن کر اس نے کہا کہ یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارا پڑوسی ہو اور ہم گمراہی میں زندگی گزاریں چنانچہ میاں بیوی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ایک مرتبہ کسی آتش پرست سے مسلمان ہونے کی تبلیغ کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ اگر اسلام اس کا نام ہے جو حضرت بایزید کو حاصل ہے تو اس کی مجھ میں طاقت نہیں اور جس طرح کے تم سب لوگ مسلمان ہو تو مجھے اعتماد نہیں۔ ایک مرتبہ آپ اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے تو اچانک ایک مرید سے فرمایا کہ خدا کا دوست آ رہا ہے چل کر اس کا استقبال کرنا چاہئے اور جب سب لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم ہروی ہیں جو خچر پر سوار چلے آ رہے ہیں اور حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ مجھے آپ کے استقبال کا

منجانب اللہ حکم ملا ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ اس بارگاہ میں آپ کو میں اپنا شفیع بنالوں۔ یہ سن کر انہوں نے جواب دیا کہ اگر پہلی شفاعت تمہیں اور آخری شفاعت مجھے عطا کی جائے جب بھی حضور اکرمؐ کی شفاعت کے مقابلہ میں اس کا مرتبہ ایک مشت خاک بھی نہیں ہے اس کے بعد دسترخوان بچھا جس پر انواع واقسام کے لذیذ اور اعلیٰ کھانے چنے ہوئے تھے اور آپ نے حضرت ابرہیم کے ہمراہ کھانا کھایا لیکن حضرت ابراہیمؒ کے قلب میں خیال گزرا کہ حضرت بایزید جیسے شیخ دوراں کو ایسے کھانوں سے احتراز کرنا چاہئے اور حضرت بایزید کو آپ کی نیت کا اندازہ ہو گیا تو آپ نے کھانے کے بعد ان کو اپنے ہمراہ ایک کونہ میں لے جاکر دیوار پر ہاتھ مارا تو ایک ایسا دروازہ نمودار ہوا جس کے سامنے بہت بڑا دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ چلئے ہم دونوں اس میں غسل کریں لیکن انہوں نے کہا کہ خدا نے یہ مرتبہ مجھے عطا نہیں فرمایا۔ یہ جواب سن کر آپ نے ان سے کہا کہ جس جو کی روٹی تمہاری غذا ہے وہ تو جو ہیں جن کو جانور کھاتے ہیں اور لید کرتے ہیں لیکن تم اس کے باوجود بھی یہ تصور کرتے ہو کہ عمدہ و لذیذ کھانا کھانے والا کبھی اہل تقویٰ نہیں ہو سکتا یہ سن کر حضرت ابراہیم ہروی بہت نادم ہوئے اور معافی طلب کی۔

ایک مرتبہ لوگوں نے قحط سے عاجز آکر آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے مراقبہ میں سے سر اٹھا کر فرمایا کہ جاکر پرنالوں کو درست کرلو۔ بارش آنے والی ہے چنانچہ کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہو گئی اور ایک دن رات مسلسل پانی برستا رہا۔

ایک دن آپ نے اپنے پاؤں پھیلائے تو ایک مرید نے بھی پھیلا لئے اور جب آپ نے سمیٹے تو اس نے بھی سمیٹنے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں شل ہو کر رہ گئے اور موت کے وقت تک یہی حالت رہی کیوں کہ اس نے مرشد کے پاؤں پھیلانے کو ایک معمولی بات سمجھا تھا۔ ایک شخص جو آپ کی عظمت و کرامت سے منکر تھا اس نے عرض کیا کہ مجھے رموز خداوندی سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے اس کی بدباطنی کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں پہاڑ پر میرا ایک دوست مقیم ہے اس سے جاکر اپنی خواہش کا اظہار کرو۔ چنانچہ یہ شخص جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت بڑا مہیب قسم کا اژدھا وہاں بیٹھا ہوا ہے اور یہ اس کو دیکھتے ہی مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے تم مخلوق سے اس قدر خائف ہو گئے اور خالق کی ہیبت نے تمہارے قلب میں قطعاً اثر نہیں کیا اس بنیاد پر مجھ سے رموز خداوندی معلوم کرنے آئے تھے؟ اسی طرح ایک رنگریز بھی آپ کی کرامتوں کو دیکھ کر کہا کرتا تھا کہ ایسی کرامتیں تو میں بھی پیش کر سکتا ہوں فرق صرف اتنا ہے کہ ان کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور جب ایک مرتبہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چونکہ آپ اس کی بیہودہ باتوں سے واقف تھے اس لئے ایک ایسی آہ کھینچی کہ وہ غش کھا کر گر پڑا اور تین شب و روز اسی حالت میں گزر گئے حتیٰ کہ

حوائج ضرور یہ بھی کپڑوں ہی میں پوری کرتا رہا۔ اور اس کو مطلق خبر نہیں ہوئی پھر ہوش میں آنے کے بعد جب نہادھو کر آپ کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ہاتھی کا بوجھ گدھے پر نہیں ڈالا جاسکتا۔

حضرت شیخ ابو سعید میخوارانی آپ کی خدمت میں بغرض امتحان حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی نیت بھانپ کر فرمایا کہ تم ابو سعید راعی کے پاس چلے جاؤ وہ میرا مرید بھی ہے میں نے اپنی تمام ولایت اسی کے حوالے کر دی ہے چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ مشغول عبادت ہیں لہٰذا یہ انتظار میں کھڑے رہے اور فراغت عبادت کے بعد جب انہوں نے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ تازہ انگور۔ چنانچہ ابو سعید راعی نے ایک چھڑی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اپنے اور ان کے قریب زمین میں دفن کر دیئے اور تھوڑے ہی وقفہ میں دونوں مقامات سے انگور کے سرسبز درخت نمودار ہونے شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان میں انگور بھی لگ گئے فرق صرف یہ رہا کہ ابو سعید میخوارانی کے قریب درخت میں سیاہ اور ابو سعید راعی کے قریب کے درخت میں نہایت نفیس سفید قسم کے انگور تھے۔ اور جب ابو سعید میخوارانی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مجھے تو صدق و یقین کا درجہ حاصل ہے اور تمہیں امتحان منظور تھا۔ اس لئے اللہ نے دونوں درختوں سے دونوں کی قلبی کیفیت ظاہر فرما دی اس کے بعد آپ نے ایک کمبل دے کر یہ ہدایت کر دی کہ اس کو بحفاظت رکھنا اور کہیں گم نہ کر دینا چنانچہ وہ کمبل لے کر حج کرنے چلے گئے لیکن کمبل انتہائی احتیاط کے باوجود بھی عرفات میں گم ہو گیا اور جب بسطام واپس آئے تو دیکھا کہ وہی کمبل ابو سعید راعی کے پاس موجود ہے۔

لوگوں نے جب آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت۔ اس لئے کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں تھا کہ ایک بڑھیا سر پر آٹا رکھے ہوئے ملی اور مجھ سے کہنے لگی کہ یہ آٹا میرے مکان تک پہنچا دو۔ اسی دوران مجھے ایک شیر نظر آ گیا اور میں نے آٹا اس کی کمر پر رکھ کر بڑھیا سے کہا کہ جاؤ یہ تمہارے گھر پہنچا دے گا۔ لیکن تم یہ بتاتی جاؤ کہ شہر میں جا کر لوگوں سے کیا کہوں گی؟ بڑھیا نے کہا کہ میں یہ کہوں گی کہ آج جنگل میں میری ملاقات ایک خود نما ظالم سے ہو گئی۔ آپ نے پوچھا کہ مجھے خود نما ظالم کا خطاب کیوں دیا؟ بڑھیا نے کہا کہ شریعت نے شیر کو مکلف نہیں بنایا اور تم ایک غیر مکلف کی پشت پر اپنا بوجھ لاد رہے ہو اور یہ ظلم نہیں تو پھر کیا ہے اور دوسرا عیب تمہارے اندر یہ ہے کہ تم خود لوگوں پر صاحب کرامت ظاہر کرنا چاہتے ہو اور اسی کا نام خود نمائی ہے۔ چنانچہ میں نے بڑھیا کی بات سے ایسی نصیحت و عبرت حاصل کی کہ ہمیشہ کے لئے ایسی چیزوں کے اظہار سے توبہ کر لی۔ بس اس وجہ سے اس بڑھیا کو اپنا مرشد تسلیم کرتا ہوں اور اب میری یہ حالت ہے کہ ہر کرامت پر میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کا طالب ہوں اور اس تصدیق کے لئے اس

دن سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے۔ جس پر سبز حروف میں یہ کلمات تحریر ہوتے ہیں۔ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ نوح نجی اللہ. ابراہیم خلیل اللہ. موسیٰ کلیم اللہ. عیسیٰ روح اللہ. علیہم الصلوٰۃ و السلام جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ پانچ شہادتیں میری کرامت کی شاہد ہیں۔

حضرت احمد خضرویہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں جمال خداوندی سے میں مشرف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب تو ہم سے اپنی ضروریات کی چیزیں طلب کرتے ہو لیکن بایزید ہم سے ہمیں مانگتا ہے.

ایک مرتبہ شفیق بلخی اور ابوتراب بخشی حضرت بایزید سے ملاقات کرنے پہنچے تو آپ نے دسترخوان پر کھانا رکھوایا اور سب لوگ شریک طعام ہوگئے لیکن ابوتراب نے فرمایا کہ میں روزے سے ہوں۔ یہ سن کر ان کے ایک مرید نے کہا کہ اگر دعوت کے لئے نفل روزہ توڑ دیا جائے تو روزہ دار کو روزہ اور دعوت دونوں کا اجر حاصل ہوجاتا ہے. لیکن اس کہنے کے بعد بھی انہوں نے انکار کر دیا پھر حضرت بایزید نے فرمایا کہ تم لوگوں کو شاید یہ نہیں معلوم کہ یہ شخص بارگاہ خداوندی سے بہت دور ہے چنانچہ چند ایام کے بعد ہی ابوتراب کے چوری کے جرم میں گرفتار کر کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ جامع مسجد کے ایک کونے میں حضرت بایزید نے اپنا عصا کھڑا کر دیا لیکن وہ اتفاق سے گر پڑا اور بوڑھے نے اٹھا کر پھر اسی کونے میں کھڑا کر دیا اور جب آپ کو اس کا علم ہوا تو اس بوڑھے کے مکان پر پہنچ کر عصا اٹھا کر رکھنے کی تکلیف پر معافی چاہی۔

کسی نے آپ سے حیا کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ایسے موثر انداز میں حیا کی تعریف بیان کی کہ وہ شخص پانی بن کر بہنا شروع ہوگیا یعنی آنسو جاری ہوگئے. آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں دجلہ پر پہنچا تو پانی جوش مارتا ہوا میرے استقبال کو بڑھا. لیکن میں نے کہا کہ مجھے تیرے اقبال سے شمہ برابر بھی غرور نہیں ہوگا اور میں اپنی تیس سالہ ریاضت کو تکبر کر کے ہرگز ضائع نہیں کر سکتا. کیوں کہ میں تو کریم کا طالب ہوں نہ کہ کرامت کا۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیویوں کے خرچ کی پریشانیوں سے بچائے رکھے. لیکن پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو سنت نبوی کے خلاف ہے۔ یہ سوچ کر میں نے دعا نہیں کی اور اس ذمہ داری کو اپنے ہی لئے قائم رہنے دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اتنی سہولت عطا کر دی کہ میرے نزدیک دیوار اور عورت میں کوئی فرق نہیں رہا۔

کسی امام کے پیچھے آپ نے نماز پڑھ لی اور فراغت نماز کے بعد جب امام نے پوچھا کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے میں اپنی نماز کی قضا کر لوں۔ پھر تجھے جواب دوں گا اور جب اس نے کہا کہ نماز قضا کیوں کر رہے ہیں تو فرمایا کہ جو رزق پہنچانے والے ہی سے واقف نہ ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے ملاقات کرنے والوں میں بعض کو رحمت حاصل ہوتی ہے اور بعض کو

لعنت۔ کیوں کہ جو لوگ میری مدہوشی کے عالم میں ملاقات کرتے ہیں وہ تو میری حالت سے متاثر ہو کر غیبت کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ اس وقت آتے ہیں جب مجھ پر حق کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو رحمت حاصل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ کاش قیامت جلدی آ جائے تاکہ میں جہنم کے قریب مقیم ہو جاؤں اور میرے قیام کی وجہ سے جہنم سرد پڑ جائے تاکہ اہل جہنم کو میری ذات سے آرام و سکون حاصل ہو سکے۔ بعض لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ حضرت قاتم یہ کہتے ہیں کہ جو قیامت میں اہل جہنم کی شفاعت نہ کرے وہ میرا مرید نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ محشر میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہو کر اور اہل جہنم کو جنت میں بھیجنے کے لئے خود کو جہنم میں نہ گرا دے گا وہ میرا مرید نہیں۔ پھر کچھ لوگوں نے پوچھا کہ جب آپ کو صاحب فضل و کمال بنایا گیا ہے تو آپ مخلوق کو سیدھے راستہ پر کیوں نہیں کھینچتے؟ فرمایا جو خود ہی مردود بارگاہ ہوا اس کو میں کیسے مقبول بنا سکتا ہوں۔ ایک مرتبہ آپ متفکر و سرنگوں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ تشریف لے آئے اور جب آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ان بزرگ نے پوچھا کہ آپ فکر مند کیوں ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ کو ایسا جوش آیا کہ منبر سے ٹکرا کر بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو فرمایا کہ نہ جانے تیری اس میں کیا مصلحت ہے کہ مجھ جیسے گمان رکھنے والے سے اپنی معرفت کا دعویٰ کروا دیا۔

ایک مرتبہ خشیت الٰہی سے آپ لرزہ براندام تھے کہ کسی مرید نے سوال کر ڈالا کہ آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ جو تین سال ریاضت و نفس کشی کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ ابھی تیرے فہم سے بالاتر ہے۔ جس وقت جنگ روم میں اسلامی لشکر پسپا ہو گیا تو کسی لشکری کے منہ سے نکلا کہ بایزید اعانت فرمایئے چنانچہ اسی وقت ایک آگ نمودار ہوئی جس کے خوف سے کفار کا لشکر فرار ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

کسی بزرگ نے مراقبہ کے بعد سوال کیا کہ اس وقت آپ کہاں تھے؟ فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں۔ اس وقت انہوں نے کہا کہ میں بھی تو وہیں تھا۔ لیکن میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین ایک حجاب تھا اور میں ذات باری کے بالکل سامنے تھا اسی وجہ سے آپ مجھے نہ دیکھ سکے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اتباع سنت کے بغیر خود کو صاحب طریقت کہتا ہے۔ وہ کاذب ہے کیوں کہ اتباع شریعت کے بغیر طریقت کا حصول ممکن نہیں۔

کسی نے عرض کیا کہ کچھ دیر کے لئے اگر آپ خلوص قلب کے ساتھ میری جانب متوجہ ہو جائیں تو میں کچھ عرض کروں۔ فرمایا کہ میں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے خلوص قلب کا طالب ہوں لیکن آج تک حاصل نہ ہو سکا لہٰذا جب میرا قلب ہی اخلاص و صفا سے خالی ہے تو پھر میں تمہاری طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ لوگ یہ تصور نہ کریں کہ راہ حق مہر منور کی طرح روشن ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ میں

برسوں سے سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ تلاش کر رہا ہوں مگر نہیں ملتا اور جس وقت آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو فرماتے کہ اے اللہ! روٹی تو عطا کر دی سالن بھی دے دے تاکہ اچھی طرح کھا سکوں یعنی تیری ہی عطا کردہ پریشانی ہے اور تو ہی صبر دینے والا ہے ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ نے سوال کیا کہ آپ کی راتیں کیسی گزرتی ہیں؟ فرمایا کہ یاد الٰہی میں مجھے سحر و شام کا پتہ ہی نہیں چلتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت و خدمت تو بہت ہے لیکن اگر تو ہماری ملاقات کا متمنی ہے تو بارگاہ میں وہ شے شفاعت کے لئے بھیج جو ہمارے خزانے میں نہ ہو آپ نے سوال کیا کہ وہ کون سی شے ہے؟ فرمایا گیا عجز و انکساری اور ذلت و غم حاصل کر کیوں کہ ہمارا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے اور ان کو حاصل کرنے والے ہمارا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ جنگل میں میرے اوپر محبت کی بارش ہوئی کہ پوری زمین برف کی طرح یخ ہو گئی، اور اس میں گردن تک غرق ہو گیا پھر فرمایا کہ میں نے نماز کے ذریعہ استقامت اور روزے کے ذریعہ سوائے بھوکا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں کیا اور جو کچھ بھی ملا وہ سب فضل خداوندی سے حاصل ہوا اور اپنی سعی سے کچھ نہیں مل سکا۔ پھر فرمایا کہ دو عالم کی دولت سے یہ بات بہتر ہے کہ انسان خدا کے فضل سے ہٹ کر اپنی ذاتی سعی سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا، پھر بھی انسان کو سعی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے سعی بہت ضروری ہے، لیکن سعی کے بعد جو کچھ حاصل ہوا اس کو محض خدا کا فضل تصور کرنا چاہئے۔

جس وقت آپ صفات خداوندی بیان فرماتے تو اپنی اصلی حالت میں رہتے، لیکن جب ذات خداوندی کے موضوع پر گفتگو ہوتی تو بے خودی کے عالم میں یہ کہتے رہتے کہ میں سر کے بل آ رہا ہوں، اللہ مجھ سے بہت نزدیک ہے ایک مرتبہ کسی مرید نے کہا کہ مجھے اس پر حیرت ہوتی ہے کہ جو خدا کو جانتے ہوئے بھی عبادت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بندے پر حیرت ہوتی ہے۔ جو خدا کو پہچاننے کے بعد عبادت کرتا ہے یعنی یہ حیرت ہے کہ خدا کو پہچان کر حیرت میں کیسے رہتا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحب کعبہ دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا کیوں کہ یاد الٰہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نے دروازے پر آواز دی تو آپ نے پوچھا کس کی تلاش ہے؟ جواب ملا کہ بایزید۔ فرمایا کہ میں تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک نہیں ملا اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ذوالنون کے سامنے بیان کیا گیا تو فرمایا کہ وہ خاصان خدا کی طرح خدا سے پیوستہ ہو گئے تھے۔

جب لوگوں نے آپکے مجاہدات کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ اگر میں اعلیٰ مجاہدات کا ذکر کروں تو تمہارے فہم سے بالاتر ہے لیکن معمولی مجاہدہ یہ ہے کہ ایک دن میں نے اپنے نفس کو عبادت کے لئے آمادہ کرنا چاہا تو وہ منحرف ہو گیا لیکن میں نے بھی اس سزا میں پورے ایک سال تک اس کو پانی سے محروم رکھا اور کہا یا تو عبادت کے لئے تیار ہو جا ورنہ تجھے اسی طرح پیاس سے تڑپا تا رہوں گا۔ آپ اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ ایک ارادت مند جو تیس سال سے آپ کا خادم بنا ہوا تھا وہ جب بھی سامنے آتا آپ پوچھتے کہ تیرا کیا نام ہے؟ ایک مرتبہ اس نے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں جب بھی سامنے آتا ہوں آپ نام پوچھتے ہیں؟ فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا، بلکہ میرے قلب و روح میں اس طرح اللہ کا نام جاری و ساری ہے کہ اس کے نام کے سوا مجھے کسی کا نام یاد نہیں رہتا۔

جب لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اعلیٰ مراتب آپ کو کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ بچپن میں چاندنی رات تھی اور میں شہر سے باہر نکل گیا، وہاں مجھے ایک ایسا دربار نظر آیا کہ جس کے مقابلہ میں ساری دنیا ہیچ معلوم ہونے لگی اس وقت میں نے خدا سے عرض کیا کہ ایسا بے نظیر دربار دنیا کی نگاہوں سے کیوں پوشیدہ ہے؟ ندا آئی کہ اس دربار میں وہی آ سکتے ہیں جو اس قابل ہیں کیوں کہ یہاں نااہل لوگوں کی رسائی ممکن نہیں اس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ میں تمام عالم کی شفاعت طلب کروں تاکہ وہ بھی اس دربار کے قابل بن جائیں لیکن اس خیال سے خاموش ہو گیا کہ شفاعت تو حضور اکرم ہی کے لئے مخصوص ہے۔ پھر ندا آئی کہ تو نے ہمارے حبیب کا پاس ادب کیا اس کے معاوضے میں ہم تجھ کو وہ مرتبہ عطا کرتے ہیں تاکہ تاحشر تیرا نام سلطان العارفین بایزید تمام مخلوق کی زبان پر رہے اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ابو نصر قشیری کے سامنے بیان کیا گیا تو فرمایا کہ درحقیقت وہ ایسے ہی ممتاز زمانہ ہیں اور جتنے مراتب ان کو عطا ہوئے وہ سب ان کی علو ہمتی کی وجہ سے تھے۔

آپ عشاء کی چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے ہوئے فرماتے کہ یہ نماز قابل قبول نہیں، یہ کہہ کر پھر چار رکعت نماز ادا کرتے اور پھر یہی فرماتے کہ یہ بھی قابل قبول نہیں حتیٰ کہ اسی طرح رات ختم ہو جاتی اور صبح کو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ میں نے تیری بارگاہ کے لائق نماز کی بہت سعی کی لیکن محروم رہا۔ کیوں کہ جیسا میں خود ہوں ویسی ہی میری نماز ہے لہٰذا مجھے اپنے بے نماز بندوں میں شمار کر لے۔

ایک شخص آپ کے صبح کے معمولات دیکھنے کے ٹھہر گیا تو اس نے دیکھا کہ آپ نے اللہ کی ایک ضرب لگائی اور اتنی زور سے زمین پر گرے کہ سر میں شدید چوٹ آ گئی اور لوگوں کے سوال پر بتایا کہ جب میں عرش خداوندی کے نزدیک پہنچا اور دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ جواب ملا کہ اس کو اہل زمین کے شکستہ قلوب میں تلاش کرو کیوں کہ اہل آسمان بھی اس کو وہیں تلاش کیا کرتے ہیں اور جس وقت میں مقام قرب میں داخل

ہو گیا تو سوال کیا گیا کہ کیا چاہتے ہو. میں نے عرض کیا کہ جو کچھ ہو وہی دے دیجئے حکم ہوا کہ ہماری دائمی قربت کے لئے خود کو فنا کر دو اور میں نے اس کو منظور کر لیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ فیض و برکت کے حصول کے بغیر میں یہاں سے نہیں ٹل سکتا۔ پھر سوال ہوا اور کیا چاہتے ہو؟ میں نے پوری مخلوق کی مغفرت طلب کی۔ حکم ہوا کہ غور سے دیکھو اور جب میں نے غور سے دیکھا سو ہر مخلوق کے ہمراہ ایک شفیع موجود تھا لیکن اللہ کی سب سے زیادہ نظر کرم مجھ پر تھی۔ پھر میں نے خاموش رہنے کے بعد عرض کیا کہ ابلیس پر بھی رحم فرما دے. جواب ملا کہ وہ آگ ہے اور آگ کے لئے آگ ہی مناسب ہے لیکن تم آگ سے بچنے کی کوشش کرتے رہو اس کے بعد اللہ نے میرے سامنے دو مقام پیش کئے لیکن میں نے ان میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کیا۔ پھر سوال ہوا کہ اور کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ بلا طلب جو کچھ مل جائے۔

صحیح اتباع: جو لوگ آپ سے دعا کے لئے عرض کرتے تو آپ خدا سے کہتے کہ مخلوق مجھے واسطہ بنا کر تجھ سے مانگ رہی ہے اور تو ان کی طلب سے بھی بخوبی واقف ہے اس طرح کہنے سے لوگوں کی مرادیں بر آتیں ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ارادت مند آپ کے نقش پا پر قدم رکھ کر چلتے ہوئے کہنے لگے کہ مرشد کے نقش پر چلنا اس کو کہتے ہیں۔ پھر اسی مرید نے استدعا کی کہ مجھے اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا عنایت فرما دیں تاکہ مجھے بھی برکت حاصل ہو سکے۔ آپ نے فرمایا کہ کہ اس وقت تک میری کھال بھی سود مند نہیں جب تک مجھ جیسا عمل نہ ہو۔

نظر کرم: آپ نے کسی دیوانے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میری جانب نظر فرما، آپ نے پوچھا کہ تو نے ایسے کون سے اعمال نیک کئے ہیں جو اس کی نظر تیری طرف اٹھے. اس نے جواب دیا کہ اس کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی تو اعمال خود بخود اچھے ہو جائیں گے آپ نے فرمایا تو سچا ہے. ایک مرتبہ معرفت و حقیقت کے موضوع پر آپ کچھ فرما رہے تھے تو اپنے ہونٹ چاٹتے جاتے اور کہتے جاتے ہیں کہ مجھ سے زائد خوش نصیب کوئی نہیں کہ میں خود ہی مے بھی ہوں اور مے خوار بھی۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے کہ ستر زنار کھولنے کے باوجود بھی ایک زنار میری کمر میں باقی رہ گیا اور جب کسی طرح نہ کھل سکا تو میں نے خدا سے عرض کیا کہ اس کو کس طرح کھولا جائے۔ ندا آئی کہ یہ تمہارے بس کی بات نہیں جب تک ہم نہ چاہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری انتھک کوششوں کے باوجود بھی در حق نہ کھل سکا اور جب کھلا تو مصائب کے ذریعہ کھلا، اور ہر طرح سے میں نے اس کی راہ پر چلنے کی سعی کی لیکن سب بے سود ثابت ہوئیں اور جب قلبی لگاؤ کے ذریعہ چلا تو منزل تک پہنچ گیا۔ فرمایا کہ میں نے مکمل تیس سال اللہ تعالیٰ سے اپنی ضروریات کے مطابق طلب کیا لیکن اس کی راہ میں گامزن ہوتے ہی سب کچھ بھول گیا اور یہ تمنا کرنے لگا کہ یا اللہ تو میرا ہو جا اور جو تیری مرضی ہو ویسا کر۔ فرمایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تجھ

تک رسائی کی کیا صورت ہو؟ فرمایا گیا اپنے نفس کو تین طلاقیں دے دے۔ فرمایا کہ اگر محشر میں مجھے دیدار خداوندی سے محروم کر دیا گیا تو اس قدر گریہ کروں گا کہ اہل جہنم بھی اپنی تکلیف کو بھول جائیں۔ فرمایا کہ اگر پوری دنیا کی سلطنت بھی مجھ کو دے دی جائے جب بھی میں اپنی اس آہ کو افضل تصور کروں گا جو میں نے گزشتہ شب کی ہے فرمایا کہ گزشتہ بزرگ معمولی سی چیزوں پر ہی خدا سے راضی ہو گئے لیکن میں نے راضی ہونے کے بجائے خود اس پر قربان کر دیا ہے اور مجھے وہ اوصاف حاصل ہوئے کہ اگر ان میں سے ایک دانہ کے برابر بھی سامنے آ جائے تو نظام عالم برہم ہو جائے۔ فرمایا کہ خدا نے اپنی خوشی سے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اس لئے کہ میں بندہ ہونے کی حیثیت سے کس طرح اس کے دیدار کی تمنا کر سکتا ہوں۔ فرمایا کہ چالیس سال میں نے مخلوق کو نصیحت کرنے میں گزارے لیکن سب بے سود ثابت ہوا اور جب رضائے خداوندی ہوئی تو میری نصیحت کے بغیر ہی لوگ سیدھے راستہ پر آ گئے فرمایا کہ بہت سے حجابات سے گزر کر جب میں نے غور کیا تو خود کو مقام حزب البحر میں پایا, یعنی ذات باری میں گم ہو گیا جہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ممکن نہیں

فرمایا کہ تیس سال تک تو اللہ تعالیٰ میرا آئینہ بنا رہا لیکن اب میں خود آئینہ بن گیا ہوں اس لئے کہ میں نے اس کی یاد میں خود کو بھی اس طرح فراموش کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ میری زبان بن چکا ہے یعنی میری زبان سے نکلنے والے کلمات گویا زبان خداوندی سے ادا ہوتے ہیں اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ مجھے خدا کی بارگاہ سے حیرت وہیبت کے علاوہ کچھ نہ مل سکا۔ فرمایا کہ ایک رات صبح تک اپنے قلب کی جستجو کرتا رہا لیکن نہیں ملا اور صبح کو یہ ندائے غیبی آئی کہ تجھے دل سے کیا غرض تو ہمارے سوا کسی کو تلاش نہ کر۔ فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو وہ مقام عطا کیا کہ کل کائنات کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں فرمایا عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ صفات خداوندی کا مظہر ہو۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو جہنم میں جھونک دے اور میں صبر بھی کر لوں جب بھی اس کی محبت کا حق ادا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ مجھ کو پوری کائنات بخش دے جب بھی اس کی رحمت کے مقابلہ میں قلیل ہے فرمایا کہ عارف کامل وہی ہے جو آتش محبت میں جلتا رہے۔

فرمایا کہ جب ترک دنیا کے بعد حب الٰہی اختیار کی تو اپنی ذات کو بھی دشمن تصور کرنے لگا اور جب میں نے ان حجابات کو اٹھا دیا جو میرے اور خدا کے مابین تھے تو اس نے مجھے اپنے کرم سے نواز دیا فرمایا کہ خدا کے بہت سے بندے ایسے بھی ہیں جو دیدار الٰہی کے مقابلے میں جنت کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ فرمایا کہ عارف صادق وہی ہے جو خواہشات کو ترک کر کے خدا کی پسندیدگی کو ملحوظ رکھے, بعض لوگوں نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی مرضی سے جنت میں داخل نہیں کرتا۔ فرمایا کہ یقیناً اپنی مرضی ہی سے داخل کرتا ہے لیکن جس کو اپنی مرضی سے اعلیٰ وارفع بنا دے اس کو جنت کی کیا خواہش فرمایا۔ کہ ایک دانہ معرفت میں

جولذت ہے وہ جنت کی نعمتوں میں کہاں فرمایا کہ خدا کی یاد میں فنا ہو جانا زندہ جاوید ہو جانا ہے۔ فرمایا کہ زاہد و صالح کو ایسی ہوا کی طرح تصور کرو جو تمہارے اوپر چل رہی ہے۔ فرمایا کہ زیبائش جنت گو خدا رس لوگوں ہی سے ہے لیکن وہ اس کو ایک بار تصور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ دنیا اہل دنیا کے لئے غرور ہی غرور، اور آخرت اہل آخرت کے لئے سرور ہی سرور۔ اور جب خداوندی عارفین کے لئے نور ہی نور ہے اور عارف کی ریاضت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کا نگراں رہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ جو خموشی کے ساتھ مخلوق سے کنارہ کش رہے۔ فرمایا کہ خدا کا طالب آخرت کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور خدا سے محبت کرنے والا اپنی محبت کی بناء پر خدا ہی کی طرح یکتا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ محشر میں اہل جنت کے سامنے کچھ صورتیں پیش کی جائیں گی اور جو کسی صورت کو اپنا لے گا وہ دیدار الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔ یہی مناسب ہے کہ بندہ خود کو ہیچ سمجھتے ہوئے کبھی اپنے علم و عمل کی زیادتی پر نازاں نہ ہو، کیوں کہ جس وقت بندہ خود کو ہیچ تصور نہ کرے واصل الی اللہ نہیں ہو سکتا، کیوں کہ خدا کی صفت کا اسی وقت مظاہرہ ہو سکتا ہے جب یہ مقام اس کو حاصل ہو جائے۔ فرمایا کہ علم و خبر ایسے فرد سے سیکھو اور سنو جو علم سے معلوم تک اور خبر سے مخبر تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور جو اعزاز دنیاوی کے لئے علم حاصل کرے اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو۔ اس لئے کہ اس کا علم خود اس کے لئے سود مند نہیں۔ فرمایا کہ خدا شناس خدا کو ضرور دوست رکھتا ہے کیوں کہ محبت کے بغیر معرفت بے معنی ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک کلیہ ہے کہ جب تک ندی نالے بہتے رہتے ہیں اس وقت تک ان میں شور ہوتا ہے اور جب دریا سے مل جاتے ہیں تو تمام شور ختم ہو جاتا ہے، پھر فرمایا کہ خدا کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں کہ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی محجوب ہو جائیں تو پرستش ترک کر دیں، یعنی محجوب ہو جانے سے وہ قطعاً نابود ہو جاتے ہیں اور نابود ہونے کے بعد عبادت نہیں کر سکتے۔

فرمایا کہ عارف وہ ہے جو ملک و دولت معیوب تصور کرتا ہو لیکن اس کی عبادت کا صلہ سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ فرمایا کہ خدا دوست لوگوں کی نظر میں جنت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی گو اہل محبت ہجر میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ان کی حالت ان بندوں کی طرح ہوتی ہے جو ہر حال میں مطلوب کے طالب رہتے ہیں جس طرح عاشق کو عشق کے اور طالب کو مطلوب کے سوا اور کچھ طلب کرنا مناسب نہیں۔ فرمایا کہ خدا نے جن کے قلوب کو بار محبت اٹھانے کے قابل تصور نہیں کیا ان کو عبادت کی طرف لگا دیا کیوں کہ معرفت الٰہی کا بار سوائے عبادت عارف کے اور کوئی برداشت نہیں کر سکتا اور اگر مخلوق اپنی ہستی کو پہچان لے تو خدا کی معرفت خود بخود حاصل ہو جاتی ہے، پھر فرمایا کہ بندے کو ایسا وقت ضرور نکالنا چاہئے جس میں اپنے مالک کے سوا کسی پر نظر نہ اٹھے، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے اول دریا کی طرح سخاوت، دوم آفتاب کی طرح روشنی، سوم زمین کی عاجزی فرمایا۔ کہ علوم میں ایک ایسا علم بھی ہے۔ جس سے عالم

واقف نہیں اور زہد میں ایک ایسا زہد ہے جس کو زاہد بھی نہیں جانتے، اور اللہ تعالیٰ جس کو مقبولیت عطا فرماتا ہے اس پر ایک ایسا فرعون مقرر کر دیتا ہے جو ہمہ وقت اذیت پہنچاتا رہے فرمایا کہ گفتگو اور آواز و حرکت سب پردے کے باہر کی چیزیں ہیں لیکن پردے میں سوائے ہیبت و رعب اور خموشی کے کچھ بھی نہیں۔ اور بندے کو جس وقت تک قرب الٰہی حاصل نہیں ہوتا اسی وقت تک باتیں بناتا ہے لیکن جب حضوری حاصل ہوتی ہے تو سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے جس کی نظر میں ہر برائی اچھائی میں تبدیل ہو جائے اور خداشناس جہنم کے لئے عذاب اور ناخداشناس کے لئے جہنم عذاب ہے لیکن خداشناس کی راہوں میں بہت سے وہ لوگ آتے ہیں جو رات کو ایمان سے خالی ہو کر پلٹ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ انسانی خواہشات چھوڑ دینا ور حقیقت واصل الی اللہ ہو جانا ہے اور جو واصل الی اللہ ہو جاتا ہے مخلوق اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے فرمایا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ نے یہ محسوس کر لیا کہ امت محمدی میں ایسے خدا رسیدہ بھی ہیں جو تحت الثریٰ سے لے کر اعلیٰ علیین تک چھائے ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی حضور اکرمؐ کی امت میں شمولیت کی دعا کی، لیکن اس قول سے مجھے اپنی برتری مقصود نہیں ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے پوری دنیا کی نعمتیں بھی پیش کر دی جائیں جب بھی مسرور نہ ہونا۔ اور اگر اذیتیں پہنچیں تو مایوس مت ہونا کیوں کہ جس نے لفظ کن سے تمام عالم بنا دیا اس کے قبضہ قدرت سے کوئی شے خارج نہیں۔ فرمایا کہ جو شخص خود کہ بہتر اور عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے اور اپنے نفس کو بدترین نفوس میں شمار نہیں کرتا اس کا شمار کسی بھی جماعت نہیں ہوتا۔

خودشناسی۔ فرمایا کہ خود کو اپنے مرتبہ کے مطابق ہی ظاہر کرنا چاہئے یا جس قدر خود کو ظاہر کرتا ہے وہ مرتبہ حاصل کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ عشاق کے لئے شوق ایسی راجدھانی ہے جس میں تخت فراق بچھا ہوا ہے، شمشیر ہجر رکھی ہوئی ہے اور وصل ہجر کے آغوش میں ہے اور شمشیر ہجر سے ہر وقت ہزاروں سر کاٹے جا رہے ہیں لیکن سات ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی شاخ وصال کو کوئی بھی ہاتھ نہ لگا سکا۔

بھوک۔ فرمایا کہ بھوک ایک ایسا ابر ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جو از روئے تکبر اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتا ہے وہ خدا سے دور ہے اور جو مخلوق کی اذیت رسانی کو برداشت کرتا ہے اور مخلوق سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے وہ خدا سے بہت نزدیک ہے۔

ذکر الٰہی۔ فرمایا کہ خدا کی یاد کا مفہوم اپنے نفس کو فراموش کر دینا ہے اور جو شخص خدا کو خدا کے ذریعہ شناخت کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے نفس کے ذریعہ خدا کو پہچاننے کی سعی کرتا ہے وہ فانی ہے۔ فرمایا کہ قلب عارف اس شمع کی طرح ہے جو فانوس کے اندر سے ہر سمت اپنا نور پھیلاتی رہتی ہے اور جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا اس کو تاریکی کا خطرہ نہیں رہتا۔ فرمایا کہ دو خصلتیں مخلوق کی تباہی کا باعث بنتی

ہیں اول کسی بھی مخلوق کا احترام نہ کرنا، دوم خالق کے احسان کو ٹھکرا دینا۔

نصیحت۔ آپ کے ایک ارادت مند نے سفر میں جانے سے قبل نصیحت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی سعی کرنا اور جب تمہیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے خدا کا شکر ادا کرنا بعد میں دینے والے کا، کیوں کہ اللہ ہی نے اس کو تم پر مہربان کیا ہے اور جب ابتلاء میں پھنس جاؤ تو عجز سے کام لینا کیوں کہ صبر کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

سوالات۔ جب آپ سے زہد کی تعریف پوچھی گئی تو فرمایا کہ زہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور میں نے صرف تین یوم زہد کے عالم میں گزارے ہیں، ایک دن ازل میں اور دوسرا دن آخرت میں اور تیسرا دن وہ ہے جو ان دونوں دنوں سے علیحدہ ہے، پھر ندا آئی کہ اے بایزید! تیری قوت سے باہر ہے کہ تو ہمیں برداشت کر سکے میں نے عرض کیا کہ میری بھی یہی خواہش ہے، ندا آئی کہ تیری خواہش پوری ہو گئی۔ فرمایا کہ میں اس طرح راضی برضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دیا جائے جب بھی اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

قرب الٰہی۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ انسان کو مرتبہ کمال کس وقت حاصل ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اپنے عیوب پر نظر پڑنے لگے، تو اس وقت قرب الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے پھر سوال کیا گیا کہ ہمیں تو زہد و عبادت کی تلقین فرماتے ہیں لیکن خود اس جانب راغب نہیں آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے زہد و عبادت کو مجھ سے سلب کر گیا۔ پھر کسی نے پوچھا کہ خدا تک رسائی کس طرح ممکن ہے فرمایا کہ نہ تو دنیا کی جانب نظر اٹھاؤ نہ اس کی باتیں سنو، اور اہل دنیا سے خود بھی بات کرنا چھوڑ دو۔ پھر لوگوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کے کلام سے بہتر کسی بزرگ کا کلام نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ دوسروں کے کلام میں التباس ہوتا ہے اور میں بغیر تلبیس کے گفتگو کرتا ہوں کیوں کہ دوسرے لوگ تو ہم کہتے ہیں اور میں تو ہی تو کہتا ہوں۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ آسمان کی جانب دیکھو اور یہ بتاؤ کہ اس کا خالق کون ہے؟ اس نے کہا کہ خدا نے تخلیق فرمایا ہے، آپ نے فرمایا کہ بس اس سے ڈرتے رہو، کیوں کہ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہے۔ پھر کسی نے پوچھا کہ طالب بندے سفر و سیاحت سے کیوں خوش نہیں ہوتے؟ فرمایا کہ جب مقصود اپنی جگہ قائم ہے تو پھر اس کو سفر و سیاحت میں تلاش کرنا ممکن نہیں، پھر کسی نے سوال کیا کہ کیسے بندوں کی صحبت میں رہنا چاہئے؟ فرمایا کہ جو تمہاری عیادت کرے جو تمہاری خطا معاف کرتا رہے اور حق بات تم سے کبھی نہ چھپائے۔ پوچھا گیا کہ آپ رات میں نماز کیوں نہیں پڑھتے، فرمایا کہ مجھے عالم ملکوت کے چکر لگانے ہی سے فرصت نہیں ملتی اس کے علاوہ لوگوں کی اعانت کرتا رہتا ہوں، سوال ہوا کہ

عارف کون ہے؟ فرمایا کہ جو دنیا میں رہ کر بھی تم سے دور بھاگتا ہے اور خواب میں نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھے اور نہ کسی پر اپنا راز ظاہر کرے۔ پوچھا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی وضاحت فرمادیجئے؟ فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ دو تا کہ ان دونوں چیزوں کا قصہ ہی باقی نہ رہے۔ فرمایا کہ بحر معرفت میں غرق ہو کر امر بالمعروف کی شناخت ہوتی ہے اور بندہ نفس و مخلوق کی اعانت کے بغیر ہی قرب الٰہی حاصل کر لیتا ہے، کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ میں نے وسائل دنیاوی کو زنجیر قناعت میں جکڑ کر اور صدق کے صندوق میں بند کر کے مایوسیوں کے دریا میں غرق کر دیا، سوال کیا گیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا کہ چار سال، اس لئے کہ میں صرف چار سال سے خدا کا مشاہدہ کر رہا ہوں اس سے قبل ستر سال محض قیل و قال میں گزر گئے، جن کو عمر میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

عزت: حضرت احمد خضرویہ نے آپ سے کہا کہ ابھی تک مجھ کو مقام نہایت تک رسائی حاصل نہیں ہو سکی، آپ نے فرمایا کہ تم عزت کی انتہا حاصل کرنے کی فکر میں ہو اور وہ باری تعالیٰ کی صفت ہے جس کو مخلوق حاصل کر ہی نہیں کر سکتی۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ نماز کی صحیح تعریف کیا ہے، فرمایا کہ جس کے ذریعہ خدا سے ملاقات ہو سکے، لیکن اس سے ملاقات بہت دشوار ہے۔ سوال کیا گیا کہ آپ بھوکے رہنے کی تعریف کیوں کرتے ہیں، فرمایا کہ اگر فرعون فاقہ کشی کرتا تو "میں تمہارا رب ہوں" کہہ کر خدائی کا دعویدار نہ ہوتا۔ فرمایا کہ مغرور اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کو کمتر تصور کرے اور مغرور کو کبھی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ کا پانی کے اوپر چلنا بہت بڑی کرامت ہے۔ فرمایا کہ اس میں کوئی کرامت نہیں کیونکہ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی پانی پر بہتے رہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ہوا میں پرواز کر کے مکہ معظمہ صرف ایک شب میں پہنچ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ بھی کوئی کرامت نہیں کیوں کہ معمولی پرندے بھی ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور جادوگر لوگ تو ایک شب میں تمام دنیا کی سیر کر لیتے ہیں۔ لوگوں نے مجاہدے کے متعلق غور کیا تو فرمایا کہ میں نے سو سال کی گوشہ نشینی کے بعد بھی خود کو ایک غار میں رہنے والی عورت کی طرح پایا اور جس وقت میں نے دنیا کو خیرباد کہہ دیا خدائے تعالیٰ سے مل گیا اور خدا سے کہا کہ میرا تیرے سوا کوئی نہیں اور جب تک تو میرا ہے سب کچھ میرا ہے اور جب اللہ نے میرے صدق کا مشاہدہ کر لیا تو میرے نفس کے عیوب دور فرمادیئے۔ فرمایا کہ مخلوق نے مجموعی طور پر جتنا خدا کو یاد کیا ہے میں نے تنہا یاد کیا جس کی وجہ سے خدا نے بھی مجھ کو یاد کیا اور اپنی معرفت سے مجھ کو حیات نو عطا کر دی۔ فرمایا کہ جس کو اطاعت خداوندی کی خلعت سے نوازا گیا وہ اس خلعت پر فریفتہ ہو کر رہ گیا لیکن میں نے خدا سے سوائے خدا کے کچھ طلب نہیں کیا۔

فرمایا کہ مجھے جب یہ خیال آیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں تو غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ میں اس کو

دوست نہیں رکھتا بلکہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ فرمایا کہ دوسرے لوگوں نے تو مردوں سے علم حاصل کیا لیکن میں نے ایسی زندہ ہستی سے علم سیکھا کہ جس کو موت ہی نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب میں نے نفس کو اللہ کی جانب راغب کرنا چاہا اور وہ راغب نہ ہوا تو میں اس کو بھی چھوڑ کر خدا کی حضوری میں پہنچ گیا۔ فرمایا کہ جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی اور عالم ملکوت میرے مشاہدے میں آ گیا، تو مجھے وہاں سے رضا و محبت حاصل ہو گئے۔ فرمایا کہ مجھے یہ مرتبہ اس لئے حاصل ہوا کہ جس عضو کو رجوع الی اللہ نہ پایا اس سے کنارہ کش ہو کر دوسرے عضو سے کام نکالا۔ فرمایا کہ خداشناسی کے بعد میں نے خدا کو اپنے لئے کافی سمجھ لیا۔ فرمایا کہ بہت عرصہ سے نماز میں مجھے خیال آتا ہے کہ میرا قلب مشرک ہے اور اس کو زنار کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ عورتیں مجھ سے اس لئے افضل ہیں کہ وہ ماہواری کے بعد غسل کر کے پاک صاف ہو جاتی ہیں لیکن مجھے تمام عمر غسل کرتے بیت گئی مگر پاکی حاصل نہ ہو سکی فرمایا کہ اگر پوری زندگی میں مجھ سے ایک نیک کام بھی ہو جاتا تو میں خوفزدہ نہ رہتا۔ فرمایا کہ اگر روز محشر میں یہ سوال کیا جائے کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا تو میں اس کو بہتر تصور کرتا ہوں کہ یہ پوچھا جائے کہ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا۔ فرمایا کہ اللہ مخلوق کے بھیدوں سے خوب واقف ہے اور ہر بھید کی جانب نظر ڈال کر فرماتا ہے کہ میں اس کو اپنی محبت سے خالی پاتا ہوں لیکن بایزید کے بھید کو اپنی محبت میں غرق دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں خدا کی توحید سے زیادہ کا طلب گار ہوں، لیکن بیداری کے بعد میں نے عرض کیا کہ مجھے تیری توحید سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہئے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا کہ کیا خواہش رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا جو میرے لائق ہو۔ فرمایا گیا کہ خود کو چھوڑ کر چلے آؤ۔ فرمایا کہ لوگ مجھے اپنے جیسا خیال کرتے ہیں حالانکہ عالم غیب میں میرے اوصاف کا مشاہدہ کر لیں تو مر جائیں کیوں کہ میں ایک ایسے سمندر کی طرح ہوں جس کی گہرائی کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔

عرش کی حقیقت کے متعلق کسی نے آپ سے سوال کیا تو فرمایا کہ عرش تو میں خود ہوں۔ پھر کرسی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کرسی بھی میں خود ہوں اور پھر قلم کے متعلق بھی یہی فرمایا۔ اس کے بعد سائل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے تو اور بھی بہت سے مقرب بندے ہیں مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس پر بھی آپ نے یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں۔ پھر سائل نے ملائکہ کے لئے پوچھا تو جب بھی یہی فرمایا کہ وہ بھی میں ہی ہوں، یہ جواب سن کر جب وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ حق میں فنائیت کے بعد تمام چیزوں کو اپنی ہی ہستی میں ضم پاتا ہوں اس لئے کہ حق میں سب چیزیں موجود ہیں۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے معراج کی کیفیت

آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت مجھے تمام موجودات سے بے نیاز کر کے خدا نے اپنے نور سے منور فرمایا

اور تمام اسرار ورموز سے آگاہی عطا کی تو میں نے چشم یقین کے ساتھ خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ میرا نور اس کے نور کے سامنے تاریک ہے، اور میری عظمت اس کی برتری کے سامنے قطعاً بے حقیقت ہے کیونکہ وہ مصفا تھا اور میرے وجود میں کثافت تھی اور جب میں نے اپنے نور و عظمت کے اندر اس کے نور و عظمت کو محسوس کیا تو یہ اندازہ ہو گیا کہ میری تمام عبادت و ریاضت میں اسی کا حکم نافذ ہے اور جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا گیا کہ جب تک ہم کام کرنے کی قوت عطا نہیں کرتے اس وقت تک تو کچھ بھی نہیں کر سکتا کیوں کہ فاعل حقیقی تو ہم ہیں اور ہمارے ہی ارادے سے تمام چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں اور جب خدا نے میری ہستی کو فنا کر کے بقا کا مقام عطا کیا تو اپنی خودی کا میں نے بے حجابانہ مشاہدہ کیا۔ گویا میں نے اللہ کو اللہ کے ذریعہ دیکھا اور اس کی حقیقت میں گم ہو کر گونگا، بہرہ اور جاہل بن گیا اور نفس کی بربریت کو درمیان سے فنا کر کے ایک عرصہ وہاں قیام کیا، پھر خدا نے مجھ کو علوم ازلی سے آگاہ فرما کر زبان کو اپنے کرم سے گویائی اور آنکھوں کو اپنے نور سے نور عطا کیا جس کے ذریعہ میں نے ہر شے میں اسی کی ذات کو جلوہ گر پایا اور اس کے علم سے علم حاصل کیا۔ پھر فرمایا گیا کہ میرا وجود سب کے ساتھ بھی ہے اور سب سے جدا بھی اور تجھے بلا وسائل کے تمام وسائل حاصل ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے تیرے وجود کے بغیر اپنا وجود بھی ناپسند ہے بلکہ تیرے وجود کا اپنے وجود کے بغیر بھی قیام چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ شریعت کو چھوڑ کر حد اعتدال سے نکل جا تاکہ تیری کوشش ہمارے لئے پسندیدہ ہو، میں نے عرض کیا کہ میری تمنا تو یہی ہے اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ میری ذات نقص و عیب سے پاک ہے۔ فرمایا گیا کہ یہ بھید تجھے کیسے معلوم ہوا، میں نے عرض کیا کہ میرے علم کا سبب تو بخوبی جانتا ہے کیوں کہ تو ہی مجیب و مجاب ہے، پھر اس نے اپنی رضا سے مجھے مخاطب فرما کر شرف عطا کیا اور اپنی خوشنودی پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور قلب کی تاریکی اور نفس کی کثافت کو دور کر دیا اس وقت میں نے محسوس کیا کہ میری حیات کا تعلق ذات خداوندی سے ہے اور میں اس کے فضل و کرم سے ملبوس ہوں۔ پوچھا گیا اور کیا چاہتا ہے میں نے عرض کیا کو تو سب سے زائد علیم و کریم ہے اس لئے تجھ کو ہی تجھ سے طلب کرتا ہوں صرف اپنا قرب عطا کر کے ماسوا سے نجات عطا کر دے، اسی طرح کے کلام کے بعد مجھے تاج کرامت عطا کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تو نے حق کو دیکھ لیا اور پالیا میں نے عرض کیا کہ میں نے حق کو حق کے توسل سے پایا اور دیکھا۔ پھر میری حمد و ثنا کے صلہ میں ایسے پر عطا کئے گئے جن کے ذریعہ میدان عزت میں پرواز کرتے ہوئے میں قدرت کے صنائع کا مشاہدہ کیا۔ خدا نے اپنی قوت و زینت سے مجھے قوت و زینت بخشی اور تاج کرامت سر پر رکھ کر در توحید کھول دیا اور فرمایا کہ اب تیری رضا ہماری رضا ہو گی اور تیرا کلام کثافتوں سے پاک ہو گا اور تیرا ہمارے اوصاف سے وابستہ ہونے کا کسی کو علم بھی نہ ہو سکے گا۔ اس کے بعد مجھے از سر نو زندگی عطا کی گئی اور مکمل آزمائش کے بعد دریافت کیا گیا

کہ ملک کس کا ہے حکم کس کا ہے اور صاحب اختیار کون ہے ؟ میں نے کہا کہ تیرے سوا کسی میں یہ اوصاف نہیں ہو سکتے، پھر جس وقت مجھے نظر قہر سے دیکھا گیا تو میری ہستی فنا ہو گئی اور میں نے صبر و سکون کا پیراہن پہن لیا جس کی بناء پر مجھے یہ مراتب تفویض کیئے گئے کہ میرے قلب تاریک میں مسرتوں کا ایک ایسا دریچہ کھولا گیا اور لسان توحید عطا کر کے میرے قلب کو اپنے نور سے منور کر دیا اور اپنی صنعتوں سے آنکھوں کو خیرہ بنا دیا اور اب میں اسی کی اعانت سے بات کرتا اور چلتا پھرتا ہوں اور اسی کے کرم سے وہ حیات ملی جس میں موت کا وجود ہی نہیں۔ پھر فرمایا گیا کہ مخلوق تیرے دیدار کی متمنی ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو تیرے سوا کسی کو بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا لیکن اگر تیری یہی خواہش ہے کہ مخلوق میرا نظارہ کرے تو پھر میں راضی برضا ہوں لیکن پہلے مجھے وحدانیت سے آراستہ فرما دے تا مخلوق میرے اندر تیری وحدت و حقیقت کا مشاہدہ کر سکے اور میرا وجود درمیان سے منقطع ہو جائے پھر خدا تعالیٰ نے میری خواہشات کی تکمیل کے بعد مجھے تمام عالم کے سامنے پیش کر دیا اور جیسے ہی میں نے اس کی بارگاہ سے باہر قدم رکھا تو لغزش سے گر پڑا۔ اور فوراً یہ ندا آئی کہ ہمارے دوست کو واپس لے آؤ کیونکہ وہ ہمارے بغیر نہ رہ سکتا، نہ چل پھر سکتا ہے۔ پھر حضرت بایزید نے فرمایا کہ میں تیس سال تک وحدانیت کی فضاء میں پرواز کرتا رہا اور تیس سال فضائے الوہیت میں اڑتا رہا اور تیس سال تک فضائے یکتائیت میں پرواز کی اور جب نوے سال مکمل ہو گئے اس وقت میں نے بایزید کو دیکھا اور محسوس کیا کہ جو عالم نظروں سے گزرا ہے وہ بایزید ہی نے دیکھا۔ پھر چار ہزار مراتب طے کرنے کے بعد کمال اولیاء کے درجہ تک پہنچا اور جب خود کو نبوت کے ابتدائی درجہ میں دیکھا تو یہ تصور کر لیا کہ شاید اتنا عظیم مرتبہ کسی کو حاصل نہیں ہوا لیکن غور و فکر کے بعد معلوم ہوا کہ میرا سر ایک نبی کے قدموں کے نیچے ہے اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہوا کرتی ہے لیکن نبوت کی کوئی انتہاء نہیں اس مقام سے جب میری روح فردوس و جہنم اور ملائکہ کے مشاہدے کے لئے روانہ ہوئی تو وہاں انبیاء کرام سے شرف نیاز حاصل ہوا اور میں نے سلام کیا لیکن جس وقت میری روح حضور اکرمؐ کے روبرو پہنچی تو دیکھا کہ آگ کے دریا میں ایک راستہ ہے اور نور کے ہزاروں حجابات درمیان میں حائل ہیں جس کی وجہ سے میری روح دیدار سرکار دو عالمؐ سے محروم رہ گئی اور مجھ پر ہیبت کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی اور جب ہوش میں آیا تو میں نے دور ہی سے حضورؐ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور اس طرح مجھے قرب خداوندی تو حاصل ہوا لیکن اس کے محبوب کے قرب تک رسائی حاصل نہ ہو سکی کیوں کہ یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر بندے کے ہمراہ اور قریب ہے اور ہر بندہ اپنے معیار کے مطابق اس کا مشاہدہ کر سکتا ہے لیکن حضورؐ کی زیارت اسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جب لا الہ الا اللہ کی منزل سے گزر جائے اور ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ اور اس کے محبوب کی راہیں گو ایک ہیں لیکن زیارت محبوب کے لئے تاب نظارہ کی ضرورت ہے۔ جس

طرح حضور بو تراب کے ایک ارادت مند نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا لیکن بایزید کا حوصلہ نہ ہو سکا، پھر حضرت بایزید نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے مشاہدہ کیا اس سے یہ اندازہ ہو گیا کہ جب تک خودی کا ازالہ نہ ہو جائے خدا کا راستہ ملنا محال ہے اور جب میں نے سوال کیا کہ میں نے اپنی خودی کا ازالہ کس طرح کروں ؟ تو جواب ملا کہ یہ مقام صرف اتباع نبوی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

حضرت مصنف کہتے ہیں کہ مجھے حیرت ہے کہ جو بزرگان دین وقار نبویؐ سے اس درجہ باخبر ہوں کہ ان کے اقوال سے لوگ ایسا مفہوم کیوں اخذ کر لیتے ہیں جس میں حضورؐ اکرم کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔ جیسا کہ حضرت بایزیدؒ سے پوچھا گیا کہ کیا تمام مخلوق قیامت میں حضور اکرمؐ کے علم کے نیچے ہوگی، فرمایا کہ قسمیہ کہتا ہوں کہ میرے علم کے نیچے مخلوق کے علاوہ انبیاء کرام بھی ہوں گے لیکن لوگوں نے یہ مفہوم اخذ کر لیا کہ بایزید نے خود کو حضور اکرمؐ سے بھی زیادہ افضل تصور کر لیا لیکن یہ مفہوم سمجھنا ایک مہمل سی بات ہے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ تک اس حد تک رسائی حاصل کر لی تھی کہ آپ کی زبان خدا کی زبان بن چکی تھی اور آپ کا قول حقیقت میں اللہ کا قول تھا اور یہ بھی تسلیم کر لینا چاہئے کہ لوائی اعظم من لواء محمد یا سبحانی ما اعظم شانی جیسے کلمات آپ کی زبان سے نکلے لیکن در حقیقت خدا تعالیٰ نے آپ کی زبان سے گفتگو فرمائی۔

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی مناجات

آپ اپنی مناجات میں یہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے اور اپنے درمیان سے دوئی کا حجاب ختم فرما دے تاکہ میں تیری ذات میں فنا ہو جاؤں، اے اللہ! جب تک میں خودی میں مبتلا رہا سب سے ادنیٰ رہا، لیکن جب تیری معیت نصیب ہوئی اس وقت میں سب سے اعلیٰ و برتر ہو گیا۔ اللہ فقر فاقہ سے تیرا قرب حاصل ہوا اور تیرے الطاف کریمانہ نے میرے فقر و فاقہ کو نیست و نابود کر دیا۔ اے اللہ! میں علم و زہد نہیں چاہتا اپنے رموز مجھ پر آشکار فرما دے۔ اے اللہ! تیرے ہی فضل نے مجھے مجھ سے روشناس کیا اور اس لئے میں تجھ پر ناز کرتا ہوں۔ اے اللہ! قلب کے لئے بہترین شے تیرا الہام اور غیب کی راہوں میں سب سے افضل تیرا نور ہے۔ اور سب سے عمدہ ہے وہ حالت جس کا انکشاف مخلوق کے لئے دشوار ہے اور بہترین ہے وہ زبان جو تیرا وصف بیان کرنے سے قاصر رہے کیوں کہ اگر انسان تیرے اوصاف بیان کرنا چاہے تو پوری زندگی میں تیرے اوصاف کا معمولی سا حصہ بھی بیان نہیں کر سکتا۔ اے اللہ! یہ بات تعجب خیز نہیں کہ میں تجھ کو اپنا دوست تصور کرتا ہوں بلکہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تو مجھ کو اپنا دوست سمجھتا ہے کیوں کہ مختار کل اور صاحب قوت ہے اور میں ایک کمزور و محتاج بندہ ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے خوفزدہ رہتا تھا لیکن تو نے اپنے کرم سے میرا خوف دور کر دیا جس کی وجہ سے میں ہمہ اوقات مسرور شادماں رہتا ہوں۔ اور تو نے مجھے اپنی بارگاہ میں

باریاب فرمایا جس کا میں کسی طرح بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اے اللہ! میں اپنی عبادت و ریاضت پر نازاں نہیں ہوں بلکہ یہ بات قابل فخر ہے کہ تو نے اپنے احکامات کی بجا آوری کے لئے قوت و طاقت عطا کر کے خلعت بزرگی سے سرفراز فرمایا۔ اے اللہ! میرا شمار تو ان آتش پرستوں میں کر لے جو ستر سال آتش پرستی میں مبتلا رہے اور آخری عمر میں صحرائے گمراہی سے نکل کر وادی ہدایت میں پہنچے اور اسلام میں داخل ہو کر ان میں تیرا نام لینے کا ذوق پیدا ہو گیا۔ اے اللہ! نہ تجھے کسی سبب کی حاجت ہے اور نہ قبولیت کے لئے کسی عبادت کی اور نہ تیرے یہاں کی یہ رسم ہے کہ کثرت گناہ کی بنا پر گنہگاروں کو کسی طرح معاف ہی نہ کرے، بلکہ تجھے کلی اختیار ہے کہ جس کو چاہے معاف کر کے اپنے قرب سے نواز دے۔ اے اللہ! گو میں نے اپنے نزدیک بہت ہی نیک کام انجام دیئے لیکن وہ تیری بارگاہ میں قبولیت کے ہرگز قابل نہیں لہٰذا ان کو نظر انداز فرما کر صرف اپنے رحم و کرم سے میری مغفرت فرما دے۔

آپ ہمہ اوقات اللہ اللہ کا ورد جاری رکھتے اور عالم نزع میں بھی آپ کی زبان پر اللہ ہی کا نام تھا اور موت سے قبل آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں دنیا میں بر بنائے غفلت تیری عبادت سے محروم رہا اور اب آخری وقت میں بھی تیری عبادت سے غافل ہوں اس کے باوجود بھی تیری رحمت کا متمنی ہوں۔ یہ کلمات زبان پر تھے کہ روح مبارک اعلیٰ علیین کی جانب پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ تصوف کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ راحتوں کو چھوڑ کر مشقتیں برداشت کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔

جب شیخ ابو سعیدؒ اور ابو الخیر آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو کچھ دیر قیام کر کے چلتے وقت فرمایا کہ یہ وہ ٹھکانہ ہے جہاں کھوئی ہوئی چیز مل جاتی ہے۔

باب۔ ۱۵

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ علوم ظاہری و باطنی سے مرصع اور شریعت و طریقت سے آراستہ تھے، اور علماء اور صوفیاء دونوں ہی آپ کے مراتب کے پیش نظر بے حد تعظیم و احترام کرتے تھے اور عظیم تر مشائخین آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اس کے علاوہ آپ کی تصانیف و کرامات کثرت سے ہیں، ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری اور حضرت فضیل بن عیاض نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا تو ثوریؒ نے کہا کہ اے مرد مشرق تشریف لایئے اور حضرت فضیل نے کہا اے مرد مغرب اور جو مغرب و مشرق کے درمیان ہے تشریف لایئے حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ جس کی تعریف میں حضرت فضیل جیسے بزرگ رطب اللسان ہوں ان کے اوصاف بھلا میں کیا

بیان کر سکتا ہوں۔

رجوع کی وجہ: ابتدائی دور میں آپ ایک کنیز کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور محبت کا عرصہ بہت طول پکڑ گیا چنانچہ سردیوں کی ایک رات میں آپ صبح تک اس کے مکان کے سامنے انتظار میں کھڑے رہے اور جب سحر نمودار ہوئی تو رات کے بیکار جانے کا بے حد ملال ہوا اور قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں یہ رات عبادت میں گزارتا تو اس بیداری سے وہ لاکھ درجہ بہتر تھا۔ بس اسی تصور سے آپ نے تائب ہو کر عبادت و ریاضت کو صدق دلی کے ساتھ اپنا مشغلہ بنالیا اور بہت قلیل عرصہ میں اعلیٰ وارفع مراتب پر فائز ہوئے۔

ایک مرتبہ آپ کی والدہ آپ کی جستجو میں نکلیں تو دیکھا کہ ایک باغ میں گلاب کے پودے کے نیچے محو خواب ہیں اور اس کی ٹہنی سے مکھیاں اڑا رہا ہے۔ آپ مرو کے باشندے تھے اور سیر و سیاحت کے بے حد دلدادہ اور مدتوں بغداد میں مقیم رہ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں سے واپس ہو کر اپنے وطن اصلی مرو میں سکونت پذیر ہو گئے اور اس دور میں مرو میں ایک جماعت فقہاء کی اور دوسری محدثین کی تھی، لیکن آپ بہترین طرز عمل کی وجہ سے دونوں جماعتیں آپ کو قابل احترام تصور کرتی تھیں۔ اور اسی طرح کی مناسبت سے آپ کو رضی الفریقین کے خطاب سے یاد کیا جانے لگا۔ اور جب بھی کوئی اختلاف ان دونوں جماعتوں میں رونما ہوتا تو آپ کو ثالث بنا کر آپ کے فیصلوں کی پابندی کرتیں۔ اس کے علاوہ آپ نے مرو میں دو سرائیں بھی تعمیر کرائیں ایک فقہاء کے قیام کے لئے اور دوسری محدثین کے لئے اور اس کے بعد آپ مستقل طور پر مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ ایک سال حج کرتے اور دوسرے سال شریک جہاد رہتے اور تیسرے سال تجارت کر کے جو کچھ بھی نفع حاصل کرتے وہ سب مستحقین میں تقسیم فرما دیتے اور فقراء کو کھجوریں کھلاتے تو گٹھلیاں شمار کرتے جاتے اور جو شخص جس قدر کھجوریں کھاتا اسی حساب سے ہر شخص کو اتنے ہی درہم دیتے تھے۔

کچھ عرصہ ایک نہایت بد طینت شخص آپ کی صحبت میں رہا اور جب وہ رخصت ہو گیا تو آپ نے روتے ہوئے فرمایا کہ صد حیف وہ تو مجھ سے رخصت ہو گیا لیکن اس کی بری خصلتیں اس سے رخصت نہ ہو سکیں۔

ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں بعض لوگوں نے ایک نابینا سے کہا کہ عبداللہ بن مبارک تشریف لا رہے ہیں جو کچھ طلب کرنا چاہے طلب کر لے، چنانچہ اس نے آپ کو ٹھہرا کر یہ دعا کرنے کی درخواست کی کہ میری بصارت واپس آ جائے اور جب آپ نے دعا کی تو فوراً ہی اس کی بصارت واپس آ گئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بغرض حج روانہ ہوا لیکن راستے میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ صرف چار یوم

حج میں باقی رہ گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں حج سے محروم رہ جاؤں گالہٰذا کیا شکل اختیار کرنی چاہئے. اسی فراق میں ایک بڑھیا نے آکر مجھ سے کہا کہ میرے ہمراہ چل۔ میں تجھے عرفات تک پہنچائے دیتی ہوں چنانچہ میں چل پڑااور جب راہ میں کوئی دریا آجاتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں بند کر لو. اور جب میں اس پر عمل کرتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ میں صرف کمر کمر تک پانی میں چل رہا ہوں. اور جب دریا عبور کر لیتا تو وہ کہتی کہ آنکھیں کھول دو. غرض یہ کہ اسی طرح اس نے مجھے عرفات تک پہنچادیااور فراغت حج کے بعد بڑھیا نے کہا کہ چلو میں اپنے بیٹے سے تمہاری ملاقات کرواؤں اور جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک بہت ہی کمزور سا نوجوان نورانی صورت کا بیٹھا ہوا ہے اور ماں کو دیکھتے ہی قدموں میں گر کر کہنے لگا مجھے معلوم ہو چکا ہے تم دونوں کو اللہ تعالیٰ نے میری تجہیز و تکفین کے لئے بھیجا ہے کیوں کہ میری موت کا وقت بہت ہی قریب ہے یہ کہتے ہی وہ فوت ہو گیااور میں نے غسل دے کر اس کو قبر میں اتار دیالیکن بڑھیا نے مجھ سے کہا کہ اب تم رخصت ہو جاؤ کیوں کہ میں اپنی زندگی بیٹے کی قبر پر گزارنا چاہتی ہوں اور آئندہ سال جب تم آؤ گے تو میں تمہیں نہ مل سکوں گی۔ لیکن میرے لئے ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہنا۔

مشہور واقعہ. ایک مرتبہ آپ فراغت حج کے بعد بیت اللہ میں سو گئے اور خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے باہم باتیں کر رہے ہیں. اور ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج قبول ہوا. دوسرے نے جواب دیا کہ چھ لاکھ لوگوں نے فریضہ حج ادا کیالیکن ایک فرد کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ مگر دمشق کا ایک موچی جو حج میں تو شریک نہیں ہوالیکن خدا نے اس کا حج قبول فرما کر اس کے طفیل میں سب کا حج قبول کر لیا. یہ خواب دیکھ کر بیداری کے بعد موچی سے ملاقات کرنے کے لئے دمشق پہنچے اور ملاقات کے بعد جب اس کا نام و نسب دریافت کر کے حج کا واقعہ دریافت کیا تو اس نے اپنا پیشہ بیان کرنے کے بعد جب آپ کا نام پوچھا تو آپ نے بتادیا کہ عبداللہ بن مبارک ہوں. یہ سنتے ہی وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا. اور ہوش میں آنے کے بعد اس طرح اپنا واقعہ بیان کیا کہ بہت عرصہ سے میرے قلب میں حج کی تمنا تھی اور میں نے اس نیت سے تین سو درہم بھی جمع کر لئے تھے لیکن ایک دن پڑوسی کے یہاں سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ اس کے یہاں سے تم بھی مانگ لاؤ تاکہ ہم بھی کھالیں۔ چنانچہ میں نے اس سے جا کر کہا کہ آج آپ نے جو کچھ پکایا ہے ہمیں بھی عنائیت کریں. لیکن اس نے کہا کہ وہ کھانا آپ کے کھانے کا نہیں ہے کیوں کہ سات یوم سے میں اور میرے اہل و عیال فاقہ کشی میں مبتلا تھے تو میں نے مردہ گدھے کا گوشت پکالیا ہے. یہ سن کر میں خوف خداوندی سے لرز گیااور اپنی تمام جمع شدہ رقم اس کے حوالے کر کے یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے حج کے برابر ہے حضرت عبداللہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ فرشتوں نے خواب میں واقعی سچی بات کہی تھی اور خدا تعالیٰ حقیقتاً قضاو قدر کا مالک ہے۔

آپ کے پاس ایک ایسا غلام تھا جس سے آپ نے یہ شرط کر رکھی تھی کہ اگر تم محنت مزدوری کر کے اتنی رقم مجھے دے دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا۔ ایک دن کسی نے آپ سے کہہ دیا کہ آپ کا غلام تو سرقہ کرتے ہوئے کفن چرا کر فروخت کرنے کے بعد آپ کی رقم ادا کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ کو بے حد ملال ہوا اور رات کو چھپ کر اس کے پیچھے پیچھے قبرستان پہنچ گئے۔ قبرستان میں جا کر غلام نے ایک قبر کھولی اور نماز میں مشغول ہو گیا اور جب آپ نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ٹاٹ کے کپڑے پہنے اپنے گلے میں طوق پہنے ہوئے گریہ وزاری کر رہا ہے یہ دیکھ کر آپ رو پڑے اور پوری رات آپ نے باہر اور غلام نے قبر میں عبادت کرنے میں گزاری دی۔ پھر صبح کو غلام نے قبر کو بند کیا اور فجر کی نماز مسجد میں جا کر ادا کی اور یہ دعا کرتا رہا کہ اے اللہ اب رات گزر چکی ہے اور میرا آقا اب رقم طلب کرے گا۔ لہٰذا اپنے کرم سے تو ہی کچھ انتظام فرما دے۔ اس دعا کے بعد ایک نور نمودار ہوا اور اس نے درہم کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ آپ یہ واقعہ دیکھ کر غلام کے قدموں میں گر پڑے اور فرمایا کہ کاش تو آقا اور میں غلام ہوتا۔ یہ جملہ سن کر غلام نے پھر دعا کی کہ اے اللہ! اب میرا راز فاش ہو گیا اس لئے مجھے دنیا سے اٹھا لے اور آپ ہی کی آغوش میں دم توڑ دیا۔ پھر آپ نے غسل دے کر ٹاٹ ہی کے لباس میں دفن کر دیا۔ لیکن رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرمؐ اور حضرت ابراہیم دو براقوں پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عبداللہ! تو نے ہمارے دوست کو ٹاٹ کے لباس میں کیوں دفن کیا ہے؟

ایک مرتبہ آپ بہت وجاہت کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک نادار سید نے کہا کہ میں سید ہونے کے باوجود بھی آپ سے مرتبہ میں کم کیوں ہوں۔ فرمایا کہ میں تو تیرے جد امجد کا اطاعت گزار ہوں لیکن تو ان کے اقوال و اعمال پر بھی عمل پیرا نہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے یہ جواب دیا کہ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ تیرے جد اعلیٰ خاتم الانبیاء تھے اور میرا باپ گمراہ مگر تیرے جد اعلیٰ نے جو ترکہ چھوڑا اس کو میں نے حاصل کر لیا جس کی وجہ سے یہ مرتبہ عطا کیا گیا اور میرے باپ کی گمراہی تو نے ترکہ حاصل کر لی اس لئے تو رسوا ہو گیا لیکن اسی شب آپ نے خواب میں حضور اکرمؐ کو غصہ کی حالت میں دیکھا اور جب وجہ دریافت کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ تو نے میری آل کے عیوب کی پردہ دری کیوں کی چنانچہ آپ بیدار ہونے کے بعد اسی سید کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ادھر اس سید نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرمؐ یہ فرما رہے ہیں کہ اگر تیرے اعمال و افعال بہتر ہوتے تو عبداللہ تیری اہانت کیوں کرتا؟ چنانچہ وہ بھی بیداری کے بعد آپ کی تلاش میں چل دیا اور جب راستہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو دونوں اپنا اپنا خواب سنانے کے بعد تائب ہوئے۔

حضرت سہیل بیشتر آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے ایک مرتبہ چلتے ہوئے کہنے لگے کہ اب میں بھی آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔ اس لئے کہ آج چھت پر سے آپ کی کنیزیں مجھے اے سہیل! کہہ کر آواز دے

رہی تھیں اور یہ بات میرے لئے بار خاطر ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ سہیل کی نماز جنازہ ادا کریں چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا اور تجہیز و تکفین کے بعد جب لوگوں نے سوال کیا کہ موت سے پہلے ہی آپ کو ان کی موت کا علم ہو گیا تھا. فرمایا کہ انہوں نے یہ کہا کہ تیری چھت پر سے کنیزیں اے سہیل کہہ کر آواز دے رہی تھیں حالانکہ میرے یہاں کوئی لونڈی نہیں ہے اور وہ یقیناً حوریں تھیں اور آواز دے رہی تھیں اسی وجہ سے میں نے ان کی موت کا یقین کر لیا۔

ایک عیسائی راہب عبادات و مجاہدات کرتے کرتے بہت کمزور ہو گیا تھا اور جب حضرت عبداللہ نے دریافت کیا کہ خدا کا راستہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تم عارف ہونے کی وجہ سے یقیناً خدا اور اس کی راہوں سے ضرور واقف ہو گے۔ میں نے تو آج تک اللہ ہی کو نہیں پہچانا پھر بھلا اس کا راستہ کیسے بتا سکتا ہوں۔ میں تو پہچانے بغیر ہی اس کی عبادت کرتے کرتے اس قدر ضعیف ہو گیا ہوں اس نے کہا نہ جانے تم کس قسم کے عارف ہو کہ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے۔ یہ سن کر آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ ہر یوم آپ کے خوف خداوندی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ روم کے گرد و نواح میں میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو شکنجہ میں کس کر مار پیٹ رہے ہیں اور ایک شخص دور سے کھڑا کہہ رہا ہے کہ اس کو اچھی طرح مارو ورنہ بڑا بت خفا ہو جائے گا اور جب میں نے پٹنے والے سے پوچھا کہ یہ لوگ تجھے مار رہے ہیں اس نے کہا کہ ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ گناہوں سے پاک ہوئے بغیر بڑے بت کا نام زبان پر سے نہیں نکال سکتے اور اس کے ڈر سے میں گریہ وزاری بھی نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خدا کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھے وہ دین عطا کیا جس میں خدا کا نام لیتے ہی بندہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کی معرفت حاصل کرتا ہے تو سکوت اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ خدا کو شناخت کرنے والوں کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ جہاد میں آپ ایک کافر سے بر سر پیکار تھے کہ نماز کا وقت آ گیا اور آپ نے اس کافر سے اجازت لے کر نماز ادا کر لی. اور جب اس کی عبادت کا وقت ہوا تو وہ بھی آپ سے اجازت لے کر اپنے بت کی جانب متوجہ ہوا لیکن آپ کے دل میں اس کو قتل کر دینے کی خواہش پیدا ہوئی چنانچہ اسی وقت ندائے غیبی آئی کہ ہماری اس آیت کے مطابق اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولاً یعنی تم سے قیامت میں عہد شکنی کی باز پرس ہو گی لہٰذا اپنے قصد سے باز آ جاؤ. یہ سنتے ہی آپ رو پڑے اور جب اس کافر نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے پورا واقعہ بیان کر دیا. یہ سن کر اس کافر کو خیال آیا کو جو خدا اپنے دشمن کی وجہ سے اپنے دوست پر ناراض ہو اس کی اطاعت نہ کرنا بزدلی ہے اور خیال کے ساتھ ہی وہ سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن لرز کر بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد جب میں نے اس کی کیفیت پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں آتش پرست ہوں اور بھیس تبدیل کر کے کعبۃ اللہ میں داخلہ کی نیت سے آیا تھا لیکن جیسے ہی میں نے داخلہ کا قصد کیا تو ندا آئی کہ دوست کا دشمن بن کر دوست کے مکان میں کیسے داخل ہو سکتا ہے اور یہ آواز سنتے ہی میں نے صدق دلی سے اسلام قبول کر لیا۔

موسم سرما میں نیشاپور کے بازار میں آپ نے ایک غلام کو دیکھا جو سردی میں سکڑا ہوا تھا آپ نے پوچھا کہ تم اپنے مالک سے پوستین کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کو نظر نہیں آتا جو میرے کہنے کی ضرورت پیش آئے اس جملہ سے آپ کو ایسی عبرت ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ طریقت تو اس غلام سے حاصل کرنی چاہئے۔

ایک پریشانی کے وقت کچھ لوگ آپ کے پاس بطور دلداری کے حاضر ہوئے اور ان میں ایک آتش پرست بھی تھا اور اس نے یہ کہا کہ دانش ور وہی ہے جو اول دن ہی وہ کام انجام دے جس کو نادان تیسرے دن پورا کرتے ہیں یہ جملہ سن کر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس قول کو یاد رکھنا بہت عظیم نصیحت ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ کون سی عادتیں سود مند ہو سکتی ہیں؟ فرمایا کہ عقل کامل ہونا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر عقل کامل نہ ہو، فرمایا کہ حسن ادب ہو۔ لوگوں نے کہا اگر یہ بھی نہ ہو، فرمایا کہ اتنا شفیق بھائی بن جائے کہ لوگ اس سے مشورہ کریں۔ لوگوں نے کہا اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے، فرمایا سکوت اختیار کرو، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر مرگ ناگہاں بہت سود مند ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ جو ادب کی اہمیت سے واقف نہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے سنت میں خلل پڑنے کی وجہ سے فرائض سے بھی محرومی ہو جاتی ہے اور ایسا شخص خدا کی معرفت سے کبھی بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔

ارشادات۔ جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ خدا کے راستے میں چلنے والوں کی کیا کیفیت ہوئی؟ فرمایا کہ وہ ہمہ اوقات خدا کی طلب میں مشغول رہتے ہیں، فرمایا کہ ہمیں کثیر علم کے بجائے قلیل ادب کی زیادہ احتیاج ہے اور لوگ اس وقت ادب کی تلاش کرتے ہیں، جب اہل ادب دنیا سے رخصت ہو چکے۔ گو مشائخ نے ادب کی بہت سی تعریفیں کی ہیں لیکن میرے نزدیک ادب نام ہے نفس شناسی کا، فرمایا کہ ایک درہم قرضہ حسنہ دینا ایک ہزار درہم خیرات کر دینے سے زیادہ موجب ثواب ہے اور ناجائز مال کا حصہ لینے والا بھی توکل سے محروم رہتا ہے اور توکل وہ ہے جس کو تمہارا نفس ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ بھی توکل خیال کرے اور توکل کسب کے لئے مانع نہیں ہے بلکہ کسب و توکل دونوں ہی داخل عبادت ہیں اور اہل توکل کو اتنا پسماندہ کر لینا کہ جوان

کے مرض و موت میں کام آسکے معیوب نہیں، فرمایا کہ اگر عیالدار شخص بچوں کی نگرانی اور پرورش کے ساتھ علم دین بھی سکھاتا ہے تو اس کا اجر جہاد سے بھی فزوں ہے۔ فرمایا کہ جس کو دنیاوالے عزت ووقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوں اس کو چاہئے کہ وہ خود کو بے وقعت تصور کرتے ہوئے خود فریبی میں مبتلا نہ ہو۔

جب لوگوں نے سوال کیا کہ قلب کا معالجہ کس طرح کیا جائے؟ فرمایا کہ قرب الٰہی اور لوگوں سے کنارہ کشی کرنے سے۔ فرمایا کہ تواضع کا مفہوم یہ ہے کہ انسان امراء سے غرور اور فقراء سے عجز کے ساتھ پیش آئے اور جو دنیاوی مراتب کے اعتبار سے تم سے برتر ہو اس کے ساتھ تکبر سے پیش آؤ اور جو تم سے کمتر ہو اس سے عاجزی اختیار کرو۔ فرمایا کہ جس کی رجا میں خوف کا عنصر نہ ہو وہ بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ فرمایا کہ ظاہری و باطنی مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ جو قلب سے خوف کو دور کر کے سکون عطا کر دے۔

جب لوگوں نے آپ کی مجلس میں غیبت پر بحث کی تو آپ نے فرمایا اگر انسان غیبت ہی کرنا چاہے تو پہلے اپنے والدین کی غیبت کرے کیوں کہ ان کے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اولاد کی نیکیاں ان کے اعمال نامے میں درج کی جاتی ہیں۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں ایسے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں جس کو بوجہ ندامت آپ کے سامنے نہیں بتا سکتا لیکن اصرار کے بعد اس نے کہا کہ میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اس خیال میں تھا کہ شائد تو نے غیبت کا گناہ کیا ہے؟ کیوں کہ زنا کا تعلق تو خدا کے گناہ سے ہے جو توبہ کے بعد معاف بھی ہو سکتا ہے لیکن غیبت بندے کا گناہ ہے جس کو خدا معاف نہیں کرتا۔

آپ کے یہاں کوئی مہمان آگیا اور اس وقت آپ کے یہاں کچھ بھی موجود نہ تھا، لیکن آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے لہٰذا مہمانداری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا مگر اس نے آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی چنانچہ اس حکم شرعی کے مطابق کہ جو عورت شوہر کا حکم نہ مانے اس کو طلاق دے دینی چاہئے۔ آپ نے بھی مہر ادا کر کے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں کوئی امیر زادی شریک ہوئی اور وعظ سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ اپنے والدین سے کہہ دیا کہ میرا نکاح عبداللہ بن مبارک سے کر دو اور والدین نے بھی خوش ہو کر نکاح کر کے لڑکی آپ کے ہمراہ کر دی۔ اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار بھی لڑکی کو دیئے۔ پھر نکاح کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو نے ہماری خوشنودی میں بیوی کو طلاق دے دی تھی لہٰذا ہم نے اس سے بہتر تجھ کو دوسری بیوی عطا کر دی تاکہ تو بخوبی اندازہ کر سکے کہ خدا کے خوش کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہتے۔

موت سے قبل آپ نے اپنا تمام گھر کا سامان فقراء میں تقسیم کر دیا اور جب ایک ارادت مند نے سوال کیا کہ آپ کی تین صاحب زادیاں ہیں ان کے لئے کیا چھوڑا؟ فرمایا کہ ان کے لئے خدا کو چھوڑ دیا ہے کیوں کہ جس کا کفیل خدا ہو اس کو عبداللہ کی کیا حاجت ہے۔ موت سے پہلے آپ نے آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ عمل کرنے والوں کو ایسے ہی عمل کرنے چاہئیں اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور کسی نے حضرت سفیان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ فرمایا کہ اس نے میری مغفرت کر دی، پھر اس نے سوال کیا عبداللہ بن مبارک کس حال میں ہیں؟ فرمایا کہ ان کا شمار تو اس جماعت میں ہے، جو دن میں دو مرتبہ حضوریؐ کا شرف حاصل کرتی ہیں۔

باب۔ ۱۶

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ شریعت و طریقت میں کامل اور علوم رسالت کے وارث تھے جس کی وجہ سے عوام نے آپ کو امیر المومنین کا خطاب دیا تھا اور علوم ظاہری و باطنی پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ بہت سے مشائخین آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم نے آپ کو سماعت حدیث کی دعوت دی اور جب آپ وہاں پہنچ گئے تو فرمایا کہ مجھ کو تو صرف آپ کے اخلاق کا امتحان مقصود تھا ورنہ در حقیقت کسی کام کی غرض سے نہیں بلایا۔

آپ پیدائشی متقی تھے حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے ایام حمل میں ہمسایہ کی کوئی چیز بلا اجازت منہ پر رکھ لی تو آپ نے پیٹ میں تڑپنا شروع کر دیا اور جب تک انہوں نے ہمسایہ سے معذرت طلب نہ کی آپ کا اضطرار ختم نہ ہوا اور آپ کے تائب ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے الٹا پاؤں مسجد میں رکھ دیا جس کے بعد ہی یہ ندا آئی کہ اے ثوری! مسجد کے حق میں یہ گستاخی اچھی نہیں بس اسی دن سے آپ کا نام ثوری پڑ گیا بہر حال یہ ندا سن کر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ غش کھا کر گر پڑے اور ہوش آنے کے بعد اپنے منہ پر طمانچے لگاتے ہوئے کہنے لگے کہ بے ادبی کی ایسی سزا ملی کہ میرا نام ہی دفتر انسانیت سے خارج کر دیا گیا۔ لہٰذا اے نفس۔ اب ایسی بے ادبی کی جرأت کبھی نہ کرنا۔

ایک مرتبہ کسی کے کھیت میں آپ کا قدم پڑ گیا تو فوراً ندا آئی کہ اے ثور دیکھ بھال کر قدم رکھ۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ جس پر خدا کا اتنا بڑا کرم ہو کہ صرف ایک قدم غلط پڑنے پر توبیخ فرمائی گئی تو اس کی باطنی کیفیت کیا ہو گی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضور اکرمؐ کے جس قدر بھی اقوال سنے ان پر عمل پیرا رہا۔ اور آپ کا یہ مقولہ تھا کہ محدثین کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے یعنی دو سو احادیث میں سے کم از کم پانچ

احادیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ایک مرتبہ حالت نماز میں خلیفہ وقت نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر لیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسی نماز قطعی بے حقیقت ہے اور قیامت میں تیری نماز گیند کی طرح تیرے منہ پر ماردی جائے گی۔ خلیفہ نے جھڑک کر کہا کہ خاموش رہو۔ آپ نے فرمایا کہ حق گوئی میں خموشی کیسی! یہ سنتے ہی خلیفہ نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ اس کو پھانسی دے دو۔ اور دوسرے دن ٹھیک پھانسی کے وقت آپ ایک بزرگ حضرت سفیان بن عیینہ کے زانو پر سر رکھے ہوئے پیر پھیلا کر آنکھیں بند کئے لیٹے ہوئے تھے اور لوگوں نے کہا کہ پھانسی کا وقت قریب ہے تو فرمایا کہ مجھے اس کا ذرہ برابر خوف نہیں۔ لیکن حق گوئی سے کبھی باز نہ آؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! خلیفہ مجھے بے قصور سزا دینا چاہتا ہے اس لئے اس کو بدلہ ملنا چاہیئے۔ اس دعا کے ساتھ ہی ایک دھماکے کے ساتھ ہی زمین شق ہوئی اور خلیفہ وزراء سمیت اس میں دھنستا چلا گیا۔ اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ اتنی زود اثر دعا ہم نے کبھی نہیں دیکھی تو فرمایا کہ میرے اظہار حق کی وجہ سے دعا زود اثر بن گئی۔ پھر جب دوسرا خلیفہ پہلے خلیفہ کا قائم مقام ہوا تو آپ کے عقیدت مندوں میں رہا۔ چنانچہ جب آپ بیمار ہوئے تو بغرض علاج اس نے ایک طبیب حاذق کو معالجہ کے لئے بھیجا لیکن وہ آتش پرست تھا اور اس نے آپ کے قارورے کی جانچ کرنے کے بعد بتایا کہ ان کا جگر خوف الٰہی سے پاش پاش ہو چکا ہے اور اس کے ریزے پیشاب میں آرہے ہیں پھر اس نے کہا کہ جس مذہب میں ایسے ایسے افراد ہوں وہ مذہب کبھی باطل نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر خلوص نیت کے ساتھ وہ مسلمان ہو گیا اور جب یہ واقعہ خلیفہ نے سنا تو کہا کہ میں نے تو طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا لیکن اب محسوس ہوا کہ مرض طبیب کے پاس پہنچ گیا۔

آپ عہد شباب ہی میں کبڑے ہو گئے تھے اور لوگوں کو بے حد اصرار پر بتایا کہ مرتے دم میرے استاد نے فرمایا کہ میں نے ہدایت و عبادت میں پچاس سال صرف کئے لیکن مجھے یہ حکم ملا کہ تو ہماری بارگاہ کے قابل نہیں ہے اور بعض نے اسی واقعہ کو اس طرح تحریر کیا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ میرے تین اساتذہ جو بہت زیادہ عابد و زاہد تھے۔ موت سے قبل تینوں یہودی، نصرانی اور آتش پرست ہو گئے اور اس واقعہ سے متاثر ہو کر مجھ پر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ میری کمر جھک گئی اور ہمہ وقت خدا سے سلامتی ایمان کی دعا کرتا رہتا ہوں۔

استغناء: کسی نے اشرفیوں کی دو تھیلیاں ارسال کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ آپ میرے والد کے دوست ہیں اور اب وہ فوت ہو چکے ہیں لیکن ان کی پاکیزہ کمائی میں سے یہ تھیلیاں ارسال خدمت ہیں۔ آپ ان کو اپنے اخراجات کے لئے قبول فرمالیں۔ لیکن آپ نے وہ تھیلیاں واپس کرتے ہو۔

پیغام بھیجا کہ تمہارے والد سے میرے تعلقات صرف دین کے لئے تھے نہ کہ دنیا کے لئے۔ اس واقعہ کی اطلاع جب آپ کے صاحب زادے کو ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نادار اور عیال دار ہوں اگر تم یہ رقم مجھے دے دیتے تو میرے بہت کام نکل سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دینی تعلقات کو دنیاوی معاوضہ میں فروخت نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر وہ شخص خود تم کو دے دے تو تم خرچ کر سکتے ہو۔

آپ کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے اور ایک شخص نے جب آپ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کیا تو آپ نے قبول نہیں فرمایا. اور جب اس شخص نے عرض کیا کہ آپ نے تو کبھی مجھ کو کوئی نصیحت تک نہیں کی جو یہ سمجھ لیا جائے کہ میں اس کا معاوضہ دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے دوسرے مسلمان بھائیوں کو تو راستہ دکھایا ہے اور اگر میں تمہارا تحفہ قبول کر لوں تو ہو سکتا ہے کہ میرے قلب میں تمہاری رغبت پیدا ہو جائے اور اسی کا نام دنیا ہے۔ لہٰذا میں خدا کے سوا کسی اور جانب نہیں ہونا چاہتا۔

آپ کو ایک شخص کے ہمراہ کسی رئیس کے محل کے نزدیک سے گزرے تو آپ کے ساتھ والے شخص نے محل کو غور سے دیکھا۔ آپ نے اس کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ دولت مند تعمیر مکان میں بہت فضول خرچی سے کام لیتے ہیں اس لئے اس کا دیکھنے والا بھی گناہ گار ہو جاتا ہے۔

آپ اپنے ایک ہمسایہ کے جنازے میں شریک ہوئے تو اس وقت تمام لوگ مرحوم کی تعریفیں کر رہے تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ وہ تو منافق تھا اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو میں جنازے میں کبھی شریک نہ ہوتا اور اس کی منافقت کی دلیل یہ ہے کہ اہل دنیا اس کی تعریفیں کر رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل دنیا سے بہت گہرا تعلق تھا اور یہی چیز اس کی منافقت پر دلالت کرتی ہے. ایک مرتبہ آپ نے الٹا کرتہ پہن لیا اور جب لوگوں نے سیدھا کرنے کے لئے کہا تو فرمایا کہ میں نے تو خدا کے لئے پہنا ہے پھر مخلوق کے کہنے سے سیدھا کیوں کروں۔

ایک نوجوان نے حج سے محروم رہ جانے پر سرد آہ کھینچی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے چار حج کئے ہیں اور ان کا اجر میں اس شرط پر تجھے دینے کے لئے تیار ہوں کہ تو اپنی آہ کا اجر مجھے دے دے. چنانچہ جب اس نے شرط منظور کر لی تو آپ نے خندہ پیشانی سے اپنے تمام حجوں کا ثواب اس کو منتقل کر دیا. پھر آپ نے خواب دیکھا کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ تم نے ایک آہ خرید کر وہ نفع حاصل کر لیا ہے کہ اگر اس نفع کو اہل عرفات پر تقسیم کیا جائے تو سب مالا مال ہو جائیں۔

آپ ایک حمام میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نو عمر حسین لڑکا وہاں موجود ہے آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو فوراً یہاں سے نکال دو. کیوں کہ عورت کے ہمراہ تو صرف ایک ہی شیطان رہتا ہے لیکن نوخیز و حسین لڑکے کے ہمراہ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں تاکہ دیکھنے والے کے سامنے لڑکے کو آراستہ کر

کے پیش کریں۔

کھانے کے وقت ایک کتا آ کھڑا ہوا اور آپ نے اس کو روٹی ڈال دی۔ جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ بیوی بچوں کے ہمراہ کھانا کیوں نہیں کھاتے. فرمایا کہ وہ سب خدا کی عبادت میں حارج ہو جاتے ہیں لیکن یہ کتا میری حفاظت کرتا ہے جس کی وجہ سے میں پر سکون ہو کر یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ گریہ وزاری کرتے ہوئے حج کے سفر پر روانہ ہوئے اس وقت لوگوں نے سمجھا کہ شائد خوف معصیت سے یہ حالت ہے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ نہ جانے میرے ایمان میں کچھ صداقت بھی ہے یا نہیں اور گناہوں کی فکر تو اس لئے نہیں کہ رحمت خداوندی کے مقابلہ میں گناہ ایک بے حقیقت شے ہے۔

حقائق. آپ فرمایا کرتے تھے کہ عارفین کو معرفت. عابدین کو قربت اور حکماء کو حکمت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کہ گریہ وزاری کی بھی دس قسمیں ہیں جن میں ۹ حصے ریا سے بھرپور ہوتے ہیں اور ایک حصہ خشیت سے لبریز ہوتا ہے. پھر فرمایا کہ اعمال نیک کرنے والوں کے اعمال کو ملائکہ عمل نیک کے دفتر میں درج کر لیتے ہیں اور جب کوئی ان اعمال پر فخر کرنے لگتا ہے تو پھر انہیں اعمال کو ریا کے دفتر میں منتقل کر دیتے ہیں. پھر فرمایا کہ سلاطین و امراء سے منسلک رہنے والا عابد بھی ریا کار ہوتا ہے۔ زاہد کی شناخت یہ ہے کہ نیک کام انجام دے کر نہ تو ان پر فخر کرے اور نہ اپنے زہد کا ڈھنڈورا پیٹے اور زہد کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ موٹا اناج اور بوسیدہ لباس استعمال کرتا رہے اور دنیا سے نہ دل لگائے اور نہ امیدوں میں اضافہ کرے۔ پھر فرمایا کہ گوشہ نشین کو آخرت میں نجات مل جاتی ہے۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ گوشہ نشینی کر کے گزر اوقات کیسے کرے؟ فرمایا کہ خدا سے خوفزدہ رہنے والوں کو گزر بسر کا غم نہیں رہتا. پھر فرمایا کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہنے والا اس لئے بہتر ہوتا ہے کہ اسلاف کا طریقہ یہی تھا کہ عظمت کے بجائے ذلت کو پسند کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اہل دنیا کا سونا بیداری سے اس لئے افضل ہے کہ وہ نیند کی حالت میں دنیا سے دور رہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ زاہدوں کی صحبت اختیار کرنے والا بادشاہ اس زاہد سے بہتر ہے. جس کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو۔ پھر فرمایا کہ مخلوق میں پانچ قسم کے لوگ زیادہ ہر دلعزیز ہوتے ہیں. اول زاہد عالم. دوم فقیہ صوفی. سوم متواضع تونگر. چہارم شاکر درویش. پنجم شریف سخی. پھر فرمایا کہ اہل یقین تکالیف کو بجا تسلیم کرتے ہوئے کبھی ناشکری نہیں کرتے پھر فرمایا کہ ہم انہیں کو محبوب تصور کرتے ہیں جو زخم پہنچاتے ہیں اور ہماری دولت پر قابض ہو جاتے ہیں. پھر فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی اچھا کہے تو اس کو ناگواری کے ساتھ ٹھکرا دو۔

کسی نے یقین کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ قلبی آواز کا نام یقین ہے اور اہل یقین معرفت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور یقین کا یہ مفہوم بھی ہے کہ ہر مصیبت کو منجانب اللہ تصور کیا جائے۔ لوگوں نے آپ

سے سوال کیا کہ حضور اکرمؐ نے جو یہ فرمایا کہ زیادہ گوشت خوروں کو اللہ تعالیٰ دشمن تصور کرتا ہے آخر اس میں کیا بھید ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہاں گوشت سے مراد غیبت ہے کیوں کہ مسلمان کی غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے مردار کا گوشت کھالیا اور اہل غیبت کو اللہ تعالیٰ دشمن تصور کرتا ہے۔

آپ نے حضرت حاتم سے فرمایا کہ میں تمہیں ان چار چیزوں سے آگاہ کرتا ہوں جن کو عوام نے بربنائے غفلت فراموش کر دیا ہے۔ اول یہ کہ لوگوں پر تہمت لگا کر ان کو برا بھلا کہنا احکام خداوندی سے غافل بنا دیتا ہے۔ دوم کسی مومن کے عروج پر حسد کرنا، ناشکری کا پیش خیمہ ہے۔ سوم ناجائز دولت جمع کرنے سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے۔ چہارم خدا تعالیٰ کی وعید پر خوف زدہ نہ ہونے اور ان وعدوں پر اظہار مایوسی کرنے سے کفر عائد ہو جاتا ہے اور یہ سب چیزیں نہایت بری ہیں۔

جب آپ کا کوئی ارادت مند سفر کا قصد کرتا تو آپ فرماتے کہ اگر کہیں راہ میں موت نظر پڑے تو میرے لئے لیتے آنا۔ اور مرتے دم رو کر فرمایا کہ میں موت کا بہت خواہش مند رہتا تھا لیکن آج معلوم ہوا کہ موت لاٹھی ٹیک کر دنیا میں سفر کرنے سے کہیں زیادہ دشوار ہے یعنی خدا کے روبرو پیش ہونا آسان کام نہیں۔ اور موت کا ذکر سن کر خوف کے مارے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے کہ موت سے پہلے اس کا سامان مہیا کر لو۔ اور جب موت کے وقت لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کو جنت مبارک ہو تو فرمایا کہ اہل جنت تو دوسرے لوگ ہیں ہماری وہاں تک رسائی کہاں ہو سکتی ہے۔

جس وقت بصرہ میں آپ بیمار پڑے تو حاکم بصرہ نے آپ کو تلاش کرنے کا حکم دیا اور جب لوگ تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو آپ کو مویشیوں کے باندھنے کی جگہ پایا۔ اور اس وقت آپ درد شکم اور پیچش کی وجہ سے اضطراب میں تھے لیکن ایسی حالت میں ذکر الٰہی سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے اور اسی شب لوگوں نے دیکھا کہ آپ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ پاخانے گئے اور ہر مرتبہ وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جاتے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں آپ بار بار وضو نہ کریں تو فرمایا کہ میں اس لئے باوضو مرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے سامنے نجس حالت میں نہ پہنچوں۔

حضرت عبداللہ مہندی بیان کرتے ہیں کہ میں موت کے وقت آپ کے پاس ہی تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرا چہرہ زمین پر رکھ دو۔ کیوں کہ اب وقت بالکل قریب ہے۔ چنانچہ میں حکم کی تعمیل کر کے لوگوں کو اطلاع دینے کی غرض سے باہر نکلا اور باہر نکل کر دیکھا کہ ایک جم غفیر ہے اور جب میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کو آپ کی نازک حالت کا علم کیسے ہوا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں خواب میں یہ حکم دیا گیا کہ سفیان ثوریؒ کی میت پر پہنچ جاؤ۔ چنانچہ جس وقت لوگ اندر داخل ہوئے تو آپ کی حالت بہت نازک ہو چکی تھی اور آپ نے تکیہ کے نیچے سے ایک ہزار تھیلی نکال کر فرمایا کہ اس کو فقراء میں تقسیم کر دو۔ اس وقت لوگوں کے قلب میں

یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ دوسروں کو تو دولت جمع کرنے سے منع کرتے رہے اور خود ایک ہزار دینار جمع کر لئے۔ لیکن آپ نے لوگوں کی نیت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان دیناروں سے میں نے ایمان کا تحفظ کیا ہے کیوں کہ جب ابلیس مجھ سے یہ پوچھتا تھا اب تم کہاں سے کھاؤ گے تو میں جواب دیتا کہ میرے پاس یہ دینار موجود ہیں اور جب یہ سوال کرتا کہ تمہیں کفن کہاں سے نصیب ہو گا اس وقت بھی میں یہی جواب دیتا حالانکہ مجھے ان دیناروں کی قطعی ضرورت نہ تھی مگر وسوسہ شیطانی کے لئے جمع کر لئے تھے. یہ فرما کر کلمہ پڑھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بخارا میں ایک شخص فوت ہو گیا جس کا ورثہ شرعی اعتبار سے آپ کو پہنچتا تھا, چنانچہ قاضی نے مال وارثت کو امانت جمع کر کے آپ کو اطلاع بھجوادی اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی. اور جب آپ بخارا پہنچے تو بستی کے قریب لوگوں نے استقبال کر کے امانت آپ کے سپرد کر دی اور وہی رقم آپ کے پاس جمع تھی جس کو مرتے وقت صدقہ کر دیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ جس رات آپ فوت ہوئے تو لوگوں نے غیب سے ندا سنی کہ آج تقویٰ مر گیا۔

کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ قبر کی دہشت و تنہائی میں آپ نے صبر کیسے کیا؟ فرمایا کہ میرے مزار کو اللہ نے جنت کے باغوں میں منتقل کر دیا. پھر کسی اور نے خواب دیکھا کہ آپ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت پر پرواز کر رہے ہیں اور جب اس نے پوچھا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا. فرمایا کہ زہد و تقویٰ سے۔

آپ عوام سے بہت شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک پرندہ قفس میں مضطرب تھا تو آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور وہی پرندہ آپ کے یہاں پہنچ کر آپ کی عبادت کو دیکھتا رہتا تھا اور آپ کی وفات کے بعد جنازے پر کبھی روتا ہوا گزر جاتا اور کبھی جنازے پر لوٹتا اور تڑپتا تھا اور جب آپ دفن ہو چکے تو وہ پرندہ اکثر آپ کے مزار پر روتا رہتا حتیٰ کہ ایک دن قبر میں سے آواز آئی کہ مخلوق سے شفقت کی وجہ سے خدا نے ان کی مغفرت فرما دی۔

باب ۔ ۱۷

حضرت ابو علی شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ کا اسم گرامی شفیق اور کنیت ابو علی ہے. آپ ممتاز زمانہ مشائخ و متقین میں سے ہوئے ہیں اور جید عالم و مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ پوری زندگی توکل میں گزار دی. چنانچہ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں اور حضرت حاتم اصم جیسے بزرگ آپ کے تلامذہ میں سے ہوئے ہیں. لیکن آپ نے طریقت کی منزلیں حضرت

ابراہیم ابن ادہم کی صحبت میں طے کیں اور کثیر مشائخین سے شرف نیاز حاصل رہا۔

حالات و حقائق: آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سات سو اساتذہ سے شریعت و طریقت کے علوم سے استفادہ کیا لیکن نتیجہ میں یہ پتہ چلا کہ خدا کی رضا صرف چار چیزوں پر منحصر ہے. اول روزی کی جانب سے سکون حاصل رہنا. دوم خلوص سے پیش آنا. سوم ابلیس کو دشمن تصور کرنا. چہارم توشہ آخرت جمع کرنا اور انہیں چار چیزوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔

آپ ایک خاص واقعہ سے متاثر ہو کر تائب ہوئے اور وہ یہ کہ جب آپ بغرض تجارت ترکی پہنچے تو وہاں کا ایک مشہور بتکدہ دیکھنے پہنچ گئے اور وہاں ایک پجاری سے فرمایا کہ تجھے قادر و زندہ خدا کو نظر انداز کر کے ایک بے جان بت کی پوجا کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی. اس نے جواب دیا کہ آپ جو حصول رزق کے لئے دنیا بھر میں تجارت کرتے پھرتے ہیں اس سے ندامت نہیں ہوتی. اور کیا آپ کا خالق گھر بیٹھے رزق پہنچانے پر قادر نہیں ہے؟ یہ سن کر اسی وقت وطن واپس لوٹے تو راستہ میں کسی نے پیشہ دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں تجارت کرتا ہوں. اس نے طعنہ دیا کہ آپ کے مقدر کا جو کچھ ہے وہ تو گھر بیٹھے بھی میسر آسکتا ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید آپ خدا پر شاکر نہیں ہیں. اس واقعہ سے آپ اور زیادہ متاثر ہوئے اور جب گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شہر کے ایک سردار کا کتا گم ہو گیا ہے اور شبہ میں آپ کے ہمسایہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے سردار کو یہ یقین دلا کر کہ تمہارا کتا تین یوم کے اندر مل جائے گا اپنے ہمسایہ کو رہا کروایا اور جس نے کتا چوری کیا تھا وہ تیسرے دن آپ کے پاس پہنچ گیا اور آپ نے سردار کے یہاں کتا بھجوا کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

ایک مرتبہ بلخ میں قحط سالی ہو گئی اور آپ نے بازار میں ایک غلام کو بہت خوش دیکھ کر پوچھا کہ لوگ تو قحط سے برباد ہو گئے ہیں اور تو اس قدر خوش نظر آتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے آقا کے یہاں بہت غلہ موجود ہے اور وہ مجھے کبھی بھوکا نہ رکھے گا. آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ جب ایک غلام کو اپنے آقا پر اس قدر اعتماد ہے تو تیری ذات پر میں کیوں نہ اعتماد کروں جب کہ تو مالک الملک ہے۔ بس اس کے بعد آپ نے سختی کے ساتھ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی. حتیٰ کہ آپ کا توکل معراج کمال تک پہنچا. اور آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا استاد تو ایک غلام ہے۔

حضرت حاتم اصم بیان کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ شریک جہاد تھا اور جنگ پوری قوت سے جاری تھی لیکن آپ اپنی گدڑی اوڑھ کر دونوں فوجوں کے درمیان سو گئے مگر آپ کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا۔

آپ ایک مرتبہ اپنی ایک مجلس میں پھولوں کی خوشبو سے محظوظ ہو رہے تھے کہ یکایک شور بلند ہوا کہ کفار

کی فوج آپہنچی لیکن آپ نے قوت باطنی کے ذریعہ انہیں شکست دے دی۔ اس وقت کسی احمق نے یہ کہہ دیا کہ حیرت انگیز ہے یہ بات کہ کفار کی فوج اتنی قریب پہنچ گئی اور مسلمانوں کا امیر پھول سونگھتا رہا. آپ نے فرمایا کہ معترض نے پھول سونگھنا تو دیکھ لیا لیکن کفار کو جو شکست غیبی ہوئی وہ نظر نہیں آئی۔

ایک مرتبہ سمرقند میں دوران وعظ لوگوں سے خاص طور پر متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر تم مردہ ہو تو قبرستان پہنچ جاؤ اور اگر دیوانے ہو تو پاگل خانے چلے جاؤ. اور اگر کافر ہو تو دار الحرب میں قیام کرو اور اگر مومن ہو تو راہ راست اختیار کرو۔

کسی رئیس نے عرض کیا کہ محنت و مزدوری کرنے کی وجہ سے لوگ آپ کو کمتر تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنے اخراجات کے لئے کچھ رقم مجھ سے لے لیا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پانچ چیزوں کا خوف نہ ہوتا تو شائد میں تیری درخواست پر غور کرتا. اول یہ کہ مجھے دینے سے تیری دولت میں کمی واقع ہو گی. دوم میرے پاس سے رقم چوری ہو جانے کا بھی خطرہ ہے۔ سوم یہ کہ ممکن ہے تجھے میرے اوپر رقم خرچ کرنے کا غم پیدا ہو جائے. چہارم یہ کہ ممکن ہے میرے اندر کوئی عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے تو اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگے. پنجم یہ کہ تیری موت کے بعد میں پھر بھکاری رہ جاؤں گا۔

اصلی زاد راہ. کسی نے آپ سے اپنے عزم حج کا تذکرہ کیا تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ زاد سفر کے طور پر کیا چیز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرے ہمراہ چار چیزیں ہیں. اول یہ کہ میں اپنی روزی کو دوسروں کی نسبت سے زیادہ قریب پاتا ہوں. دوم اسکا یقین رکھتا ہوں کہ میرے رزق میں کوئی حصہ دار نہیں بن سکتا. سوم یہ کہ خدا ہر جگہ موجود ہے. چہارم یہ کہ اللہ میری نیک و بد حالت سے بخوبی واقف ہے. یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ بہتر اور کوئی زاد سفر نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ تیرا حج قبول فرمائے۔

نصائح. سفر حج کے دوران جب آپ بغداد پہنچے تو خلیفہ ہارون رشید آپ کو مدعو کر کے بہت احترام کے ساتھ پیش آیا۔ اور آپ سے کچھ نصیحتیں کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم خلفائے راشدین کے نائب ہو۔ اور خدا تعالیٰ تم سے علم و حیا اور صدق و عدل کی باز پرس کرے گا اور خدا نے تمہیں شمشیر و تازیانہ اور دولت اس لئے عطا کئے کہ اہل حاجت میں دولت تقسیم کرو اور تازیانے سے شریعت پر عمل پیرا نہ ہونے والوں کو سزا دو اور شمشیر سے خون کرنے والوں کا خون بہا دو اور اگر اس نے اس پر عمل نہ کیا تو روز محشر تمہیں اہل جہنم کا سردار بنا دیا جائے گا اور تمہاری مثال دریا جیسی ہے اور عمل و حکام اس سے نکلنے والی نہریں ہیں. لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عادلانہ حکومت کرو کہ اس کا پرتو عمال و حکام پر بھی پڑے کیوں کہ نہریں دریا کے تابع ہوا کرتی ہیں پھر آپ نے سوال کیا کہ اگر ریگستان میں تم پیاس سے تڑپ رہے ہو اور کوئی شخص نصف حکومت کے معاوضہ میں تمہیں ایک گلاس پانی دینا چاہے تو کیا تم اس کو قبول کر لو گے۔

ہارون رشید نے جواب دیا کہ یقیناً قبول کر لوں گا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ اگر اس پانی کے استعمال سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے اور شدت تکلیف میں کوئی طبیب علاج کے معاوضہ میں بقیہ نصف سلطنت طلب کرے تب تم کا کرو گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا کہ نصف سلطنت اس کے حوالے کر دوں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ وہ سلطنت باعث افتخار نہیں ہو سکتی جو صرف ایک گھونٹ پر فروخت ہو سکے اس جواب کے بعد ہارون رشید بہت دیر تک روتا رہا اور بصد احترام آپ کو رخصت کیا اور جب آپ مکہ معظمہ پہنچے تو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ خانہ خدا میں تلاش رزق مناسب نہیں اور جب وہاں حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملاقات ہوئی تو ان سے سوال کیا کہ آپ نے حصول رزق کے لئے کیا ذریعہ اختیار کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہوں اور نہیں ملتا تو صبر سے کام لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حال تو کتوں کا بھی ہے اور جب حضرت ابراہیم بن ادہم نے آپ سے حصول معاش کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اگر کچھ مل جاتا ہے تو خیرات کر دیتا ہوں اور نہیں ملتا تو شکر سے کام لیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ واقعی آپ عظیم بزرگ ہیں۔ پھر حج کے بعد بغداد واپس آ گئے اور وہیں وعظ گوئی کو مشغلہ بنا لیا۔ ایک مرتبہ دوران وعظ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے سفر شروع کیا تو چار دانگ میرے پاس چاندی تھی اور آج تک اسی طرح میری جیب میں پڑی ہے۔ اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ جس وقت آپ نے چاندی جیب میں رکھی تو کیا اس وقت خدا پر اعتماد نہیں تھا یا اس کا وجود نہیں تھا؟ یہ سن کر آپ خموشی کے ساتھ منبر سے نیچے آ گئے

متوکلین: آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ متوکلین کے رزق و خوش خلقی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور وہ فراخ دل ہوتے ہیں اور عبادت کے وقت ان کے قلوب وسوسوں سے پاک رہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ عبادت کی بنیاد بیم و رجا اور حب الٰہی پر قائم ہے اور خوف کی نشانی محرمات کو ترک کر دینا ہے اور امید کی نشانی عبادت پر مداومت اختیار کرنا ہے زور محبت کی نشانی شوق و توبہ اور رجوع الی اللہ ہو جانا ہے اور جس کے اندر خوف و اضطرار نہ ہو وہ جہنمی ہے. پھر فرمایا کہ تین چیزیں انسان کے لئے مہلک ہیں، اول توبہ کی امید پر معصیت کا ارتکاب. دوم زندگی کی امید پر توبہ نہ کرنا. سوم رحمت سے مایوس ہونا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عابدین و اہل ریاضت کو مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور معصیت کاروں کو زندگی ہی میں مردہ بنا دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ فقر سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں جسمانی غم. مشغلہ قلب. اور دشواری حساب. پھر فرمایا کہ موت آ کر واپس نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہر لحہ اس کے لئے کمربستہ رہو. پھر فرمایا کہ میرے نزدیک مہمان ہر شے سے زیادہ عزیز ہے کیوں کہ مہمان نوازی کا صلہ خدا ہی جانتا ہے. پھر فرمایا کہ جو شخص حصول نعمت کے لئے دشواری اختیار کر کے دشواری کو فراخی تصور نہ کرے وہ ہمیشہ غم دو جہان میں مبتلا رہتا

ہے اور جس نے اس کو فراخی سمجھ لیا وہ دونوں جہان میں خوش رہتا ہے۔

رموز و اشارات: جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ خدا پر کامل اعتماد کرنے والا کون ہوتا ہے؟ فرمایا جو دنیاوی شے کے فوت ہو جانے کو غنیمت تصور کرے اور جو خدا کے وعدوں کو انسانوں کے وعدوں سے زیادہ اطمینان بخش سمجھے۔ پھر فرمایا کہ تین چیزیں تقویٰ کی پہچان ہیں۔ فرستادن۔ منع کردن۔ سخن گفتن، فرستادن کا مفہوم یہ ہے کہ تم خدا کے فرستادہ ہو لہٰذا اسی قسم کے امور انجام دو۔ اور منع کردن کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے کچھ طلب نہ کرو۔ اور سخن گفتن سے مراد یہ ہے کہ ایسی بات کہو جو دین و دنیا میں سود مند ہو اور دوسرا مفہوم اس جملہ کا یہ ہے کہ تم نے جس قدر نیک کام انجام دیئے وہ دین کی بھلائی کے لئے ہیں اور جن کاموں سے کنارہ کشی اختیار کی وہ دنیاوی بھلائی کے لئے ہیں کیوں کہ ایک انسان اپنی زبان سے دین و دنیا دونوں کی باتیں کر سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے متعدد علماء سے سوال کیا کہ دانشور دولتمند۔ بخیل دانا درویش کا کیا مفہوم ہے؟ اور سب نے یہی جواب دیا کہ دانشور وہ ہے جو محبّ دنیا سے احتراز کرے۔ دولتمند وہ ہے جو قضاو قدر پر مطمئن رہے دانا وہ ہے جو فریب دنیا میں مبتلا نہ ہو سکے درویش وہ ہے جو زیادہ طلب نہ کرے۔ اور بخیل وہ ہے جو دولت کو مخلوق سے زیادہ عزیز تصور کرتے ہوئے کسی کو ایک دانہ نہ دے۔

حضرت حاتم اصم نے آپ سے نفع بخش نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ عام وصیت تو یہ ہے کہ اپنے قول کا معقول جواب سوچے بغیر کوئی بات منہ سے نہ نکالی جائے اور خاص وصیت یہ ہے کہ جب تک تمہارے اندر بات نہ کہنے کی طاقت موجود ہے خاموشی اختیار کرو۔

باب۔ ۱۸

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ کا اسم گرامی نعمان، والد کا نام ثابت، اور آپ کی کنیت ابو حنیفہ ہے اور آپ علم شریعت کے مہرو ماہ بن کر آسمان طریقت پر روشن ہوئے اور آپ نہ صرف رموز حقیقت سے آگاہ تھے بلکہ دقیق سے دقیق مسائل و علوم کے معانی و مطالب واضح کر دینے میں مکمل درک رکھتے تھے اور آپ کی عظمت و جلالت کی یہ دلیل ہے کہ غیر مسلم بھی آپ کی تعریف و احترام کرتے تھے اور آپ کی عبادت و ریاضت کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے۔ آپ کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے شرف نیاز حاصل رہا اور حضرت فضیل۔ حضرت ابراہیم بن ادہم۔ حضرت بشر حافی وغیرہ ہستیاں آپ کے تلامذہ میں شامل رہیں۔

سبق آموز جواب: آپ کی کنیت کا عجیب وغریب واقعہ یہ ہے، کہ ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے سوال کیا کہ جب مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر عورت کو کم از کم دو شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں؟ آپ نے کہا کہ اس کا جواب کسی اور وقت دوں گا. اور اس الجھن میں گھر کے اندر تشریف لے گئے اور جب آپ کی صاحب زادی حنیفہ نے الجھن کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عورتوں کا سوال پیش کر کے فرمایا کہ اس کا جواب دینے سے قاصر ہوں اور میری الجھن کا یہی سبب ہے۔ یہ سن کر صاحب زادی نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے نام کے ہمراہ میرے نام کو بھی شہرت دینے کا وعدہ کریں تو میں ان عورتوں کا جواب دے سکتی ہوں. اور جب آپ نے وعدہ کر لیا تو صاحب زادی نے عرض کیا کہ ان عورتوں کو میرے پاس بھجوا دیجئے. چنانچہ جب وہ عورتیں آگئیں تو صاحب زادی نے ایک پیالی ہر عورت کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ اپنی اپنی پیالی میں تم سب تھوڑا تھوڑا سا اپنا دودھ ڈال دو۔ اس کے بعد ایک بڑا پیالہ ان کو دے کر کہا کہ اب سب پیالوں کا دودھ اس میں ڈال دو اور جب عورتوں نے یہ عمل کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب تم سب اس میں سے اپنا اپنا دودھ نکال لو لیکن عورتوں نے عرض کیا کہ یہ تو ناممکن ہے۔ صاحب زادی نے عرض کیا کہ جب دو شوہروں کی شرکت میں تمہاری اولاد ہو گی تو تم یہ کیوں کر بتا سکوں گی کہ یہ اولاد کس شوہر کی ہے اس جواب سے وہ عورتیں ششدر رہ گئیں اور امام صاحب نے اسی دن سے ابو حنیفہ کی کنیت اختیار کر لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی نام سے زیادہ کنیت کو شہرت عطا کی۔

جس وقت مدینہ منورہ میں حضور اکرمؐ کے روضہ اقدس پر یہ کہہ کر سلام پیش کیا کہ السلام علیکم یا سیدالمرسلین تو جواب ملا وعلیکم السلام یا امام المسلمین. بتایئے یہ شرف آپ جیسے خوش بختوں کے سوا کس کو نصیب ہو سکتا ہے۔

سچا خواب: جب آپ دنیا سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تو ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اکرمؐ کی ہڈیوں کو مزار مقدس سے نکل کر علیحدہ علیحدہ کر رہا ہوں اور جب دہشت زدہ ہو کر آپ خواب سے بیدار ہوئے تو امام ابن سیرین سے تعبیر خواب دریافت کی. انہوں نے کہا کہ بہت مبارک خواب ہے اور آپ کو سنت نبوی کے پرکھنے میں وہ مرتبہ عطا کیا جائے گا کہ احادیث صحیحہ کو موضوع حدیث سے جدا کرنے کی شناخت ہو جائے گی۔ اس کے بعد جب دوبارہ خواب میں حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے ابو! اللہ تعالیٰ نے تیری تخلیق میری سنت کے اظہار کے لئے فرمائی ہے لہٰذا دنیا سے کنارہ کش مت ہو۔

تقویٰ: آپ بہت ہی محتاط قسم کے لوگوں میں سے تھے. چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے تمام علماء سے ایک عہد نامہ تحریر کرا کر قاضی وقت امام شعبی کے پاس دستخط کے لئے بھجوایا۔ اس لئے کہ آپ ضعیفی کی وجہ سے

اجتماع علماء میں شریک نہیں تھے. چنانچہ آپ نے اپنی مہر ثبت کر کے دستخط فرما دیئے. لیکن جب یہ عہد نامہ حضرت امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ امیر المومنین بذات خود یہاں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا یا تو وہ اپنی زبان سے حکم دیں یا میں خود وہاں چلوں جب ہی دستخط کر سکتا ہوں. جب خلیفہ کے پاس یہ پیغام پہنچا تو اس نے امام شعبی سے دریافت کروایا کہ کیا گواہی کے لئے دیدار بھی شرط ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یقیناً دیدار شرط ہے۔ خلیفہ نے پوچھا کہ پھر آپ نے بغیر دیکھے ہوئے دستخط کیسے کر دیئے؟ انہوں نے کہا کہ چونکہ مجھے یقین کامل تھا کہ آپ ہی کا حکم ہے اس لئے دستخط کر دیئے. خلیفہ نے کہا کہ قضا کے عہدے پر فائز ہو کر آپ نے خلاف شرع کام کیا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس عہدے پر کسی اور کا تقرر کر دوں۔ چنانچہ خلیفہ کے مشیروں نے امام ابوحنیفہ. حضرت سفیان. حضرت شریح. اور حضرت مشعر کے نام قاضی کے عہدے کے لئے پیش کئے۔ اور جب طلبی پر چاروں حضرات دربار کی طرف چلے تو حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں کسی بہانے سے یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا اور سفیان تم فرار ہو جاؤ اور مشعر تم پاگل بن جاؤ۔ اس طرح شریح کو اس کے عہدے کے لئے منتخب کر لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ تو راستہ ہی میں سے فرار ہو گئے اور جب یہ تینوں داخل دربار ہوئے تو خلیفہ نے امام ابوحنیفہ کو عہدہ قبول کرنے کا حکم دیا۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں عربی النسل نہیں ہوں اس لئے سرداران عرب میرے فتاویٰ کو غیر مستند تصور کریں گے۔ لیکن اس وقت جعفر بھی دربار میں موجود تھے انہوں نے کہا کہ قاضی کے لئے نسب کی ضرورت نہیں بلکہ علم کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے لیکن میں اپنے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں پاتا۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر ایک جھوٹے کو یہ عہدہ تفویض نہیں کیا جا سکتا اور اگر میرا قول سچا ہے تو جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت نہ ہو وہ خلیفہ کا نائب و قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ نے حضرت مشعر کو عہدہ قبول کرنے کو کہا لیکن وہ پاگل بن گئے تھے دوڑ کر خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور بیوی بچوں کی خیریت معلوم کرنے لگے. چنانچہ خلیفہ نے دیوانہ سمجھ کر ان کو بھی چھوڑ دیا. لیکن جب حضرت شریح سے اصرار کیا تو انہوں نے یہ عہدہ قبول کر لیا لیکن امام ابو حنیفہ نے تمام عمر ان سے ملاقات نہیں کی۔

بصیرت: کچھ بچے گیند کھیل رہے تھے اور گیند اتفاق سے امام ابو حنیفہ کی مجلس میں آپ ہی کے سامنے آگری اور بچوں میں سے خوف کے مارے کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیند اٹھا لے لیکن ایک لڑکے نے بھاگ کر آپ کے سامنے سے جب گیند اٹھائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا حرامی ہے، کیونکہ اس میں حیا کا مادہ نہیں ہے اور جب معلومات کی گئیں تو پتہ چلا کہ واقعی وہ لڑکا حرامی ہے۔

ایک شخص آپ کا قرض دار تھا اور اسی کے علاقہ میں موت واقع ہو گئی اور جب امام ابو حنیفہ" نماز جنازہ

کے لئے وہاں پہنچے تو ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی اور موسم بھی بہت گرم تھا لیکن آپ کے مقروض کی دیوار کے پاس کچھ سایہ تھا چنانچہ جب لوگوں نے کہا کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو آپ نے فرمایا کہ صاحب خانہ میرا مقروض ہے اس لئے اس کے مکان کے سایہ سے استفادہ کرنا میرے لئے جائز نہیں، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے جو نفع بھی حاصل ہو وہ سود ہے۔

کسی مجوسی نے آپ کو گرفتار کر لیا اور انہیں میں سے کسی جابر و ظالم مجوسی نے آپ سے کہا کہ میرا قلم بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز نہیں بنا سکتا، اور جب اس نے قلم نہ بنانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محشر میں فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ظالموں کو ان کے معاونین کے ہمراہ اٹھاؤ۔ لہٰذا میں ایک ظالم کا معاون نہیں بن سکتا۔

عبادت: آپ تین سو نفل ہر شب میں پڑھا کرتے تھے ایک دن راستہ میں کسی عورت نے دوسری عورت کو اشارہ سے بتایا کہ یہ شخص رات میں پانچ سو نفل پڑھتا ہے اور آپ نے ان کی گفتگو سن لی۔ پھر اسی رات سے پانچ سو نفل پڑھنا شروع کر دیئے۔ پھر ایک دن راستہ میں کسی نے کہہ دیا کہ یہ ایک ہزار نفلیں رات میں پڑھتے ہیں۔ چنانچہ اسی رات سے آپ نے ایک ہزار نفلوں کو معمول بنا لیا۔ پھر آپ کے کسی شاگرد نے عرض کیا کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ رات بھر بیدار رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے یقیناً پوری رات بیدار رہا کروں گا اور جب شاگرد نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "کہ بندے اپنی اس تعریف کو پسند کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہے اور میں ایسے گروہ میں شامل ہونا نہیں چاہتا اور اسدن سے آپ نے مکمل بیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی اور طویل سجدوں کی وجہ سے آپ کے گھٹنوں میں اونٹ کے گھٹنوں جیسے گھٹے پڑ گئے تھے۔

حضرت داؤد طائی کہتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک کبھی آپ کو تنہائی یا مجمع میں ننگے سر اور ٹانگیں پھیلائے نہیں دیکھا اور جب میں نے عرض کیا کہ تنہائی میں کبھی تو ٹانگیں سیدھی کر لیا کیجئے تو فرمایا کہ مجمع میں تو بندوں کا احترام کروں اور تنہائی میں خدا کا احترام ختم کر دوں۔ یہ میرے لئے ممکن نہیں۔

اشارات: ایک رئیس حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ قلبی عناد رکھتا تھا اور نعوذ باللہ ان کو یہودی کہا کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں ایک یہودی کے ساتھ تیری لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہوں، اس نے غصہ سے کہا کہ آپ امیرالمومنین ہو کر ایسی باتیں کرتے ہیں؟ میں تو ایسی شادی کو قطعاً حرام تصور کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرے حرام کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے جب کہ حضور اکرمؐ نے اپنی دو صاحبزادیاں ایک یہودی کے نکاح میں دے دیں وہ آپ کا اشارہ سمجھ گیا اور توبہ کر کے اپنے برے خیالات سے باز آ گیا۔

ایک مرتبہ آپ حمام خانہ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک برہنہ شخص آ گیا اور کچھ لوگوں نے اس کو فاسق اور کچھ نے ملحد تصور کیا اس کو دیکھتے ہی امام صاحب نے آنکھیں بند کر لیں اور جب اس شخص نے پوچھا کہ آپ کی روشنی کب سلب کر لی گئی، فرمایا کے جب سے تیرا پردہ سلب کیا گیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب کوئی قدریہ مسلک والے سے مباحثہ کرتا ہے تو دو باتیں ہوتی ہیں یا تو کافر ہو جاتا ہے یا مذہب سے منحرف، پھر فرمایا کہ میں بخیل کی شہادت اس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس کا بخل ہمیشہ اپنے حق سے زیادہ کا طالب رہتا ہے۔

کچھ لوگ تعمیر مسجد کے سلسلہ میں برکت کے خیال سے امام صاحب سے بھی چندہ لینے پہنچ گئے۔ لیکن یہ بات آپ کو ناگوار سی ہوئی اور شدید اصرار پر آپ نے بادل ناخواستہ ایک درہم دے دیا اور جب آپ کے شاگرد نے سوال کیا کہ آپ تو بہت زیادہ سخاوت سے کام لیتے ہیں، پھر یہ ایک درہم آپ کے لئے کیوں بار ہو گیا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے درہم واپس کرتے ہوئے کہا کہ یہ کھوٹا ہے آپ درہم لے کر بہت مسرور ہوئے۔

فتویٰ و تقویٰ: ایک مرتبہ بازار جا رہے تھے کہ گرد و غبار کے کچھ ذرات آپ کے کپڑوں پر آ گئے تو آپ نے دریا پر جا کر کپڑے کو خوب اچھی طرح دھو کر پاک کیا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تو اتنی نجاست جائز ہے پھر آپ نے کپڑا کیوں پاک کیا؟ فرمایا کہ وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ۔

منقول ہے کہ جب حضرت داؤد طائی کو لوگوں نے اپنا رہنما تسلیم کر لیا تو امام صاحب نے پوچھا کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہئے انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے علم پر عمل پیرا ہو کیوں کہ علم بلا عمل ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح کے۔

علم تعبیر: خلیفہ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اب میری زندگی کتنی رہ گئی ہے تو حضرت عزرائیل نے پانچوں انگلیاں اٹھا دیں اور جب تمام لوگ اس کی تعبیر بتانے سے قاصر رہے تو خلیفہ نے امام صاحب سے تعبیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی جانب اشارہ ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، اول قیامت کب آئے گی، دوم بارش کب ہو گی؟ سوم حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے، چہارم کل انسان کیا کرے گا، پنجم موت کب آئے گی۔

شیخ بو علی بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال کی قبر کے نزدیک سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور حضور اکرمؐ باب بنی شیبہ سے ایک معمر شخص کو آغوش مبارک میں لئے تشریف لائے اور مجھے حیرت زدہ دیکھ کر فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا امام اور تمہارے ملک کا باشندہ ابو حنیفہ ہے۔

آپ کا مقام: نوفل بن حبان بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب کے انتقال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لوگ حساب کتاب میں مشغول ہیں اور حوض کوثر پر حضور اکرمؐ تشریف فرما ہیں اور آپؐ کے اطراف بہت سے بزرگ کھڑے ہیں اور امام ابو حنیفہ لوگوں سے کہہ رہے ہیں کہ میں حضور کی اجازت کے بغیر کسی کو پانی نہیں دے سکتا، پھر حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو پانی دے دو۔ چنانچہ امام صاحب نے مجھ کو ایک گلاس پانی دے دیا۔ اور سیراب ہو کر پینے کے باوجود بھی پانی میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئی۔ پھر میں نے امام صاحب سے تمام بزرگوں کے نام دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ دائیں جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور بائیں جانب حضرت ابو بکر صدیق ہیں اس طرح آپ نے سترہ افراد کے نام بتائے جن کو میں انگلیوں کے پوروں پر شمار کرتا رہا۔ اور بیداری کے بعد انگلیوں کے سترہ پورے بندھے ہوئے تھے۔

حضرت یحییٰ معاذ رازی نے حضور اکرمؐ سے خواب میں پوچھا کہ میں آپ کو کس جگہ تلاش کروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابو حنیفہ کے پاس۔ چونکہ امام صاحب کے تفصیلی مناقب بیان کرنا بے حد مشکل ہیں اس لئے یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

باب۔ ۱۹

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ بحر شریعت و طریقت کے تیراک اور رموز حقیقت کے شناسا تھے، فراست و ذکاوت میں ممتاز اور تفقہ فی الدین میں یکتائے روزگار اور پورا عالم آپ کے محاسن و اوصاف سے بخوبی واقف ہے لیکن آپ کی ریاضت و کرامات کا اس تصنیف میں احاطہ نہیں جا سکتا۔

علمی مرتبہ: آپ نے تیرہ سال کی عمر میں ہی بیت اللہ میں فرمادیا تھا کہ جو کچھ پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھ لو، اور پندرہ سال کے سن میں فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔ حضرت امام احمدؒ بن حنبل کا آپ بہت احترام اور خدمت کیا کرتے تھے، اور جب کسی نے یہ اعتراض کیا کہ آپ جیسے اہل علم کے لئے ایک کم عمر شخص کی مدارات کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس جس قدر علم ہے اس کے معانی و مطالب سے وہ مجھ سے زیادہ باخبر ہے اور اسی کی خدمت سے مجھے احادیث کے حقائق معلوم ہوتے ہیں اور اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو ہم علم کے دروازے پر ہی کھڑے رہ جاتے اور فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند رہ جاتا اور اس دور میں وہ اسلام کا سب سے بڑا محسن ہے، وہ فقہ، معانی اور علوم لغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا اور حضور اکرمؐ کے اس قول کے مطابق کہ ہر صدی کی ابتدا میں ایک ایسا شخص پیدا ہو گا کہ اہل علم اس سے علم دین حاصل کریں گے اور اس صدی کی ابتدا امام شافعی سے ہوئی ہے۔

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ امام شافعی کے دور میں ان سے زیادہ دانشور اور کوئی نہیں اور حضرت بلالؒ خواص کا قول ہے کہ میں نے حضرت خضرؑ سے پوچھا کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ ان کا شمار اوتاد میں ہوتا ہے۔

ابتدائی دور میں آپ کسی کی شادی یا دعوت میں شریک نہ ہوتے اور مخلوق سے کنارہ کش ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور حضرت سلیمؒ راعی کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض باطنی سے فیض یاب ہوتے اور آہستہ آہستہ ایسے عروج و کمال تک رسائی حاصل کر لی کہ اپنے دور کے تمام مشائخ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ گو میں شافعی مسلک سے متعلق نہیں لیکن امام صاحب کے بلند مراتب کی وجہ سے ان کے عقیدت مندوں میں ہوں۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرمؐ کے دیدار سے مشرف ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کی امت کا ایک فرد ہوں. پھر حضورؐ نے اپنے نزدیک بلا کر اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا کہ جا اللہ تجھے برکت عطا کرے۔ پھر اسی شب خواب میں حضرت علیؓ نے انگلی میں سے اپنی انگشتری نکال کر میری انگلی میں ڈال دی۔

حاضر دماغی: آپ کی والدہ بہت بزرگ تھیں اور اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوا دیتے تھے. ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک صندوق آپ کے پاس بطور امانت رکھوا دیا۔ اس کے بعد ایک شخص آکر وہ صندوق لے گیا پھر کچھ عرصہ بعد دوسرے شخص نے آکر صندوق طلب کیا تو آپ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھی کو وہ صندوق دے چکی ہوں۔ اس نے کہا کہ جب ہم دونوں نے ساتھ رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میری موجودگی کے بغیر اس کو کیسے دے دیا؟ اس جملہ سے آپ کی والدہ کو بہت ندامت ہوئی لیکن اسی وقت امام شافعی بھی گھر آگئے اور والدہ سے کیفیت معلوم کر کے اس شخص سے کہا تمہارا صندوق موجود ہے لیکن تم تنہا کیسے آگئے اپنے ساتھی کو ہمراہ کیوں نہیں لائے ہو؟ پہلے اپنے ساتھی کو لے آؤ۔ یہ جواب سن کر وہ شخص ششدر رہ گیا۔

جس وقت آپ امام مالک کے پاس پہنچے تو ان کی عمر سترہ سال تھی۔ آپ ان کے دروازے پر اس نیت سے کھڑے رہتے جو شخص امام مالک سے فتوے پر دستخط لے کر نکلتا آپ بغور مطالعہ کرتے اور اگر جواب صحیح ہوتا تو اس شخص کو رخصت کر دیتے اور اگر کوئی خامی نظر آتی تو واپس دوبارہ امام مالک کے پاس بھیج دیتے اور وہ غور کرنے کے بعد نہ صرف اس خامی کو دور کر دیتے بلکہ امام شافعی کے عمل سے بہت مسرور ہوتے۔

خلیفہ ہارون رشید اور اس کی بیوی میں کسی بات پر تکرار ہو گئی تو زبیدہ نے کہا کہ تم جہنمی ہو اور ہارون

رشید نے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تیرے اوپر طلاق ہے. یہ کہہ کر بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی لیکن محبت کی زیادتی کی وجہ سے جب جدائی کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی تو تمام علماء کو بلا کر پوچھا کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی؟ لیکن کسی کے پاس اس کا جواب نہ تھا اور امام شافعی بھی کم سنی کے باوجود ان علماء کے ساتھ تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں اور اجازت کے بعد خلیفہ سے پوچھا کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی؟ خلیفہ نے کہا کہ مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا تم تخت سے نیچے آ جاؤ کیوں کہ علماء کا مرتبہ تم سے بلند ہے۔ چنانچہ اس نے نیچے آکر آپ کو تخت پر بٹھا دیا۔ پھر آپ سے سوال کیا کہ تمہیں کبھی ایسا موقع بھی ملا ہے کہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود محض خوف الٰہی سے گناہ سے باز رہے ہو؟ اس نے قسمیہ عرض کیا کہ ہاں ایسے مواقع بھی آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جنتی ہو اور جب علماء نے اس کی حجت طلب کی تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "قصد گناہ کے بعد جو شخص خوف خدا سے گناہ سے رک گیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے" یہ جواب سن کر تمام علماء نے داد دیتے ہوئے کہا کہ جس کا کم سنی میں یہ عالم ہو تو خدا جانے جوانی میں اس کے کیا مراتب ہوں گے۔

ادب واحترام: آپ سادات کی بہت تعظیم کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دوران سبق سیدوں کے کم سن بچے کھیل کود رہے تھے اور جب وہ نزدیک آتے تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دس بارہ مرتبہ یہی صورت پیش آئی۔

انکسار:۔ کسی رئیس نے کچھ رقم اہل تقویٰ لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے مکہ معظمہ ارسال کی اور اس میں سے کچھ رقم لوگوں نے پیش کی، لیکن آپ نے سوال کیا کہ یہ رقم کس کی ہے اور کن لوگوں میں تقسیم کرنے کو بھیجی گئی ہے؟ جواب ملا کہ اہل تقویٰ درویشوں میں تقسیم ہونے کے لئے آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اہل تقویٰ نہیں ہوں۔ اس لئے یہ مجھ پر حرام ہے۔

کرامت:۔ حاکم روم کچھ رقم سالانہ ہارون رشید کے پاس بھیجا کرتا تھا لیکن ایک مرتبہ چند راہبوں کو بھی بھیج کر یہ شرط لگا دی کہ اگر آپ کے دینی علماء مناظرے میں ان راہبوں سے جیت گئے جب تک تو میں اپنی رقم جاری رکھوں گا ورنہ بند کروں گا۔ چنانچہ خلیفہ نے تمام علماء کو مجتمع کر کے امام شافعی کو مناظرہ پر آمادہ کیا اور آپ نے پانی کے اوپر مصلیٰ بچھا کر فرمایا کہ یہاں آکر مناظرہ کرو۔ یہ صورت حال دیکھ کر سب ایمان لے آئے اور جب اس کی اطلاع حاکم روم کو پہنچی تو اس نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا. اس لئے کہ اگر وہ شخص آ جاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا۔

احتیاط:۔ آپ بیت اللہ کے اندر چاند کی روشنی میں مصروف مطالعہ تھے تو لوگوں نے کہا کہ اندر شمع کی روشنی میں مطالعہ کیجئے لیکن آپ نے جواب دیا کہ وہ روشنی بیت اللہ کے لئے مخصوص ہے اس میں مطالعہ کرنا میرے

لئے جائز نہیں۔
حافظہ:۔ آپ حافظ نہیں تھے اور کچھ لوگوں نے خلیفہ سے شکایت کر دی کہ امام شافعی حافظ نہیں ہیں تو اس نے بطور آزمائش رمضان میں آپ کو امام بنا دیا۔ چنانچہ آپ دن بھر میں ایک پارہ حفظ کر کے رات کو تراویح میں سنا دیا کرتے تھے۔ اس طرح ایک ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔
نکات:۔ آپ ایک حسینہ پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے نکاح کرنے کے بعد صرف صورت دیکھ کر مہر ادا کر کے طلاق دے دی۔ جب امام شافعی نے امام حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک عمداً نماز ترک کر دینے والا کافر ہو جاتا ہے تو اس کے مسلمان ہونے کی کیا شکل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز ادا کرے۔ امام شافعی نے جواب دیا کہ کافر کی نماز ہی درست نہیں۔ یہ سن کر آپ ساکت رہ گئے۔

ایک شخص نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی سعی مت کرو بلکہ عبادت میں برابر کوشش کرتے رہو کیوں کہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے اور عبادت قبر کی ساتھی ہے اور کبھی کسی مردے سے حسد نہ کرو۔ کیوں کہ دنیا میں سب مرنے کے لئے آئے ہیں اس لئے سب مردے ہیں۔ لہٰذا کسی سے بھی حسد نہ کرو۔

ایک مرتبہ آپ گزرے ہوئے وقت کی جستجو میں نکلے تو صوفیاء کی ایک جماعت نے کہا کہ گزرا ہوا وقت تو ہاتھ نہیں آتا۔ لہٰذا موجودہ وقت ہی کو غنیمت جانو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو مراد حاصل ہو گئی کیوں کہ تمام دنیا کا علم مجھ کو حاصل نہیں ہوا اور میرا علم صوفیاء کے علم تک نہیں پہنچا اور صوفیاء کا علم انہیں کے ایک مرشد کے اس قول تک نہیں پہنچا کہ موجودہ شمشیر قاطع ہے۔

عالم نزع میں آپ نے وصیت نامہ تحریر کر دیا تھا اور زبانی بھی لوگوں سے کہہ دیا کہ فلاں شخص سے کہہ دینا کہ وہ مجھ کو غسل دے۔ لیکن وفات کے بہت عرصہ بعد وہ شخص مصر سے واپس آیا تو لوگوں نے وصیت نامہ اور زبانی وصیت اس تک پہنچا دی۔ چنانچہ وصیت نامہ میں تحریر تھا کہ میں ستر ہزار کا مقروض ہوں۔ یہ پڑھ کر اس شخص نے قرض ادا کر دیا اور لوگوں سے کہا کہ غسل سے آپ کی یہی مراد تھی۔

ربیع بن سلیمان نے امام صاحب کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ کا آپ کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ فرمایا کہ سونے کی کرسی پر بٹھا کر موتی نچھاور کئے گئے اور اپنی رحمت بے کراں سے مجھے نواز دیا۔

باب۔ ۲۰

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ ریاضت و تقویٰ میں آپ کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ذہین اور ذکی ہونے کے ساتھ ساتھ مستجاب الدعوات بھی تھے اور معاندین نے آپ کے اوپر جو بہتان باندھے ہیں آپ کی ذات گرامی ان سے قطعاً مبرا ہے۔

آپ کے صاجزادے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے اخمر طینتہ ادم بیدہ یعنی خدا نے حضرت آدم کا خمیر اپنے ہاتھ سے گوندھا اور حدیث بیان کرتے ہوئے آپ نے اپنا ہاتھ دراز کر دیا۔ لیکن امام حنبلؒ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ید اللہ کا مفہوم بیان کیا کرو تو ہاتھ دراز کر کے نہ سمجھایا کرو۔ امام صاحب نے بہت سے مشہور و جلیل القدر بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا ہے، اور بشر حافی کا قول تو یہ ہے کہ امام حنبل مجھ سے بدرجہا افضل ہیں کیوں کہ میں تو صرف اپنے ہی واسطے اکل حلال کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ اپنے اہل و عیال کے لئے بھی حلال رزق حاصل کرتے ہیں اور حضرت سری سقطی کا قول ہے کہ معتزلہ نے آپ کے اوپر جتنی طعنہ زنی کی ہے موت کے وقت آپ ان تمام چیزوں سے پاک تھے، مثلاً بغداد کے معتزلہ نے ہنگامہ کھڑا کر کے یہ چاہا کہ آپ کسی طرح یہ تسلیم کرلیں کہ قرآن مخلوق ہے اور اس سلسلہ میں دربار خلافت سے بہت بڑی سزائیں بھی دی گئیں حتیٰ کہ جس وقت آپ کو ایک ہزار کوڑے لگائے جا رہے تھے تو اتفاق سے آپ کا کمر بند کھل گیا لیکن غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور کمر بندھ باندھ کر غائب ہو گئے مگر اتنی شدید اذیتوں کے باوجود آپ نے قرآن کو مخلوق نہیں بتایا۔ اور جب آپ چھوٹ گئے تو لوگوں نے پوچھا کہ جن فتنہ پردازوں نے آپ کو اس قدر اذیتیں پہنچائی ہیں ان کے لئے آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ وہ مجھے اپنے خیال کے مطابق گمراہ تصور کرتے ہیں اور اس لئے تمام تکلیفیں صرف خدا کے لئے دی گئیں ہیں اس لئے میں ان سے کوئی مواخذہ نہیں کروں گا۔ منقول ہے کہ کس نوجوان کی ماں کے ہاتھ پیر شل ہو گئے تھے اور جب اس نے بیٹے کو دعا کے لئے آپ کے پاس بھیجا تو آپ نے حال سن کر وضو کر کے نماز شروع کر دی اور جب وہ نوجوان گھر پہنچا تو ماں صحت یاب ہو چکی تھی اور خود آکر دروازہ کھولا۔

آپ دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے اور شخص بلندی پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا تھا۔ لیکن آپ کو دیکھ کر تعظیماً نیچے آ گیا۔ پھر اس کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے محض اس تعظیم کی وجہ سے جو میں نے امام حنبلؒ کی وضو کرتے وقت کی تھی مغفرت فرمادی۔

واقعات :۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جنگل میں راستہ بھول گیا اور جب ایک اعرابی سے راستہ معلوم کرنا چاہا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ شاید فاقہ سے ہے اور جب میں نے کھانا دینا چاہا تو وہ بہت ناراض ہو کر کہنے لگا کہ اے امام حنبل ؒ! کیا تجھے خدا پر اعتماد نہیں جو خدا کی طرح مجھے کھانا دینا چاہتا ہے جب کہ تو خود گم کردہ راہ ہے۔ مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو کہاں کہاں پوشیدہ کر رکھا ہے، وہ میری نیت کو بھانپ کر بولا کہ خدا کے بندے تو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ تمام سرزمین سونا بن جانے کے لئے کہہ دیں تو پورا عالم سونے کا بن جائے اور میں نے جب نگاہ اٹھائی تو پورا صحرا سونے کا نظر آیا اور غیب سے ندا آئی کہ یہ ہمارا محبوب بندہ ہے اور اگر یہ کہہ دے تو ہم پورے عالم کو زیر و زبر کر دیں۔ لہٰذا تجھے اس بات کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ تیری ملاقات ایسے بندے سے ہو گئی لیکن آج کے بعد اس کو کبھی نہ دیکھ سکے گا۔

آپ کے صاحبزادے حضرت صالح، اصفہان کے قاضی تھے اور ایک مرتبہ امام حنبل ؒ کے خادم نے حضرت صالح کے مطبخ میں سے خمیر لے کر روٹی تیار کی اور جب روٹی امام صاحب کے سامنے پہنچی تو آپ نے پوچھا کہ یہ اس قدر گداز کیوں ہے خادم نے پوری کیفیت بتا دی تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اصفہان کا قاضی رہا ہو اس کے یہاں سے خمیر کیوں لیا۔ لہٰذا یہ روٹی میرے کھانے کے لائق نہیں رہی اور یہ کسی فقیر کے سامنے پیش کر کے پوچھ لینا کہ اس روٹی میں خمیر تو صالح کا ہے اور آٹا احمد بن حنبل کا اگر تمہاری طبیعت گوارا کرے تو لے لو، لیکن چالیس یوم تک کوئی سائل نہیں آیا۔ اور جب روٹیوں میں بو پیدا ہو گئی تو خادم نے دریائے دجلہ میں پھینک دیں لیکن امام صاحب کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اس دن سے دریائے دجلہ سے مچھلی نہیں کھائی اور آپ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ جس کے پاس چاندی کی سرمہ دانی ہو اس کے پاس بھی مت بیٹھو۔

ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل سماعت حدیث کے لئے حضرت ابو سفیان ثوری کی خدمت میں مکہ معظمہ پہنچ گئے اور روزانہ آپ کے یہاں حاضری دیئے ایک دن اتفاق سے جب آپ نہیں پہنچے تو حضرت سفیان نے خادم بھیج کر خیریت معلوم کی اور جب خادم پہنچا تو دیکھا کہ کپڑے دھوبی کو دے دیئے اور خود برہنہ ہیں اور جب خادم نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے رقم لے کر لباس تیار کرا لیں تو آپ نے منع فرمایا کہ میرے ہاتھ کی ایک تحریر کردہ ایک کتاب ہے اس کو فروخت کر کے دس گز ٹاٹ لا دو تاکہ میں کرتہ اور تہبند تیار کروالوں اور جب اس نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو کتان خرید لوں آپ نے فرمایا کہ نہیں ٹاٹ کافی ہے۔

ایک مزدور جو آپ کے یہاں کام کرتا تھا جب وہ شام کو جانے لگا تو آپ نے شاگرد سے فرمایا کو اس کو مزدوری سے کچھ زیادہ رقم دے دو اور جب شاگرد نے عرض کیا کہ اس نے تو پہلے ہی انکار کر دیا ہے اب

شاید نہیں مانے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو اس کو زیادہ لالچ نہیں تھا مگر ہو سکتا ہے اب کچھ زیادہ کی طمع پیدا ہو گئی ہو۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنا طباق بنئے کے یہاں رہن رکھوا دیا، اور جب چھڑانے پہنچے تو بنئے نے دو طباق آپ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ ان میں سے جو آپ کا ہو لے لیجئے کیوں کہ میرے ذہن میں نہیں رہا کہ آپ کا طباق ان میں سے کون سا ہے؟ یہ سن کر آپ خاموشی سے بغیر طباق لئے واپس آگئے، اور یہ صرف تقویٰ کی وجہ تھی کہ بنئے کو یہ کیوں یاد نہ رہا کہ ان میں سے کون سا طباق میرا ہے۔

آپ حضرت عبداللہ بن مبارک سے شرف نیاز حاصل کرنے کے بے حد متمنی رہتے تھے اور اتفاق سے ایک دن وہ آپ کے یہاں خود تشریف لے آئے اور جب صاحبزادے نے ان کی آمد کی اطلاع دی تو امام صاحب خاموش ہو گئے اور ملاقات کے لئے باہر نہیں نکلے اور صاحبزادے نے پوچھا کہ آپ کو تو ملاقات کی بے حد تمنا تھی پھر کیوں نہیں ملاقات کی، فرمایا کہ مجھے یہ تصور پیدا ہو گیا کہ ملاقات کے بعد آپ کو خوش خلقی کی وجہ سے کہیں آپ کی جدائی میرے لئے شاق نہ ہو جائے۔ اس لئے یہ طے کر لیا کہ آپ سے ایسی جگہ ملاقات کروں گا جہاں سے جدائی کا امکان نہ رہے۔

ارشادات:۔ شرعی مسائل تو آپ خود بتا دیا کرتے تھے لیکن مسائل طریقت کے سلسلہ میں لوگوں کو بشر حافی کی خدمت میں بھیج دیتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ میں نے خدا سے خوف طلب کیا تو اس نے اتنا خوف عطا کر دیا کہ مجھے زوال عقل کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تجھے میرا قرب صرف قرآن سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اعمال کی مشقتوں سے چھٹکارے کا نام اخلاص ہے اور خدا پر اعتماد توکل ہے اور تمام امور کو خدا کے سپرد کر دینے کا نام رضا ہے۔

زہد:۔ جب لوگوں نے محبت کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ جب تک بشر حافی حیات ہیں ان سے دریافت کرو۔ پھر سوال کیا گیا کہ زہد کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ عوام کا زہد تو حرام اشیاء ترک کر دینا ہے اور خواص کا زہد حلال چیزوں میں زیادتی کی طمع کرنا ہے، اور عارفین کے زہد کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر سوال کیا گیا کہ جو جاہل قسم کے صوفیاء مسجد میں متوکل بن کر بیٹھ جاتے ہیں ان کے متعلق کیا رائے ہے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو غنیمت سمجھو کیوں کہ علم کی وجہ سے انہوں نے توکل اختیار کیا ہے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو محض روٹیاں حاصل کرنے کا ایک بہانہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی جماعت بھی روٹیوں سے بے نیاز نہیں۔

وفات:۔ انتقال کے وقت جب صاحبزادے نے طبیعت پوچھی تو فرمایا کہ جواب کا وقت نہیں ہے۔ بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ کر دے کیوں کہ ابلیس لعین مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تیرا ایمان سلامت لے

جانا میرے لئے باعث ملال ہے۔ اس لئے دم نکلنے سے قبل مجھے سلامتی ایمان کے ساتھ مرنے کی توقع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرما دے یہ کہتے کہتے روح پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محمد بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ انتقال کے بعد میں نے خواب میں امام صاحب کو دیکھا کہ وہ لنگڑا کر چل رہے ہیں اور جب میں نے دریافت کیا کہ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں تو فرمایا کہ دار السلام میں۔ اور جب میں نے یہ سوال کیا کہ خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا؟ فرمایا بظاہر میں نے دنیاوی زندگی میں بہت اذیتیں جھیلیں لیکن قرآن کو مخلوق کبھی نہیں کہا پس اسی کے صلہ میں میری مغفرت بھی ہو گئی اور مجھے بہت بڑے بڑے مراتب بھی عطا ہوئے. پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ جو دعا تم کو سفیان ثوری نے بتائی تھی وہ سناؤ۔ چنانچہ میں نے یہ دعا سنا دی۔

یارب کل شیئیٍ بقدرتک وانت قادر علی کل شیئیٍ ولا تسئلنی عن شیئٍ

یعنی اے اللہ ہر چیز تیرے قبضہ قدرت میں ہے اور تو ہر شئے پر قادر ہے (اور وہ مجھ کو عطا فرما دے) اور مجھ سے مت پوچھ کہ کیا طلب کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے احمد یہ بہشت ہے اس میں داخل ہو جا اور میں اس میں داخل ہو گیا۔

باب۔ ۲۱

حضرت داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ علوم حقائق کے شناسا، راہ طریقت کے عامل اور سالکین و عارفین کے پیشوا و مقتدا تھے اور امام ابو حنیفہؒ سے شرف تلمذ حاصل رہا حتیٰ کہ مسلسل بیس سال امام صاحب سے علم حاصل کرتے رہے۔ یوں تو تمام علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی لیکن علم فقہ میں اپنا نمونہ آپ ہی تھے۔ آپ حضرت حبیب راعی کے ارادات مندوں میں داخل تھے، لیکن حضرت فضیلؒ، و حضرت ابراہیمؒ ادہم جیسی برگزیدہ ہستیوں سے شرف نیاز حاصل رہا۔

واقعہ. آپ کے تائب ہونے کا واقعہ اس طرح منقول ہے کہ کسی گویئے نے آپ کے سامنے مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

بای خدیک تبدی البلا　　　وبای عینک ماذا سالا

کون سا چہرہ خاک میں نہیں ملا　　　اور کون سی آنکھ زمین پر نہیں بہی

یہ شعر سن کر عالم بے خودی میں حضرت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا پورا واقعہ بیان کر کے کہا کہ میری طبیعت دنیا سے اچاٹ ہو چکی ہے اور ایک نامعلوم سی شے قلب کو مضطرب کئے ہوئے ہے. یہ سن کر

امام صاحب نے فرمایا کہ گوشہ نشینی اختیار کر لو۔ چنانچہ اسی وقت سے آپ گوشہ نشین ہو گئے. پھر کچھ عرصہ بعد امام صاحب نے فرمایا کہ اب یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے رابطہ قائم کر کے ان کی باتوں پر صبر وضبط سے کام لو۔ چنانچہ ایک برس تک تعمیل حکم میں بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ان کے اقوال سے بہرہ ور ہوئے لیکن خود ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت حبیب راعی سے بیعت ہو کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر عظیم مراتب سے ہمکنار ہوئے۔

قناعت. ورثہ میں آپ کو بیس دینار ملے تھے اور بیس سال سے اپنے اخراجات کی تکمیل کرتے رہے اور جب بعض بزرگوں نے کہا کہ دینار جمع کر کے رکھنا ایثار کے منافی ہے سو آپ نے فرمایا کہ یہی دینار زندگی بھر کے لئے باعث طمانیت ہیں لیکن قناعت کا یہ عالم ہے کہ روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے اور فرمایا کرتے کہ جتنا وقت لقمہ بنانے میں صرف ہوتا ہے اتنی دیر میں پچاس آیتیں قرآن کی پڑھ سکتا ہوں ایک مرتبہ ابو بکر عیاش آپ کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لئے رو رہے ہیں اور جب حضرت عیاش نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھالوں لیکن یہ پتہ نہیں کہ رزق حلال بھی ہے یا نہیں۔ ایک شخص نے آپ کے یہاں پانی کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہوا دیکھ کر عرض کیا کہ اس کو سایہ میں کیوں نہیں رکھا؟ فرمایا کہ جس وقت میں نے یہاں رکھا اس وقت سایہ تھا لیکن اب دھوپ میں سے اٹھاتے ہوئے ندامت ہوتی ہے کہ محض اپنی راحت کے لئے تضییع اوقات کرتے ہوئے ذکر الٰہی سے غافل رہوں۔

آپ کا مکان بہت وسیع تھا لیکن جب اس کا ایک حصہ منہدم ہو گیا تو آپ دوسرے حصہ میں منتقل ہو گئے اور جب وہ بھی منہدم ہو گیا تو دروازے میں منتقل ہو گئے لیکن اس کی چھت بھی بہت بوسیدہ تھی اور جب لوگوں نے چھت ٹھیک کرانے کے لئے کہا تو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر چکا ہوں کہ دنیا میں تعمیر کا کام نہیں کراؤں گا اور آپ کے انتقال کے بعد وہ چھت بھی منہدم ہو گئی۔

کنارہ کشی. جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ صحبت مخلوق سے کنارہ کش کیوں رہتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر کم عمر کے لوگوں میں بیٹھوں تو وہ ادب کی وجہ سے دینی علم نہیں سکھائیں گے اور اگر معمر بزرگوں میں بیٹھوں تو وہ مجھے عیوب سے آگاہ نہیں کریں گے۔ پھر میرے لئے مخلوق کی صحبت کیا سود مند ہو سکتی ہے۔ پھر کسی نے پوچھا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ نکاح کے بعد بیوی کے روٹی کپڑے کی کفالت لینی پڑتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی کسی کا کفیل نہیں ہوتا۔ اس لئے میں کسی کو دھوکہ دینا نہیں چاہتا۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ داڑھی میں کنگھا کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ ذکر الٰہی سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ آپ چونکہ مخلوق سے کنارہ کش رہ کر عبادت میں مصروف رہتے تھے اسی وجہ سے آپ کو عظیم مراتب عطا کئے گئے۔

بے خودی: ایک مرتبہ چاندنی سے لطف اندوز ہونے کے لئے چھت پر پہنچ گئے لیکن مناظر قدرت کی حیرت انگیزیوں سے متاثر ہو کر عالم بے خودی میں ہمسایہ کی چھت پر گر پڑے اور ہمسایہ یہ سمجھا کہ چھت پر چور آ گیا ہے چنانچہ وہ شمشیر برہنہ لئے ہوئے چھت پر چڑھا. لیکن آپ کو دیکھ کر پوچھا کہ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے؟ فرمایا کہ عالم بے خودی میں نہ جانے کس نے مجھ کو یہاں پھینک دیا۔

منقول ہے کہ آپ مداومت کے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور ایک مرتبہ موسم گرما کی دھوپ میں بیٹھے ہوئے مشغول عبادت تھے کہ آپ کی والدہ نے فرمایا یہاں سایہ میں آ جاؤ. لیکن آپ نے کہا کہ مجھ کو اس چیز کی ندامت ہوتی ہے کہ خواہش نفس کے لئے کوئی اقدام کروں. پھر فرمایا کہ جب بغداد میں لوگوں نے مجھ کو پریشان کرنا شروع کیا تو میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! میری چادر لے لے تاکہ با جماعت نماز سے نجات حاصل ہو جائے اور مخلوق سے کوئی واسطہ نہ رہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے میری چادر لے لی اس وقت سے ذکر الٰہی اور گوشہ نشینی کے سوا مجھ کو کچھ اچھا نہیں لگتا۔

نکتہ: آپ سدا غمزدہ رہتے تھے اور فرمایا کرتے کہ جس کو ہر لحہ مصائب کا سامنا ہو اس کو مسرت کیسے حاصل ہو سکتی ہے. لیکن ایک مرتبہ کسی درویش نے آپ کو مسکراتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا کہ خدا نے مجھے شراب محبت پلادی ہے اس کے خمار سے مسرور ہوں اور جب کہیں آپ مجمع میں پہنچ جاتے تو یہ کہہ کر کہ لشکر آ رہا ہے بھاگ پڑتے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ کس کا لشکر؟ فرمایا کہ قبرستان کے مردوں کا لشکر ہے۔

نصیحت: جب حضرت ابو ربیع نے آپ سے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھو اور آخرت سے افطار کرو پھر کسی اور نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا کہ بد گوئی سے احتراز کرو. مخلوق سے کنارہ کش رہو. دین کو دنیا پر ترجیح دو. اور اگر ممکن ہو تو مخلوق کا خیال ہی دل سے نکال دو. پھر کسی اور نے نصیحت کے لئے عرض کیا تو فرمایا کہ مردے تمہارے انتظار میں ہیں یعنی تمہیں بھی مرنا ہے اس لئے وہاں کا سامان کر لو۔ پھر فرمایا کہ ترک دنیا سے بندہ خدا تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت فضیل نے دو مرتبہ آپ سے شرف نیاز حاصل کیا اور فخریہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلی ملاقات میں تو میں نے آپ کو شکستہ چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے دیکھ کر عرض کیا کہ اس جگہ سے ہٹ جایئے کہیں ایسا نہ ہو کہ چھت گر پڑے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک چھت کی طرف نظر ہی نہیں ڈالی اور دوسری ملاقات میں یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں سے تعلق منقطع کر لو۔

حضرت معروف کرخی سے روایت ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ کوئی دنیا سے متنفر نہیں پایا اور نہ صرف فقراء کا احترام کرتے بلکہ ان سے عقیدت و محبت رکھتے تھے. حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حجامت بنوانے کے بعد حجام کو ایک دینار دے دیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو اسراف بیجا ہے.

آپ نے فرمایا کہ دین کے لئے مروت ضروری ہے۔
جب امام ابو یوسف اور امام ابو محمد میں کوئی اختلاف رونما ہوتا تو وہ دونوں آپ کے فیصلے کو قبول کرتے لیکن آپ امام ابو یوسف سے زیادہ امام محمد کا احترام کرتے اور فرماتے کہ امام محمد نے محض دین کے لئے علم حاصل کیا اور امام ابو یوسف نے منصب و جاہ کے لئے۔ اور قضا کا وہ عہدہ جس کو امام ابو حنیفہ نے کوڑے کھا کر بھی قبول نہیں کیا اس کو امام ابو یوسف نے قبول کر کے اپنے استاد کی پیروی نہیں کی۔
بے نیازی: جب ہارون رشید امام ابو یوسف کے ہمراہ آپ کے پاس بغرض ملاقات حاضر ہوا تو آپ نے ملاقات سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دنیادار ظالموں سے نہیں ملتا لیکن جب ہارون الرشید کی والدہ نے بے حد اصرار کیا تو آپ نے اجازت دے دی اور جب ہارون رشید رخصت ہونے لگا تو ایک اشرفی پیش کرنی چاہی مگر آپ نے واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنا مکان جائز دولت کے عوض فروخت کیا ہے اس لئے میرے پاس اخراجات کے لئے رقم موجود ہے اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا سے اٹھالے۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف نے آپ کے خادم سے دریافت کیا کہ اب اخراجات کے لئے کتنی رقم باقی رہ گئی تو اس نے بتایا کہ دس درہم چاندی باقی ہے چنانچہ امام ابو یوسف نے اخراجات کا حساب لگا کر یہ اندازہ کر لیا کہ بس آپ اتنے دن اور حیات رہیں گے۔
ترک لذت۔ کسی بزرگ نے آپ کو دھوپ میں قرآن خوانی کرتے ہوئے دیکھ کر سایہ میں آنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ مجھے اتباع نفس ناپسند ہے اور اسی رات آپ کا وصال ہو گیا۔
وصیت۔ آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے دیوار کے نیچے دفن کرنا، چنانچہ آپ کی وصیت پوری کر دی گئی۔ اس سلسلہ میں مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ آج تک آپ کی قبر محفوظ ہے۔
وفات۔ کسی نے آپ کو خواب کے اندر ہوا میں پرواز کرتے ہوئے یہ کہتے سنا کہ آج مجھے قید سے چھٹکارا مل گیا اور بیدار ہو کر جب وہ شخص تعبیر خواب دریافت کرنے آپ کے یہاں پہنچا تو آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی کہنے لگا کہ خواب کی تعبیر مل گئی اور روایت ہے کہ انتقال کے وقت آسمان سے یہ ندا آئی کہ داؤد طائی اپنی مراد کو پہنچ گیا اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے خوش ہے۔

باب۔ ۲۲
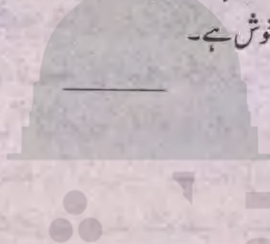
حضرت حارث محاسبی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ ظاہری و باطنی علوم سے آراستہ و پیراستہ تھے اور اخلاق و مروت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ کی تصانیف بھی بہت سی موجود ہیں اور حضرت حسن بصری کے ہم عصر ہیں۔ بغداد میں وصال ہوا اور وہیں مزار مبارک ہے۔

شیخ ابو عبیدہ خفیف فرمایا کرتے تھے کہ مشائخین طریقت میں پانچ حضرات سب سے زیادہ پیروی کے لائق ہیں۔ اول حضرت حارث محاسبی، دوم حضرت جنید بغدادی، سوم ردیم، چہارم حضرت ابن عطاء، پنجم حضرت عمرو بن عثمان مکی۔ لیکن مصنف فرماتے ہیں، کہ نعوذ باللہ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ دوسرے مشائخ اتباع کے قابل ہی نہیں بلکہ خود حضرت عبداللہ خفیف بھی مندرجہ بالا پانچ بزرگوں سے مراتب میں کسی طرح سے کم نہیں لیکن کسر نفسی کی وجہ سے اپنا نام نہیں لیا۔

حالات:۔ آپ کو ورثہ میں تیس ہزار درہم ملے تھے لیکن انہیں آپ نے بیت المال میں داخل کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ قدریہ مسلک کے لوگ میری امت کے مجوسی ہیں اور مسلمانوں کو ان کا ترکہ نہ لینا چاہئے۔ اور چونکہ میرے والد قدریہ مسلک کے حامل تھے اس لئے بحیثیت مسلمان میں ان کا ترکہ نہیں لے سکتا۔

جب آپ کسی مشتبہ کھانے کی جانب ہاتھ بڑھاتے تو انگلیاں شل ہو جاتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کو کھانے کے اشتباہ کا پتہ چل جاتا تھا۔ چنانچہ آپ ایک مرتبہ بھوک کی حالت میں جنید بغدادی کے یہاں پہنچ گئے اور وہاں اتفاق سے کسی شادی میں سے کھانا آیا ہوا تھا۔ لہٰذا جب وہ کھانا حارث محاسبی کے سامنے پیش کیا گیا تو ہاتھ بڑھاتے ہی انگلیاں شل ہو گئیں لیکن بطور تواضع ایک لقمہ آپ نے منہ میں رکھ ہی لیا اور جب وہ حلق سے نیچے اترا تو باہر جا کر اگل دیا اور وہیں سے رخصت ہو گئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت جنید سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے گزشتہ واقعہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر یہ خدا کا کرم ہے کہ جب میرے سامنے مشتبہ کھانا آتا ہے تو ہاتھ بڑھاتے ہی انگلیاں شل ہو جاتی ہیں چنانچہ اس روز بھی یہی ہوا لیکن دل شکنی کے سبب میں نے ایک لقمہ منہ میں رکھ لیا مگر وہ حلق سے نیچے نہ اتر سکا اور مجھ کو باہر جا کر اگل دینا پڑا۔ لہٰذا آپ بتائیے کہ وہ کھانا کہاں سے آیا تھا؟ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ پڑوسی کے یہاں سے شادی کی تقریب میں آیا تھا۔ پھر حضرت جنید نے اصرار فرمایا کہ آج میرے ہمراہ تشریف لے چلئے۔ پھر آپ کو گھر لے جا کر جو کی خشک روٹی آپ کے سامنے رکھ دی اور آپ نے شکم سیر ہو کر فرمایا کہ فقراء کی تواضع اس طرح کی جاتی ہے۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں جب کسی کو نماز پڑھنے پر فخر کرتے دیکھتا تو یہ شبہ ہوتا کہ نہ جانے اس کی نماز قبول بھی ہوئی یا نہیں لیکن اب یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایسے شخص کی نماز ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ آپ کو محاسبی کا خطاب اس لئے دیا گیا ہے کہ آپ حساب میں بہت ممتاز تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مراتب عالیہ کے حصول کے لئے چند خصلتوں کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہیں کہ کبھی قسم نہ کھائے۔ کبھی دروغ گوئی سے کام نہ لے۔ وعدہ کر لینے کے بعد اس کو ایفا کرے۔ کبھی ظالم پر بھی لعنت نہ بھیجے۔ کسی سے بدلہ نہ لے۔ کسی کے لئے بد دعا نہ کرے۔ کسی کے کفر و نفاق پر شاہد نہ بنے۔ گناہ سے کنارہ کش ہو کر ظاہری و باطنی کسی طرح بھی قصداً گناہ نہ کرے۔ کسی کے لئے بار خاطر نہ بنے اور دوسروں کا بار ختم کرنے میں مدد کرے۔ لالچ کو ختم کر کے لوگوں سے ناامید رہے۔ سب کو اپنے سے زیادہ بہتر تصور کرتے ہوئے کسی جاہ و مرتبت کا خواہاں نہ ہو اور اگر کوئی ان تمام چیزوں پر عمل پیرا ہو جائے تو انشاء اللہ اس کے لئے سود مند ثابت ہو گا۔ فرمایا کہ قرب الٰہی کی منزل میں قلب علم کا رقیب بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ احکام الٰہی کی بجا آوری کا نام صبر ہے۔ مصائب پر شاکر رہنے اور ان کو منجانب اللہ تصور کرنے کا نام تسلیم ہے۔ خدا کے دشمنوں سے انقطاع تعلق کا نام حیا ہے۔ ترک دنیا کا حب الٰہی ہے۔ محاسبہ کے ڈر سے گناہ نہ کرنے کا نام خوف ہے۔ مخلوق سے فرار کا نام انس خالق ہے اور جو مخلوق کے برا سمجھنے پر بھی اظہار مسرت کرے اس کو صادق کہا جاتا ہے۔ فرمایا خدا کا بن جا یا خودی ترک کر دے۔ فرمایا کہ بذریعہ ریاضت نفس کو پاکیزہ بنانے سے راہ راست مل جاتی ہے اور جو شخص دنیا ہی میں جنتوں کی نعمت کا طلب گار ہو اس کو صالح اور قانع لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ عارفین خندق رضا میں اتر کر اور بحر صفا میں غوطہ زنی کر کے وفا کے موتی حاصل کر لیتے ہیں اور پھر حجاب خفا میں واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ شفقت و وفا کے حصول کے بعد اس سے فوائد حاصل کر لیتے ہیں اور میں محروم ہوں۔

آپ کوئی کتاب لکھ رہے تھے کہ کسی درویش نے عرض کیا کہ معرفت الٰہی کا حق بندے پر ہے یا بندے کا حق اللہ پر؟ اگر معرفت الٰہی بندہ خود حاصل کرتا ہے تو اس طرح بندے کا حق خدا پر ثابت ہو گا اور بندے کا حق خدا پر ثابت کرنا حرام ہے اور اگر بندے کی معرفت پر اللہ کا حق ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ کیوں کہ ایسی شکل میں بندے کو اللہ کے حق کا حق ادا کرنا چاہئے اس منطقی تقریر کا مفہوم سمجھ کر آپ نے کتاب لکھنا بند کر دیا۔ اس کے علاوہ یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ جب معرفت اللہ ہی کا حق ہے تو پھر معرفت کے باب میں کوئی کتاب تصنیف کرنا لغو ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے کہ

انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

یعنی اے نبی آپ اپنے کسی محبوب شخص کو ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ پھر دوسرا خیال

آپ کو یہ بھی پیدا ہوا کہ اللہ کی معرفت کا حق بندے پر ہی ہے اس لئے کہ اسی نے بندے کو معرفت کی توفیق دی۔ لہٰذا بندے کو اس کا حق ادا کرنا چاہئے۔ اس خیال کے ساتھ ہی آپ نے پھر دوبارہ اپنی تصنیف شروع کر دی۔

وفات :۔ انتقال کے وقت آپ کے پاس ایک درہم تک نہیں تھا جب کہ بہت سی زمین اور جائداد آپ کو بطور ترکہ حاصل ہوئی تھی۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ شریعت کی پیروی کی وجہ سے تمام ترکہ بیت المال میں جمع کر کے خود ایک حبہ بھی نہیں لیا اور فقر و فاقہ کے عالم میں آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باب۔ ۲۳

حضرت ابو سلیمان دارائی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :۔ آپ شریعت و طریقت کے بحر بیکراں تھے اور مزاج میں لطف و کرم ہونے کی وجہ سے آپ کو ریحان القلوب اور اجتداء الخافقین جیسے خطابات عطا کئے گئے تھے۔ آپ کی سکونت شام کے ایک نامی دار الملک کی تھی۔ اس نسبت سے آپ کو دارائی کہا جاتا ہے۔

آپ کے ایک ارادت مند حضرت احمد حواری سے منقول ہے کہ ایک رات میں نے خلوت میں نماز ادا کی جس سے مجھے بہت سکون محسوس ہوا اور جب میں نے اپنا واقعہ اپنے پیرو مرشد حضرت ابو سلیمان سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اتنے بوڑھے ہو گئے لیکن تمہیں خلوت و جلوت کی کیفیات کا اندازہ نہ ہو سکا حالانکہ خلوت ہو یا جلوت خدا تعالیٰ سے روک دینے والی کوئی شے نہیں ہے۔

ارشادات :۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ رات میں نماز پڑھنے کے بعد جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے چاہے تو سردی کی وجہ سے ایک ہاتھ بغل میں دبا لیا اور اسی شب خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اے سلیمان! تجھے اس ہاتھ کا رتبہ عطا کر دیا گیا جو تو نے دعا کے لئے دراز کیا تھا اور اگر دوسرا ہاتھ بھی اٹھا لیتا تو ہم اس کا اجر بھی عطا کر دیتے۔ چنانچہ اسی دن سے آپ نے موسم سرما میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا معمول بنا لیا تھا۔ فرمایا کہ ایک رات مجھ پر ایسی غنودگی طاری ہوئی کہ میرے وظائف کا وقت ختم ہونے لگا اور خواب غفلت میں دیکھا کہ ایک حور مجھ سے کہہ رہی ہے کہ مکمل پانچ سو سال سے مجھے تمہارے لئے ہی بنایا سنوارا جا رہا ہے اور تم خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہو؟ اس آواز کے ساتھ ہی میں نے بیدار ہو کر اپنا وظیفہ پورا کیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں ایسی حور کا نظارہ کیا کہ اس کی پیشانی روشن و منور ہے اور جب میں نے سوال کیا کہ یہ نور و روشنی کیسی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ایک شب تم خوف الٰہی میں گریہ کر رہے تھے

تو تمہارے اشکوں کو میرے چہرے پر بطور ایک ابٹن کے مل دیا گیا تھا۔ بس اسی دن سے یہ نور وروشنی میری پیشانی پر نمودار ہو گیا۔ فرمایا کہ میں ہمیشہ روٹی پر نمک چھڑک کر کھالیتا تھا اتفاق سے ایک دن نمک میں تل مل گیا اور میں نے بغیر دیکھے وہ تل بھی کھالیا مگر اس کی یہ سزا ملی کہ ایک سال تک عبادت وریاضت میں لذت ہی حاصل نہیں ہوئی، فرمایا کہ میں اپنی ضروریات زندگی کے لئے اپنے ایک دوست سے اعانت کے طور پر کچھ طلب کر لیتا تھا۔ لیکن ایک دن جب میری طلب پر اس نے یہ کہہ دیا کہ تمہاری طلب آخر کب ختم ہوگی تو اسی دن سے میں نے مخلوق سے کچھ طلب نہیں کیا، فرمایا کہ میں خلیفہ وقت کو برا سمجھتے ہوئے بھی کبھی لوگوں کے سامنے اس کی برائی اس ڈر سے نہیں کرتا تھا کہ کہیں لوگ مجھے مخلص وحق گو نہ سمجھ بیٹھیں اور میں عدم اخلاص کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص زمزم کے علاوہ دوسرا پانی نہیں پیتا تھا اور جب میں نے سوال کیا کہ اگر چاہ زمزم خشک ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نصیحت کا اجر عطا فرمائے کیوں کہ میں تو برسوں سے پرستش کی حد تک زمزم سے عقیدت رکھتا تھا اور آج سے اس عقیدت کو ختم کرتا ہوں۔

کچھ لوگوں نے حضرت صالح بن عبدالکریم سے سوال کیا کہ بیم ورجا میں کون سی شے بہتر ہے، فرمایا کہ بہتر تو یہ ہے کہ دونوں ہی ہوں، لیکن رجا سے بیم کا پلہ بھاری ہے اور جب اس قول کو حضرت ابو سلیمان کے سامنے نقل کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ میرے نزدیک تو تمام عبادت کا دارومدار بیم پر ہے کیوں کہ رجا عبادت سے بے نیاز کر دیتی ہے اور دین و دنیا کی بنیاد ہی خوف پر قائم ہے اور جب خوف پر رجا کا غلبہ ہو جاتا تو قلب کی شامت آجاتی ہے اور خوف کی زیادتی سے عبادت میں بھی زیادتی رونما ہو جاتی ہے۔ فرمایا لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی تھی کہ خدا سے اتنا ہی ڈرو کہ رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اور نہ اتنی امید وابستہ کرو کہ عذاب سے بے خوفی ہو جائے۔

احتلام سے بچنے کا طریقہ:۔ فرمایا کہ احتلام بھی ایک قہر ہے جو شکم سیری کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شکم سیری چھ اور خرابیوں کو بھی جنم دیتی ہے۔ اول عبادت میں دل نہ لگنا، دوم حکمت کی باتیں یاد نہ رہنا، سوم شفقت کرنے سے محروم ہو جانا، چہارم عبادت کا بار خاطر بن جانا، پنجم خواہشات نفسانی میں اضافہ ہو جانا، ششم پاخانہ سے اتنی مہلت نہ ملنا جو مسجد میں جا کر عبادت کر سکے۔

بھوک کے فوائد:۔ یہ بھی ایک بدیہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے علاوہ کسی کو بھی بھوک کی طاقت عطا نہیں کرتا کیوں کہ بھوک آخرت کی، شکم سیری دنیا کی کنجی ہے اور بھوکے شخص کی تمام دینی و دنیاوی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں اور نفس میں عاجزی اور قلب میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس پر علوم سماوی کا انکشاف ہونے لگتا ہے، فرمایا کہ پورے دن کی عبادت سے رات کو حلال روزی کا ایک لقمہ زیادہ

افضل ہے۔ فرمایا کہ خواہشات دنیا پر وہی شخص غضب ناک ہوتا ہے جس کا قلب منور ہو کیونکہ وہی نور دنیا سے جدا کر کے آخرت کی جانب متوجہ کر دیتا ہے، فرمایا کہ تمام دن کی عبادت سے رات کو رزق حلال کا ایک لقمہ زیادہ بہتر ہے، فرمایا کہ منزل سے پلٹ آنے والا مقصد اصلی سے محروم رہ جاتا ہے اور زندگی میں جس کو قلیل سا اخلاص بھی میسر آگیا وہ مسرور رہتا ہے اور اہل اخلاص وسوسوں سے احتراز کرتے رہتے ہیں، فرمایا کہ اہل صدق جب کیفیت قلبی کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو زبان ساتھ نہیں دیتی، فرمایا کہ بعض بندگان خدا ایسے بھی ہیں جو حالت رضا میں صبر کو بھی باعث ندامت تصور کرتے ہیں کیوں کہ صبر کی صورت میں تو گویا بندہ صبر کا دعویدار ہو جاتا ہے، لیکن رضا کا تعلق صرف خدا کی مرضی سے ہے اور اس اعتبار سے صبر کا تعلق بندے کے ساتھ اور رضا کا تعلق اللہ کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

رضا:۔ رضا کا مفہوم یہ ہے کہ نہ رغبت بہشت رہے اور نہ خوف عذاب، فرمایا کہ رضا کی تو مجھے ایسی لت پڑ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کو جہنم میں بھیجنا چاہے تو وہ مجبوراً چلے جائیں گے، لیکن میں اس کو بخوشی قبول کر لوں گا۔

تواضع:۔ فرمایا کہ ترک خود بینی کا نام تواضع ہے۔ اور نفس شناس نہ ہونے والا کبھی متواضع نہیں ہو سکتا اسی طرح دنیا کو تحقیر سے دیکھنے والا کبھی برا نہیں ہو سکتا۔

زہد:۔ خدا سے دور کر دینے والی اشیاء کو پس پشت ڈال دینے والے کو زاہد کہا جاتا ہے اور زہد کی علامت یہ ہے کہ کم قیمتی اشیاء کے مقابلہ میں قیمتی اشیاء کی تمنا نہ کرے اور صرف زبانی زہد بھی مال و زر سے کہیں بہتر ہے۔ فرمایا کہ حب دنیا ہی تمام معصیتوں کو جنم دیتی ہے۔ فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ بندہ مصائب کو من جانب اللہ تصور کرتے ہوئے خدا کے سوا سب کو چھوڑ دے۔ فرمایا کہ بھوک عبادت کے لئے ضروری ہے۔ فرمایا کہ دنیاوی امور میں غور و فکر کرنا آخرت کے لئے حجاب بن جاتا ہے اور دینی امور میں تفکر بہترین ثمرہ کا حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ علم میں اضافہ کر کے عبرت حاصل کرنا ضروری ہے اور غور و فکر خوف میں اضافہ کرتے ہیں۔ فرمایا کہ آنکھ سے اشک ریزی اور قلب سے فکر عقبیٰ کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ عمر رائیگاں گزرنے کا غم اتنا اہم ہے کہ اگر انسان اس پر تمام عمر بھی روتا رہے جب بھی کم ہے۔ فرمایا کہ مومن وہ ہے جو قلب کو غم دنیا سے تہی کر کے عبادت الٰہی میں روتا رہے۔ فرمایا کہ جب تک بندہ مشغول عبادت رہتا ہے اس وقت تک ملائکہ بہشت کے سبزہ زاروں میں ہر عبادت کے مقابلے میں ایک ایک درخت لگاتے ہیں اور جب بندہ عبادت سے گریزاں ہوتا ہے تو وہ بھی اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں۔ فرمایا کہ صدق دلی کے ساتھ نفسانی خواہشات کو ترک کر دینے والا اللہ تعالیٰ کے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جس عبادت میں دنیا ہی میں لذت حاصل نہ ہوئی ہو آخرت میں بھی اس کا اجر نہیں ملتا کیوں کہ حصول لذت ہی قبولیت کی دلیل ہے،

• فرمایا کہ زاہدوں کا آخری درجہ متوکلین کے ابتدائی درجہ کے برابر ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عارفین کو خواب میں بھی وہ مدارج عطا فرماتا ہے جو غیر عارفین کو نماز میں بھی نصیب نہیں ہوتے، اور جب عارفین کی چشم باطن وا ہو جاتی ہے تو چشم ظاہری معطل کر دی جاتی ہے اور اس کو اللہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا اور قرب الٰہی کا حصول بھی اسی وقت ممکن ہے جب دین و دنیا دونوں کو خدا پر چھوڑ دے، فرمایا کہ معرفت خموشی سے قریب تر ہے۔ فرمایا کہ جس کا قلب ذکر الٰہی سے منور ہو جاتا ہے اس کو کسی شے کی احتیاج باقی نہیں رہتی اور جس عبادت میں اذیتیں اٹھاتا ہے وہی ذریعہ نجات بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ صبر سے افضل کوئی شے نہیں، لیکن صبر کی بھی دو قسمیں ہیں، اول اس چیز پر صبر کرنا جس کی طلب ہی نہ ہو، دوم اس شے پر صبر کرنا جس کی طلب بھی موجود ہو لیکن خدا نے اس کو منع فرمایا ہے، فرمایا کہ جس قدر میں نے خود کو شکستہ حال کیا اس سے زیادہ دنیا بھی خستہ و خراب نہ کر سکتی، فرمایا کہ جو نفس کشی کر کے قرب الٰہی حاصل کرتا ہے وہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ جو بندے مجھ سے اظہار ندامت کرتے ہیں میں ان کی پردہ داری کرتا ہوں۔

دوست سے در گزر کا فائدہ:۔ آپ نے کسی مرید سے فرمایا کہ اگر کوئی دوست بھی عالم غضب میں تمہاری خلاف مرضی بات کہے تو تم غصہ نہ کرو اور نہ اسے برا بھلا کہو کیوں کہ ہو سکتا ہے وہ اور زیادہ سخت گوئی سے کام لے۔ اس مرید نے بتایا کہ تجربہ کے بعد آپ کا قول صحیح ثابت ہوا۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے روایت ہے کہ آپ بہت زیادہ محتاط رہتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو صوفیائے کرام کے جس قدر اقوال بھی معلوم ہوتے ہیں میں ان پر اس وقت تک عمل پیرا نہیں ہوتا جب تک قرآن و حدیث سے کم از کم اس کے متعلق دو شہادتیں نہیں مل جاتیں۔

آپ نے حضرت معاذ بن جبل سے بھی کچھ علم حاصل کیا تھا اور اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! جو تیرے احکام پر عمل پیرا نہ ہو، وہ تیری خدمت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے۔

وفات:۔ انتقال کے وقت لوگوں نے عرض کیا کہ اب آپ اس خدا کے یہاں جا رہے ہیں جو غفور و رحیم ہے لہٰذا ہمیں کوئی بشارت دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو اس خدا کے پاس جا رہا ہوں جو گناہ صغیرہ پر محاسبہ کرتا ہے اور گناہ کبیرہ پر سزا دیتا ہے یہ کہتے کہتے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

کسی نے خواب میں آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ رحمت و عنایت سے کام لیا لیکن شہرت مخلوق میرے لئے مضر ثابت ہوئی۔

باب - ۲۴

حضرت محمد سماک رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ عابد و زاہد ہونے کے ساتھ بہت بڑے واعظ اور مقبول خاص و عام تھے۔ حضرت معروف کرخی کو آپ کے مواعظ حسنہ سے بہت انشراح صدر ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ خلیفہ ہارون رشید بھی آپ کا بے حد معترف تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا اے ہارون! شرف زہد سب سے عظیم شرف ہے۔

حقائق:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تواضع کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ خود کو ہیچ تصور کرے۔ پھر فرمایا کہ عہد گزشتہ کے لوگوں کی مثال دوا کی طرح تھی جس سے لوگ شفا حاصل کرتے تھے اور موجودہ دور کے لوگوں کی مثال درد جیسی ہے جو صحت مندوں کو بھی مریض بنا دیتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک وہ دور تھا جب واعظین وعظ گوئی کو اس قدر دشوار سمجھتے تھے جتنا اب علم پر عمل کو مشکل تصور کیا جاتا ہے اور جس طرح آج کے عہد میں علماء کی قلت ہے اسی طرح گزشتہ دور میں واعظین کی کمی تھی۔

حضرت احمدؒ حواری سے روایت ہے کہ جب میں حالت مرض میں آپ کا قارورہ لے کر طبیب کے یہاں پہنچا تو وہ اتفاق سے آتش پرست تھا اور جب وہاں سے واپس ہوا تو راستہ میں ایک بزرگ نے سوال کیا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ اور میں نے جب پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا۔ انتہائی حیرت ہے کہ خدا کا محبوب خدا کے غنیم سے اعانت حاصل کرے۔ لہٰذا تم ان سے یہ کہہ دو کہ درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لیں۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم وبالحق انزلناہ وبالحق نزل

ترجمہ:۔ (میں راندے ہوئے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں اور ہم نے اسے سچ کے ساتھ اتارا ہے اور سچ کے ساتھ وہ نازل ہوا۔) چنانچہ واپسی میں جب میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے دعا پڑھ کر دم کر لیا اور فوراً ہی صحت حاصل ہو گئی۔ اور پھر مجھ سے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

حالت نزع میں آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں ارتکاب معصیت کے وقت بھی تیرے محبوب بندوں کو محبوب رکھتا تھا لہٰذا اس کے صلہ میں میری مغفرت فرما دے۔

شادی:۔ جس وقت آپ سے شادی کر لینے کے متعلق عرض کیا گیا تو فرمایا کہ دو ابلیسوں کی مجھ میں ہمت نہیں۔ بعد از وفات لوگوں نے خواب میں جب آپ سے کیفیت دریافت کی تو فرمایا کہ مغفرت تو ہو گئی۔ لیکن جو مرتبہ بال بچوں کی اذیت برداشت کرنے سے حاصل ہوتا ہے وہ نہ مل سکا۔

باب ۔ ۲۵

حضرت محمد بن اسلم طوسی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ عبادت و ریاضت میں ممتاز زمانہ تھے اور سختی کے ساتھ سنت پر عمل پیرا ہونے کی بناء پر آپ کو لسان الرسول کا خطاب ملا۔

حالات:۔ ایک دفعہ آپ علی بن موسیٰ کے ہمراہ اونٹ پر سوار اور اسحٰق بن زاہریہ اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ اور اس حال میں آپ نیشاپور پہنچے کہ جسم پر کمبل کا کرتہ۔ سر پر نمدے کی ٹوپی اور کاندھے پر کتابوں کا تھیلا تھا۔ لیکن آپ کے مواعظ اس قدر موثر ہوتے تھے کہ تقریباً پچاس ہزار افراد راہ راست پر آگئے۔

محض اس جرم میں کہ آپ نے قرآن کو مخلوق نہیں کہا مکمل دو سال تک قید و بند کی مشقتیں جھیلنی پڑیں اور قید خانہ میں آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر جمعہ کو غسل کر کے باہر جیل کے دروازے تک پہنچ جاتے لیکن جب دروازے پر آپ کو روک دیا جاتا تو واپس جا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ میں نے تو اپنا فرض ادا کر دیا اب تو جو چاہے کر۔ اور جس وقت آپ کو رہا کیا گیا اس وقت عبداللہ بن ظاہر حاکم نیشاپور وہیں مقیم تھا اور تمام لوگ سلامی کی غرض سے حاضر ہو رہے تھے اور اہل دربار سے اس نے پوچھا کہ اب کوئی نامی گرامی شخصیت تو ایسی باقی نہیں رہی جو سلامی کے لئے نہ آئی ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ دو ہستیاں احمد حرب اور محمد بن اسلم حاضر دربار نہیں ہوئے۔ کیوں کہ یہ دونوں بہت بڑے عالم و عابد ہیں اور بادشاہ کے سلام کے لئے کبھی حاضر نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس نے کہا ہم خود ان کو سلام کرنے جائیں گے اور جب وہ پہلے احمد حرب کے پاس پہنچا تو انہوں نے استغراقی کیفیت سے سر اٹھا کر فرمایا کہ اے عبداللہ! تم بہت ہی حسین ہو لیکن اس حسن و جوانی کو خدا کی نافرمانی پر قربان نہ کرنا۔ پھر جب وہ محمد بن اسلم کی چوکھٹ پر پہنچا تو یوم جمعہ کی وجہ سے انہوں نے اندر نہیں بلایا لیکن عبداللہ بن ظاہر بھی نماز جمعہ کے وقت تک گھوڑے پر سوار آپ کا انتظار کرتا رہا اور جب آپ مکان سے بر آمد ہوئے تو گھوڑے سے اتر کر اس نے قدم بوسی کرتے ہوئے عرض کیا کہ اے اللہ میں چونکہ بہت برا ہوں اس لئے تیرا محبوب بھی مجھ سے دشمنی رکھتا ہے لیکن وہ چونکہ محبوب ہے اس لئے میں بھی اس کو محبوب رکھتا ہوں اور اس کے طفیل میں میری مغفرت فرما دے۔

آپ طوس چھوڑ کر نیشاپور میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور جس مسجد میں عبادت کرتے تھے وہ مسجد تمام مساجد سے متبرک خیال کی جاتی تھی اور چونکہ آپ کا زیادہ وقت طوس ہی میں گزرا اسی نسبت سے آپ کو طوسی کہا جاتا ہے ویسے آپ عرب کے باشندے تھے۔

کسی بزرگ نے روم میں یہ خواب دیکھا کہ ابلیس فضا سے زمین پر گر پڑااور زمین اس کے بوجھ سے دھنسنے کے قریب ہو گئی۔ ان بزرگ نے ابلیس سے سوال کیا کہ تیری یہ حالت کیوں ہوئی اس نے جواب دیا کہ اس وقت حضرت محمد بن اسلم وضو کرتے ہوئے کھنکارے تھے تو میں لرزہ براندام ہو کر گر پڑا۔

آپ کے مکان کے سامنے ہی نہر بہتی تھی لیکن محض اس تصور سے اس کا پانی استعمال نہ فرماتے کہ یہ نہر عوام کی ملکیت ہے اور جب وہ نہر خشک ہو گئی تو کنوئیں سے پانی کھینچ کھینچ کر آپ نے خود اس کو بھرا لیکن صرف ایک کوزہ پانی آپ نے اس میں سے صرف کیا۔

کرامات:۔ آپ قرض لے کر فقراء کو دے دیا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کسی یہودی نے اپنا قرض طلب کیا تو اس وقت آپ کے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں تھا لیکن آپ نے اسی وقت اپنا قلم تراشا تھا اسی کا ایک ٹکڑا زمین پر سے اٹھا کر یہودی کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور جب اس نے دیکھا تو وہ سونا بن گیا تھا چنانچہ یہودی کو خیال ہوا کہ جس مذہب میں ایسے ایسے خدا رسیدہ ہوں وہ مذہب کبھی باطل نہیں ہو سکتا۔ اس تصور سے وہ یہودی فوراً ایمان لے آیا۔

کسی نے ابو علی فارمدی سے دوران وعظ یہ سوال کیا کہ وہ علماء جو حقیقت میں وارث انبیاء ہوتے ہیں ان میں کون کون ہستیاں داخل ہیں. آپ نے حضرت محمد بن اسلم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے افراد ہوتے ہیں۔

انتقال:۔ جس وقت نیشاپور میں آپ بیمار ہوئے تو آپ کے پڑوسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں آج میں غم واندوہ سے آزاد ہو گیا اور جب بیداری کے بعد وہ تعبیر معلوم کرنے آپ کے یہاں پہنچا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ کے اوپر وہی کمبل ڈال دیا گیا تھا جو آپ کے استعمال میں رہتا تھا اور اسی وقت راہ چلتی دو عورتیں کہہ رہی تھیں کہ افسوس آج محمد بن اسلم دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن دنیا انہیں کبھی فریب نہ دے سکی. اور اپنے ہمراہ فضائل وخصائل بھی لے کر چلے گئے۔

باب۔ ۲٦

حضرت احمد حرب رحمتہ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

تعارف:۔ آپ بہت اہل تقویٰ بزرگ تھے اور ایک بہت بڑی جماعت آپ نے اپنے ارادت مندوں کی چھوڑی اور حضرت یحییٰ بن معاذ نے بات فرمائی تھی کہ میری موت کے بعد میرا سر احمد حرب کے قدموں پر رکھ دینا۔

ایک مرتبہ آپ کی والدہ نے پالتو مرغ پکا کر آپ سے کھانے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ اس مرغ نے

ایک ہمسایہ کی چھت پر جاکر چند دانے کھا لئے تھے اس لئے میں اس مرغ کا گوشت نہیں کھا سکتا۔
حالات :۔ کسی دوست نے آپ کو مکتوب تحریر کیا تو آپ ذکر الٰہی کی مشغولیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکے اور کچھ دنوں کے بعد اپنے مرید سے یہ جواب لکھوا دیا کہ مجھے جواب دینے کی فرصت نہیں ملتی اور تمہیں ذکر الٰہی سے کس وقت غافل نہ رہنا چاہئے۔ ایک مرتبہ حجام آپ کا خط بنا رہا تھا اور آپ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ چنانچہ اس نے عرض کیا کہ کچھ دیر کے لئے ذکر الٰہی سے ٹھہر جائیے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کر رہا ہوں اور اس حالت میں کئی جگہ سے آپ کا لب کٹ گیا مگر آپ یاد الٰہی میں مصروف رہے۔
اپنے صاحبزادے کو توکل کی اس طرح تعلیم دی کہ ایک دیوار میں سوراخ کر کے ان سے کہہ دیا تھا کہ جس شے کی خواہش ہوا کرے اس سوراخ سے طلب کر لیا کرو اور بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تم سوراخ کی دوسری جانب سے وہ چیز رکھ دیا کرو چنانچہ مدتوں ایسا ہی ہوتا رہا. لیکن اتفاق سے ایک دن بیوی کہیں چلی گئیں اور صاحبزادے نے سوراخ میں جاکر کھانا طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے کھانا مہیا فرما دیا. اور جب آپ مصروف طعام تھے تو والدہ آگئیں اور پوچھا کہ تمہیں کھانا کہاں سے ملا انہوں نے کہا جہاں سے روزانہ ملتا تھا۔ اس وقت احمد حرب نے بیوی سے فرمایا کہ آئندہ تم کوئی چیز سوراخ میں نہ رکھنا کیوں کہ میرا مقصد حاصل ہو چکا ہے اور اب اللہ تعالیٰ بلاواسطہ پہنچاتا رہے گا۔
ایک بزرگ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ آپ کا ایک قول سنا جس کے بعد سے آج چالیس سال گزر چکے اور میرے قلب میں روز بروز نور کا اضافہ ہوتا رہا اور اس قول کی لذت آج بھی اسی طرح قائم ہے۔
نطفہ کا اثر :۔ ایک مرتبہ کچھ سید حضرات بغرض ملاقات آپ کے پاس پہنچے تو آپ ان کے ساتھ بے حد احترام و تعظیم کے ساتھ پیش آئے لیکن آپ کا ایک شریر بچہ گستاخانہ طور پر رباب بجاتا ہوا باہر نکلا اور اس کی یہ حرکت سادات کو بہت ناگوار ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نظر انداز فرما دیں کیوں کہ اس بچے کا نطفہ اس رات قائم ہوا تھا جب میرے ہمسایہ کے یہاں بادشاہ کے پاس کھانا آیا تھا اور اس نے مجھ کو بھی کھلایا تھا اسی وجہ سے یہ بچہ گستاخ پیدا ہوا۔
واقعہ :۔ آپ کا ہمسایہ آتش پرست تھا اور دوران سفر اس کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا چنانچہ آپ دل جوئی کی غرض سے اس کے یہاں تشریف لے گئے تھے اور وہ بھی آپ کے ساتھ بہت احترام کے ساتھ پیش آیا مگر وہ زمانہ قحط سالی کا تھا اس لئے آتش پرست کو خیال ہوا کہ شاید آپ کھانا کھانے آئے ہوں چنانچہ اس نے جب کھانے کا انتظام کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کھانے کی غرض سے نہیں بلکہ دل جوئی کے لئے آئے ہیں۔ پھر اس نے عرض کیا کہ گو میرا مال لٹ گیا لیکن تین چیزیں لائق شکر ہیں۔ اول یہ کہ دوسروں نے میرا مال لوٹا

لیکن میں نے کبھی کسی کا مال غصب نہیں کیا. دوم یہ کہ اب بھی میرے پاس نصف دولت باقی ہے. سوم یہ کہ میرا مذہب محفوظ رہ گیا. یہ سن کر آپ نے پوچھا کہ تم آگ کیوں پوجتے ہو؟ اس نے کہا کہ روز محشر جہنم کی آگ سے بھی محفوظ رہوں اور خدا کا قرب بھی حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ آگ کی حقیقت تو اتنی سی ہے کہ ایک بچہ اس پر پانی ڈال دے تو بجھ جائے گی اس کے علاوہ تم ستر سال سے آگ کو پوجتے ہو لیکن آج تک اس نے تمہارے ساتھ کیا حسن سلوک کیا جس کی بناء پر تم قیامت میں بہتری کی توقع رکھتے ہو۔ آپ کے قول سے متاثر ہو کر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ میرے چار سوالوں کا جواب دے دیں تو ایمان لا سکتا ہوں۔ اول خدا نے مخلوق کو کیوں تخلیق کیا؟ دوم تخلیق کے بعد رزق کیوں دیا. سوم رزق دینے کے بعد موت سے کیوں دوچار کیا۔ چہارم مارنے کے بعد زندہ کرنے کی ضرورت کیوں ہوئی. آپ نے جواب دیا کہ تخلیق مخلوق کا مقصد یہ ہے کہ خالق کی شناخت ہو سکے رزق عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی رزاقی کا اندازہ کیا جا سکے. اور موت کا مقصد اس کی جباری و قہاری کا اندازہ کرنا ہے اور موت کے بعد زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اس کے قادر ہونے کو تسلیم کیا جا سکے. یہ کہہ کر آپ بہت دیر تک آگ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے رہے لیکن آپ کا ہاتھ آگ سے متاثر نہیں ہوا یہ دیکھ کر وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور آپ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے اور ہوش میں آنے کے بعد جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں نے یہ غیبی ندا سنی کہ بہرام تو ستر سال کے بعد مسلمان ہو گیا. لیکن تو جو ہمیشہ سے مسلمان ہے کیا لے کر آیا ہے۔

اقوال زریں:۔ آپ عمر بھر شب بیدار رہے اور کبھی لوگ آرام کرنے کے لئے اصرار کرتے تو فرماتے کہ جس کے لئے جہنم دہکائی جا رہی ہو اور بہشت کو آراستہ کیا جا رہا ہو لیکن اس کو علم نہ ہو ان دونوں میں اس کا ٹھکانہ کہاں ہے اس کو بھلا نیند کیسے آ سکتی ہے؟ فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ علم ہو جائے کہ فلاں شخص میری غیبت کرتا تو میں اس کو سیم و زر سے مالا مال کر دیتا کیوں کہ جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کو بے حد ثواب ملتا ہے. فرمایا کہ خدا سے خائف رہتے ہوئے عبادت کرتے رہو اور دنیا کے دام فریب سے بچتے رہو. کیوں کہ اس میں پھنس کر مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

باب۔ ۲۷

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ حضرت شفیق بلخی کے مرید اور حضرت خضرویہ کے مرشد ہونے کے ساتھ زہد و عبادت میں یکتائے روزگار تھے اور سن بلوغ کے بعد سے زندگی بھر کبھی یاد الٰہی سے غافل نہیں رہے اور پوری زندگی صدق و اخلاص میں گزار دی۔

حضرت جنید بغدادی سے منقول ہے کہ حضرت اصم کا ہمارے دور کے صدیقین میں شمار ہوتا ہے اور آپ کے اقوال نفس شناسی اور فریب نفس سے بچنے کے لئے بہت سود مند ہیں۔ آپ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر اہل دنیا تم سے پوچھیں کہ تم نے حاتم اصم سے کیا حاصل کیا؟ تو یہ کبھی نہ کہنا کہ ہم نے اس سے علم و حکمت حاصل کئے بلکہ یہ کہنا کہ ہم نے صرف دو باتیں سیکھی ہیں اول یہ کہ جو شے اپنے قبضہ میں ہو اس پر خوش رہو. دوم اس چیز کی توقع کبھی نہ رکھو جو اپنے قبضہ میں نہ ہو۔

پردہ داری:۔ ایک عورت آپ کے پاس کوئی مسئلہ پوچھنے آئی تو اتفاق سے اس کی ریح خارج ہو گئی جس کی وجہ سے وہ بہت نادم ہوئی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ زور سے بات کہو کہ میں بہرہ ہوں۔ پھر اس نے بلند آواز سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دے دیا مگر در حقیقت آپ بہرے نہیں تھے بلکہ عورت کی شرمندگی رفع کرنے کے لئے جان بوجھ کر بہرے بن گئے تھے. اور جب تک وہ عورت حیات رہی آپ مسلسل بہرے بنے رہے اسی مناسبت سے آپ کو اصم کہا جاتا ہے۔

بلخ میں آپ نے دوران وعظ فرمایا کہ اے خدا! اس مجلس میں جو سب سے زیادہ عاصی ہو اس کی مغفرت فرمادے۔ اتفاق سے وہاں ایک کفن چور بھی موجود تھا اور جب رات کو اس نے کفن چرانے کے لئے ایک قبر کو کھولا تو ندا آئی کہ آج ہی تو حاتم کے صدقہ میں تیری مغفرت ہوئی تھی اور آج ہی پھر تو ارتکاب معصیت کے لئے آپہنچا یہ ندا سن کر وہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔

حضرت محمد رازی سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو کبھی غضب ناک ہوتے نہیں دیکھا. البتہ ایک بار آپ بازار جا رہے تھے تو آپ کے کسی شاگرد سے دکاندار اپنا قرض طلب کر رہا تھا اس وقت آپ نے غضب ناک ہو کر اپنی چادر زمین پر پھینک دی اور پورے بازار میں سونا ہی سونا پھیل گیا پھر آپ نے غصہ میں دکاندار سے فرمایا کہ اپنے قرض کے مطابق سونا اٹھالے. لیکن اگر ایک حبہ بھی زیادہ اٹھایا تو تیرے ہاتھ شل ہو جائیں لیکن اس نے لالچ میں کچھ زیادہ سونا اٹھا لیا چنانچہ اسی وقت دونوں ہاتھ شل ہو گئے۔

تین شرائط کے ساتھ آپ نے ایک شخص کی دعوت قبول فرمائی. اول یہ کہ میں جس جگہ چاہوں بیٹھوں گا۔ دوم جو چاہوں گا کھاؤں گا. سوم میرے کہنے پر تجھے عمل کرنا ہو گا. چنانچہ اس کے یہاں پہنچ کر آپ جوتوں میں بیٹھ گئے اور اپنے پاس سے دو روٹیاں نکال کر کھالیں۔ پھر میزبان سے فرمایا کہ ایک توا گرم کر کے لے آؤ جب توا آگیا تو آپ نے جلتے توے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ صرف دو روٹیاں کھائی ہیں پھر توے پر سے اتر کر اہل مجلس سے کہا اگر تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت میں ہر شے کا محاسبہ ہو گا تو اس جلتے توے پر کھڑے ہو جاؤ لیکن لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے بس بات نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم اس عمل سے اس وقت کا حساب نہیں دے سکتے تو آگ سے بنی ہوئی محشر کی زمین پر کھڑے ہو کر تمام عمر کا حساب کیسے دے

سکو گے؟ پھر آپ نے اس آیت کی تشریح فرمائی۔
ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم
یعنی قیامت کے دن تم سے تمام نعمتوں کی باز پرس ہوگی آپ کی تشریح کا انداز بیان کچھ ایسا تھا کہ جیسے میدان حشر نگاہوں کے سامنے ہے اور تمام اہل مجلس مضطرب ہو کر گریہ وزاری کرنے لگے۔
واقعہ:۔ کسی تونگر نے آپ کو کچھ رقم دینے کی پیش کش کی تو آپ نے منع فرمایا کہ میں اس ڈر سے نہیں لیتا کہ تیری موت کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ زمین کا رزاق تو مر گیا لہٰذا اب تو میری ضروریات کی تکمیل فرما. کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو رزق کہاں سے ملتا ہے؟ فرمایا کہ خدا کے خزانے سے۔ اس نے کہا آپ تو لوگوں کو فریب دے دے کر رزق حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے سوال کیا کہ میں نے تجھ سے کوئی رقم لی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کاش تو مسلمان ہو جاتا اس نے کہا کہ آپ ہمیشہ کج بحثی کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تو اس لئے حجت پیش کر رہا ہوں کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بندوں سے حجت طلب کرے گا۔ اس نے کہا یہ تو سب کہنے کی باتیں ہیں. آپ نے فرمایا کہ ان احکامات کو تو باتوں سے تعبیر کرتا ہے جن احکام کی وجہ سے تیری ماں تیرے باپ کے لئے حلال ہوئی پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپ کو آسمان سے رزق ملتا ہے؟ فرمایا کہ مجھے کیا تمام عالم کے لئے ہی آسمان سے رزق نازل ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ ایک جگہ پر جائیں پھر میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو رزق کیسے ملتا ہے یہ سن کر آپ پورے دو برس ایک غار میں پڑے رہے اور من جانب اللہ آپ کو رزق ملتا رہا. پھر اس شخص نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ کیا آپ نے کسی کو بغیر بیج ڈالے فصل کاٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرمایا کہ ہاں تم خود بغیر بوئے ہوئے بال کاٹتے رہتے ہو. یہ سن کر وہ مکمل طور پر تائب ہو گیا اور آپ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ مخلوق سے قطع تعلق کر کے اس طرح مشغول عبادت رہو کہ اس کے علاوہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور ہمیشہ مخلوق کی خدمت کرتے رہو تاکہ وہ تمہاری خدمت کرے۔
رزق:۔ آپ نے امام حنبل سے سوال کیا کہ آپ رزق کی جستجو کرتے ہیں یا نہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ یقیناً تلاش کرتا رہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ قبل از وقت یا بعد از وقت یا بروقت تلاش کرتے ہو۔ یہ سن کر امام صاحب سکتہ میں آ گئے اس لئے کہ اگر یہ کہیں کہ قبل از وقت تلاش کرتا ہوں تو فرمائیں گے کہ تم تضیع اوقات کرتے ہو اور اگر بعد از وقت کہہ دوں تو کہیں گے کہ گذشتہ شئے کی جستجو لا حاصل ہے اور اگر یہ کہوں کہ بروقت تلاش کرتا ہوں تو فرمائیں گے کہ موجودہ شے کی جستجو سے کیا فائدہ. لیکن ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ تلاش رزق نہ سنت ہے نہ فرض ہے اس لئے اس کی جستجو ہی بے سود ہے کیونکہ رزق تو ہم کو خود تلاش کرتا پھرتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے "رزق تو خود تمہارے پاس

پہنچتا ہے تمہیں جستجو کی کیا ضرورت ہے۔
ایک مرتبہ آپ نے جہاد کے قصد سے بیوی سے پوچھا کہ تمہیں چار ماہ کے اخراجات کے لئے کتنی رقم کی ضرورت ہے. بیوی نے عرض کیا کہ جتنی میری زندگی ہو اتنی رقم دے دو. آپ نے فرمایا کہ زندگی تو میرے قبضہ قدرت سے باہر ہے. بیوی نے کہا کہ پھر میرا رزق آپ کے ہاتھ میں کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے بعد جب آپ شریک جہاد ہوئے تو ایک کافر نے قتل کرنے کے لئے تلوار سونتی تو کسی جانب سے ایسا تیر آکر لگا کہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھ کو قتل کیا یا میں نے؟
نصیحت :۔ کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ اگر دوست کی خواہش ہے تو خدا کافی ہے اگر ساتھیوں کی تمنا ہے تو نکیرین بہت ہیں اگر عبرت حاصل کرنا چاہو تو دنیا کافی ہے اگر مونس کی تلاش ہے تو قرآن بہت کافی ہے اگر مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت بہت بڑا مشغلہ ہے اور اگر میرے اقوال ناگزیر ہوں تو جہنم کافی ہے۔
زندگی :۔ بعض لوگوں نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص نے بہت دولت جمع کر لی ہے. آپ نے پوچھا کہ کیا زندگی کا بھی ذخیرہ کر لیا ہے؟ کیوں کہ مردوں کا دولت جمع کرنا قطعاً بے سود ہے. کسی نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ کو کسی شے کی ضرورت ہو تو فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے بڑی ضرورت تو یہ ہے کہ نہ میں کبھی تجھ کو دیکھوں اور نہ تو مجھے دیکھے. پھر کسی نے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ فرمایا کہ پہلے ظاہری وضو کرتا ہوں پھر باطنی یعنی توبہ کر کے داخل مسجد ہوتا ہوں. پھر مسجد حرام اور مقام ابراہیم نظروں کے سامنے ہوتا ہے اور دائیں بائیں فردوس و جہنم اور قدموں کے نیچے پل صراط ہوتی ہے. پھر خدا کے سامنے اور موت کو پیچھے تصور کرتے ہوئے قلب کو رجوع الی اللہ کر لیتا ہوں. پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہہ کر احترام کے ساتھ قیام اور ہیبت لئے ہوئے قرآت قرآن کرتا ہوں اور عجز کے ساتھ رکوع و سجود کر کے حلم کے ساتھ قعدہ کرتا ہوں اور شکر ادا کرتے ہوئے سلام پھیر لیتا ہوں۔
ارشادات :۔ آپ نے علماء کی جماعت کی جانب سے گزرتے ہوئے فرمایا کہ اگر روز گزشتہ پر تاسف اور موجودہ دن کو غنیمت تصور کرتے ہوئے آئندہ دن سے خوف زدہ ہو تب تو بہتر ہے ورنہ جہنم تمہارے لئے تیار ہے. فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تین چیزوں کا باہمی ربط قائم فرمایا ہے. فراغت کا عبادت سے. اخلاص کا مخلوق سے. اور مایوسی نجات میں احکامات کے بجالانے سے. فرمایا کہ پر بہار باغات پر تکبر نہ کرو کیوں کہ بہشت کے باغات سے زیادہ یہ پر بہار نہیں ہو سکتے اور عبادت پر نخوت سے اس لئے احتراز کرو کہ ابلیس کثرت عبادت کے باوجود مردود بارگاہ ہوا. اور کرامات کی زیادتی پر اس لئے نازاں نہ ہو کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے دور میں بنو اسرائیل کا ایک فرد بلعم باعور بہت زیادہ عابد و زاہد تھا مگر تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال کتے

سے دی ہے. فرمایا کہ عابدین و علماء کی صحبت پر بھی فخر نہ کرو کیوں کہ ثعلبہ حضور اکرمؐ کی صحبت میں رہ کر بھی کورا رہا. فرمایا کہ قلب کی بھی پانچ قسمیں ہیں. اول قلب مردہ جو کفار کا ہے. دوم مریض قلب جو گنہگاروں کا ہے. سوم غافل قلب جو پیٹ کے گدھوں کا ہے. چہارم قلب واژگوں جس کو قرآن نے قلوبنا غلف سے تعبیر کیا ہے۔ یہ یہودیوں کا ہے اور صحیح قلب اہل دل حضرات کا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شہوت کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اول کھانے کی شہوت. دوم بولنے کی اور سوم دیکھنے کی. لہٰذا کھانے میں خدا پر اعتماد رکھو. بات ہمیشہ سچ بولو. دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور اعمال صالحہ کر ریا سے دور رکھو. گفتگو میں حرص کو خیرباد کہہ دو. سخاوت و احسان کر کے کبھی نہ جتاؤ۔ جو شے تمہارے پاس موجود ہے اس میں بخل نہ کرو. فرمایا کہ جہاد کی بھی تین قسمیں ہیں. اول ابلیس سے ایسا جہاد جس سے وہ زچ ہو جائے. دوم اعلانیہ جہاد یعنی فرض کی ادائیگی کے لئے. سوم کفار سے اس طرح جہاد کرو کہ یا خود ختم ہو جاؤ یا انہیں ختم کر دو۔ فرمایا کہ زہد کا پہلا درجہ توکل ہے. دوسرا درمیانی درجہ صبر ہے اور تیسرا آخری درجہ اخلاص ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ولا تخافوا ولا تحزنوا

نہ خوفزدہ ہو اور نہ غمگین۔ پھر فرمایا کہ جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے لیکن مہمان کے سامنے کھانا رکھنے. مردے کو کفنانے دفنانے. بالغ لڑکی کا نکاح کرنے اور توبہ کرنے میں عجلت سے کام لینا افضل ہے۔

استغنا: آپ کبھی کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ لینے میں رسوائی اور دینے والے کی عزت ہوتی ہے اور نہ لینے میں اس کے برعکس ہوتا ہے لیکن ایک مرتبہ جب آپ نے کسی سے کوئی شے لے لی تو لوگوں نے اظہار حیرت کیا. آپ نے فرمایا کہ میں اس کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دینا چاہتا ہوں۔

زاہد: ۔ بغداد میں آپ نے خلیفہ سے ملاقات کے وقت فرمایا کہ السلام علیکم یا زاہد۔ خلیفہ نے کہا میں تو زاہد نہیں ہوں. بلکہ آپ زاہد ہیں۔ آپ نے کہا کہ خدا کا یہ فرمان ہے

قل متاع الدنیا قلیل

یعنی اے نبی فرما دیجئے کہ دنیا کی متاع بہت تھوڑی ہے اور چونکہ تو قلیل شے پر قانع ہو گیا۔ اس لئے زاہد ہے اور دنیا و آخرت پر بھی قانع نہ ہو سکا تو پھر میں کیسے زاہد ہوں؟

باب ۔ ۲۸
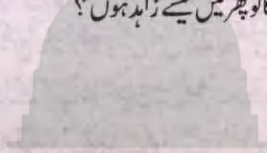
حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :۔ آپ کا مقام صوفیائے کرام میں بہت بلند ہے اور اگر آپ کو مقتدائے صوفیا کہا جائے تو بے جانہ ہو گا اس کے علاوہ آپ ہمیشہ فاقہ کشی کے عالم میں شب بیداری کرتے اور یہ تمام چیزیں عہد طفولیت ہی سے آپ کے حصہ میں آئی تھیں۔ حتیٰ آپ کا یہ قول ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو مجھے اپنا جواب بلیٰ اب بھی یاد ہے یعنی کیوں نہیں!

حالات :۔ آپ تین سال کی عمر ہی سے اپنے ماموں محمد بن سمار کے ہمراہ مشغول عبادت رہتے تھے اور ایک دن آپ نے ماموں سے عرض کیا کہ میں ازل سے لے کر آج تک عرش کے سامنے سجدہ ریز ہوں لیکن ماموں نے ہدایت کی آئندہ یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ اور ہر شب میں ایک مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

اللہ معی اللہ ناظری اللہ شاہدی

اور جب آپ نے اس کو اپنا معمول بنالیا تو آپ کے ماموں نے حکم دیا کہ اب اس دعا کو یومیہ سات مرتبہ پڑھا کرو پھر کچھ عرصہ بعد اس کی تعداد پندرہ کروادی اور تاحیات آپ اس پر عمل پیرا رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے تعلیم قرآن حاصل کی اور سات سال کی عمر سے روزہ رکھنے کی مداومت اختیار کرلی اور ہمیشہ جو کی روٹی سے روزہ افطار کرتا تھا پھر بارہ سال کی عمر میں جب مجھے ایک مسئلہ میں اشکال پیش آیا تو میں حضرت حبیب حمزہ جو اپنے دور کے بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔ کے پاس بصرہ پہنچا چنانچہ انہوں نے میرا اشکال دور فرمادیا اور کچھ دن میں ان کی خدمت سے فیض یاب ہو کر پھر واپس تستر لوٹ آیا اور یہ معمول بنالیا کہ دن میں روزہ رکھتا اور رات کو ساڑھے چار تولہ چاندی کے وزن کے برابر جو کی دو ٹکیاں کھالیتا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد تین شبانہ روز کا روزہ شروع کیا پھر سات پھر پچیس یوم کے روزے کو اپنا معمول بنالیا لیکن بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ستر شبانہ روز کے بعد افطار کیا اور کبھی چالیس شبانہ روز کے بعد صرف ایک بدام کھالیا۔ آپ فرماتے کہ میں نے فاقہ کشی اور کھانے دونوں چیزوں کا تجربہ کر کے دیکھا ہے تو ابتداءً بھوک سے نقاہت اور کھانے سے قوت محسوس ہوتی تھی لیکن رفتہ رفتہ بالکل اس کے برعکس محسوس ہونے لگا اس کے علاوہ ماہ شعبان کے روزوں کی فضیلت کی وجہ سے آپ ماہ شعبان میں بکثرت روزہ رکھتے تھے۔ اور پورے رمضان میں صرف ایک مرتبہ کھا پی لیتے۔ بقیہ ایام قیام کرتے ہوئے کوفہ پہنچے تو نفس نے تقاضا کیا کہ اگر آپ مجھے مچھلی اور روٹی کھلادیں تو میں مکہ معظمہ تک کچھ نہیں مانگوں گا۔ چنانچہ آپ نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک اونٹ چکی سے بندھا ہوا چکی چلا رہا ہے آپ نے چکی کے مالک سے پوچھا کہ دن بھر کی محنت کے بعد تم اونٹ والے کو کیا دیتے

ہو اس نے کہا کہ دو دینار۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کھول کر مجھے باندھ دو اور دن بھر کے بعد بجائے دو کے ایک دینار دے دینا. اور جب شام کو ایک دینار مل گیا تو آپ نے مچھلی روٹی کھا کر نفس سے کہا کہ جس وقت بھی تو مجھ سے بھوک کی شکایت کرے گا اسی طرح محنت کرنا پڑے گی. پھر مکہ معظمہ پہنچ کر حج کیا اور حضرت ذوالنون سے بیعت ہو کر تستر واپس آ گئے۔

نہ تو آپ کبھی دیوار سے ٹیک لگاتے نہ پاؤں پھیلاتے اور نہ کبھی کسی کے سوال کا جواب دیتے ایک مرتبہ مسلسل چار ماہ تک آپ کے پیر کی انگلیوں میں شدید درد رہا اور آپ نے انگلیوں کو باندھے رکھا اور جب کسی نے وجہ پوچھی تو آپ نے کوئی جواب نہیں دیا. پھر جب اس شخص نے مصر پہنچ کر حضرت ذوالنون سے ملاقات کی تو ان کے پاؤں کی انگلیاں بندھی ہوئی تھیں. اور آپ نے فرمایا کہ چار ماہ سے درد میں مبتلا تھا پھر جب اس نے آپ سے حضرت سہل کا واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سوائے سہل کے میرے درد سے باخبر ہو کر کوئی اس طرح پیروی کرے۔

استاد:۔ اچانک آپ نے ایک مرتبہ دیوار سے پشت لگا کر پاؤں پھیلاتے ہوئے لوگوں سے فریاد کی آج جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھو. اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ آج یہ کیا ماجرا ہے تو فرمایا کہ جب تک استاد حیات تھے ان کا ادب لازمی تھا. یہ سن کر لوگوں نے تاریخ و وقت نوٹ کر لئے اور معلومات کے بعد پتہ چلا کہ ٹھیک اسی وقت حضرت ذوالنون کا انتقال ہوا تھا۔

کرامت:۔ عمرو لیث ایک مرتبہ ایسا علیل ہوا کہ اطباء نے جواب دے دیا۔ چنانچہ اس نے عالم یاس میں آپ کو بلا کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ دعا اسی کے حق میں اثر انداز ہوتی ہے جو تائب ہو چکا ہو. لہٰذا پہلے تم توبہ کر کے قیدیوں کو رہا کر دو. اور جب اس نے حکم کی تعمیل کر دی تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! جس طرح تو نے اپنی نافرمانی کی ذلت اس کو عطا کی اسی طرح میری عبادت کی عظمت بھی اس کو دکھا دے۔ یہ کہتے ہی وہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا اور بہت سی دولت بطور نذرانہ پیش کرنی چاہی. لیکن آپ نے انکار کر دیا. پھر کسی مرید نے راستہ میں عرض کی کہ اگر آپ نذرانہ قبول کر لیتے تو میں قرض سے سبکدوش ہو جاتا آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے زر دیکھنا ہے تو سامنے دیکھ اور جب اس نے نظر اٹھائی تو ہر سمت سونا ہی سونا نظر آیا اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے جس کو یہ مرتبہ عطا کیا ہو اس کو دولت کی تمنا کیسے ہو سکتی ہے۔

جب سطح آب پر چلتے تو قدم کبھی تر نہیں ہوتے تھے اور جب لوگوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ کشتی کے بغیر پانی کے اوپر چلتے ہیں؟ فرمایا کہ مسجد کے مؤذن سے پوچھ لو یہ جھوٹ نہیں بولتا. اور جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ ایک مرتبہ آپ نہاتے ہوئے حوض پر پھسل کر گرنے کے قریب ہوئے تو میں نے تھام لیا لیکن شیخ ابو علی وفاق کہتے ہیں کہ آپ بہت صاحب کرامت ہونے کے باوجود خود کو

زمانہ کی نظروں سے چھپائے رکھتے تھے۔

نماز جمعہ سے قبل کوئی بزرگ ملاقات کے لئے آئے تو دیکھا کہ آپ کے نزدیک ایک سانپ کنڈلی مارے ہوئے بیٹھا ہے اور جب وہ بزرگ اجازت لے کر قریب پہنچے تو فرمایا کہ جو حقیقت آسمان سے ناواقف ہوتا ہے وہی زمین کی چیزوں سے خوف کھاتا ہے پھر آپ نے بزرگ سے پوچھا کہ نماز جمعہ کے لئے کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا مسجد جامع تو یہاں سے ۲۴ گھنٹوں کی مسافت کے فاصلے پر ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور چشم زدن میں مسجد کے اندر داخل ہو گئے اور نماز کے بعد لوگوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا کہ مخلص صاحب ایمان تو بہت قلیل ہیں البتہ کلمہ گو بہت زیادہ ہیں۔

ایک مرتبہ بیابان میں آپ کو ایک بہت ہی بد حال بڑھیا ملی چنانچہ جب آپ نے اس کی اعانت کرنی چاہی تو اس نے ہاتھ اٹھا کر مٹھی بند کر لی۔ اور جب مٹھی کھولی تو اس میں سونا تھا پھر اس نے آپ سے کہا کہ تم جیب سے رقم نکالتے ہو لیکن مجھے غیب سے ملتی ہے اور یہ کہہ کر اچانک غائب ہو گئی اور جب آپ نے بیت اللہ پہنچ کر طواف شروع کیا تو دوران طواف دیکھا کہ کعبہ خود اس بڑھیا کا طواف کر رہا ہے اور جب آپ اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے کہا کہ جو اختیاری طور پر یہاں پہنچتا ہے اس کے لئے طواف کعبہ ضروری ہے لیکن جو اضطراری عالم میں آتے ہیں کعبہ خود ان کا طواف کرتا ہے۔

واقعات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک ایسے خدا رسیدہ سے شرف نیاز حاصل ہوا ہے جو شب و روز دریا کے اندر مقیم رہتے ہیں اور صرف پانچ وقت کی نمازوں کے لئے باہر نکلتے ہیں لیکن ان کے اوپر پانی کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ایک پرندہ پکڑ پکڑ کر لوگوں کو بہشت میں لے جاتا ہے اور جب مجھے حیرت ہوئی تو ندا آئی کہ یہ پرندہ دنیاوی تقویٰ ہے اور آج اہل تقویٰ اس کے طفیل میں داخل جنت ہو رہے ہیں۔

فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں بہشت میں ہوں اور وہاں تین بزرگوں سے ملاقات کر کے یہ سوال کر رہا ہوں کہ دنیا میں سب سے زیادہ ڈراؤنی شے آپ کو کیا پیش آئی انہوں نے جواب دیا کہ خاتمہ کا ڈر سب سے زیادہ تھا۔ پھر فرمایا کہ میں نے خواب میں ابلیس سے کہا کہ تیرے نزدیک سب سے زیادہ پریشان کن کون سی شے ہے؟ اس نے کہا کہ بندے کا خدا کے ہمراہ راز و نیاز۔ ایک مرتبہ میں نے ابلیس سے پکڑ کر پوچھا کہ جب تک تو خدا کی وحدانیت کے متعلق نہیں بتائے گا میں نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ اس نے اس قدر تشریح کے ساتھ معارف وحدانیت بیان کئے کہ اس انداز میں کوئی عارف بھی بیان نہیں کر سکتا۔

ارشادات:۔ پیٹ بھر کر کھانے سے خواہشات نفسانی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہیں اور نفس اپنی مرادیں

طلب کرنے لگتا ہے فرمایا کہ حلال رزق سے محرومی خلوت نشینی کے لئے سود مند نہیں ہو سکتی اور حلال رزق اسی کو ملتا ہے جس کو خدا چاہے۔ فرمایا کہ بدوں فاقہ کشی عبادت قبولیت سے محروم رہتی ہے اور جو بھوک و ذلت اور قناعت کو اپنا لیتا ہے اسی کو لذت عبادت بھی حاصل ہوتی ہے اور فاقہ کشی کو ابلیس بھی فریب نہیں دے سکتا اور رزق حلال سے مکمل اعضاء رجوع عبادت رہتے ہیں اور حرام رزق سے رغبت اور معصیت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے فرمایا کہ صدیقین اور شہدا کے سوا کسی کو فراخ دلی حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اہل اخلاص کو مصائب کا شکار بنا کر اللہ تعالیٰ آزماتا ہے اور اگر وہ ثابت قدم رہتے ہیں تو قرب عطا کرتا ہے ورنہ آتش فراق میں ڈال دیتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی شے سے بھی طمانیت کا حصول حرام ہے اور جو اوامر ونواہی کی پابندی نہیں کرتا وہ معرفت الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

وجد و حال :۔ فرمایا کہ جس وجد و حال کے لئے قرآن و حدیث میں استدلال نہ ہو وہ لغو و باطل ہے۔ فرمایا کہ دوسروں کی نسبت عالم کا درجہ بلند ہے لیکن عالم کی شناخت یہ ہے کہ ازل سے جو مقدرات قائم ہو چکے ہیں ان پر خوش رہے۔

علماء : علماء کی بھی تین قسمیں ہیں اول وہ عالم جو اپنے علوم ظاہری کو لوگوں کے سامنے پیش کر دے۔ دوم وہ عالم جو علوم باطنی کو اہل باطن کے روبرو بیان کر دے۔ سوم وہ عالم جس کے علم کو اس کے اور خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو اور سب سے بڑی معصیت جہالت ہے۔ پھر فرمایا کہ اسلام کے تین زریں اصول ہیں۔ اول اخلاص و اعمال میں حضور اکرمؐ کی اتباع دوم رزق حلال استعمال کرنا۔ سوم افعال میں اخلاص پیدا کرنا۔ فرمایا کہ ابتداءً تو یہ ضروری ہے لیکن خموشی اختیار کئے بغیر توبہ کا حصول ناممکن نہیں اور ادائیگی حقوق کے بغیر رزق حلال کا حصول ناممکن ہے اور جب تک اپنے تمام اعضاء کی نگہداشت نہ کرے حقوق خداوندی ادا نہیں ہو سکتے اور ہماری تمام بیان کردہ باتیں توفیق الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا کہ افضل انسان وہی ہے جو بد خصلتی کو ترک کر کے نیک خصلت اختیار کرے۔ فرمایا کہ فقراء کو نظر تحقیر سے مت دیکھو کیوں کہ ان میں اکثر نائب اور وارث انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ عبودیت کا ابتدائی مقام اپنے اختیار و قوت سے خالی اور بیزار ہو جانا ہے۔ فرمایا کہ جس کے ظاہر و باطن میں یگانگت نہ ہو اس کو صدق کی ہوا تک نہیں لگ سکتی۔ فرمایا کہ اہل بدعت سے تعلق قائم کرنے والے سے اللہ تعالیٰ اتباع سنت سلب کر لیتا ہے اور جو بدعتی کے افعال پر اظہار مسرت کرتا ہے اس سے نور ایمانی سلب کر لیا جاتا ہے۔ اور دنیا میں سنت ایک ایسی شے ہے جیسے آخرت میں جنت اور جس کو جنت حاصل ہو گئی اس سے غم واندوہ کا خاتمہ ہو گیا جو متبع سنت ہو گیا اس سے بدعت دور ہو گئی فرمایا کہ خدا کی سب سے بڑی دین یہ ہے کہ قلب کو اپنے ذکر سے سرفراز فرما دے۔ اور سب سے عظیم معصیت خدا کو فراموش کر دینا ہے۔ فرمایا کہ حرام شے سے کنارہ کش رہنے والا مامون ہو جاتا

ہے. فرمایا کہ زیادہ متبرک قلب عارف کا ہے کیوں کہ معرفت جیسی بابرکت شے قلب عارف میں مقیم ہو جاتی ہے اور اگر قلب سے زیادہ کوئی دوسری شے متبرک ہوتی تو اسی کو معرفت عطا کی جاتی اور عارف کی پہچان یہ ہے کہ اس کے قلب میں ذکر الٰہی کا اضافہ ہوتا رہے. فرمایا کہ خدا سے بڑا کوئی معین و معاون نہیں اور حضور اکرمؐ سے زائد بڑا ہادی و رہنما نہیں۔ تقویٰ سے افضل کوئی زاد راہ نہیں اور صبر کا کوئی نعم البدل نہیں. فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پکار پکار کر فرماتا ہے کہ اے بندو میں تمہیں یاد کرتا ہوں. لیکن تم مجھے یاد نہیں کرتے۔ تمہیں اپنی جانب بلاتا ہوں اور تم مخالف سمت اختیار کرتے ہو. میں تم سے مصائب کو دور کرتا ہوں اور تم ارتکاب معصیت سے ان کو دعوت دیتے ہو. بھلا اس سے زیادہ ناانصافی اور کیا ہو سکتی ہے اور محشر میں تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہو گا. فرمایا کہ جس نے نفس پر قبضہ کر لیا وہ پورے عالم پر قابض ہو گیا. فرمایا کہ موافقت نفس صدیقین کا پہلا گناہ ہے۔ کیوں کہ مخالف نفس سے بہتر کوئی عبادت نہیں اور جس نے نفس کو شناخت کر لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔ اس نے ہر شے حاصل کر لی. فرمایا کہ صدیقین پر خدا ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کو اوقات نماز سے مطلع کرتا رہتا ہے اور اگر وہ سو جاتا ہے تو بیدار کر دیتا ہے فرمایا کہ صوفیا وہ ہیں جو کدورت سے پاک غور و فکر کے عادی خالق سے نزدیک اور مخلوق سے دور ہوتے ہیں. اور خاک و سونے میں ان کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوتا اور کم کھانا. مخلوق سے فرار اختیار کرنا. خالق کی عبادت کرنا. عین تصوف ہے۔

توکل: فرمایا کہ توکل انبیاء کرام کی پسندیدہ شے ہے. اسی لئے متبعین کے لئے اتباع سنت ضروری ہے اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے سامنے اس طرح رہے جیسے غسال کے سامنے میت پڑی رہتی ہے اور متوکل کی شناخت یہ ہے کہ نہ تو کسی سے طلب کرے اور نہ بغیر طلب کسی سے کچھ لے. بلکہ اگر کوئی کچھ دے بھی دے تو اس کو صدقہ کر دے. اور مواعید خداوندی پر صدق دلی سے ایمان رکھے. اور خواہ کچھ پاس ہو یا نہ ہو. ہر حال میں مسرور رہے لیکن توکل بھی اسی کو نصیب ہوتا ہے جو دنیا کو چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جائے. اور توکل ہی ایک ایسی شے ہے جس میں سوائے اچھائی کے برائی کا کوئی پہلو ہی نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ دوستی کا مفہوم یہ ہے کہ فرمانبرداری پر آمادہ رہتے ہوئے مخالف چیزوں سے فرار اختیار کرے اور تمام راحتیں بھی اسی کا مقدر ہیں جو خدا کو دوست رکھتا ہے اور دین و دنیا سے خائف نہ ہونے کا نام مراقبہ ہے اور ایمان صرف بیم و رجا کے مابین ہی ملتا ہے اور متکبر کو بیم و رجا حاصل ہی نہیں ہوتے اور سب سے بڑا خائف وہی ہے جس کو یہ خوف رہے کہ نہ جانے نوشتہ تقدیر کیا ہے۔

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں بہت بڑا خائف ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تو نے انقطاع باطن کی وجہ سے خدا کو شناخت نہیں کیا. پھر بھلا خوف سے تجھ کو کیا نسبت ہو سکتی ہے. فرمایا کہ زہد کے تین مدارج ہیں

پہلا درجہ تو یہ ہے کہ لباس و طعام میں زہد اختیار کرے کیوں کہ طعام کا انجام غلاظت اور لباس کا انجام پھٹنا ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لے کہ میل میلاپ کا انجام فراق ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ دنیا کو فانی تصور کرتا رہے۔ فرمایا کہ نفس کو پس پشت ڈال دینے کا نام پرہیز گاری ہے اور اتباع نفس کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی خدا کے دشمن کو دوست رکھے. پھر فرمایا کہ تجلی کی بھی تین قسمیں ہیں. اول تجلی ذات جس کو مکاشفہ اور اسرار خداوندی سے تعبیر کیا جاتا ہے. دوم تجلی صفات جو مرکز نور ہوتی ہے. فرمایا کہ پرہیز گاری کا ابتدائی درجہ زہد ہے اور زہد کا پہلا درجہ معرفت اور معرفت کا پہلا درجہ کا پہلا درجہ توکل ہے اور توکل پہلا درجہ رضائے الٰہی اور رضائے الٰہی کا پہلا درجہ موافقت ہے۔

فرمایا کہ نفس کے لئے سب سے دشوار مرحلہ اخلاص ہے اور اخلاص کا یہ مفہوم ہے کہ بلاتصرف و تعلب کے دین کو اسی طرح واپس کرنا ہے. جس طرح حاصل کیا تھا. پھر فرمایا کہ پورے دن غلط راستے سے بچنا پوری شب کی نمازوں سے بہتر ہے۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ میں بغیر حکم کے رزق تلاش نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات صدیق یا زندیق کے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا. فرمایا کہ شب و روز میں صرف ایک مرتبہ کھانا صدیقین کا شیوہ ہے اور دو مرتبہ کھانا مومنین کی عادت ہے اور تین مرتبہ کھانا چرنے والوں کا کام ہے۔ فرمایا کہ اخلاق حسنہ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے ک لوگوں کے قصور معاف کرتے ہوئے برائی کا بدلہ نہ لے. فرمایا کہ مرض و بلا اور بھوک پر قابو پانے اور الاماشاء اللہ کہنے سے بندہ خدا کے کرم کا مستحق ہو جاتا ہے. فرمایا کہ نجات خموشی. تنہائی اور کم کھانے میں ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ میرے بعد کس کی صحبت اختیار کرو گے؟ اس نے کہا خدا کی صحبت آپ نے فرمایا کہ ابھی سے اس کی صحبت اختیار کر لو۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا شیر آپ کے نزدیک آ جاتا ہے؟ فرمایا کہ جب میں اس کو کتا کہہ کر آواز دیتا ہوں تو آ جاتا ہے. پھر فرمایا کہ عارفین کی صحبت تمام امور سے افضل ہے۔

آپ اس طرح مناجات کرتے تھے کہ اے اللہ! میں کسی لائق بھی نہیں پھر بھی تو مجھے یاد کرتا ہے اور میرے لئے یہی خوشی بہت ہے اور وفات کے قریب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے مرنے کے بعد خلیفہ کون ہو گا اور بر سر منبر وعظ کون کہے گا۔ فرمایا کہ شاد دلگیر آتش پرست میرا خلیفہ ہو گا۔ چنانچہ آپ نے اس کو بلوا کر فرمایا کہ میری موت سے تین یوم بعد نماز ظہر کے وقت سے وعظ کہنا اور جب تیسرے دن تمام لوگ جمع ہوئے اور وہ اپنے مذہبی لباس میں منبر پر پہنچا تو لوگوں سے کہا کہ تمہارے سردار نے مجھے راہنما بنایا ہے اور مجھ سے یہ بھی فرما دیا ہے کہ تیری آتش پرستی ترک کر دینے کا وقت آ پہنچا۔ یہ کہتے ہی اس نے اپنا لبادہ اتار کر کلمہ پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گیا اس کے بعد لوگوں کو نصیحت کی کہ میں تو ظاہری لبادہ اتار کر مسلمان ہو گیا لیکن اگر تم روز محشر اپنے مرشد سے ملنا چاہتے ہو تو باطنی زنار کاٹ کر پھینک دو اس جملہ سے اہل مجلس اس

درجہ متاثر ہوئے کہ مضطربانہ طور پر رونے لگے۔
آپ کے جنازے میں کثیر مجمع کے ساتھ آتش پرست بھی شامل تھا اور اس نے لوگوں کو بتایا کہ ملائکہ کے گروہ در گروہ آپ کا جنازہ اٹھا رہے ہیں۔
حضرت ابوطلحہ مالک سے روایت ہے کہ آپ حالت صوم میں دنیا کے اندر تشریف لائے اور روزے ہی کی حالت میں رخصت ہو گئے. ایک شخص آپ کے سامنے سے گزرا تو فرمایا کہ یہ اہل باطن ہے اور آپ کی وفات کے بعد اسی شخص کو آپ کے مزار پر دیکھ کر کسی نے کہا کہ حضرت سہل تو آپ کو اہل باطن کہا کرتے تھے لہٰذا کوئی کرامت ہمیں بھی دکھا دیجئے۔ چنانچہ اس نے قبر سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے سہل! کچھ تو فرمائیے اور اندر سے آواز آئی کہ خدا کے سوا نہ کوئی معبود ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے. پھر اس شخص نے کہا کہ سہل یہ کہنے والے کی قبر منور ہو جاتی ہے۔ آواز آئی کہ میری قبر بھی خدا نے منور کر دی۔

باب۔ ۲۹

حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ طریقت و حقیقت کے مقتداء و پیشوا تھے. لیکن آپ کے والد نصرانی تھے اور جب آپ کو داخل مکتب کیا گیا تو معلم نے یہ درس دینا چاہا کہ ثالث ثلاثہ یعنی خدا تین ہیں آپ نے کہا کہ ھواللہ احد وہ خدا تو ہے اور زدوکوب کرنے کے باوجود بھی آپ نے خدا کو تین نہیں کہا اور وہاں سے فرار ہو کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہیں سے بیعت حاصل کی لیکن فرار ہونے کے بعد والدین کو خیال آیا کہ وہ کسی مذہب پر بھی رہتا لیکن کاش ہمارے پاس رہتا. کچھ عرصہ کے بعد آپ گھر لوٹے تو آپ کے احوال سے متاثر ہو کر والدین بھی مسلمان ہو گئے اور بہت عرصہ حضرت داؤد طائی کی خدمت میں رہ کر فیض باطنی سے سیراب ہوتے رہے۔
حضرت محمد بن طوسی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نشان دیکھ کر پوچھا کہ کل تک تو یہ نشان آپ کو نہیں تھا پھر آج کیسے ہو گیا؟ فرمایا کہ رات کو حالت نماز میں مجھے مکہ معظمہ پہنچنے کا تصور آ گیا اور وہاں پہنچ کر طواف کعبہ کے بعد جب چاہ زمزم پر پہنچا تو میرا پاؤں پھسل گیا اور یہ اسی کا نشان ہے۔
حالات. ایک مرتبہ قرآن و مصلیٰ مسجد میں چھوڑ کر آپ دریا پر پاکیزگی کی نیت سے تشریف لے گئے. دریں اثنا ایک بڑھیا آپ کا قرآن و مصلیٰ مسجد سے اٹھا کر چلتی بنی اور جب راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے گردن جھکائے ہوئے بڑھیا سے فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے. اور بڑھیا نے جب نفی میں جواب

دیاتو فرمایا کہ میرا قرآن واپس کر دو. البتہ مصلّٰی میں نے تمہیں ہبہ کر دیا۔ چنانچہ وہ بڑھیا آپ کے علم سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ دونوں چیزیں آپ کو واپس کر دیں۔

آپ کچھ لوگوں کے ہمراہ جارہے تھے کہ راستہ میں ایک مجمع رقص و سرود و مے نوشی میں مصروف مل گیا اور جب آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بد دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ اے اللہ! جس طرح آج تو نے ان کو بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی بہتر عیش ان کو عطا کرتا رہ۔ اس دعا کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب و رباب پھینک کر آپ کے سامنے آیا اور بیعت حاصل کر کے برے افعال سے تائب ہو گیا اس کے بعد آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو شیرینی سے مر سکتا ہو اس کو زہر دینے سے کیا حاصل۔

حضرت سری سقطی سے روایت ہے کہ عید کے دن بھی میں نے آپ کو کھجوریں چنتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ سامنے والا یتیم بچہ اس لئے اداس ہے کہ تمام بچے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور میرے پاس کپڑے تک نہیں۔ اسی لئے میں کھجوریں چن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے لئے کپڑے فراہم کر سکوں. لیکن میں نے عرض کیا کہ یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور عطا کیا اس سے میری حالت بدل گئی۔

قبلہ کا صحیح رخ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے آپ کے ایک مہمان نے غلط سمت منہ کر کے نماز ادا کر لی اور نماز کے بعد جب اس کو صحیح سمت معلوم ہوئی تو اس نے آپ سے عرض کیا کہ جب میں نے نیت باندھی تھی اس وقت آپ نے آگاہ کیوں نہ کیا؟ فرمایا کہ فقراء کو دوسروں کے امور میں اس وقت مداخلت کی حاجت ہوتی ہے جب انہیں اپنے امور سے مہلت مل جائے۔

آپ کے ماموں کوتوال شہر تھے انہوں نے آپ کو جنگل میں اس حالت سے دیکھا کہ ایک کتا آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور ایک اس کو کھلاتے ہیں. یہ کیفیت دیکھ کر ماموں نے کہا کہ تم کو حیا نہیں آتی کہ کتے کو کھانا کھلا رہے ہو؟ آپ نے کہا کہ حیا کی وجہ سے ہی تو اس کو کھلا رہا ہوں اور یہ کہہ کر جب آپ نے آسمان کی جانب دیکھا تو ایک پرندہ اپنی آنکھ اور چہروں کو پروں سے ڈھانپے ہوئے آپ کے دست مبارک پر آبیٹھا اور آپ نے ماموں سے فرمایا کہ خدا سے حیا کرنے والے سے ہر شے حیا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ عالم وجد میں ستون کے ساتھ اتنی زور سے چمٹ گئے کہ وہ ستون ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ تین چیزیں شجاعت کا مظہر ہیں. اول وعدہ وفا کرنا. دوم ایسی ستائش جس میں جود و سخا کا تصور تک نہ ہو. سوم بلا طلب کے عطا کر دینا۔

اشارات. فرمایا کہ نفس کا اتباع خدا کی گرفت ہے اور جو خدا کو یاد کرتا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور وہ جس

کو محبوب بنالے اس پر خیر کے دروازے کھول کر شر کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ لغو باتیں گمراہی کی دلیل ہیں اور غافل نہ ہونا حقیقت وفا کی نشانی ہے۔ فرمایا کہ اعمال صالحہ کے بغیر جنت کی طلب اور اتباع سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنا حماقت ہے اور حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسائل بیان کرنا اور مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا خالص تصوف ہے۔ لہٰذا مخلوق سے آس توڑ کر خدا سے طلب کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ شر کو نظر انداز کر کے کسی کی برائی یا بھلائی نہ کرو. فرمایا کہ حب دنیا سے کنارہ کش رہنے والا حب الٰہی کے ذائقہ سے لذت حاصل کرتا ہے لیکن یہ محبت بھی اس کے کرم سے نصیب ہوتی ہے. فرمایا کہ عارفین خود سراپا دولت ہیں انہیں کسی دولت کی حاجت نہیں۔

آپ ایک مرتبہ بڑی خوش دلی کے ساتھ کوئی چیز تناول فرما رہے تھے تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسی کیا شے ہے جو آپ اس قدر مسرت کے ساتھ کھا رہے ہیں؟ فرمایا کہ میری مسرت کی یہ وجہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کا مہمان ہوں اور جو وہ عطا کرتا ہے کھالیتا ہوں۔ اور اکثر آپ نفس سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چھوڑ دے تاکہ تجھے بھی چھٹکارا مل جائے۔ فرمایا کہ خدا پر توکل کرنے والا مخلوق کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے۔ فرمایا کہ اس چیز سے ڈرتے رہو کہ خدا کی نظریں تم پر ہیں۔

حضرت سری سقطی سے روایت ہے کہ آپ نے مجھے یہ ہدایت فرمائی کہ جب تمہیں کچھ طلب کرنا ہو تو اس طرح طلب کیا کرو کہ اے خدا! بحق معروف کرخی مجھ کو فلاں شے عطا کر دے تو وہ شے یقیناً تم کو مل جائے گی. پھر سری سقطی نے فرمایا کہ دم مرگ آپ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو بالکل برہنہ دفن کرنا کیوں کہ میں دنیا میں بالکل ہی برہنہ آیا تھا اس کے بعد آپ انتقال کر گئے اور آپ کا مزار مبارک آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور لوگوں کی تمام مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

واقعہ جنازہ . وفات کے بعد ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مسلک کے مطابق آپ کی میت اٹھانے پر آمادہ پیکار تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ آپ کی یہ وصیت تھی کہ جس مذہب کے لوگ زمین سے میرا جنازہ اٹھالیں وہی دفن بھی کریں۔ چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ کسی سے بھی آپ کا جنازہ نہ اٹھ سکا اور اسلامی احکام کے مطابق آپ کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

ایک مرتبہ آپ بازار سے گزرے تو دیکھا کہ ایک بہشتی یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! جو میرا پانی پی لے اس کی مغفرت فرما دے چنانچہ نفلی روزے کے باوجود آپ نے پانی پی لیا. اور جب لوگوں نے کہا کہ آپ کا تو روزہ تھا تو فرمایا کہ میں نے تو بہشتی کی دعا پر پانی پی لیا. پھر انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ فرمایا کہ بہشتی کی دعا سے مغفرت فرما دی۔

حضرت محمد حسین نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا. فرمایا کہ میری مغفرت فرما

دی، پھر انہوں نے سوال کیا کہ کیا عبادت وزہد کی وجہ سے مغفرت ہوئی تو فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے ابن سماک کی اس نصیحت پر عمل کیا تھا کہ جو دنیا سے انقطاع کر کے رجوع الی اللہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی جانب رجوع فرماتا ہے۔

حضرت سری سقطی سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو خواب میں تحت العرش اس طرح دیکھا کہ آپ پر غشی طاری ہے اور پوچھا جا رہا ہے کہ یہ کون ہے؟ اس سوال پر فرشتے کہہ رہے ہیں کہ تو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔ پھر آواز آئی کہ یہ معروف کرخی ہے جس کو ہماری محبوبیت نے بے خود بنا دیا ہے اور اب ہمارے دیدار کے بغیر اس کو ہوش نہیں آ سکتا۔

باب۔ ۳۰

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ اہل کمال میں پہلے فرد ہیں جنہوں نے بغداد میں حقائق و توحید کی بنیاد ڈالی۔ آپ معروف کرخی سے بیعت اور حضرت جنید بغدادی کے ماموں تھے اس کے علاوہ حبیب راعی سے بھی شرف نیاز حاصل رہا۔

حالات. ابتدائی دور میں آپ ایک دکان میں سکونت پذیر رہے اور اسی میں ایک پردہ ڈال کر ایک ہزار نوافل روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ اسی دوران ایک شخص کوہ لگام سے حاضر ہوا اور پردہ اٹھا کر سلام کے بعد عرض کیا کہ کوہ لگام کے فلاں بزرگ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ مخلوق سے منقطع ہو کر عبادت کرنا مردوں کا کام ہے، اور زندہ وہ ہیں جو مخلوق سے وابستہ رہ کر یاد الٰہی کرتے ہیں۔

آپ تجارت میں دس دینار پر صرف نصف دینار نفع لیا کرتے تھے. ایک مرتبہ کسی نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے لیکن اس کے بعد قیمتیں بڑھ گئیں اور دلال نے نوے دینار لگا دیئے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنے عہد کے خلاف فروخت نہیں کر سکتا۔ ابتداء میں آپ سقط فروشی کرتے تھے اور سقط فروش اسے کہتے ہیں جو گرے پڑے پھل فروخت کرتا ہے۔ اسی دوران بغداد کے بازار میں آگ لگی لیکن آپ کی دکان محفوظ رہ گئی اور آپ نے بطور شکرانے کے دکان کا تمام مال صدقہ کر دیا، ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ حبیب راعی میری دکان پر تشریف لائے اور ایک یتیم بچہ بھی ان کے ہمراہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ اس بچے کو کپڑے دلوا دو اور جب میں نے تعمیل کر دی تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ مراتب عطا کرے کہ تم دنیا کو اپنا غنیم تصور کرنے لگو، چنانچہ اس دن خدا نے مجھے عظیم مراتب سے نوازا۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس سال سے میرے نفس کو شہد کی خواہش ہے لیکن آج تک میں نے اس کی خواہش پوری نہیں کی پھر فرمایا کہ میں ہر یوم اس لئے آئینہ دیکھتا ہوں کہ شاید معصیت کی وجہ سے میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو۔ فرمایا کہ کاش پورے عالم کے آلام مجھے مل جاتے تاکہ تمام لوگوں کو غموں سے رہائی حاصل ہو جاتی۔ فرمایا کہ جب کسی مسلمان کے سامنے داڑھی میں خلال کرتا ہوں تو یہ ڈرتا ہوں کہ کہیں منافقین میں میرا شمار نہ ہو جائے۔

ظاہر پرستی: آپ بہت منہ بنا کر سلام کا جواب دیا کرتے تھے اور جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کسی کو سلام کرتا ہے اس پر خدا کی طرف سے سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں جس میں نوے رحمتیں اس کو ملتی ہیں جو دونوں میں سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے لہٰذا میں منہ بنا کر اس لئے جواب دیتا ہوں کہ مجھ سے زائد رحمتیں سلام کرنے والے کو حاصل ہو جائیں۔

آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے خواب میں پوچھا کہ جب آپ خدا سے محبت کرتے تھے تو حضرت یوسفؑ کی محبت کیوں تھی۔ اسی وقت ندائے غیبی آئی کہ اے سری! پاس ادب ملحوظ رہے، پھر اس کے بعد جب آپ کو خواب میں حسن یوسف سے دوچار کیا گیا تو چیخ مار کر تیرہ یوم غشی کی حالت میں پڑے رہے اور ہوش آنے کے بعد یہ ندا آئی کہ جو ہمارے محبوبوں سے گستاخی کرتا ہے اس کا یہی انجام ہوتا ہے۔

کسی خدا رسیدہ سے آپ کا نام پوچھا تو فرمایا کہ ھو، پھر سوال کیا کہ کھاتے پیتے کیا ہیں انہوں نے پھر جواب میں ھو کہا۔ غرض کہ جب ہر سوال کے جواب میں وہ یہی کہتے رہے تو آپ نے پوچھا کہ ھو سے مراد کیا اللہ ہے یہ سنتے ہی وہ بزرگ چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ جب حضرت سری سقطی نے مجھ سے محبت کا مفہوم دریافت کیا تو میں نے کہا کہ بعض حضرات موافقت کو اور بعض اشارات کو محبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنے ہاتھ کی کھال کھینچ کر اوپر اٹھانا چاہا تو وہ جگہ چمٹی رہی اس وقت آپ نے فرمایا کہ اگر میں دعویٰ کروں کہ صرف محبت ہی کی وجہ سے میری کھال خشک ہوئی تو میں اپنے دعویٰ میں حق بجانب ہوں گا اور یہ فرماتے ہی بے ہوش ہو گئے لیکن آپ کا روئے مبارک مہر درخشاں کی طرح دمک رہا تھا، ایک مرتبہ فرمایا کہ محبت بندے کو ایسا کر دیتی ہے شمشیر وسناں کی اذیت بھی اس کو محسوس نہیں ہوتی اور اس سے پہلے میں بھی محبت کی حقیقت سے ناآشنا تھا لیکن خدا نے جب آگاہ فرما دیا تب مجھے محبت کا صحیح مفہوم معلوم ہوا۔

جب آپ کو یہ علم ہو جاتا کہ لوگ میرے پاس حصول تعلیم کی غرض سے آ رہے ہیں تو آپ دعا کرتے کہ اللہ ان کو وہ تعلیم عطا کر دے جس میں میری احتیاج ہی باقی نہ رہے اور مجھے یہ لوگ تیری عبادت سے غافل نہ

رہیں۔ ایک شخص مکمل تیس سال سے عبادات و مجاہدات میں سرگرم عمل تھا اور لوگوں نے جب اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ درجہ کیسے ملا۔ تو جواب دیا کہ میں نے ایک روز حضرت سری سقطیؒ کے دروازے پر جب انہیں آواز دی تو پوچھا کہ کون ہے میں نے عرض کیا کہ آپ کا ایک شناسا۔ یہ سن کر آپ نے یہ دعا دی کہ اے اللہ اس کو ایسا بنا دے کہ تیرے سوا کسی سے شناسائی نہ رہے۔ چنانچہ اسی دن سے مجھے مراتب حاصل ہونے شروع ہو گئے اور آج اس درجہ تک پہنچ گیا۔

ایک مرتبہ دوران وعظ مصاحب کا نائب احمد بن یزید بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مجلس وعظ میں آ پہنچا اور اس وقت آپ کے وعظ کا یہ موضوع تھا کہ مخلوقات میں کوئی مخلوق بھی انسان سے کمزور نہیں، لیکن اس کے باوجود بھی انسان بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ اس تقریر کا احمد بن یزید پر ایسا اثر ہوا کہ گھر پہنچ کر بلا کھائے پیئے پوری رات عبادت میں مشغول رہا اور صبح کو مضطربانہ طور پر فقیرانہ لباس میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے بیان سے کل جو میرے اوپر تاثر قائم ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے اور حب دنیا سے نجات حاصل کر کے گوشہ نشینی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ راہ طریقت کی تعلیم سے آراستہ فرما دیں، آپ نے فرمایا کہ عام تعلیم تو یہ ہے کہ پنج گانہ نماز ادا کرتے ہوئے احکام شرعیہ کی پابندی کرو اور سلوک کی خاص تعلیم یہ ہے کہ دنیا کو خیرباد کہہ کر اس طرح مصروف عبادت ہو جاؤ کہ خدا کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرو اور اگر کوئی شے دینا بھی چاہے جب بھی مت لو۔ یہ سن کر احمد بن یزید نحیف و نزار نامعلوم سمت کی طرف روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد ان کی والدہ روتی پیٹتی آپ کے پاس پہنچیں اور عرض کیا کہ میرا تو ایک ہی بچہ تھا اور وہ بھی آپ کی صحبت میں دیوانہ ہو کر نہ جانے کہاں چلا گیا آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ آ جائے تو میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔

ایک دن احمد بن یزید نحیف و نزار حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے خواب غفلت سے بیدار کر کے جو کرم مجھ پر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔ دریں اثنا احمد بن یزید کی والدہ اور بیوی بچے بھی آ گئے اور ان کی زبوں حالی دیکھ کر لپٹ کر رونے لگے اور ان کے ساتھ ساتھ اہل مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ پھر والدہ اور بیوی نے جب گھر چلنے پر اصرار کیا تو انکار کر دیا جس پر بیوی نے کہا کہ اپنے بچے کو بھی ہمراہ رکھو، چنانچہ آپ نے اس کا لباس اتار کر کمبل اڑھایا اور ہاتھ میں زنبیل دے کر ساتھ لے کر چلنے لگے تو ماں سے بچے کا یہ حال نہیں دیکھا گیا اور اس کو ساتھ نہیں جانے دیا۔ پھر برسوں کے بعد حضرت سری سے کسی نے آ کر عرض کیا کہ مجھ کو احمد بن یزید نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میری موت قریب ہے اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو بہتر ہو گا اور جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبرستان میں مٹی کے ڈھیر پر پڑے آہستہ آہستہ یہ کہہ رہے ہیں۔ لمثل ہذا فلیعمل العاملون۔ چنانچہ جس وقت ان کا

سر آپ نے اپنی آغوش میں رکھا تو انہوں نے آنکھ کھول کر کہا کہ آپ بالکل خاتمہ کے وقت پہنچے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ کی آغوش میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئے اور جب آپ ان کی تجہیز و تکفین کے سامان کی خاطر شہر کی جانب روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک جم غفیر ملا اور لوگوں نے کہا کہ ہم نے یہ ندائے آسمانی سنی ہے کہ ہمارے مخصوص ولی کی نماز ادا کرنا چاہئے وہ شونیزیہ کے قبرستان میں پہنچ جائے چنانچہ ہم سب وہیں جا رہے ہیں۔

رشادات۔ اپنی جوانی کے دور میں فرمایا کرتے تھے کہ عبادت تو عہد شباب ہی میں کرنی چاہئے۔ پھر فرمایا کہ مالدار ہمسایہ بازاری قاری اور امیر علماء سے دور ہی رہنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ سلامتی دین اور سکون جسم و جان صرف گوشہ نشینی ہی میں ہے۔ فرمایا کہ پانچ چیزیں چھوڑ کر تمام عالم بے سود ہے۔ اول کھانا، لیکن بقائے زندگی کی حد تک، دوم پانی صرف رفع تشنگی کے لئے، سوم لباس صرف ستر پوشی کی حد تک، چہارم مکان سرف سکونت کے لئے۔ پنجم علم عمل کی حد تک۔ فرمایا کہ خواہشات کی حد تک گناہ قابل معافی ہے لیکن کبرو نخوت کی بنیاد پر گناہ ناقابل معافی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم کی لغزش خواہش کی بنیاد پر تھی اور ابلیس کی خواہش کبرو نخوت کی وجہ سے تھی۔ فرمایا کہ جو خود اپنے نفس کو آراستہ نہ کر سکے وہ دوسرے نفس کو کیسے سنوار سکتا ہے؟ فرمایا کہ ایسے افراد بہت قلیل ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو اور جو قدر نعمت نہیں کرتا نعمت اس سے کوسوں دور بھگتی ہے۔

فرمایا کہ جو خدا کا اطاعت گزار ہوتا ہے پورا عالم اس کے زیر نگیں رہتا ہے۔ فرمایا کہ زبان و رخ سے قلبی کیفیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن قلب کی بھی تین قسمیں ہیں اول وہ قلب جو کوہ گراں کی طرح اپنی جگہ اٹل رہے، دوم وہ قلب جو مستحکم درخت کی طرح ہو باد تند کے جھونکے کبھی اس کو ہلا بھی دیتے ہوں، سوم وہ قلب جو پرندوں کی مانند ہوا میں پرواز کرتے ہیں، فرمایا کہ انس و حیا قلب کے دروازے پر پہنچتے ہیں لیکن اگر قلب میں زہد و رع کا وجود ہوتا ہے تو مقیم ہو جاتے ہیں ورنہ وہیں سے لوٹ آتے ہیں، فرمایا کہ جس قلب میں کوئی اور شے مقیم ہوتی ہے وہاں یہ پانچ چیزیں داخل نہیں ہوتیں، خوف، رجا، حیا، انس، محبت اور ہر مقرب بارگاہ کو اس کے قرب کے مطابق ہی فہم عطا کی جاتی ہے، فرمایا کہ رموز قرآنی کی تفہیم کے لئے غور و فکر کرنے والا ہی سب سے زیادہ دانش مند ہے، فرمایا کہ محشر میں امتوں کو انبیاء کرام کی جانب سے ندا دی جائے گی لیکن اولیائے کرام کو خدا کی جانب سے پکارا جائے گا، فرمایا کہ عارفین کا بلند مقام شوق ہے اور عارف وہ ہے جو کم کھائے، کم سوئے اور کم آرام کرے اور عارف مہر تاباں کی مانند سب کو منور کر دیتا ہے اور زمین کی طرح ہر شے کا بار سنبھالے رکھتا ہے۔ آگ کی طرح سب کو راستہ دکھاتا ہے اور پانی کی طرح قلوب کو حیات تازہ دے کر سیراب کرتا رہتا ہے، فرمایا کہ مخلوق سے کچھ نہ طلب کرتے ہوئے دنیا سے متنفر رہنے کا نام زہد ہے۔

فرمایا کہ خود کو فنا کر دینے کے بعد عارف کو سکون ملتا ہے. فرمایا کہ میں نے زہد کے تمام وسائل اختیار کئے لیکن حقیقی زہد سے محروم رہا. فرمایا کہ ریا کاری سے ملنا خدا سے دور کر دیتا ہے اور کثرت سے میل ملاپ رکھنے والے کو صدق حاصل نہیں ہو سکتا. فرمایا کہ اخلاق یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت دینے کے بجائے ان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لے اور غصہ پر قابو پانا بھی داخل اخلاق ہے. فرمایا کہ گناہ سے احتراز کرنا صرف تین وجوہ سے ہوتا ہے۔ اول خواہش بہشت، دوم خوف جہنم سے. سوم خدا کی شرم سے۔ فرمایا کہ عبادات کو خواہشات پر ترجیح دینے سے بندہ عروج و کمال تک پہنچ جاتا ہے. ایک مرتبہ صبر کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کئی مرتبہ بچھونے کاٹا لیکن آپ نے اف تک نہ کی. اپنی مناجات میں آپ یہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیری عظمت نے مناجات سے روکا اور تیری معرفت نے انس عطا کیا اور اگر زبان سے ذکر کرنے کو منع فرما دیتا تو میں زبان سے کبھی تجھے یاد نہ کرتا کیوں کہ زبان میں تیری صفات بیان کرنے کی قدرت ہی نہیں ہے۔

حضرت جنید بغدادی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں بغداد میں مرنے کو اس لئے ناپسندیدہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کی زمین مجھ کو قبول نہیں کرے گی اور مجھ سے حسن ظن رکھنے والے بد ظنی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ حضرت جنید کہتے ہیں کہ جب میں عیادت کے لئے حاضر ہوا تو گرمی کی وجہ سے میں نے آپ کو پنکھا جھلنا شروع کر دیا مگر آپ نے روکتے ہوئے فرمایا کہ آگ اور بھڑکنے لگتی ہے اور میری مزاج پرسی پر فرمایا کہ بندہ تو مملوک ہے اور اس کو کسی شے پر قدرت حاصل نہیں۔ پھر جب میں نے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ مخلوق میں رہتے ہوئے خالق سے غافل نہ ہونا. یہ کہہ کر آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

باب۔ ۳۱

حضرت فتح موصلی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ کا شمار مشائخ کرام میں ہوتا ہے اور آپ کو ذکر الٰہی سے محبت اور مخلوق سے نفرت تھی، منقول ہے کہ کسی نے ایک بزرگ سے کہا کہ فتح موصلی جاہل ہیں انہوں نے جواب دیا کہ جو دنیا کو خیرباد کہہ دے اس سے زیادہ بڑا عالم کون ہو سکتا ہے۔

حالات. ایک مرتبہ رات گئے حضرت سری سقطی آپ سے ملاقات کے لئے چلے تو راستہ میں سپاہیوں نے چور سمجھ کر گرفتار کر لیا اور صبح کو جب تمام قیدیوں کے قتل کا حکم دیا گیا تو آپ کے نمبر پر جلاد نے ہاتھ روک لیا اور جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ ایک بوڑھے خدا رسیدہ میرے سامنے کھڑے منع کر رہے

ہیں اور وہ بزرگ حضرت فتح موصلی ہیں۔ چنانچہ آپ کو رہا کر دیا گیا اور آپ فتح موصلی کے ہمراہ چلے گئے۔

ایک مرتبہ آپ نے لوہار کی بھٹی میں ہاتھ ڈال کر لوہے کا ایک گرم ٹکڑا ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اس کا نام صدق ہے۔ آپ نے حضرت علی سے خواب میں نصیحت کرنے کی استدعا کی تو انہوں نے فرمایا کہ بہ نیت ثواب امراء کے لئے فقراء کی تواضع احسن ہے لیکن اس سے زیادہ احسن یہ ہے کہ فقراء امراء سے نفرت کریں۔

ایک شکستہ حال نوجوان سے مسجد میں آپ کی ملاقات ہوئی تو اس نے عرض کیا کہ میں ایک مسافر ہوں اور چونکہ مقیم لوگوں پر مسافر کا حق ہوتا ہے اس لئے میں یہ کہنے حاضر ہوا ہوں کہ کل فلاں مقام پر میری موت واقع ہوگی لہٰذا آپ غسل دے کر انہی بوسیدہ کپڑوں میں مجھے دفن کر دیں۔ چنانچہ جب اگلے دن آپ وہاں تشریف لے گئے تو اس نوجوان کا انتقال ہو چکا تھا، اور آپ جب اس کی وصیت کے مطابق عمل کر کے قبرستان سے واپس ہونے لگے تو قبر میں سے آواز آئی کہ اے فتح موصلی! اگر مجھے قرب خداوندی حاصل ہو گیا تو میں آپ کو اس کا صلہ دوں گا پھر کہا کہ دنیا میں یوں زندگی بسر کرو کہ حیات ابدی حاصل ہو جائے۔

ایک مرتبہ گریہ وزاری کرتے کرتے آپ کی آنکھوں سے اشکوں کی بجائے لہو جاری ہو گیا۔ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ اس قدر کیوں روتے رہتے ہیں تو فرمایا کہ خوف معصیت سے۔

کسی نے بطور نذرانہ پچاس درہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ حدیث میں یہ آیا کہ جس کو بغیر طلب کچھ حاصل ہو اگر وہ قبول نہ کرے تو اس کو نعمت خداوندی کا منکر کہا جائے گا، یہ سن کر آپ نے صرف اس میں ایک درہم اٹھا لیا تاکہ کفران نعمت نہ ہو۔

ارشادات۔ آپ فرمایا کرتے تھے، کہ میں نے تیس سال ابدالین سے نیاز حاصل کیا اور سب ہی نے یہ نصیحت کی کہ مخلوق سے کنارہ کشی کرو اور کم کھاؤ، جس طرح مریض پر بلاوجہ کھانا پانی بند کرنے سے موت واقع ہو جاتی ہے اس طرح علم و حکمت اور مشائخ کی نصیحت کے بغیر قلب مردہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے ایک عیسائی راہب سے پوچھا کہ خدا کا راستہ کون سا ہے اس نے جواب دیا کہ جس طرف تلاش کرو وہی وہ ہے فرمایا کہ عارف کی ہر بات اور ہر عمل من جانب اللہ ہوا کرتے ہیں اور وہ خدا کے سوا کسی کا طلب گار نہیں رہتا اور جو بندہ نفس کی مخالفت کرتا ہے وہی خدا کا خلیل ہے اور خدا کا طالب دنیا کا طالب کبھی نہیں ہو سکتا، بعد از وفات کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ اس نے میری مغفرت کر کے فرمایا کہ چونکہ تو خوف معصیت سے گریہ کناں رہتا تھا اس لئے ہم نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ تیری کوئی معصیت درج نہ کریں۔

باب ۔ ۳۲

حضرت احمد حواری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف . آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور تھے اور بہت سی دوسری صفات بھی آپ میں موجود تھیں اور مصنف کے قول کے مطابق آپ کو شام کا ریحان کہا جاتا تھا۔

حالات . آپ حضرت سلیمان دارائی کے ارادت مندوں میں سے تھے اور سفیان بن عیینہ سے بھی فیض صحبت حاصل کیا تھا۔ اسکے علاوہ آپ کے کلام میں بہت زیادہ اثر تھا۔ حصول علم کے بعد اکثر مصروف مطالعہ رہتے لیکن آخر میں تمام کتابیں دریا میں پھینک دیں اور فرمایا کہ حصول مقصد کے بعد حجت و رہنما کی حاجت نہیں رہتی۔ لیکن بعض حضرات آپ کے اس عمل کو عالم وجد کی پیداوار بتاتے ہیں. اپنے مرشد حضرت سلیمان دارائی سے آپ کا یہ معاہدہ تھا کہ ہم دونوں کسی بات میں بھی ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت سلیمان عالم وجد میں تھے کہ آپ نے عرض کیا تنور گرم ہے جیسا حکم ہو کیا جائے۔ انہوں نے اسی وجدانی کیفیت میں کہہ دیا کہ تم خود تنور میں جا کر بیٹھ جاؤ اور یہ معاہدہ کے مطابق فوراً تنور میں جا بیٹھے۔ اور پھر کچھ دیر کے بعد جب حضرت سلیمان کو یاد آیا کہ میں نے تو حالت وجد میں ان سے کہہ دیا تھا۔ چنانچہ تلاش کرنے پر دیکھا کہ آپ تنور میں جا بیٹھے ہیں اور جب حضرت سلیمان کے کہنے پر باہر نکلے تو آگ نے آپ کے اوپر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

ارشادات . فرمایا کرتے تھے کہ جب تک بندہ صدق دل سے اظہار ندامت نہ کرے زبانی توبہ بے سود ہے اور جب تک عبادت و ریاضت میں جدوجہد شامل نہ ہو تو اس وقت تک گناہ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا اور اس عمل کے بعد ہی انس اور دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کی زیادتی عقل کی زیادتی پر موقوف ہے اور خائف رہنے والوں کا سہارا رجا ہے. فرمایا کہ تضییع اوقات پر رونا مفید ہے اور حب دنیا فقر کی دشمن ہے اور جو نفس شناس نہ ہو وہ مغرور ہے اور غفلت و سنگدلی سے زیادہ بڑا کوئی عذاب نہیں. فرمایا کہ انبیاء کرام نے موت کو اس لئے برا تصور کیا کہ وہ یاد الٰہی سے منقطع کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ عبادت کو مرغوب سمجھنے والا خدا کا محبوب ہوتا ہے اور جو خدا کو اس لئے محبوب سمجھتا ہے کہ اس سے حصول نعمت کرے تو وہ مشرک ہے بلکہ خدا کو بلا کسی طمع کے محبوب تصور کرنے والا ہی اس کا محبوب ہوتا ہے۔

باب - ۳۴

حضرت احمد حضرویہ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف . آپ خراسان کے عظیم اہل اللہ میں سے تھے. اس کے علاوہ آپ کی تصانیف ونصائح اور آپ کے مریدین کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ کے تمام حلقہ بگوش صاحب کمال بزرگوں سے ہوئے ہیں۔

حالات . آپ کو حضرت حاتم اصم سے شرف بیعت حاصل تھا لیکن عرصہ دراز تک حضرت ابو تراب سے بھی فیوض حاصل کرتے رہے اور جب لوگوں نے حضرت ابو حفص سے پوچھا کہ عہد حاضر کے تمام صوفیاء میں آپ کے نزدیک کس کا مقام بلند ہے، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت احمد حضرویہ سے زیادہ باحوصلہ اور صادق الاحوال کسی کو نہیں پایا، بلکہ ابو حفص تو یہاں تک فرماتے تھے کہ اگر آپ کا وجود نہ ہوتا تو مروت، و فتوحات کا ظہور ہی نہ ہوتا۔

آپ ہمیشہ فوجی لباس میں رہتے اور آپ کی زوجہ فاطمہ بہت ہی عبادت گزار اور سردار بلخ کی دختر تھیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ انہوں نے خود خواہش نکاح کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو اپنے والدین سے پیغام نکاح دینے کے لئے کہا لیکن آپ نے انکار کر دیا، مگر جب دوبارہ انہوں نے کہا آپ رہنما ہو کر راہ مار رہے ہیں اس وقت آپ نے ان کے اصرار پر نکاح کا پیغام بھیج دیا اور جب نکاح کے بعد آپ کے یہاں آئیں تو آپ کے ہمراہ صدق دلی سے مشغول عبادت ہو گئیں اور جب آپ اپنی بیوی کے ہمراہ حضرت بایزید سے ملاقات کے لئے پہنچے تو آپ کی بیوی نے ان سے بے باکانہ طور پر گفتگو کی اور ان کا طریقہ گفتگو آپ کو ناگوار ہوا۔ اور آپ نے تنبیہہ کی کہ غیر مردوں سے اس طرح بے باکانہ و بے حجابانہ گفتگو زیبا نہیں، لیکن بیوی نے جواب دیا کہ خواہش نفس کی تکمیل میں جس طرح آپ میرے راز دار ہیں اسی طرح حضرت بایزید خواہش طریقت میں میرے ہمراز ہیں اور انہیں کی وجہ سے مجھے دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تو میری صحبت کے متمنی رہتے ہیں اور وہ اس سے بے نیاز ہیں، ایک مرتبہ حضرت بایزید نے ان کے ہاتھ میں مہندی لگی دیکھ کر پوچھا کہ یہ مہندی کیوں لگائی ہے انہوں نے عرض کیا کہ آج تک آپ نے میرے ہاتھ اور مہندی پر نظر نہیں ڈالی تھی اس لئے میں آپ کے نزدیک بیٹھ جاتی تھی لیکن آج سے آپ کی صحبت میرے لئے ناجائز ہے اس کے بعد حضرت احمد بیوی سمیت نیشاپور میں مقیم ہو گئے اور جس وقت یحییٰ بن معاذ نیشاپور پہنچے تو آپ نے ان کی دعوت کے لئے جب بیوی سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اتنی مقدار میں گائیں اتنی بکریاں، اتنا عطر، اور بیس گدھے، کیوں کہ ایک کریم کی دعوت کے لئے ضروری ہے کہ کتے بھی محروم نہ رہیں لہٰذا بیس گدھوں

کا گوشت کتوں کو کھلایا جائے گا۔ اسی وجہ سے آپ اپنی بیوی کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مرد کو

آپ اپنے نفس پر بے حد جبر سے کام لیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ عوام جہاد پر روانہ ہوئے تو آپ کے نفس نے بھی جہاد کا تقاضا کیا، لیکن آپ کو یہ خیال ہو گیا کہ نفس کا کام چونکہ ترغیب عبادت نہیں ہے اس لئے مجھے کسی مکر میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور شاید اس کی ترغیب کا یہ مقصد ہو کہ دوران سفر روزے نہیں رکھنے پڑیں گے۔ رات کو عبادت سے چھٹی مل جائے گی اور لوگوں سے ربط و ضبط کا موقع مل جائے گا، مگر نفس نے ان سب چیزوں سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے کوئی بات نہیں ہے پھر جب آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھ کو فریب نفس سے محفوظ رکھ تو اللہ تعالیٰ نے نفس کا فریب ظاہر فرما دیا کہ نفس کا یہ فریب تھا کہ چونکہ آج تک میری خواہش پوری نہیں ہوئی للذا میں جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو جاؤں اور تمام جھنجھٹوں سے چھٹکارا مل جائے۔ یہ سن کر آپ نے اس دن نفس کشی میں اور بھی اضافہ کر دیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سفر حج کے دوران میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اور میں نے اس تصور سے نہیں نکالا کہ اس سے توکل متاثر ہو جائے گا۔ چنانچہ مواد پڑنے سے میرا پاؤں متورم ہو گیا جس کی وجہ سے میں لنگڑاتے ہوئے داخل مکہ ہوا اور اسی حالت میں حج کر کے واپس ہو گیا لیکن راہ میں لوگوں نے اصرار کر کے وہ کانٹا نکال دیا اور جب میں حضرت بایزید کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مسکرا کر پوچھا کہ جو اذیت تم کو دی گئی تھی وہ کہاں گئی؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے اختیار کو اس کے تابع کر دیا تھا اس پر حضرت بایزید نے فرمایا کہ خود کو صاحب اختیار تصور کرنا کیا شرک میں داخل نہیں۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ عظمت فقر کا اظہار کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ فرمایا کہ ایک درویش نے ماہ صیام میں ایک دولت مند کو دعوت دی اور جو کی خشک روٹی اس کے سامنے رکھ دی، پھر کھانے کے بعد اس کے گھر پہنچ کر ایک توڑا اشرفیوں کا درویش کی خدمت میں بھیجا لیکن درویش نے کہا کہ میں اپنے فقر کو دونوں جہاں کے عوض بھی فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

رات میں آپ کے یہاں چور آ گیا لیکن جب خالی ہاتھ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ رات بھر عبادت کرو اور اس کا جو کچھ صلہ مجھ کو ملے گا وہ میں تمہیں عطا کر دوں گا، چنانچہ وہ رات بھر آپ کے ہمراہ مشغول عبادت رہا اور صبح کو جب کسی دولتمند نے بطور نذرانہ سو دینار بھیجے تو آپ نے اس چور کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو صرف ایک شب کی عبادت کا معاوضہ ہے یہ سن کر چور نے کہا کہ صد حیف میں نے آج تک اس خدا کو فراموش کئے رکھا جس کی ایک رات عبادت کرنے کا یہ صلہ ملتا ہے پھر توبہ کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا اور بہت بلند مراتب حاصل کئے۔

کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ سیم و زر کی زنجیریں پڑی ہوئی ایک رتھ پر سوار ہیں اور ملائکہ اس رتھ کو

کھینچ رہے اور جب اس نے سوال کیا کہ اپ اس قدر جاہ و مرتبت کے ساتھ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں تو فرمایا کہ اپنے دوست سے ملاقات کرنے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ اتنے بلند مراتب کے باوجود آپ کو دوست سے ملاقات کی خواہش ہے؟ فرمایا کہ اگر میں نہیں پہنچا تو وہ خود آ جائے گا۔ اور زیارت کا جو مرتبہ ملتا ہے وہ اس کو حاصل ہو جائے گا۔

کرامات۔ ایک دفعہ آپ کسی بزرگ کی خانقاہ میں بوسیدہ لباس پہنے ہوئے پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کو حقارت سے دیکھا لیکن آپ خاموش رہے، پھر ایک مرتبہ کنوئیں میں ڈول گر گیا تو آپ نے انہیں بزرگ کے یہاں جا کر کہا کہ دعا فرما دیجئے کہ ڈول کنوئیں سے باہر آ جائے۔ یہ سن کر وہ بزرگ حیرت زدہ رہ گئے لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ہو تو میں خود دعا کر دوں، چنانچہ اجازت کے بعد جب آپ نے دعا فرمائی تو ڈول خود بخود باہر نکل آیا، یہ دیکھ کر جب ان تمام لوگوں نے آپ کی تعظیم کی تو فرمایا کہ اپنے مریدین کو ہدایت فرما دیجئے کہ مسافر کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا کریں۔

عجیب واقعہ۔ کسی نے آپ سے اپنے افلاس کا رونا رویا تو فرمایا کہ جتنے بھی پیشے ہو سکتے ہیں ان کا نام علیحدہ علیحدہ پرچیوں پر لکھ کر ایک لوٹے میں ڈال کر میرے پاس لے آؤ اور جب وہ تعمیل کر چکا تو آپ نے لوٹے میں ہاتھ ڈال کر جب ایک پرچی نکالی تو اس پر چوری کا پیشہ درج تھا، آپ نے اس کو حکم دیا کہ تمہیں یہی پیشہ اختیار کرنا چاہئے۔ یہ سن کر پہلے تو وہ پریشان ہوا، لیکن شیخ کے حکم کی وجہ سے چوروں کے گروہ میں شامل ہو گیا لیکن ان چوروں نے اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ جس طرح ہم کہیں گے تمہیں کرنا ہو گا، چنانچہ ایک دن اس گروہ نے کسی قافلہ کو لوٹ کر ایک دولت مند کو قیدی بنا لیا اور جب اس نئے چور سے اس دولتمند کو قتل کرنے کے لئے کہا تو اس چور کو یہ خیال آیا کہ اس طرح تو یہ لوگ صدہا انسانوں کو قتل کر چکے ہوں گے لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ ان کے سردار ہی کو ختم کر دیا جائے اور اس خیال کے ساتھ ہی اس نے سردار کا خاتمہ کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر تمام چور ڈر کے مارے فرار ہو گئے اور جس دولت مند کو قید کیا گیا تھا نئے چور نے اس کو رہا کر دیا، جس کے صلہ میں اس دولتمند نے اس کو اتنی دولت دے دی کہ یہ خود امیر کبیر بن گیا اور تمام عمر عبادت میں گزار دی۔

ایک مرتبہ کوئی بزرگ آپ کے یہاں تشریف لائے تو آپ نے ازراہ مہمان نوازی اس دن سات شمعیں روشن کیں۔ یہ دیکھ کر ان بزرگ نے اعتراض کیا کہ یہ تکلفات تو تصوف کے منافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ تمام شمعیں صرف خدا کے واسطے روشن کی ہیں اور اگر آپ غلط سمجھیں تو پھر ان میں سے جو شمع خدا کے لئے روشن نہ ہو اس کو بجھا دیں، یہ سن کر وہ بزرگ تمام شمعوں کو بجھانے میں مشغول رہے لیکن ایک بھی نہ بجھ سکی، پھر صبح کو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو میں تمہیں قدرت کے عجائبات کا نظارہ کرانا چاہتا

ہوں۔ چنانچہ جب ایک گرجا کے دروازے پر پہنچے تو وہاں ایک کافر بیٹھا ہوا تھا اور اس نے آپ کو دیکھتے ہی بہت تعظیم کے ساتھ دسترخوان بچھوایا اور کھانا چن کر عرض کیا کہ آیئے ہم دونوں کھانا کھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے دوست خدا کے غنیم کے ساتھ کیسے کھا سکتے ہیں؟ یہ سن کر وہ ایمان لے آیا اور اس کے ہمراہ مزید ۶۹ افراد مسلمان ہو گئے اور اسی شب آپ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے دیکھا کہ اے احمد! تو نے ہمارے لئے سات شمعیں روشن کیں اور اس کے صلہ میں ہم نے تیرے ہی وسیلے سے ستر قلوب کو نور ایمانی سے منور کر دیا۔

ارشادات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے انسانوں کو جانوروں کی مانند چارہ کھاتے دیکھا ہے، یہ سن کر لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ انسانوں میں شامل نہیں تھے، فرمایا کہ شامل تو میں بھی تھا لیکن فرق یہ تھا کو وہ کھاتے ہوئے خوش ہو کر اچھل کود رہے تھے اور میں کھاتے ہوئے رو رہا تھا، فرمایا کہ فقر تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے اول سخاوت، دوم تواضع، سوم ادب، پھر فرمایا کہ شاکی لوگ صابر نہیں ہو سکتے لیکن مضطرب لوگوں کا زاد راہ صبر ہے، فرمایا معرفت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کو قلب سے محبوب رکھتے ہوئے زبان سے بھی یاد کرتا رہے اور خدا کے علاوہ ہر شے کو ترک کر دے۔ فرمایا کہ اہل اخلاق خدا کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں اور خدا کی محبت یہ ہے کہ تمام اسباب و وسائل کو خیرباد کہہ کر صدق دلی کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے، فرمایا کہ جب قلب نور سے پر ہو جاتا ہے تو اس کا نور اعضا سے بھی ظاہر ہونے لگتا ہے اور اگر باطل سے لبریز ہوتا ہے تو اس کی تاریکی بھی اعضا سے ظاہر ہوتی ہے، فرمایا کہ خواب غفلت سے خراب کوئی خواب نہیں اور شہوت سے زیادہ کوئی قوی کوئی دوسری شے نہیں بلکہ غفلت کے بغیر شہوت کا غلبہ کبھی نہیں ہو سکتا، فرمایا کہ زندگی میں ایسی میانہ روی ہونی چاہئے جو دین و دنیا دونوں سے مطابقت رکھتی ہو، فرمایا کہ خدا کے سوا ہر شے سے کنارہ کشی سب سے بڑی عبادت ہے۔

کسی نے آپ کے روبرو جب یہ آیت پڑھی کہ ففروا الی اللہ تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت تو اس کے سامنے قرات کرو جو اس کا نہ بن چکا ہو پھر نصیحت فرمائی کہ نفس کو مار ڈالو تاکہ تمہیں حیات مل جائے۔

کرامت۔ وفات سے پہلے آپ ستر ہزار دینار کے مقروض تھے اور یہ تمام قرضہ خیرات و صدقات کرنے کی وجہ سے ہوا تھا چنانچہ آخری وقت جب قرض خواہوں نے تقاضا کیا تو آپ نے دعا کی کہ یا اللہ میں تو اسی وقت تیرے پاس حاضر ہو سکتا ہوں جب ان کے قرض سے سبکدوش ہو جاؤں کیوں کہ میری حیات تو ان کے پاس گروی ہے۔ ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دروازے پر سے آواز آئی کہ تمام لوگ اپنا قرض لے لیں اور جب سب لے چکے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔

باب:- ۳۴

حضرت ابو تراب بخشی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

واقعات: آپ خراسان کے عظیم المرتبت بزرگوں میں سے ہوئے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ چالیس حج کرنے کے ساتھ ساتھ عرصہ دراز تک کبھی آرام نہیں کیا، لیکن ایک مرتبہ سجدے کی حالت میں بیت اللہ کے اندر ہی نیند آگئی اور خواب میں دیکھا کہ بہت سی حوریں آپ کی جانب متوجہ ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے تو ذکر الٰہی سے ہی فرصت نہیں میں تمہاری طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہوں؟ لیکن حوروں نے کہا کہ جب آپ کی عدم توجہ کا علم دوسری حوروں کو ہو گا تو وہ ہمارا مذاق اڑائیں گی۔ یہ سن کر داروغہ جنت نے جواب دیا کہ یہ اس وقت قطعی متوجہ نہیں ہوں گے ان سے تو بس روز محشر جنت میں ہی ملاقات ہو سکے گی۔ ابن جلاء کا قول ہے کہ میں نے بے شمار بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا ہے لیکن میری نظر میں چار بزرگوں سے زیادہ عظیم المرتبت کوئی بزرگ نہیں گزرے اور ان میں پہلا درجہ حضرت ابو تراب کا ہے۔ پھر جس وقت آپ مکہ معظمہ پہنچے تو بہت ہی خوش و خرم تھے اور جب میں نے پوچھا کہ کھانے کا کیا انتظام ہے؟ فرمایا کبھی بصرہ، کبھی بغداد اور کبھی یہیں کھا لیتا ہوں۔

حالات: آپ اپنے دوستوں میں کوئی عیب دیکھتے تو خود توبہ کرتے ہوئے مجاہدات میں اضافہ کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ میری ہی نحوست کی وجہ سے اس میں یہ عیب پیدا ہوا۔ اور مریدین سے فرمایا کرتے کہ ریا کار کا کوئی کام نہ کرنا، ایک مرتبہ آپ کے کسی مرید پر ایک ماہ کا فاقہ گزر گیا اور اس نے اضطراری حالت میں خربوزے کے چھلکے کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں تجھے تصوف حاصل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ میں نے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ میرا ہاتھ حرام شے کی جانب نہ بڑھے گا۔ فرمایا کہ تمام عمر میں ایک مرتبہ جنگل میں مجھے انڈہ روٹی کھانے کی خواہش ہوئی اور میں راستہ بھول کر ایک ایسی جگہ جا پہنچا جہاں کچھ اہل قافلہ شور و غل مچا رہے تھے اور مجھے دیکھتے ہی لپٹ کر کہنے لگے، کہ اسی نے ہمارا سامان چرایا ہے اور یہ کہہ کر میرے اوپر مسلسل چھریوں سے وار کرتے رہے۔ لیکن ایک بوڑھے نے مجھے شناخت کر کے لوگوں سے کہا کہ یہ چوری نہیں کر سکتے۔ یہ تو بہت بڑے بزرگ ہیں۔ یہ سن کر سب معافی کے خواستگار ہوئے تو میں نے کہا کہ مجھے تکلیف کا شکوہ اس لئے نہیں کہ آج میرے نفس کو خوب ذلت کا سامنا ہوا۔ پھر اس بوڑھے نے اپنے گھر لے جا کر میرے سامنے انڈہ روٹی پیش کیا اور مجھے کھانے میں کچھ تامل ہوا تو ندائے غیبی آئی کہ تجھے خواہش کی سزا مل گئی۔ اب کھانا کھالے لیکن تیرے نفس کی خواہش سزا پائے بغیر کبھی پوری نہیں ہو گی۔

ایک مرتبہ آپ ارادت مندوں کے ہمراہ جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ سب کو پینے اور وضو کے لئے پانی کی ضرورت پیش آئی اور سب نے آپ سے عرض کیا، چنانچہ آپ نے زمین پر ایک لکیر کھینچ دی جہاں سے اسی وقت ایک نہر جاری ہو گئی۔

حضرت ابو العباس سے منقول ہے کہ میں ایک مرتبہ صحرا میں ساتھ تھا تو آپ کے ایک مرید نے پیاس کی شکایت کی۔ چنانچہ جیسے ہی آپ نے زمین پر پاؤں مارا ایک چشمہ نمودار ہو گیا۔ پھر دوسرے مرید نے عرض کیا کہ میں تو آنجورے میں پانی پینے کا خواہش مند ہوں اور آپ نے اس کی فرمائش پر جب زمین پر ہاتھ مارا تو بہت خوبصورت سفید رنگ کا پیالہ نکل آیا اور بیت اللہ تک وہ ہمارے ساتھ رہا۔

آپ نے حضرت ابو العباس سے پوچھا کہ آپ کے مریدین کی کشف و کرمات کے متعلق کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا بہت کم افراد اس پر یقین رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان چیزوں کو صحیح نہ سمجھنے والا کافر ہے۔

ارشادات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے تاریک رات کے اندر ایک بہت ہی خوفناک قد آور حبشی کو دیکھ کر پوچھا کہ تم جن ہو یا انسان؟ اس نے الٹا مجھ سے یہ سوال کیا کہ تم کافر ہو یا مسلمان؟ اور جب میں نے کہا کہ مسلمان ہوں تو اس نے کہا کہ مسلمان تو خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس وقت یقین ہو گیا کہ یہ غیبی تنبیہ ہے، فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو بلا سواری اور زاد راہ کے جنگل میں سفر کرتے دیکھ کر خیال کیا کہ اس سے زیادہ خدا پر کسی کو اعتماد نہیں ہو سکتا اور جب میں نے اس کی بے سروسامانی کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ خدا کو ساتھ رکھنے والے کے لئے کسی شے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ میں نے تیس سال تک نہ کسی سے کچھ لیا اور نہ دیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اس کی وضاحت فرما دیجئے تو آپ نے کہا کہ ایک شخص نے مجھے دعوت دی لیکن میں نے قبول نہیں کیا اور اس جرم میں مسلسل چودہ یوم تک فاقہ کشی کرتا رہا، فرمایا کہ بندہ صادق وہی ہے جو عمل سے قبل ہی لذت عمل کو محسوس کر لے اور اخلاص ایک ایسا عمل ہے جس میں لذت عبادت مضمر ہے۔ فرمایا کہ تین چیزوں سے انس مضرت رساں ہے۔ اول نفس سے، دوم زندگی سے اور سوم دولت سے، فرمایا کہ سکون و راحت تو صرف جنت ہی میں مل سکتے ہیں۔ فرمایا کہ واصل باللہ ہونے کے سترہ مدارج ہیں اور ان میں سب سے اعلیٰ درجہ توکل ہے اور ادنیٰ درجہ اجابت اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے دینے پر شکر ادا کرے اور نہ دینے پر صبر کرے لیکن ہمہ وقت اس کی یاد میں گم رہے۔ فرمایا کہ خدا نے علماء کو صرف ہدایت کے لئے تخلیق کیا ہے، فرمایا کہ غنا کا مفہوم ہر شے سے مستغنی ہونا ہے اور فقراء کا مفہوم ضرورت مند ہونا ہے۔

استغنا۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ کی کوئی حاجت ہو تو فرما دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو خدا سے بھی حاجت نہیں اس لئے کہ میں تو اس کی رضا پر خوش ہوں وہ جس حال میں چاہے رکھے۔ فرمایا کہ

درویش کو جو مل جائے وہی اس کا کھانا ہے اور جس سے جسم ڈھانپا جاسکے وہی لباس ہے اور جس جگہ مقیم ہو وہی مکان ہے۔

وفات:۔ آپ کا انتقال بصرہ کے صحرا میں ہوا اور انتقال کے برسوں بعد جب وہاں سے کوئی قافلہ گزرا تو دیکھا کہ آپ ہاتھ میں عصا لئے قبلہ رو کھڑے ہیں اور ہونٹ خشک ہیں مگر اس کے باوجود کوئی درندہ آپ کے پاس نہ بھٹکتا تھا۔

باب۔ ۳۵

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ کو حقائق و دقائق پر مکمل دسترس حاصل تھی، اور تاثر آمیز مواعظ کی وجہ سے آپ کو واعظ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، بعض عظیم بزرگوں کا مقولہ ہے کہ دنیا میں دو یحییٰ ہوئے ہیں۔ اول حضرت یحییٰ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے یحییٰ بن معاذ، حضرت یحییٰ کو تو منازل خوف طے کرنے کا شرف حاصل ہوا اور یحییٰ بن معاذ" نے رجا کی جادہ پیمائی میں مقام حاصل کیا۔ اور آپ عہد طفولیت ہی سے معارف حقائق سے اس طرح آشنا رہے کہ کبھی گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے اور آپ اپنی عبادت و ریاضت کی بناء پر ممتاز زمانہ رہے۔

حالات:۔ جس وقت مریدین نے آپ سے بیم و رجا کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں ارکان ایمان میں داخل ہیں اور ان کو نظر انداز کر دینے سے ایمان مستحکم نہیں ہوتا کیوں کہ خوف کرنے والا تو فراق کے خطرے کی وجہ سے عبادت کرتا ہے اور اہل رجا وصل کی امید میں مصروف عبادت رہتا ہے، لیکن عبادت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک بیم و رجا دونوں شامل نہ ہوں اور اسی طرح عبادت کے بغیر بیم و رجا بھی حاصل نہیں ہوسکتے۔

خلفائے راشدین کے بعد آپ ہی کو برسر منبر وعظ گوئی کی اولیت حاصل ہوئی۔ آپ کے ایک بھائی بحیثیت مجاور مکہ معظمہ میں بھی مقیم تھے اور انہوں نے وہاں سے آپ کو تحریر کیا کہ مجھے تین چیزوں کی تمنا تھی۔ اول یہ کہ کسی متبرک مقام پر سکونت کا موقع مل جائے، دوم یہ کہ میری خدمت کے لئے ایک خادم بھی ہو۔ لہٰذا یہ دونوں خواہشیں پوری ہوگئیں اب تیسری خواہش صرف یہ ہے کہ مرنے سے قبل ایک مرتبہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔ خدا سے دعا کیجئے کہ یہ تمنا بھی پوری کر دے۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ انسان کو تو بذات خود متبرک ہونا چاہئے تاکہ اس کی برکت سے قیام بھی متبرک ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ خادم بننا چاہئے تھا نہ کہ مخدوم۔ سوم یہ کہ اگر آپ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوتے تو میں آپ کو ہرگز یاد نہ آتا لہٰذا یاد الٰہی

میں بہن بھائی بیوی بچے سب کو فراموش کر دینا چاہئے کیوں کہ وصال خداوندی کے بعد بندہ خود بخود سب کو بھول جاتا ہے اور اگر آپ خدا ہی کو نہ پاسکے تو پھر مجھ سے ملاقات بھی بے سود ہے۔

آپ نے کسی دوست کو تحریر کیا کہ دنیا و آخرت کی مثال خواب و بیداری جیسی ہے اگر انسان خواب میں روتا ہے تو بیداری میں ہنستا ہے۔ لہٰذا تم خوف الٰہی میں رونے کو اپنا مسلک بنالو تاکہ قیامت میں ہنسنے کا موقع مل سکے۔ منقول ہے کہ اپنے بھائی کے ہمراہ ایک دیہات میں پہنچے تو بھائی نے کہا کہ یہ جگہ بہت ہی اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے اچھا وہ قلب ہے جو یاد الٰہی میں رہ کر اس دیہات کی خوبصورتی پر نظر نہ ڈالے۔

خوف . ایک مرتبہ گھر میں چراغ بجھ گیا تو آپ محض اس خوف سے روتے رہے کہ کہیں توحید و ایمان کی شمع بھی غفلت کے جھونکوں سے نہ بجھ جائے۔

ارشادات . کسی نے عرض کیا کہ موت کے مقابلہ میں دنیا کی ایک حبہ سے زائد قدر نہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر موت کا وجود نہ ہوتا تو اور بھی زیادہ بے قدر ہوتی، فرمایا کہ موت کی مثال پل جیسی ہے جو ایک حبیب کو دوسرے حبیب سے ملا دیتی ہے، کسی نے آپ کے سامنے یہ پڑھا۔ امنا برب العالمین آپ نے فرمایا کہ جب ایک لمحہ کا ایمان دو سو سال کی معصیتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ تو پھر ستر سال کا ایمان ستر سال کی معصیتوں کو کس طرح ختم نہ کر دے گا، فرمایا کہ روز محشر جب اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا کہ تیری کیا تمنا ہے تو عرض کروں گا کہ مجھے جہنم میں بھیج کر دوسروں کے لئے جہنم سرد کر دے جیسا کہ باری تعالیٰ کا یہ قول کہ "مومن کا نور آگ کے شعلوں کو سرد کر دیتا ہے" شاہد ہے۔ فرمایا کہ اگر جہنم میری ملکیت میں دے دی جائے تو میں کسی عاشق کو بھی اس میں نہ جلنے دوں کیوں کہ عاشق تو روزانہ خود کو سو مرتبہ جلاتا ہے. لوگوں نے پوچھا کہ اگر کسی عاشق کے گناہ کثرت سے ہوں پھر کیا کریں گے؟ فرمایا کہ جب بھی نہیں جلنے دوں گا کیوں کہ اس کے گناہ اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا سے خوش رہنے والے سے ہر شے خوش رہتی ہے اور جس کی آنکھیں جمال خداوندی سے منور ہو جاتی ہیں اس کے نور سے تمام دنیا کی آنکھیں منور رہتی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ روز محشر عارفین کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا۔ فرمایا کہ جس قدر بندہ خدا کو محبوب رکھتا ہے اسی قدر وہ محبوب خلائق ہو جاتا ہے اور جتنا خدا سے خائف رہتا ہے اتنا ہی مخلوق بھی اس سے خوفزدہ رہتی ہے اور جس قدر رجوع الی اللہ ہوتا ہے اسی قدر مخلوق بھی اس کی جانب رجوع کرتی ہے فرمایا کہ سب سے زیادہ خسارے میں ہے وہ جو افعال بد میں زندگی گزارتا ہے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے احتراز کرو اول غافل علماء سے، دوم کاہل قاریوں سے، سوم جاہل صوفیوں سے۔ فرمایا کہ اولیاء کرام کو تین باتوں سے پہچانو، اول وہ خالق پر بھروسہ رکھتے ہوں، دوم مخلوق سے بے نیاز ہوں، سوم خدا کو یاد کرتے ہوں، فرمایا

کہ اگر موت فروخت کی جانے والی شے ہوتی تو اہل آخرت موت کے سوا کچھ نہ خریدتے فرمایا کہ دانشمندی کی تین علامتیں ہیں۔ اول یہ کہ امراء کو حسد کے بجائے بنظر نصیحت دیکھے۔ فرمایا کہ چھپ کر گناہ کرنے والے کو خدا اظاہر میں ذلت عطا کرتا ہے کہ عبادت زیادہ کرو اور لوگوں سے کم ملو۔ پھر فرمایا کہ اگر عارفین ادب الٰہی سے محروم ہو جائیں تو ان کے لئے ہلاکت ہے۔ فرمایا کہ جو غم خدا سے دور کر دے اس سے وہ گناہ بہتر ہے، جو خدا کا محتاج بنا دے۔ فرمایا کہ خدا دوست ریا و نفاق سے دور رہتا ہے اور مخلوق سے بھی اس کی دوستی بہت کم ہوتی ہے لیکن خدا سے زیادہ بندے کا دوست اور کوئی نہیں۔ فرمایا کہ مسلمان پر مسلمان کے تین حقوق ہیں۔ اول یہ کہ اگر کسی کو نفع نہ پہنچا سکے تو مضرت بھی نہ پہنچائے، دوم یہ کہ اگر کسی کو اچھا نہ کہے تو برا بھی نہ کہے، سوم یہ کہ اگر کسی کو خوش نہ کر سکے تو غمزدہ بھی نہ کرے۔ فرمایا کہ احمق ہیں وہ لوگ جو افعال جہنم کے بعد جنت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا کہ توبہ کے بعد ایک گناہ بھی ان ستر گناہوں سے بدتر ہے جن کے بعد توبہ کی گئی ہو پھر فرمایا مومن بیم و رجا کے مابین رہ کر گناہ کرتا ہے۔ فرمایا کہ حیرت ہے ان لوگوں پر جو بیماری کے خوف سے کھانے کو ترک کر دیتے ہیں لیکن خوف آخرت سے معصیت نہیں چھوڑتے۔ پھر فرمایا کہ تین قسم کے لوگ دانشمند ہوتے ہیں۔ اول تارک الدنیا، دوم طالب عقبیٰ، سوم خدا کے عاشق۔ فرمایا کہ مرتے وقت دو پریشانیاں لاحق رہتی ہیں۔ اول یہ کہ ان کے بعد دولت پر دوسرے لوگ قابض ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ لوگ اس کی دولت کا حساب دریافت کریں گے۔ فرمایا کہ توکل اور زہد پر طعنہ زنی کرنا ہے فرمایا کہ فاقہ کشی مریدوں کے لئے ریاضت، توبہ کرنے والوں کے لئے تجربہ، زاہدوں کے لئے سیاست، اور عارفین کے لئے مغفرت ہے فرمایا کہ اہل تقویٰ عمل کی جانب، ابدالین آیات کی جانب، طالبین حق احسان کی جانب اور عارفین ذکر کی جانب راغب کراتے ہیں فرمایا کہ نزول بلیات کے وقت صبر کی حقیقت اور مکاشفہ کے وقت حقیقت رضا ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ صدق دلی سے قلیل عبادت بھی اس ستر سال کی عبادت سے بدرجہا بہتر ہے جو بے دلی کے ساتھ کی گئی ہو۔ فرمایا کہ طالب کی اعلیٰ منزل خوف اور واصل کی حیا یا رجا ہے۔ فرمایا کہ عمل کو عیوب سے محفوظ رکھنا ہی اخلاص ہے۔ فرمایا کہ خواہشات سے کنارہ کشی شوق الٰہی ہے۔ فرمایا کہ ز ہ د تین حروف ہیں ز سے مراد زینت کو ترک کر دینا ہے ہ سے مراد ہوا یعنی خواہشات کو خیرباد کہہ دینا اور د سے مراد دنیا کو چھوڑ دینا۔ فرمایا کہ زاہد وہ ہے جو طلب دنیا سے زیادہ ترک دنیا کی خواہش رکھتا ہو فرمایا کہ اطاعت خدا کا خزانہ ہے اور دعا اس کی کنجی ہے۔ فرمایا کہ توحید نور ہے اور شرک نار اور توحید کا نور گناہوں کو اور شرک کی نار نیکیوں کو جلا دیتے ہیں فرمایا کہ ذکر الٰہی گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور اس کی رضا آرزوؤں کو فنا کر دیتی ہے اور بندہ اس کی محبت میں سرگرداں رہتا ہے۔ فرمایا کہ اگر تم خدا سے راضی ہو تو وہ بھی تم سے راضی ہے کسی نے سوال کیا کہ کیا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا سے راضی نہیں

اور اس کی معرفت کے دعویدار بھی ہیں؟ فرمایا کہ جب نفس ایسی عبادت کا دعویدار بن جائے کہ اگر تین دن رات نہ کھائے تو نفس میں نقاہت پیدا نہ ہو فرمایا کہ خدا پر اعتماد کر کے مخلوق سے بے نیاز ہونے کا نام درویشی ہے اور قیامت میں صرف درویشی ہی کی قدر ہوگی اور تونگری کی ناقدری. فرمایا کہ جفائے محبوب پر صبر اور وفا پر شکر کا نام محبت ہے۔ کسی نے کہا کہ بعض لوگ آپ کی غیبت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر میرے اندر عیوب ہیں تو میں واقعی اس کا سزاوار ہوں اور اگر اچھائیاں ہیں تو غیبت سے مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچتا سوال کیا گیا کہ آپ اپنے مواعظ میں ہمیشہ خوف و رجاہی کا ذکر کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ قوی اور بندہ کمزور اس لئے بندے کو اس سے خوف و امید ہی رکھنا مناسب ہے۔

طریقہ دعا:۔ آپ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے کہ اے اللہ! گو میں بہت ہی معصیت کار ہوں پھر بھی تجھ سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں کہ میں سرتاپا معصیت اور تو مجسم عفو ہے. اے اللہ تو نے فرعون کو خدائی دعویٰ پر بھی حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارون ؑ کو نرمی کا حکم دیا۔ لہٰذا جب تو انا ربکم الاعلیٰ کہنے والے پر کرم فرما سکتا ہے تو جو بندے سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہیں ان پر تیرے لطف و کرم کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اے اللہ! میری ملکیت میں ایک کمبل کے سوا کچھ نہیں لیکن اگر یہ بھی کوئی طلب کرے تو میں دینے پر تیار ہوں. اے اللہ! تیرا ارشاد ہے کہ نیکی کرنے والوں کو نیکی کی وجہ سے بہتر صلہ دیا جاتا ہے۔ اور میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں جس سے افضل دنیا میں کوئی نہیں ہے لہٰذا اس کے صلہ میں اپنے دیدار سے نواز دے. اے اللہ! جس طرح تو کسی سے مشابہ نہیں اسی طرح تیرے امور بھی دوسروں سے غیر مشابہ ہیں اور جب یہ دستور ہے کہ طالب اپنے مطلوب کو راحتیں پہنچاتا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تو اپنے بندوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس لئے کہ تجھ سے زیادہ محبوب رکھنے والا اور کون ہو سکتا ہے اے اللہ! میرا دنیاوی حصہ کفار کو دے دے اور اخروی حصہ اہل ایمان کو عطا کر دے کیونکہ میرے لئے تو دنیا میں تیری یاد اور آخرت میں تیرا دیدار بہت کافی ہے اے اللہ! چونکہ تو گناہ بخشنے والا ہے اور میں گناہ گار ہوں اسی لئے تجھ سے طالب مغفرت ہوں۔ اے اللہ! تیری غفاری اور اپنی کمزوری کی بناء پر ارتکاب معصیت کرتا ہوں۔ اس لئے اپنی غفاری یا میری کمزوری کے پیش نظر مجھے بخش دے۔ اے اللہ! روز محشر جب مجھ سے پوچھا جائے گا کہ دنیا سے کیا لایا، تو میرے پاس کوئی بھی جواب نہ ہوگا۔

حالات:۔ آپ ایک لاکھ کے محض اس لئے مقروض ہو گئے کہ نمازیوں، حاجیوں، فقراء، صوفیاء اور علماء کو قرض لے کر دے دیا کرتے تھے۔ جب قرضہ دینے والوں نے تقاضا شروع کیا تو آپ نے جمعہ کی شب میں حضور اکرم ؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے یحییٰ! رنجیدہ نہ ہو کیوں کہ تیرا غم مجھ کو غمگین کر دیتا ہے۔ اب تیرے لئے یہ حکم ہے کہ ہر شہر میں جا کر وعظ کہہ اور میں ایک شخص کو حکم دوں گا کہ تجھے تین

لاکھ درہم دے دے۔ چنانچہ سب سے پہلے نیشاپور پہنچ کر آپ نے وعظ میں فرمایا کہ اے لوگو! میں خدا کے نبیؐ کے حکم پر شہر در شہر وعظ گوئی کے لئے نکلا ہوں کیوں کہ میں ایک لاکھ درہم کا مقروض ہو چکا ہوں اور حضورؐ نے فرمایا کہ ایک شخص تیرا قرض ادا کر دے گا۔ یہ سن کر ایک شخص پچاس ہزار درہم اور دوسرے نے چالیس ہزار درہم اور تیسرے نے دس ہزار درہم کی پیش کش کی لیکن آپ نے فرمایا کہ مختلف لوگوں سے لے کر مجھے قرض کی ادائیگی منظور نہیں کیوں کہ مجھے تو یہ حکم ملا ہے کہ صرف ایک شخص قرض ادا کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے ایسے متاثر انداز میں وعظ فرمایا کہ اسی مجلس میں سات افراد کا انتقال ہو گیا۔ پھر وہاں سے بلخ پہنچے تو تونگری کے فضائل کچھ اس انداز میں بیان فرمائے کہ ایک شخص نے ایک لاکھ درہم کا نذرانہ پیش کر دیا، لیکن ایک بزرگ نے فرمایا کہ درویشی کے مقابلہ میں تونگری کی فضیلت بیان کرنا آپ کی شان کے منافی ہے۔ چنانچہ بلخ سے روانگی کے بعد راستہ میں ڈاکوؤں نے آپ کی ساری رقم لوٹ لی اس وقت آپ کو خیال آیا کہ یہ حادثہ انہیں بزرگ کے قول کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ پھر جب آخر میں آپ ملک ہری میں پہنچے تو اپنا خواب بیان کیا۔ چنانچہ دوران وعظ حاکم ہری کی لڑکی نے بیان کیا کہ اسی دن مجھے بھی حضور اکرمؐ نے آپ کے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا تھا اور جب میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو خود وہاں جا کر ان کا قرض ادا کر دوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ خود یہاں آئے گا۔ لہٰذا میری آپ سے اتنی استدعا ہے کہ صرف چار یوم تک یہاں وعظ فرما دیں۔ چنانچہ آپ کے مواعظ کا ایسا اثر ہوا کہ چار یوم کے اندر ۱۴۵ افراد آپ کی مجلس وعظ میں انتقال کر گئے اور جب آپ وہاں سے رخصت ہونے لگے تو اس امیر کی لڑکی نے ساٹھ اونٹ دینار و درہم سے بھر کر آپ کے ہمراہ کئے اور جب آپ وطن پہنچے تو صاحبزادے کو ہدایت کی کہ تمام قرض کی ادائیگی کے بعد جو رقم بچ جائے اس کو فقراء میں تقسیم کر دو، کیونکہ میرے لئے خدا کی ذات بہت کافی ہے۔ اس کے بعد آپ زمین پر سر رکھے ہوئے مشغول مناجات تھے کہ کسی نے ایسا پتھر مارا کہ آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کی نعش کو نیشاپور لے جا کر قبرستان معمر میں دفن کیا گیا۔

باب۔ ۳۶

حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت ہی عظیم المرتبت بزرگ ہوئے ہیں اور آپ کی تصانیف میں مراۃ الحکماء بہت مشہور تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو بے شمار بزرگوں سے شرف نیاز حاصل رہا، جن میں حضرت ابوتراب بخشی اور یحییٰ بن معاذ جیسی بزرگ ہستیاں بھی شامل ہیں اور جب آپ نیشا پور پہنچے تو حضرت ابو حفص نے اپنی عظمت و برتری کے باوجود آپ کا احترام کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کو عبا

میں تلاش کرتا تھا اس کو قبا میں پایا۔

حالات :۔ آپ مکمل چالیس سال تک نہیں سوئے اور جب آنکھیں نیند سے بھاری ہونے لگتیں تو نمک بھر لیتے لیکن چالیس سال کے بعد آپ ایک مرتبہ سوئے تو اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے تجھے بیداری میں تلاش کیا لیکن خواب میں پایا، ندا آئی کہ یہ اس بیداری کا معاوضہ ہے۔ اس کے بعد سے آپ نے سونے کو اس لئے اپنا معمول بنالیا کہ شاید پھر جلوۂ خداوندی نظر آجائے اور اپنے اس خواب پر اس قدر نازاں تھے کہ یہ فرمایا کرتے اگر اس خواب کے معاوضہ میں مجھے دونوں عالم بھی عطا کئے جائیں جب بھی قبول نہیں کروں گا۔

جب آپ کے یہاں لڑکا تولد ہوا تو اس کے سینہ پر سبز حروف میں اللہ جل شانہ. تحریر تھا لیکن جب شعوری عمر کو پہنچا تو لہو و لعب میں مشغول رہ کر بربط پر گانا گایا کرتا تھا۔ چنانچہ رات کے وقت جب ایک محلہ میں سے گاتا ہوا گزرا تو ایک نئی دلہن جو اپنے شوہر کے پاس نہ سوئی ہوئی تھی مضطربانہ طور پر اٹھ کر باہر جھانکنے لگی. دریں اثنا جب شوہر کی آنکھ کھلی تو بیوی کو اپنے پاس نہ پاکر اٹھا اور بیوی کے پاس پہنچ کر اس لڑکے سے مخاطب ہو کر کہا کہ شاید ابھی تیری توبہ کا وقت نہیں آیا۔ یہ سن کر لڑکے نے تاثر آمیز انداز میں کہا کہ یقیناً وقت آچکا ہے اور یہ کہہ کر بربط توڑ دیا اور اسی دن سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو گیا اور اس درجہ کمال تک پہنچا کہ اس کے والد فرمایا کرتے تھے کہ جو مقام مجھے چالیس سال میں حاصل نہ ہوا وہ صاحبزادے کو چالیس یوم میں مل گیا۔

شاہ کرمان نے آپ کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو آپ نے تین یوم کی مہلت طلب کی اور تین دنوں میں مسجد کے اطراف اس نیت سے چکر کاٹتے رہے کہ کوئی درویش کامل مل جائے تو میں اس سے نکاح کر دوں۔ چنانچہ تیسرے دن ایک بزرگ خلوص قلب کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتے ہوئے مل گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم نکاح کے خواہش مند ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں تو بہت مفلوک الحال ہوں۔ مجھ سے کون اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے. لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ چنانچہ باہمی رضامندی سے نکاح ہو گیا۔ اور جب صاحبزادی اپنے شوہر کے پہنچیں تو دیکھا کہ ایک کونے میں پانی اور ایک ٹکڑا سوکھی ہوئی روٹی کا رکھا ہوا ہے اور جب شوہر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ آدھا پانی اور آدھی روٹی کل کھالی تھی اور آدھی آج کے لئے بچار کھی تھی۔ یہ سن کر جب بیوی نے اپنے والدین کے یہاں جانے کی خواہش کی تو شوہر نے کہا کہ میں تو پہلے ہی جانتا تھا کہ شاہی خاندان کی لڑکی فقیر کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتی لیکن بیوی نے جواب دیا کہ یہ بات نہیں بلکہ میں تو اپنے والد سے یہ شکایت کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرا نکاح کسی متقی سے کر رہا ہوں مگر اب مجھے معلوم

ہوا کہ میرا نکاح تو ایسے شخص سے کر دیا گیا ہے جو خدا پر قانع نہیں ہے اور دوسرے دن کے لئے کھانا بچا کر رکھتا ہے جو توکل کے قطعاً منافی ہے لہٰذا اس گھر میں یا تو میں رہوں گی یا یہ روٹی رہے گی۔

حضرت "ابو حفص" نے آپ کو تحریر کیا کہ جب میں نے اپنے عمل و نفس اور معصیتوں پر نگاہ ڈالی تو مایوسیوں کے سوا کچھ نہ ملا۔ آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ میں نے آپ کے مکتوب کو اپنے قلب کے لئے آئینہ بنالیا ہے کیوں کہ اگر نفس سے مخلصانہ مایوسی ہوگی تو خدا تعالیٰ سے آس ہوگی اور جب خدا سے آس ہوگی تو خوف پیدا ہو گا اور جب خوف پیدا ہو گا تو نفس کی جانب مایوسی ہوگی اور جب نفس سے مایوسی ہوگی تو خدا کی یاد بھی ہو سکے گی اور جب خدا کی یاد مکمل ہوگی تو استغنا پیدا ہو گا اور مستغنی ہونے کے بعد ہی خدا کا وصال ہو سکتا ہے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ آپ کے گہرے دوستوں میں تھے۔ چنانچہ جب دونوں ایک ہی شہر میں جمع ہوئے تو حضرت یحییٰ نے اپنی مجلس وعظ میں آپ کو بھی دعوت دی لیکن آپ نہیں گئے اور جب ایک دن حضرت یحییٰ کے پاس پہنچے تو ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت یحییٰ وعظ گوئی میں مشغول تھے لیکن اچانک زبان بند ہو گئی تو آپ نے کہا کہ اس مجلس میں شاید مجھ سے بھی بہتر کوئی واعظ موجود ہے۔ جس کے تصرف نے میری زبان بند کر دی ہے۔ یہ سن کر آپ سامنے آئے اور فرمایا کہ میں اسی وجہ سے اس کی مجلس وعظ میں شریک ہونا نہیں چاہتا تھا۔

ارشادت:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اہل فضل اور اہل ولایت کی ولایت اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک وہ اپنے فضل و ولایت کو فضل و ولایت تصور نہیں کرتے۔ فرمایا کہ فقر خدا کا ایک راز ہے اور جب تک فقراء اس کو پوشیدہ رکھتے ہیں امین ہوتے ہیں اور افشائے راز کے بعد ان سے فقر طلب کر لیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ صدق کی تین علامتیں ہیں۔ اول دنیا سے نفرت کا اظہار، دوم مخلوق سے دوری، سوم خواہشات پر غلبہ حاصل کرنا، فرمایا کہ خوف الٰہی کا مفہوم ہمیشہ خائف رہنا ہے اور سب سے بڑا خائف وہ ہے جو د کھاوے کے لئے حقوق اللہ کی تکمیل نہ کرتا ہو۔ فرمایا کہ صبر کی تین علامتیں ہیں ترک شکایت، صدق رضا اور قبولیت رضا۔ فرمایا کہ میری مثال اس زندہ مرغ کی سی ہے جس کو سیخ پر لگا کر آگ میں رکھ دیا جائے اور چاروں طرف سے آگ دھکائی جائے۔

وفات:۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت علی سیرجانی آپ کی قبر پر فقراء کو کھانا تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ اس وقت کسی مہمان کو بھیج دے تاکہ میں اس کے ہمراہ کھانا کھاؤں۔ چنانچہ اسی وقت ایک کتا آ گیا۔ لیکن آپ نے اس کو دھتکار کر بھگا دیا، اس کے جاتے ہی ندائے غیبی آئی کہ خود ہی مہمان کو دھتکار دیتے ہو۔ یہ ندا سن کر آپ مضطربانہ طور پر کتے کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور تلاش بسیار کے بعد

جب وہ ایک جنگل میں مل گیا تو آپ نے کھانا اس کے سامنے رکھ دیا لیکن اس نے نہیں کھایا جس کی وجہ سے احساس ندامت کرتے ہوئے آپ نے توبہ کی۔ توبہ کے بعد آپ سے کتے نے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا ورنہ اگر شاہ کرمانی کے مزار سے ہٹ کر اس قسم کی حرکت کرتے تو ناقابل فراموش سزا کے مستوجب ہوتے۔

باب۔ ۳۷

حضرت یوسف بن حسین رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ بہت باکمال اور عظیم بزرگوں میں سے ہیں اور بڑے بڑے مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کا تعلق حضرت ذوالنون مصری کے ارادت مندوں میں سے تھا۔ اس کے علاوہ آپ بہت خوبصورت اور خوش پوش بھی تھے۔ طویل عمر پانے کے باوجود کثرت سے عبادت کیا کرتے تھے۔

حالات:۔ عہد جوانی میں کسی قبیلے کی سردار کی لڑکی آپ کے عشق میں مبتلا ہو گئی اور ایک روز تنہائی میں آپ سے وصل کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ کے اوپر خوف الٰہی کا اس درجہ غلبہ ہوا کہ وہاں سے بھاگ پڑے اور رات کو خواب میں حضرت یوسف کو ایک تخت پر اس طرح جلوہ فرما دیکھا کہ ملائکہ صف بستہ آپ کے سامنے کھڑے ہیں اور آپ کو دیکھتے ہی حضرت یوسف بہر استقبال کھڑے ہو گئے اور اپنے پہلو میں بٹھا کر فرمایا کہ جس وقت تمہارے اوپر لڑکی کی خواہش وصل پر خوف الٰہی کا غلبہ ہوا تھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے یوسف! تم نے زلیخا کے شر سے بچنے کی دعا کی تھی لیکن یہ وہ یوسف ہے جس نے ہمارے خوف سے سردار کی لڑکی کو ٹھکرا دیا، اور آج اسی وجہ سے تم سے ملاقات کے لئے مجھے حکم دیا گیا ہے۔ پھر حضرت یوسف نے فرمایا کہ تم کو یہ بشارت دیتا ہوں کہ آئندہ چل کر تمہارا شمار عظیم بزرگوں میں ہو گا لہٰذا تم اسم عظیم کی تعلیم کے لئے خدمت کرتے رہو لیکن پاس ادب کی وجہ سے اظہار مدعا نہ کر سکے۔ پھر جب خود ہی حضرت ذوالنون نے آمد کا مقصد دریافت کیا تو عرض کیا کہ حصول نیاز اور خدمت گزاری کے لئے حاضر ہوا ہوں اور یہ کہہ کر پھر مزید ایک سال تک وہیں پڑے رہے۔ پھر دو سال گزرنے کے بعد جب دوبارہ حضرت ذوالنون نے آمد کا مقصد پوچھا تو عرض کیا اسم اعظم سیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور مزید ایک سال تک کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر تین سال گزر جانے کے بعد آپ کے ہاتھ میں سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک پیالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ پیالہ دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر فلاں شخص کو دے آؤ اور وہی شخص تم کو اسم اعظم بھی بتا دے گا۔ چنانچہ بے یقینی کی کیفیت میں جب راستہ میں اس پیالہ کو کھول کر دیکھا تو اس میں سے ایک چوہا کود کر بھاگ گیا۔ یہ دیکھ کر آپ بے حد نادم ہوئے اور خالی پیالہ اس شخص کے ہاتھ میں جا کر دے

دیا۔ اس نے کہا کہ جب تم ایک چوہے کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر اسم اعظم کو کیسے محفوظ رکھ سکو گے۔ یہ جواب سن کر آپ مایوسی کے عالم میں حضرت ذوالنون کی خدمت میں واپس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سات مرتبہ خدا سے تمہیں اسم اعظم بتانے کی اجازت چاہی لیکن ہر مرتبہ یہی جواب ملا کہ ابھی آزماؤ۔ چنانچہ بطور آزمائش کے میں نے تمہیں چوہا بند کر کے دے دیا تھا لیکن یہ اندازہ ہوا کہ تم ابھی تک اسم اعظم کی حفاظت کے اہل نہیں ہوئے ہو۔ لہٰذا اپنے وطن واپس جا کر وقت کا انتظار کرو۔ چنانچہ روانگی سے قبل جب آپ نے حضرت ذوالنون سے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ لکھا پڑھا ہے اس کو یکسر فرمواش کر دو تاکہ درمیان سے حجاب اٹھ جائے اور مجھ کو بھی اس طرح بھلا دو کہ کسی کے سامنے مجھے اپنا مرشد مت کہو لیکن آپ نے عرض کیا کہ یہ دونوں شرطیں میرے لئے ناقابل قبول ہیں البتہ تیسری شرط کہ مخلوق کو خدا کی جانب مدعو کرو اس پر انشاء اللہ ضرور عمل پیرا رہوں گا چنانچہ وطن واپس آنے کے بعد آپ نے تبلیغ و وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن علماء نے آپ کی اس درجہ مخالفت کی کہ عوام آپ سے بدظن ہو گئے اور ایک دن جب آپ وعظ کہنے پہنچے تو وہاں ایک فرد بھی موجود نہیں تھا لہٰذا آپ نے وعظ گوئی ترک کر دینے کا قصد ہی کیا تھا کہ ایک بڑھیا نے کہا۔ آپ نے ذوالنون سے مخلوق کو پند و نصائح کرتے رہنے کا وعدہ کیا تھا پھر یہ عہد شکنی کیسی؟ اس کے بعد سے آپ نے یہ پرواہ کئے بغیر کہ کتنے افراد وعظ میں حاضر ہوتے ہیں مسلسل پچاس برس تک اپنا سلسلہ وعظ جاری رکھا اور آپ کے فیض صحبت سے حضرت ابراہیم خواص پر یہ اثر ہوا کہ بغیر سواری اور زاد راہ کے صحراؤں میں سفر کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم خواص سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عالم رویا میں یہ ندا سنی کہ یوسف بن حسین سے کہہ دو کہ تم راندہ درگاہ ہو چکے ہو لیکن بیداری کے بعد یہ خواب بیان کرتے ہوئے ان سے مجھے ندامت ہوئی لیکن دوسری شب پھر یہی خواب دیکھا اور تیسری شب مجھے تنبیہ کی گئی کہ اگر تم نے یہ خواب ان سے بیان نہ کیا تو تمہیں زندگی بھر کے لئے سزا میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ جب خواب بیان کرنے کی نیت سے آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے حکم دیا کہ کوئی عمدہ سا شعر سناؤ اور جب میں نے ایک شعر سنایا تو آپ اس قدر روئے کہ آنکھوں سے لہو جاری ہو گیا پھر فرمایا کہ شائد اسی لئے مجھے زندیق کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ میں مردود بارگاہ ہوں قطعاً درست ہے حضرت ابراہیم کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور اسی ادھیڑ بن میں جنگل کی طرف نکل گیا اور وہاں جب حضرت خضر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ یوسف بن حسین "عشق الٰہی کی شمشیر کے گھائل ہیں اور ان کا مقام اعلیٰ علیین میں ہے اور خدا کی راہ میں ایسا ہی مقام حاصل بھی کرنا چاہئے کہ تنزلی کے بعد بھی علیین میں رہیں اور واصل باللہ ہونے کے بعد اگر بادشاہی نہیں تو وزارت تو مل ہی جاتی ہے۔

عہد شباب میں حضرت عبدالواحد زید نہایت ہی شوخ و نڈر تھے اور اکثر والدین سے لڑ جھگڑ کر بھاگ جاتے تھے وہ اتفاق سے ایک دن آپ کی مجلس وعظ میں جا پہنچے اور آپ اپنے وعظ میں یہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس طرح اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے جس طرح کوئی محتاج ہو کر کسی کے سامنے جاتا ہے یہ سنتے ہیں عبدالواحد زید پر اثر ہوا کہ چیخ ماری اور کپڑے پھاڑ کر قبرستان کی طرف چل دیئے اور تین شب و روز عالم بے خودی میں وہیں پڑے رہے لیکن جس دن ان کے اوپر یہ کیفیت طاری ہو رہی تھی اسی دن یوسف بن حسین نے خواب میں یہ ندا سنی کہ تائب ہونے والے نوجوان کو تلاش کرو۔ چنانچہ جس وقت تلاش کرتے ہوئے قبرستان پہنچے تو تین ہی یوم میں حضرت عبدالوحد نے وہ مدارج طے کر لئے تھے کہ آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ آپ کو تو تین یوم قبل حکم دیا گیا تھا لیکن آپ آج پہنچے ہیں۔

نیشاپور کے ایک تاجر کا کسی پر قرض تھا اور وہ شخص کہیں باہر چلا گیا تھا اور اسی دوران میں اس تاجر نے ایک حسین کنیز خریدی تھی لہٰذا قرض وصول کئے جانے سے قبل وہ اس فکر میں سرگرداں تھا کہ کنیز کو کس کے حوالے کیا جائے آخر کار حضرت عثمان حیری سے درخواست کی کہ اگر آپ کی بیوی کنیز کو اپنے پاس رکھ لیں تو فلاں جگہ جا کر اپنا قرض وصول کر لاؤں اور جب وہ کنیز کو چھوڑ کر چلا گیا تو ایک دن عثمان حیری کی اس پر نظر پڑ گئی اور شہوانی جذبات بیدار ہو گئے لیکن آپ فوراً اپنے مرشد حضرت ابو حفص حداد کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے حکم دیا کہ حضرت حسین بن یوسف کے پاس فوراً رے چلے جاؤ چنانچہ رے پہنچ کر جب لوگوں سے ان کا پتہ پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو زندیق ہے اور تم بھی اس کے پاس جا کر برباد ہو جاؤ گے جب کہ تم خود صاحب کمال معلوم ہوتے ہو۔ یہ سن کر عثمان حیری پھر نیشاپور واپس آ گئے اور اپنے مرشد سے پورا واقعہ بیان کر دیا لیکن انہوں نے پھر یہی حکم دیا کہ تم واپس رے جا کر کسی طرح ان سے ملاقات کرو اور جب وہ دوبارہ رے جا کر ان سے ملے تو دیکھا کہ ایک کمسن لڑکا ان کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور جام و صراحی سامنے رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا تو حضرت یوسف بن حسین نے جواب دینے کے بعد ایسے مؤثر انداز میں گفتگو کی کہ یہ دنگ رہ گئے۔ پھر عثمان حیری نے ان سے سوال کیا کہ صاحب معرفت ہونے کے باوجود بھی آپ نے ظاہری حالت ایسی کیوں بنا رکھی ہے کہ لوگ آپ سے متنفر ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بچہ ہے اور صراحی میں پانی ہے لیکن ظاہری حالت میں نے اس لئے خراب کر رکھی ہے کہ کہیں کوئی غیر شخص مجھ کو دیندار سمجھ کر ترکی کنیز میرے حوالے نہ کر دے۔ یہ سن کر عثمان حیری تاڑ گئے کہ خدا کا دوست کبھی مخلوق سے دوستی نہیں رکھ سکتا۔

آپ عشاء کے بعد سے صبح تک حالت قیام میں گزار دیتے تھے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کس قسم کی عبادت ہے تو فرمایا کہ عشا کے بعد رکوع و سجود کی طاقت باقی نہیں رہتی اس لئے قیام کئے رہتا ہوں۔

اقوال زریں:۔ حضرت جنید بغدادی کو آپ نے تحریر کیا کہ اگر خدا نے تمہیں نفس کی شدت سے آشنا کر دیا تو کوئی مرتبہ بھی حاصل نہ کر سکو گے اور اللہ نے ہر امت میں کچھ امین مقرر کئے ہیں لیکن امت محمدی کے امین اولیاء کرام ہیں اور عورتوں اور لڑکوں کی صحبت صوفیاء کے لئے تباہ کن ہوتی ہے اور جو قلبی لگاؤ سے خدا کو یاد کرتا ہے اس کے قلب سے خود بخود ماسوا اللہ کی یاد نکل جاتی ہے اور صادق وہی ہے، جو گوشہ تنہائی میں خدا کو یاد کرتا ہے اور موحد وہ ہے جو خدا کی بارگاہ میں رہ کر اوامر و نواہی کی پابندی کرتا رہے، اور بحر توحید میں غرق ہونے والے کی تشنگی کبھی رفع نہیں ہوتی اور زاہد وہی ہے جو خود کو کھو کر خدا کو تلاش کرتا رہے اور بندے کو بندہ ہی کی طرح رہنا سزاوار ہے اور جو غور و فکر کے بعد خدا کو پہچان لیتا ہے وہ عبادت بھی بہت زیادہ کرتا ہے۔

وفات:۔ انتقال کے وقت آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ! میں قول سے مخلوق کو فعل سے نفس کو نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ لہٰذا مخلوق کی نصیحت کے معاوضہ میں میرے نفس کی خیانت کو معاف کر دے۔

وفات کے بعد کسی بزرگ نے آپ کو اعلیٰ مراتب پر فائز دیکھ کر سوال کیا کہ یہ مرتبہ آپ کو کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا کہ میں نے دنیا میں برائی کو بھلائی کے ساتھ کبھی مخلوط نہیں ہونے دیا۔

باب۔ ۳۸

حضرت ابو حفص حداد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ کا شمار اقطاب عالم میں ہوتا ہے اور آپ کو کسی واسطے کے بغیر کشف و مراتب حاصل ہوئے اس کے علاوہ حضرت عثمان حیری جیسے بزرگ آپ کے ارادت مندوں میں داخل ہوئے اور شاہ شجاع کرمانی نے آپ کے ہمراہ بغداد جا کر بہت عظیم المرتبت بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا۔

حالات:۔ عہد شباب میں آپ کو ایک کنیز سے عشق ہو گیا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے نیشاپور جا کر آپ نے ایک جادوگر سے ملاقات کی لیکن اس نے یہ شرط لگا دی کہ چالیس یوم کی عبادت کو ترک کر کے میرے پاس آنا۔ چنانچہ اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے بعد جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے طرح طرح کے جادو کرنا شروع کئے مگر ایک بھی کارگر نہ ہو سکا اور جب اس نے کہا کہ اس چالیس یوم میں تم نے ضرور کوئی نیک عمل کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا البتہ اتنا ضرور ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے پتھر وغیرہ اٹھا کر اس نیت سے پھینک دیتا تھا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ یہ سن کر جادوگر نے کہا کہ کس قدر افسوس ناک ہے یہ بات کہ آپ ایسے خدا کی عبادت سے گریزاں ہیں جس نے معمولی سی نیکی کو وہ قبولیت عطا کی کہ میرے تمام جادو ناکام ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اسی وقت توبہ کر کے خدا کی عبادت شروع کر دی اور آپ کو حداد

اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ لوہار تھے۔

آپ ایک دینار روزانہ کما کر رات کو فقراء میں تقسیم کر دیتے اور بیوہ عورتوں کے گھروں میں چپکے سے پھینک دیتے تھے تاکہ کسی کو علم نہ ہو سکے اور خود عشا کے وقت بھیک مانگ کر یا گرا پڑا ساگ پات لا کر پکایا کرتے تھے اور برسوں اسی طرح زندگی گزارتے رہے۔ ایک مرتبہ کوئی نابینا آپ کی دوکان کے سامنے سے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے گزرا

وبدالهم من الله مالم یکونوا یحتسبون

یعنی من جانب اللہ ان پر وہ بات ظاہر ہو گئی جس کا کسی کو علم نہ تھا۔ یہ آیت سن کر ایسی بے خودی طاری ہوئی کہ بھٹی میں گرم لوہا نکال کر ہاتھ پر رکھ لیا اور شاگردوں کو حکم دیا کہ اس کو ہتھوڑے سے کوٹ دو۔ یہ سن کر شاگرد حیرت زدہ ہو گئے۔ جب آپ کو ہوش آیا تو تمام دکان کا مال لٹا کر گوشہ نشین ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے اپنا بھید چھپانا چاہا لیکن خدا کی مرضی معلوم نہیں ہوئی۔

منقول ہے کہ ایک محلّہ میں کوئی محدث حدیث بیان کیا کرتے تھے اور جب اہل محلّہ نے حدیث سننے کے لئے چلنے کو کہا تو فرمایا کہ تیس برس قبل ایک حدیث سنی تھی اور آج تک اس پر مکمل عمل نہ کر سکا۔ پھر مزید حدیث سن کر کیا کروں گا؟ اور جب لوگوں نے وہ حدیث پوچھی تو آپ نے سنادی کہ "بہترین مرد وہی ہے جو ایسی چیزوں کو چھوڑ دے جن میں کوئی اسلامی مفاد مضمر نہ ہو"

ایک مرتبہ چند ساتھیوں کے ہمراہ جنگل میں جا کر ذکر الٰہی میں مستغرق ہو گئے تو وہاں ایک ہرن آ کر آپ کی آغوش میں لوٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ رونے لگے اور وہ ہرن بھاگ گیا۔ پھر جب ساتھیوں نے ہرن کے آغوش میں لوٹنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ مجھے خیال آ گیا تھا کہ اگر اس وقت کہیں سے بکری مل جاتی تو میں ساتھیوں کی دعوت کرتا لہٰذا بکری کے بجائے وہ ہرن میری آغوش میں آ گیا پھر لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ہرن کی آمد مجھے خدا کی بارگاہ سے دور کرنے کے لئے تھی کیوں کہ اگر خدا تعالیٰ فرعون کی بھلائی چاہتا تو خود اس کی خواہش پر دریائے نیل جاری نہ کرتا۔

عالم غضب میں بھی آپ خوش خلقی سے پیش آتے اور جب غصہ ختم ہو جاتا اس وقت دوسری باتیں کرتے تھے۔ حضرت ابو عثمان حیری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے سامنے منقیٰ کے دانے رکھے ہوئے تھے چنانچہ میں نے اس سے ایک اٹھا کر رکھ لیا۔ لیکن آپ نے میرا رخسار دباتے ہوئے پوچھا. تم نے بلا اجازت منقیٰ کیوں کھایا. میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی فراخ دلی کا علم ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے آپ فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں اس لئے میں نے منقیٰ کھا لیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب مجھے خود اپنے دل کا حال معلوم نہیں تو پھر مجھ کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو عثمان حیری کہا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ میں وعظ گوئی کا ارادہ رکھتا ہوں کیوں کہ مجھے مخلوق سے اس قدر محبت ہے کہ میں ان کے بدلے میں جہنم میں جانا پسند کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر لو پھر مخلوق کو نصیحت کرنا اور جب تمہارے وعظ میں عظیم اجتماع ہونے لگے تو غرور ہرگز نہ کرنا کیوں کہ مخلوق ظاہر کو اور اللہ تعالیٰ باطن کو دیکھتا ہے۔ چنانچہ جس وقت میں نے برسر منبر وعظ کہنا شروع کیا تو آپ بھی چھپ کر ایک کونے میں بیٹھ گئے اور وعظ کے اختتام پر جب ایک شخص نے لباس کا سوال کیا تو میں نے اپنا لباس اتار کر دے دیا۔ اس وقت آپ نے سامنے آکر فرمایا کہ اے جھوٹے! منبر پر سے اتر جا کیونکہ تو تو مخلوق کی محبت کا دعویدار ہے اور سائل کے سوال پر سب سے پہلے تو نے اپنا لباس اتار کر دے دیا حالانکہ محبت کا تقاضا یہ تھا کہ دوسروں کو سبقت کا موقع دیتا تاکہ وہ تجھ سے ثواب حاصل کر سکتے۔

آپ سربازار ایک یہودی کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئے اور ہوش آنے کے بعد جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے ایک شخص کا عدل کے لباس میں خود کو فضل کے لباس میں دیکھ کر یہ خدشہ ہو گیا کہ کہیں اس کا لباس مجھ کو اور میرا لباس اس کو نہ عطا کر دیا جائے۔ جب سفر حج کے دوران بغداد پہنچے تو ایسی فصاحت کے ساتھ عربی زبان میں گفتگو کی اہل زبان بھی دنگ رہ گئے۔ حالانکہ آپ فارس کے باشندے تھے اور عربی زبان سے قطعاً ناواقف تھے. ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی سے آپ نے فتوت کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ اچھے کام کو نہ کسی پر ظاہر کرو اور نہ اپنی جانب اس کو منسوب کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایک تو فتوت کا مفہوم یہ ہے کہ خود انصاف کر کے دوسرے سے انصاف کے طالب نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت جنید نے اہل مجلس سے فرمایا کہ آج سے اسی پر عمل کرو۔ آپ نے فرمایا کہ تم خود بھی اس پر عمل کرو حضرت جنید نے فرمایا کہ واقعی شجاعت اسی کا نام ہے۔

کوئی رعب کی وجہ سے بات نہیں کر سکتا تھا اور اس وقت تک مؤدبانہ ہاتھ باندھے رہتے جب تک آپ بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے۔ ایک مرتبہ حضرت جنید نے کہا کہ آپ تو مریدین کو آداب شاہی سے روشناس کراتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا تاکہ سرنامہ دیکھ کر خط کا مضمون ظاہر ہو جائے۔ پھر آپ نے حضرت جنید سے کہا کہ زیربا اور حلوہ تیار کرواؤ (زیربا ایک قسم کا کھانا ہوتا ہے)۔ چنانچہ جب دونوں اشیاء تیار ہو گئیں تو حکم دیا کہ ایک مزدور کو سر پر رکھ کر ہدایت کر دو کہ جب تک تھک نہ جائے چلتا رہے اور جب آگے چلنے کی ہمت نہ رہے تو قریبی مکان کے دروازے پر آواز دے کر وہاں یہ دونوں چیزیں دے آئے. چنانچہ آپ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ایک مرید کو مزدور کے ہمراہ کر دیا اور جب مزدور قطعی تھک گیا تو ایک دروازے پر دستک دی اندر سے آواز آئی کہ اگر زیربا اور حلوہ دونوں چیزیں ہوں تو میں باہر آؤں اور پھر اندر سے

ایک ضعیف آدمی باہر آئے اور دونوں چیزیں لے لیں اور جو مرید مزدور کے ہمراہ تھے اس نے حیرت زدہ ہو کر ان بزرگ سے واقعہ کی نوعیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ کافی دنوں سے میرے بچے ان دونوں کھانوں کی فرمائش کر رہے تھے لیکن میں نے اللہ تعالیٰ سے اس لئے طلب نہیں کیا کہ وہ خود ہی بھیج دے گا۔

آپ کا ایک ارادت مند بہت ہی مؤدب اور باتہذیب تھا اور جب حضرت جنید نے پوچھا کہ یہ کتنے عرصے سے آپ کے پاس ہے تو فرمایا کہ دس سال سے اور میرے پاس رہ کر اس نے اپنے ذاتی ستر ہزار دینار قرض لے کر خرچ کئے ہیں جن کی ابھی تک ادائیگی نہیں ہو سکی لیکن اس میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ میری رائے معلوم کر سکے۔

بغداد سے سفر کرنے کے دوران جب آپ کو ایک جنگل میں پانی کہیں دستیاب نہ ہو سکا تو آپ ایک شہر کے کنارے خاموش بیٹھ گئے دریں اثنا ابو تراب بخشی نے وہاں پہنچ کر پریشانی کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ آج سولہ یوم کے بعد پانی میسر آیا ہے اور اس علم و یقین میں مناظرہ ہو رہا ہے اگر علم کو غلبہ حاصل ہو گیا تو پانی پی لوں گا اور اگر یقین غالب آ گیا تو پانی پئے بغیر آگے روانہ ہو جاؤں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مراتب تو آپ ہی جیسے لوگوں کے ہو سکتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں فقراء کو زبوں حالی میں دیکھ کر آپ کو ان کی اعانت کا خیال آیا لیکن پاس ایک کوڑی نہیں تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک پتھر اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگر آج تو نے مجھے عنایت نہ کیا تو کعبہ کی تمام قندیلیں اس پتھر سے توڑ دوں گا۔ اسی وقت کسی نے روپوں سے بھری ہوئی تھیلی پیش کی اور تمام رقم آپ نے فقراء میں تقسیم کر دی اور فراغت حج کے بعد جب بغداد پہنچے تو حضرت جنید بغدادی نے سوال کیا کہ ہمارے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟ فرمایا کہ یہ تحفہ لایا ہوں کہ اگر کوئی شخص تمہارا قصوروار ہو تو اس کو اپنا ہی قصور تصور کرو اور اگر نفس اس پر مطمئن نہ ہو تو اس کو متنبہ کر دو کہ اگر تو اپنے بھائی کا قصور معاف نہ کرے تو میں تجھے چھوڑ دوں گا اور بجبر نفس سے اس کے قصور کو معاف کرواؤ انہوں نے فرمایا کہ یہ مراتب تو خدا نے آپ ہی کو عطا کئے ہیں۔

حضرت شبلی کے یہاں آپ چار ماہ مہمان رہے اور ہر یوم مختلف طریقوں سے آپ کی ضیافت کا اہتمام کیا جاتا تھا لیکن رخصت ہوتے وقت آپ نے ان سے کہا کہ جب آپ کبھی نیشاپور آئیں گے اس وقت میں آپ کو آداب میزبانی سے آگاہ کروں گا کیوں کہ مہمان کے لئے تکلف بہتر نہیں بلکہ ایسا سلوک کیا جانا چاہئے کہ مہمان کی آمد سے غم اور جانے سے مسرت نہ ہو، چنانچہ جس وقت حضرت شبلی نیشاپور پہنچے تو اکتالیس افراد آپ کے ساتھ تھے۔ اس دن حضرت ابو حفص حداد نے اپنے یہاں چالیس اکتالیس شمعیں جلائیں اور جب حضرت شبلی نے کہا کہ یہ تکلیف بے جا کیوں کر رہے ہیں تو فرمایا کہ اگر تمہارے نزدیک یہ تکلفات میں

داخل ہے تو تمام شمعوں کو بجھا دو، چنانچہ سعی بسیار کے باوجود ایک کے علاوہ کوئی شمع بھی نہ بجھ سکی اسی وقت آپ نے فرمایا کہ چونکہ مہمان خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے اس لئے میں نے خدا کی رضا کے لئے ہر مہمان کے نام پر ایک شمع روشن کی اور ایک شمع اپنے لئے جلائی چنانچہ میرے نام کی شمع بجھ گئی کہ وہ خدا کی رضا کے لئے نہیں تھی باقی چالیس شمعیں جو اس کے نام پر روشن کی گئیں تھیں وہ نہیں بجھ سکیں اور بغداد میں جو کچھ تکلفات تم نے کئے وہ صرف میرے لئے تھے اس لئے اس کو تکلف کا نام دیا جائے گا اور میں نے جو کچھ کیا وہ صرف رضائے الٰہی کے لئے کیا اس لئے اس کو تکلف نہیں کہا جا ۔

ارشادات: حضرت ابو علی ثقفی سے روایت ہے کہ آپ کا یہ قول تھا کہ اتباع سنت نہ کرنے والا اور خود کو برا تصور نہ کرنے والا مرد نہیں ہوتا کسی نے سوال کیا کہ ولی کا خاموش رہنا بہتر ہے یا گفتگو کرنا؟ فرمایا کہ گفتگو کرنا باعث تباہی اور خموشی کے لئے عمر نوحؑ درکار ہے۔ فرمایا کہ درویش وہ ہے جو کثرت عبادت کے باوجود بھی عجز کا اظہار کرتا رہے۔ فرمایا کہ بہترین ہیں وہ لوگ جو لوگوں پر نوازش کرتے رہیں اور خود خدا کے کرم کے طلب گار رہیں اور اتباع سنت کے بعد حلال رزق کی جستجو کریں۔ فرمایا کہ وہ ایک لمحہ بہت بہتر ہے جو خدا تک پہنچا دے۔ فرمایا کہ وہ شخص اندھا ہے جو صنعت کو دیکھ کر مصنوع کو پہچانتا ہے اور مصنوع سے صنعت کو نہیں پہچانتا ہے فرمایا کہ خدا کا در پکڑنے والوں تم پر در کھل جاتے ہیں اور سردار انبیاء حضور اکرمؐ کی اتباع سے تمام سردار فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔

عادت: ۔ حضرت ممشن بیان کرتے ہیں کہ میں نے ۲۲ سال آپ کے ہمراہ رہ کر یہ اندازہ کیا کہ آپ کبھی غفلت و مسرت کے ساتھ خدا کو یاد نہیں کرتے بلکہ نہایت احترام و عظمت کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور خوف الٰہی سے ایسے بدل جاتے تھے جیسے نزع کی کیفیت طاری ہو۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ خدا کی جانب کیوں متوجہ ہوتے ہیں فرمایا جس لئے محتاج دولت مند کی جانب رجوع کرتا ہے۔ عبداللہ سلمٰی نے لوگوں سے یہ ہدایت کی تھی کہ میرا سر ابو حفص حداد کے قدموں میں رکھ دینا۔

باب۔ ۳۹

حضرت حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: ۔ آپ فقیہ و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال اصحاب طریقت میں سے ہوئے ہیں اور تصوف میں بہت اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے، آپ کے پیر و مرشد حضرت ابو تراب بخشی تھے اور خود حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبداللہ بن مبارک جیسے بزرگوں کے مرشد تھے اور آپ کے معتقدین کو قصاری کہا جاتا ہے۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت کسی دوست کی نزعی حالت میں اس کے

سرہانے تشریف فرما تھے اور اس موت کے بعد کہا اب یہ اس کے ورثاء کی ملکیت ہے اس لئے ان کی مرضی کے بغیر جلانا درست نہیں۔

حالات :۔ نیشاپور میں آپ کی ایک نوجوان صالح سے ملاقات ہوئی تو آپ نے سوال کیا کہ شجاعت و جوانمردی کا کیا تقاضا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میری شجاعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ صوفیاء کا لباس پہن کر ان کے مسلک پر گامزن ہو جاؤں اور آپ کی شجاعت یہ ہے کہ صوفیاء کا لبادہ اتار پھینکیں اور اس طرح ذکر الٰہی سے اپنے مراتب میں اضافہ کریں کہ دنیا آپ کے اوپر فریفتہ نہ ہو۔

ارشادات :۔ شہرت نامہ کے بعد جب عوام نے آپ سے وعظ گوئی کی فرمائش کی تو فرمایا کہ میرا وعظ مخلوق کے لئے اس وجہ سے مفید نہیں ہو سکتا کہ میں دنیا سے محبت رکھتا ہوں اور وعظ گوئی کا حق صرف اسی کو ہے جس کے وعظ میں اتنا اثر ہو کہ ہدایت پاسکیں اور وعظ اسی کو کہا جا سکتا ہے جس کے بیان میں تسلسل ہو اور امداد غیبی اس کے شامل حال رہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ گزشتہ اسلاف کا انداز بیان موثر کیوں ہوتا تھا؟ فرمایا کہ وہ اسلام کی برتری اور نفس سے نجات پانے کی بات کہا کرتے تھے۔ فرمایا کہ مخلوق کی چاہت سے خالق کی چاہت بہت بہتر ہے اور چھپانے والی بات کو کسی پر ظاہر نہ کرو اور ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھو۔ جاہل کی صحبت سے کنارہ کش رہ کر عالم کی صحبت اختیار کرو۔ فرمایا کہ زیادتی کی طلب باعث کلفت ہوا کرتی ہے اور نفس کو اچھا سمجھنا اس لئے تکبر پیدا کر دیتا ہے کہ اتباع نفس بندے کو اندھا کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ خود کو سب سے بدتر تصور کرتے ہوئے کبھی کسی بدمست کی جانب اس خوف سے نظر نہ ڈالو کہ کہیں تم خود بھی بدمستی کا شکار نہ ہو جاؤ اور ہمیشہ بیم و رجا کو اپنا مسلک بنائے رکھو۔ فرمایا کہ تواضع سے فقر حاصل ہوتا ہے اور تواضع کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو اپنے سے زیادہ ذلیل تصور نہ کرے۔ فرمایا کہ زیادہ کھانا امراض کی جڑ اور دین کے لئے آفت ہے۔ فرمایا کہ خود کو اس لئے کمتر تصور کرو کہ دنیا تمہاری عزت کرے۔

اقوال زریں :۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے کہ آپ کی میرے لئے یہ نصیحت تھی کہ کبھی دنیا کے واسطے کسی پر غضب ناک مت ہونا کسی نے سوال کیا کہ بندے کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا کہ جو خدا اور اس کی عبادت کو محبوب تصور کرے اور زہد کا مفہوم یہ ہے کہ عطا کردہ شے پر قانع رہ کر کبھی زیادہ کی طلب گار نہ ہو اور توکل کی تعریف یہ ہے کہ مقروض ہونے کی صورت میں بجائے بندے کے خدا سے اس کی ادائیگی کی امید رکھو اور اپنے امور خدا کے سپرد کرنے سے قبل ضروری ہے کہ حیلہ و تدبیر بھی اختیار کی جائے۔ فرمایا کہ تین چیزیں ابلیس کے لئے وجہ انبساط ہیں۔ اول کسی دیندار کا قتل، دوم کسی شخص کا حالت کفر پر مرنا، سوم درویشی سے فرار۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ حالت مرض میں جب میں نے آپ سے عرض کیا کہ

اپنے بچوں کو کوئی نصیحت فرما دیجئے۔ تو فرمایا کہ ان کی امارت سے زیادہ ان کی درویشی کی ضیاع سے خائف ہوں۔

آپ نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دم مرگ میں یہ وصیت فرمائی کہ مرنے کے بعد مجھ کو عورتوں میں دفن کرنا اور یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حضرت منصور عمار رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ عراق کے باشندے تھے اور اپنے دور کے عدیم المثال صاحب کشف بزرگ اور بے نظیر واعظ ہوئے ہیں۔ صوفیائے کرام نے آپ کے اوصاف بیان کئے ہیں۔

حالات: آپ کے عظیم المرتبت ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ راستہ میں کاغذ کا ایک پرزہ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تحریر تھا پڑا ہوا ملا اور آپ نے عظمت کے تصور سے اس کی گولی بنا کر نگل لی اور اسی رات خواب دیکھا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیرے لئے حکمت و دانائی کی راہیں آج سے اس لئے کشادہ کر دیں کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی۔ چنانچہ اس کے بعد آپ عرصہ دراز تک وعظ و تبلیغ میں مشغول رہے۔

کسی دولت مند نے اپنے غلام کو بازار سے کچھ خریدنے کے لئے بھیجا تو وہ غلام راستے میں آپ کا وعظ سننے لگا۔ وہیں ایک نادار درویش بھی کھڑا تھا جس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس کو چار درہم دے کر مجھ سے چار دعائیں لے۔ یہ سن کر اس غلام نے جو چار درہم کا سامان خریدنے آیا تھا اس درویش کو چاروں درہم عطا کر دیئے اور جب آپ نے غلام سے پوچھا کہ اپنے حق میں کیا دعائیں چاہتا ہے اس نے عرض کیا کہ اول میں آزاد ہو جاؤں، دوم اللہ تعالیٰ میرے مالک کو توبہ کی توفیق دے۔ سوم ان چار درہم کے معاوضہ میں مجھے چار درہم مزید مل جائیں، چہارم اللہ تعالیٰ مجھ پر اور تمام حاضرین مجلس پر رحمتوں کا نزول فرمائے، چنانچہ آپ نے اسی کے مطابق دعائیں فرما دیں۔ اور وہ غلام جب اپنے آقا کے پاس پہنچا تو اس نے خفگی کے ساتھ تاخیر کا سبب دریافت کیا اور جب غلام نے پورا واقعہ بیان کر دیا تو اس کو آزاد کر کے مزید چار سو درہم آقا نے اس کو اور عطا کئے اور خود تائب ہو گیا اور اس شب خواب میں دیکھا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیری بد خصلتی کے باوجود تجھ پر اور تیرے غلام پر نیز منصور عمار اور اہل مجلس پر رحمتوں کا نزول کر دیا۔

دوران وعظ کسی نے ایک کاغذ پر اس مفہوم کا شعر لکھ کر آپ کو پیش کیا کہ جو خود اہل تقویٰ میں سے نہ ہو اور وہ دوسروں کو تقویٰ کی ہدایت کرے اس کی مثال اس طبیب جیسی ہے جو خود مریض ہو کر دوسروں کا علاج کرتا ہو۔

ایک شب آپ گھوم پھر رہے تھے کہ کسی مکان سے اس قسم کی مناجات کی آواز آئی کہ اے اللہ! میں نے نافرمان بن کر گناہ نہیں بلکہ ابلیس اور نفس کے فریب میں آکر گناہ کیا۔ لہٰذا اپنی رحمت سے مجھے معاف فرمادے یہ سن کر آپ نے اضطراری کیفیت میں یہ آیت تلاوت کی کہ اے ایمان والو خود کو اور اپنے اہل و نفس کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، پھر جب صبح کے وقت آپ اس مکان کے قریب سے گزر رہے تھے تو اندر سے رونے کی آواز آئی اور آپ نے وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ رات کو کسی شخص نے دروازے پر ایک آیت تلاوت کی جس کو سن کر ایک لڑکا خوف الٰہی سے جان بحق ہوگیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا قاتل میں ہی ہوں۔

ارشادات۔ خلیفہ ہارون رشید نے آپ سے پوچھا کہ مخلوق میں سب سے زیادہ عالم کون ہے اور سب سے زیادہ جاہل کون ہے؟ فرمایا کہ سب سے زیادہ عالم تو وہ ہے جو فرمانبردار ہو۔ اور خوف رکھنے والا ہو اور سب سے زیادہ جاہل وہ ہے جو نڈر اور گناہگار ہو۔ فرمایا کہ عارفین کا قلب ذکر الٰہی کا مرکز ہوتا ہے اور دنیا والوں کا حرص و طمع کا مخزن۔ پھر عارف کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو خود بخود مجاہدات و ریاضت کی جانب راغب ہوتے ہیں، دوسرے وہ جو صرف رضائے الٰہی کے لئے واصل الی اللہ ہو کر عبادت کرتے ہیں، پھر فرمایا کہ حکمت قلب عارفین میں لسان تصدیق سے، قلب زہاد میں لسان تفصیل سے، قلب مریدین میں لسان تفکر سے اور قلب علماء میں لسان ذکر سے بات کرتی ہے اور افضل ترین ہے وہ بندہ جس کا پیشہ عبادت جس کی خواہش و تمنا درویشی و گوشہ نشینی، جس کے سامنے آخرت و موت ہو اور توبہ کا ہمہ وقت اس کو تصور رہے، فرمایا کہ قلب انسانی مجسم نور ہوتا ہے اور جب اس میں دنیا آباد ہو جاتی ہے تو نور سلب ہو جاتا ہے اور تاریکیاں مسلط ہو جاتی ہیں، فرمایا کہ اطاعت نفس انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے اور مصیبتوں پر صابر نہ رہنے والے آخرت کی مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں، فرمایا کہ تارک الدنیا کو کسی قسم کا غم باقی نہیں رہتا اور سکوت اختیار کرنے والا معذرت خواہی سے بے نیاز ہو جاتا ہے، فرمایا کہ جس مصیبت سے بچ سکتا ہو اور نہ بچے وہ بہت بڑا مصیبت کار ہے۔

وفات۔ انتقال کے بعد جب ابوالحسن شعرانے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے کیسا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ بخشش کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جس نوعیت سے اہل دنیا کے سامنے تو ہماری حمد و ثنا کرتا تھا اسی طرح اب ملائکہ کے سامنے بھی حمد و ثنا کر۔

حضرت احمد بن انطاکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ کا شمار متقدمین مشائخ میں سے ہوتا ہے اور بہت زیادہ معمر ہونے کی وجہ سے اکثر و بیشتر تبع تابعین سے شرف نیاز حاصل ہوا اس کے علاوہ بہت سے بزرگان دین کا دور بھی دیکھا۔ آپ کی دانائی اور قیافہ شناسی کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان دارائی جیسے عظیم المرتبت بزرگ آپ کو جاسوس القلب کے خطاب سے یاد کرتے تھے اس کے علاوہ آپ کے اقوال و ارشادات بھی لاتعداد ہیں۔

ارشادات: کسی نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ کو خدا کا اشتیاق ہے؟ فرمایا کہ اشتیاق تو غائب کا ہوا کرتا ہے اور خدا تو ہر لمحہ حاضر ہے۔ پھر فرمایا کہ معرفت کے تین مدارج ہیں۔ اول وحدانیت کو ثابت کرنا، دوم خدا کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ دینا، سوم یہ تصور قائم رکھنا کہ کسی سے بھی خدا کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیوں کہ جس کو باری تعالیٰ نور معرفت عطا نہیں کرتا وہ نور ہی سے محروم رہتا ہے فرمایا کہ خدا کی محبت کی یہ علامت ہے کہ انسان عبادت کو کم کرے۔ لیکن غور و فکر زیادہ اور گوشہ نشین ہو کر سکوت اختیار کر لے۔ مسرت سے خوش نہ ہو اور غم سے دل برداشتہ نہ ہو۔ فرمایا کہ جب حضرت یونس کو یہ خیال ہو گیا کہ خدا تعالیٰ میرے اوپر غضب ناک نہ ہو گا تو کیسی مصیبت میں گرفتار کیا گیا۔ فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت عقیدت مندی سے اختیار کرو۔ فرمایا کہ زہد کی چار قسمیں ہیں۔ اول توکل علی اللہ، دوم مخلوق سے بیزاری، سوم اخلاص کا اظہار کرنا۔ چہارم خدا کی راہ میں مصائب برداشت کرنا۔ پھر فرمایا کہ مقدور معرفت کے مطابق ہی بندہ خوف و حیا کرتا ہے۔ فرمایا کہ قلب کی پاکیزگی سکوت ہے۔

فرمایا کہ دانش مند وہ ہے جو نعمتوں پر شکر ادا کرے۔ فرمایا کہ یقین خدا کا ایسا عطا کردہ نور ہے جس سے بندہ اس طرح امور آخرت کا مشاہدہ کرتا ہے کہ درمیان سے تمام حجابات رفع ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خدا کو حاضر و ناظر تصور کر کے عبادت کرو۔ فرمایا کہ صفائی قلب کے لئے یہ پانچ چیزیں ضروری ہیں۔ اول اہل خیر کی صحبت، دوم تلاوت قرآن، سوم فاقہ کشی، چہارم رات کی نماز، پنجم سحر کے وقت گریہ وزاری۔ فرمایا کہ عدل استقامت کا نام ہے لیکن ایک عدل وہ ہے جو مخلوق کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ عدل جو خدا کے ساتھ کیا جائے (یعنی اس کے احکامات کو استقامت کے ساتھ ادا کرنا۔ مترجم) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں" حالانکہ ہم مال و اولاد سے زیادہ خود فتنہ ہیں۔

کرامت: مریدین کے لئے آپ کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ ایک شب اچانک انتیس مریدین آ گئے آپ نے دستر خوان بچھوا کر روٹی کی قلت کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سب کے سامنے رکھ کر چراغ اٹھا لیا اور کچھ دیر

کے بعد آپ چراغ لائے تو تمام ٹکڑے اسی طرح ہر شخص کے سامنے موجود تھے اور کسی نے بھی بغرض ایثار ایک ٹکڑا بھی نہیں کھایا۔

باب۔ ۴۲

حضرت عبداللہ بن خبیق رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ کا وطن اصلی کوفہ تھا لیکن انطاکیہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنے دور کے انتہائی متقی و مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور آپ کے اقوال و ارشادات کثرت سے ہیں۔

ارشادات: شیخ فتح موصلی سے روایت ہے کہ جس وقت میں نے آپ سے شرف نیاز حاصل کیا تو آپ نے فرمایا کہ انسان کو چار نعمتیں عطا کی گئی ہیں۔ اول آنکھ، دوم زبان، سوم قلب، چہارم ہوا، آنکھ کا اظہار شکر تو یہ ہے کہ جس شے کے دیکھنے کو خدا نے منع کیا ہے اس پر کبھی نظر نہ ڈالے، اور زبان کا اظہار شکر یہ ہے کہ کبھی کوئی چیز طلب نہ کرے اور جو شخص ان چیزوں کو ملحوظ نہیں رکھتا بدنصیبی کا شکار ہو جاتا ہے، فرمایا کہ قلب کی تخلیق صرف عبادت کے لئے ہوئی ہے۔ فرمایا کہ خوفزدہ رہنے والا خواہشات نفس کی تکمیل نہیں کرتا۔ فرمایا کہ دنیا میں حرص و ہوس کو چھوڑ کر دل شکستہ رہنا آخرت کے لئے افضل ہے، فرمایا کہ جو شے آخرت کے لئے سود مند نہ ہو اس کا حصول عبث ہے، اور منفعت بخش آرزو وہ ہے جس سے مشکل حل ہو جائے۔ فرمایا کہ افراد کو امید رہتی ہے جو برائی سے تائب ہوتے ہیں یا جو توبہ بھی کرتے ہیں اور برائی بھی کرتے ہیں لیکن یہ خوف رہتا ہے کہ نامعلوم مغفرت ہو سکے گی یا نہیں لیکن وہ رجا جھوٹی ہے جس میں مسلسل گناہ کے ساتھ مغفرت کی طلب بھی ہو اور بدی کرنے والوں کو خوف زیادہ اور رجا کم ہوتی ہے۔ فرمایا کہ صدق تمام احوال سے بے نیاز ہوتا ہے اور صادق وہ ہے جو ہر شے کی ماہیت سے واقف ہو جائے فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش یہ ہے کہ تم سے زیادہ کسی کو افضلیت حاصل نہ ہو تو ہر شے کو چھوڑ کر خدا کو پکڑ لو تاکہ سب تمہارے محتاج نظر آئیں۔

باب۔ ۴۳

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ حضرت سقطی کے بھانجے اور مرید ہیں اور حضرت محاسبی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور، انوار الٰہی کا مخزن و منبع اور مکمل علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے اہل زمانہ نے آپ کو شیخ الشیوخ، زاہد کامل اور علم و عمل کا سرچشمہ تسلیم کر لیا تھا، اور آپ کو سید الطائفہ، لسان القوم، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے خطابات سے نوازا تھا اور اکثر صوفیائے کرام نے آپ کا راستہ اختیار کیا لیکن ان تمام اوصاف کے باوجود بغض و عناد رکھنے والوں نے آپ کو زندیق و کافر تک بھی کہہ ڈالا۔

حالت: کسی شخص نے حضرت سری سقطی سے سوال کیا کہ کیا کبھی مرید کا درجہ مرشد سے بھی بلند ہو جاتا ہے، فرمایا بے شک جس طرح جنید میرا مرید ہے لیکن مراتب میں مجھ سے زیادہ ہے۔

حضرت سہیل تستری سے روایت ہے کہ گو حضرت جنید کا مرتبہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے لیکن آپ صرف حضرت آدم کی طرح عبادت تو کرتے تھے مگر راہ طریقت کی مشقت برداشت نہ کر سکتے تھے۔

حضرت مصنف فرماتے ہیں حضرت سہل کا یہ قول ایک ایسا راز ہے جو ہماری فہم سے بالاتر ہے اور ادب کا یہ تقاضا ہے کہ ہم دونوں بزرگوں میں سے کسی کی شان میں گستاخی کے مرتکب نہ ہوں۔

بچپن ہی سے آپ کو بلند مدارج حاصل ہوتے رہے ایک مرتبہ مکتب سے واپسی پر دیکھا کہ آپ کے والد بر سر راہ رو رہے ہیں۔ آپ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے ماموں کو مال زکوٰۃ میں سے کچھ درہم بھیجے تھے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور آج مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی ایسے مال کے حصول میں صرف کر دی جس کو خدا کے دوست بھی پسند نہیں کرتے، چنانچہ حضرت جنید نے اپنے والد سے وہ درہم لے کر اپنے ماموں کے یہاں پہنچ کر آواز دی اور جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے؟ تو آپ نے عرض کیا کہ جنید آپ کے لئے زکوٰۃ کی رقم لے کر آیا ہے لیکن انہوں نے پھر انکار کر دیا، جس پر حضرت جنید نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ یہ رقم لیں یا نہ لیں کیونکہ میرے والد کے لئے جو حکم تھا کہ حقدار کو زکوٰۃ پیش کرو، وہ انہوں نے پورا کر دیا۔ یہ بات سن کر حضرت سری نے دروازہ کھول کر فرمایا کہ رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ اسی دن سے آپ ان کی خدمت میں رہنے لگے اور سات سال کی عمر میں انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے وہاں چار صوفیائے کرام میں شکر کے مسئلہ پر بحث چھڑی

ہوئی تھی اور جب سب شکر کی تعریف بیان کر چکے تو آپ کے ماموں نے آپ کو شکر کی تعریف بیان کرنے کا حکم دیا، چنانچہ آپ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد فرمایا کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نعمت عطا کرے تو اس نعمت کی وجہ سے منعم کی نافرمانی کبھی نہ کرے۔ یہ سن کر سب لوگوں نے کہا کہ واقعی شکر اس کا نام ہے۔ پھر آپ نے بغداد واپس آکر آئینہ سازی کی دکان قائم کر لی اور ایک پردہ ڈال کر چار سو رکعت نماز یومیہ اسی دکان میں ادا کرتے رہے اور کچھ عرصہ کے بعد دکان کو خیرباد کہہ کر حضرت سری سقطی کے مکان کے ایک حجرے میں گوشہ نشین ہو گئے اور تیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ چالیس سال کے بعد یہ خیال ہو گیا کہ اب میں معراج کمال تک پہنچ گیا ہوں۔ چنانچہ غیب سے ندا آئی کہ اے جنید! اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ تیرے گلے میں زنار ڈال دی جائے۔ آپ نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا ہے؟ جواب ملا کہ تیرا وجود ابھی تک باقی ہے۔ یہ سن کر آپ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا کہ جو بندہ وصال کا اہل ثابت نہ ہو سکا اس کی تمام نیکیاں داخل معصیت ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ کو فتنہ پردازوں نے سخت سست بھی کہا اور خلیفہ سے بھی آپ کی شکائتیں کیں۔ لیکن خلیفہ نے کہا کہ جب تک ان کے خلاف یہ جرم ثابت نہ ہو جائے کہ ان کی وجہ سے لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوتے ہیں سزا دینا قرین قیاس نہیں۔ پھر ایک مرتبہ خلیفہ نے بغرض امتحان ایک حسین و جمیل کنیز کو لباس و زیورات سے مرصع کر کے یہ ہدایت کر دی کہ ان کے سامنے پہنچ کر نقاب الٹ کر یہ کہنا کہ میں ایک امیرزادی ہوں اگر آپ میرے ساتھ ہم بستر ہو جائیں تو میں آپ کو دولت سے نوازدوں گی اور واقعہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے اس کنیز کے ہمراہ ایک غلام کو بھی بھیج دیا اور جب اس کنیز نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق آپ کے سامنے اظہار مدعا کیا تو آپ نے سر جھکا کر ایک ایسی سرد آہ کھینچی کہ اس کنیز نے وہیں دم توڑ دیا اور جب غلام نے واپس آکر خلیفہ سے واقعہ کی نوعیت بیان کی تو خلیفہ کو بہت صدمہ ہوا کیوں کہ وہ خود اس سے بہت محبت کرتا تھا اور اس نے کہا کہ جو فعل میں نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ نہ کرنا چاہئے تھا جس کی وجہ سے مجھے یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا۔ پھر آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ یہ بات آپ نے کیسے گوارا کی کہ ایسی محبوب ہستی کو دنیا سے رخصت کر دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ امیر المومنین کی حیثیت سے تمہارا فرض تو مومنین کے ساتھ مہربانی کرنا ہے لیکن مہربانی کے بجائے تم نے میری چالیس سالہ عبادت کو ملیامیٹ کرنا کیسے گوارا کر لیا۔

منقول ہے کہ جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہوتا گیا تو آپ نے وعظ و تبلیغ کو اپنا شیوہ بنا لیا اور ایک مجمع میں فرمایا کہ وعظ گوئی میں نے اپنے اختیار سے شروع نہیں کی بلکہ تمیں ابدالین کے اصرار بے حد پر یہ سلسلہ شروع کیا اور میں نے تقریباً دو سو بزرگوں کے جوتے سیدھے کئے ہیں۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تمام مدارج صرف فاقہ کشی ترک کر دینا اور شب بیداری سے حاصل ہوئے۔ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو خدا اور رسول کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے میں حدیث۔ فرمایا کہ میرے مرشد حضرت علیؓ کے متبعین میں سے تھے اور جب ان کی صفات کا تذکرہ کرتے تو لوگوں میں سماعت کی سکت باقی نہ رہتی، فرمایا کہ حضرت علیؓ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی معرفت عطا کی اور وہ خدا ایسا یکتا ہے کہ نہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکتا ہے نہ اس کا تعلق کسی جنس سے ہے اور نہ اس کو مخلوقات پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ وہ دور رہتے ہوئے بھی نزدیک ہے اور نزدیک ہوتے ہوئے بھی دور، اور وہ ایسا برتر ہے کہ اس سے بلند شے کوئی نہیں اور وہ کسی شے پر قائم نہیں اس کی ذات ایسی ہے کہ کسی میں اس جیسے اوصاف نہیں ہیں اور جو اس کے کلام کی تشریح یا تاویل کرتا ہے وہ ملحد ہے اور سب سے زیادہ فہیم وہ ہے جو اس کی ذات کو سمجھ لے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ دس ہزار سچے مریدین کے ہمراہ مجھ کو بحر معرفت میں غرق کیا اور دوبارہ ابھار کر فلک ارادت کا مہر درخشاں بنایا اور اگر مجھے ایک ہزار سال کی عمر موافقت بھی عطا کر دی جائے جب بھی اس کی عبادت میں لحہ بھر کے لئے ذرہ برابر بھی کمی نہ کروں گا۔ ارشاد فرمایا کہ مخلوق کی معصیت کاری میرے لئے یوں وجہ اذیت ہے کہ میں مخلوق کو اپنا عصا تصور کرتا ہوں کیوں کہ مومنین ذات واحد کی طرح ہیں اسی لئے حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جتنی اذیت مجھے ہوئی اتنی کسی نبی کو نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ میں عرصہ دراز تک ان معصیت کاروں کی حالت پر نوحہ خواہاں رہا لیکن اب مجھے نہ اپنی خبر ہے نہ ارض سما کی، فرمایا کہ دس سال تک قلب نے میرا تحفظ کیا اور دس سال تک میں نے اس کی حفاظت کی لیکن اب یہ کیفیت ہے کہ نہ مجھے دل کا حال معلوم ہے نہ دل کو میرا، فرمایا کہ مخلوق اس بات سے بے خبر ہے کہ بیس سال سے اللہ تعالیٰ میری زبان سے کلام کرتا ہے اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو چکا ہے، فرمایا کہ بیس سال سے صرف ظاہری تصوف بیان کرتا ہوں کیوں کہ اس کے نکات بیان کرنے کی مجھے اجازت نہیں، فرمایا کہ اگر محشر میں خدا تعالیٰ مجھے دیدار کا حکم دے گا تو میں عرض کروں گا چونکہ آنکھ غیر ہے اور میں غیر کے ذریعہ دوست کا مشاہدہ نہیں کرنا چاہتا، فرمایا کہ جب میں اس حقیقت سے آگاہ ہوا کہ "کلام وہ ہے جو قلب سے ہو" تو میں نے تیس سال کی نمازوں کا اعادہ کیا۔ اس کے بعد تیس سال تک یہ التزام کیا کہ جس وقت بھی نماز کے اندر دنیا کا خیال آ جاتا تو دوبارہ نماز ادا کرتا۔ اور اگر آخرت کا تصور آ جاتا تو سجدہ سہو کرتا، فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ارادت مندوں سے کہا کہ اگر فرض نماز کے سوا نوافل بھی تمہیں نصیحت کرنے سے بہتر ہوتے تو میں ہرگز تمہیں نصیحت نہ کرتا۔

آپ صائم الدہر تھے لیکن مہمان کی آمد پر روزہ نہ رکھتے اور فرماتے کہ مسلمان بھائیوں کی موافقت بھی روزہ سے کم نہیں۔ آپ کے اور حضرت ابو بکر کسائی کے مابین تصوف کے ایک ہزار مسائل پر مراسلت ہوئی

اور ابو بکر کسائی نے انتقال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ ان مسائل کو میرے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے لیکن آپ نے فرمایا کہ دوسروں کے ہاتھوں میں پہنچنے سے بہتر یہی ہے کہ یہ مسائل ہم دونوں کے قلوب ہی میں رہ جائیں۔

بلندی مراتب کے بعد سری سقطی نے آپ کو وعظ گوئی کا مشورہ دیا تو آپ نے عرض کیا کہ آپ کی حیات میں وعظ گوئی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی، لیکن اسی شب حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ بھی وعظ گوئی کا حکم دے رہے ہیں اور جس وقت حضرت سری سے خواب بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے خواب سننے سے قبل ہی فرمایا کہ کیا اب بھی تمہارا یہ خیال ہے کہ دوسرے لوگ تم سے وعظ گوئی کے لئے کہیں؟ آخر حضور اکرمؐ کے فرمان کے بعد تمہیں کیا عذر باقی رہ جاتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت سری سے سوال کیا کہ یہ آپ کو کیسے علم ہو گیا کہ رات کو حضور اکرمؐ نے مجھے وعظ گوئی کا حکم دیا ہے، جواب دیا کہ آج شب کو میں نے باری تعالیٰ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھیجا ہے کہ آپ جنید کو وعظ گوئی کی تاکید کر دیں۔ پھر حضرت جنیدؒ نے کہا کہ میں اس شرط پر وعظ کہہ سکتا ہوں کہ چالیس ہزار افراد سے زیادہ کا مجمع نہ ہو۔

ایک مرتبہ دوران وعظ چالیس افراد میں سے بائیس پر غش طاری ہو گئی اور اٹھارہ انتقال کر گئے۔ ایک مرتبہ وعظ گوئی کے دوران ایک آتش پرست مسلمانوں کے بھیس میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ حضور اکرم کا یہ فرمان ہے کہ مسلمان کی فراست سے بچتے رہو کیوں کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ قول سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ تجھے مسلمان ہونا چاہئے۔ اس کرامت سے گرویدہ ہو کر وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر کچھ عرصے کے لئے آپ نے یہ کہہ کر وعظ گوئی ترک کر دی کہ خود کو ہلاکت میں ڈالنا پسند نہیں کرتا، کچھ دنوں کے بعد پھر سلسلہ وعظ شروع کر دیا اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے ایک حدیث میں یہ دیکھا کہ مخلوق میں سے بدترین فرد مخلوق کا کفیل بن کر وعظ گوئی کے ذریعہ ہدایت کا راستہ دکھائے گا، چنانچہ میں نے خود کو بدترین مخلوق تصور کیا اس لئے پھر وعظ گوئی شروع کر دی۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ آپ کو یہ بلند مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ میں ایک ٹانگ سے چالیس سال تک اپنے مرشد کے در پر کھڑا رہا ہوں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میرا قلب کہیں کھو گیا اور جب میں نے مل جانے کی دعا کی تو حکم ہوا کہ ہم نے تمہارا قلب اس لئے لے لیا ہے کہ تم ہماری معیت میں رہو اور تم قلب کی واپسی دوسرے جانب راغب ہونے کے لئے چاہتے ہو۔

ایک مرتبہ حسین منصور حلاج غلبہ حال کی کیفیت میں حضرت عمرو بن عثمان سے دل برداشتہ ہو کر

حضرت جنید کی خدمت میں پہنچے اور ان سے عرض کیا۔ میری دل برداشتگی کا سبب یہ ہے کہ بندہ اپنی ہوشیاری و مستی کی وجہ سے ہمہ وقت صفات الٰہی میں فنا نہیں رہ سکتا، آپ نے فرمایا کہ تم نے ہوشیاری و مستی کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

کسی نے آپ کے سامنے حضرت شبلی کا یہ قول نقل کیا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو فردوس و جہنم کا اختیار دے دے تو میں جہنم کو اس لئے اختیار کروں کہ جنت تو میری پسندیدہ شے ہے اور جہنم خدا کی، للہٰذا دوست کی پسندیدہ شے کو نہ پسند کرنے والا دوست نہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو بندہ ہونے کی حیثیت سے صاحب اختیار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس لئے وہ مجھے جہاں بھی بھیج دے گا شکر بجالاؤں گا۔

حضرت رویم کو جنگل میں ایک بڑھیا نے یہ پیغام دیا کہ بغداد پہنچ کر جنید سے کہنا کہ تمہیں عوام کے سامنے ذکر الٰہی کرتے ہوئے ندامت نہیں ہوتی؟ یہ پیغام سن کر آپ نے فرمایا کہ میں عوام کے سامنے اس لئے اس کا ذکر کرتا ہوں کہ کسی سے بھی اس کا حق ذکر ادا نہیں ہو سکتا۔

کسی نے حضور اکرم ؐ کے ہمراہ حضر جنید کو بھی خواب میں دیکھا اور ایک شخص نے کوئی فتویٰ حضور ؐ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے حضرت جنید کی طرف اشارہ کر دیا، اس نے کہا کہ جب حضور ؐ خود تشریف فرما ہیں تو دوسرے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور ؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کو اپنی امت پر فخر ہے لیکن مجھے اپنی امت میں جنید پر اس سے بھی زیادہ فخر ہے۔

حضرت جعفر بن نصر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک درہم دے کر انجیر و روغن زیتون خرید لانے کا حکم دیا اور افطار کے وقت انجیر منہ میں رکھ کر فوراً نکال کر پھینک دیا اور جب میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے یہ ندا آئی کہ اے بے حیا! جس شے کو تو نے ہماری یاد میں چھوڑ دیا تھا پھر اسی کی جانب متوجہ ہو گیا۔

کسی درویش کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو وہ مصروف گریہ تھا آپ نے سوال کیا کہ کس کی عطا کردہ اذیت پر گریہ کناں ہے اور کس سے اس کی شکایت کرنا چاہتا ہے؟ درویش یہ سن کر ساکت ہو گیا تو آپ نے پھر پوچھا کہ خیر کا تعلق کس کے ساتھ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہ رونے کی اجازت ہے نہ صبر کی قوت۔

حالت درد میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اپنے پاؤں پر دم کر لی تو ندا آئی کہ تجھے نادم ہونا چاہئے کہ اپنے نفس کی خاطر ہمارے کلام کو استعمال کرتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو ایک آتش پرست طبیب نے آنکھوں پر پانی نہ لگنے کی ہدایت کی، لیکن آپ نے فرمایا کہ وضو کرنا تو میرے لئے ضروری ہے اور طبیب کے جانے کے بعد وضو کر کے

نماز عشاادا فرما کر سو گئے اور صبح کو بیدار ہوئے تو درد چشم ختم ہو چکا تھا اور یہ ندا آئی کہ چونکہ تم نے ہماری عبادت کی وجہ سے آنکھوں کی پرواہ نہیں کی اس لئے ہم نے تمہاری تکلیف ختم کر دی اور طبیب نے جب سوال کیا کہ ایک ہی شب میں آپ کی آنکھیں کس طرح اچھی ہو گئیں تو فرمایا کہ وضو کرنے سے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ در حقیقت میں مریض تھا اور آپ طبیب، یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا۔

کسی بزرگ نے ابلیس کو فرار ہوتے دیکھا اور وہ بزرگ جب آپ کے پاس پہنچے تو آپ کو بہت غضب ناک حالت میں پایا، چنانچہ ان بزرگ نے کہا کہ غصہ تھوک دیجئے کیوں کہ غصہ کی حالت میں شیطان غالب آجاتا ہے۔ اس کے بعد جب راستہ کا واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابلیس میرے غصہ سے بھاگتا ہے کیوں کہ دوسرے لوگ تو اپنے نفس کی خاطر غصہ کرتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر خدا نے ابلیس سے پناہ مانگنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں کبھی اس سے پناہ طلب نہ کرتا۔

آپ کی ملاقات مسجد کے دروازے پر ایک معمر شخص کی صورت میں ابلیس سے ہو گئی تو آپ نے سوال کیا کہ آدم کو سجدہ نہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس نے جواب دیا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کب روا ہے؟ اس جواب سے آپ حیرت زدہ ہوئے تو غیبی آواز آئی کہ اس سے کہہ دو کہ تو کاذب ہے کیوں کہ بندے کو مالک کے حکم سے انحراف کی اجازت نہیں چنانچہ ابلیس آپ کے غیبی الہام کو بھانپ کر فوراً فو چکر ہو گیا۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ موجودہ دور میں دینی بھائیوں کی قلت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے خیال میں دینی بھائی صرف وہ ہیں جو تمہاری مشکلات کو حل کر سکیں تب تو یقیناً وہ نایاب ہیں اور اگر تم حقیقی دینی بھائیوں کا فقدان تصور کرتے ہو تو کاذب ہو اس لئے کہ برادر دینی کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جن کی دشواریوں کا حل تمہارے پاس رہو اور ان کے تمام امور میں تمہاری اعانت شامل ہو اور ایسے برادر دینی کا فقدان نہیں ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے گریہ وزاری کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ تاحیات میں مصیبت و بلا کی جستجو میں رہا کہ اگر وہ اژدھا بن کر سامنے آجائے تو میں سب سے پہلے اس کا لقمہ بن جاؤں لیکن آج تک یہی حکم ملتا رہا کہ ابھی تیری ریاضت بلا کے مقابلہ میں نہیں جم سکتی۔ کسی نے عرض کیا کہ ابو سعید خزار کے انتقال کے وقت ذوق وشوق میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں ان کی موت باعث تعجب ہے کیوں کہ جب بندے کو ذوق و شوق کا یہ انتہائی مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ سب کچھ فراموش کر دیتا ہے اور ایسے ہی اہل مراتب کو خدا اپنا دوست رکھتا ہے اور ایسے ہی بندے خدا پر فخر کرتے ہیں اور اسی کی دوستی میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ ان سے ایسے اقوال صادر ہونے لگتے ہیں جو عوام کے ذہن و فکر سے بعید ہوتے ہیں اور عوام ان اقوال کو معیوب تصور کرنے لگتے ہیں۔

ابن شریح سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا جنید بغدادی کا کلام ان کے علم کے مطابق ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو میں نہیں جانتا البتہ ان کی گفتگو ایسی ضرور ہوتی ہے جیسے خدا تعالیٰ ان کی زبان سے کلام کر رہا ہو اور میرے قول کی یہ دلیل ہے کہ جب جنید توحید کو بیان کرتے ہیں تو ایسا جدید مضمون ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

ایک مرتبہ دوران وعظ کسی نے عرض کیا کہ آپ کا وعظ میری فہم سے بالاتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ستر سال کی عبادت قدموں کے نیچے رکھ کر سرنگوں ہو جا اس کے بعد اگر تیری سمجھ میں نہ آئے تو یقیناً میرا قصور ہو گا۔ ایک مرتبہ کسی نے دوران وعظ آپ کی تعریف کر دی تو فرمایا کہ حقیقت میں یہ خدا کی تعریف کر رہا ہے کسی نے سوال کیا کہ قلب کو مسرت کس وقت حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا کہ جب اللہ قلب میں ہوتا ہے۔

کسی نے پانچ سو دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے تو پوچھا کہ تمہارے پاس اور رقم بھی ہے؟ اس نے جب اثبات میں جواب دیا تو پوچھا کہ مزید مال کی بھی حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا اپنے پانچ سو دینار واپس لے جا کیوں کہ تو اس کے لئے مجھ سے زیادہ حاجت مند ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن مجھے حاجت نہیں اور تیرے پاس مزید رقم موجود ہے پھر بھی تو محتاج ہے۔

کسی سائل نے آپ سے سوال کیا تو آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جب یہ شخص مزدوری کر سکتا ہے تو اس کو سوال کرنا جائز نہیں لیکن اسی شب خواب دیکھا کہ سرپوش سے ڈھکا ہوا ایک برتن آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے اور حکم دیا جا رہا ہے کہ اس کو کھاؤ چنانچہ جس وقت آپ نے کھول کر دیکھا تو وہی سائل مردہ پڑا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو مردار خوار نہیں ہوں۔ حکم ہوا کہ پھر دن میں اس کو کیوں کھایا تھا آپ کو خیال آ گیا کہ میں نے غیبت کی تھی اور یہ اسی جرم کی سزا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص کی تعلیم میں نے حجام سے حاصل کی ہے اور واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران ایک حجام کسی دولت مند کی حجامت بنا رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کے لئے میری حجامت بنا دے۔ اس نے فوراً اس دولت مند کی حجامت چھوڑ کر میرے بال کاٹنے شروع کر دیئے اور حجامت بنانے کے بعد ایک کاغذ کی پڑیا میرے ہاتھ میں دے دی جس میں کچھ ریز گاری لپٹی ہوئی تھی اور مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اپنے خرچ میں لائیں۔ وہ پڑیا لے کر میں نے یہ نیت کر لی کہ اب پہلے مجھے جو کچھ دستیاب ہو گا وہ بھی حجام کی نذر کروں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص نے بصرہ میں اشرفیوں سے لبریز تھیلی مجھ کو پیش کی۔ وہ لے کر جب حجام کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ میں نے تو تمہاری خدمت صرف خدا کے لئے کی تھی اور تم بے حیا بن کر مجھے تھیلی پیش کرنے آئے ہو؟ کیا تمہیں اس کا علم نہیں

کہ خدا کے واسطے کام کرنے والا کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔

ایک رات آپ کا عبادت سے دل اچاٹ ہو گیا۔ چنانچہ آپ باہر نکلے تو دیکھا کہ دروازے پر ایک آدمی کمبل لپیٹے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ عبادت سے دل اچاٹ ہونے کی وجہ سے شاید تمہارا انتظار کرنا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ نفس کا کیا علاج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نفس کی مخالفت اس کا واحد علاج ہے۔ یہ سن کر وہ جدھر سے آیا تھا چلا گیا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون تھا اس کے بعد جب آپ نے عبادت شروع کی تو دلجمعی پیدا ہو چکی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت سہل نے آپ کو تحریر کیا کہ خواب غفلت سے بچو کیوں کہ سونے والا اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ باری تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ فرمایا کہ جو ہماری محبت کا دعویدار ہو کر رات میں سوتا ہے وہ کاذب ہے آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ خدا کی راہ میں بیدار رہنا ہمارا ذاتی فعل ہے لیکن ہمارے سونے کا تعلق خدا کے فعل سے ہے جو ہمارے فعل سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔ النوم موھبتہ من اللہ علی المحبین۔ یعنی نیند ایک بخشش ہے خدا کی جانب سے اپنے دوستوں پر۔

کسی عورت نے اپنے گم شدہ لڑکے کے مل جانے کی دعا کے لئے آپ سے عرض کیا تو فرمایا کہ صبر سے کام لو۔ یہ سن کر وہ چلی گئی اور کچھ روز صبر کرنے کے بعد پھر خدمت میں حاضر ہوئی، لیکن پھر آپ نے صبر کی تلقین فرمائی وہ عورت پھر واپس ہو گئی اور جب طاقت صبر بالکل نہ رہی تو پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب تاب صبر بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا قول صحیح ہے تو جا تیرا بیٹا تجھے مل گیا۔ چنانچہ جب وہ گھر پہنچی تو بیٹا موجود تھا۔

ایک مرتبہ چور نے آپ کا کرتہ چرا لیا اور دوسرے دن جب بازار میں آپ نے اس کو فروخت کرتے دیکھا تو خریدنے والا چور سے یہ کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی یہ گواہی دے دے کہ یہ مال تیرا ہی ہے تو میں خرید سکتا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں واقف ہوں۔ یہ سن کر خریدار نے کرتہ خرید لیا۔ کسی نے آپ سے ننگا بھوکا رہنے کی شکایت کی تو فرمایا کہ خدا تجھے ہمیشہ ننگا بھوکا رکھے کیونکہ یہ نعمت تو وہ اپنے مخصوص بندوں ہی کو عطا کرتا ہے اور وہ کبھی اس کے شاکی نہیں ہوتے۔

ایک مرتبہ کوئی مالدار آپ کی مجلس میں سے کسی درویش کو اپنے ہمراہ لے گیا اور کچھ وقفہ کے بعد اس کے سر پر خوان رکھے ہوئے حاضر ہوا آپ نے درویش کو حکم دیا کہ یہ خوان اسی مالدار کے منہ پر مار دے جس کو درویش کے علاوہ کوئی نہیں ملا، کیونکہ درویش صاحب نعمت نہ ہونے کے باوجود بھی اہل ہمت ہوتے ہیں اور اگر دنیاوی دولت سے وہ محتاج ہوں تو اجر آخرت ان کا حصہ ہے۔

کسی ارادت مند نے اپنا تمام اثاثہ راہ خدا میں خرچ کر دیا اور صرف ایک مکان باقی رہ گیا آپ نے حکم دیا کہ مکان فروخت کر کے تمام رقم دریا میں پھینک دو، اس نے تعمیل حکم کر کے آپ کے ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ اور باوجود آپ کے دھتکارنے کے بھی ایک لمحہ کے لئے آپ سے جدا نہ ہوتا۔ آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بلند مرتبہ پر پہنچا۔

ایک نوجوان پر آپ کی مجلس وعظ میں ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس نے توبہ کر کے گھر پہنچ کر تمام سامان خیرات کر دیا اور ایک ہزار دینار آپ کو نذر کرنے کے لئے روانہ ہوا تو راستہ میں لوگوں نے کہا کہ تم ایک دین دار کو دنیا میں کیوں گرفتار کرنا چاہتے ہو؟ یہ سن کر اس نوجوان نے تمام دینار دریائے دجلہ میں پھینک دیئے اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میری صحبت کے اس لئے اہل نہیں ہو کہ تم نے ایک ایک کر کے جو ایک ہزار مرتبہ دینار دریا میں پھینکے وہ کام تو ایک مرتبہ میں بھی ہو سکتا تھا۔

کسی مرید کے قلب میں یہ وسوسہ شیطانی پیدا ہو گیا کہ اب میں کامل بزرگ ہو گیا ہوں اور مجھے صحبت مرشد کی حاجت نہیں اور اس خیال کے تحت جب وہ گوشہ نشین ہو گیا تو رات کو خوابوں میں دیکھا کرتا کہ ملائکہ اونٹ پر سواری کر کے جنت میں سیر کرانے لے جاتے ہیں اور جب یہ بات شہرت کو پہنچ گئی تو ایک دن آپ بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ آج رات کو جب تم جنت میں پہنچو تو لاحول پڑھنا، چنانچہ اس نے جب آپ کے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ شیاطین تو فرار ہو گئے اور ان کی جگہ مردوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ تائب ہو گیا اور آپ کی صحبت اختیار کر کے یہ طے کر لیا کہ مرید کے لئے گوشہ نشینی سم قاتل ہے۔

ایک مرید بصرے میں گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھے اور اسی دوران اس کو اپنے کسی گناہ کا خیال آ گیا جس کی وجہ سے تین یوم تک اس کا چہرہ سیاہ رہا اور تین یوم کے بعد جب وہ سیاہی دور ہو گئی تو حضرت جنید کا مکتوب پہنچا کہ بارگاہ الٰہی میں مودبانہ قدم رکھنا چاہئے۔ کیوں کہ تیرے چہرے کی سیاہی دھونے میں تین یوم تک دھوبی کا کام کرنا پڑا ہے۔

جنگل میں شدت گرمی کی وجہ سے کسی مرید کی نکسیر پھوٹ گئی تو اس نے آپ سے گرمی کی شکایت کی۔ آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ تم خدا کی شکایت کرتے ہو، میری نظروں سے دور ہو جاؤ اور اب کبھی میرے ساتھ نہ رہنا۔

کسی مرید سے گستاخی سرزد ہو گئی اور شرمندگی کی وجہ سے شونیزہ کی مسجد میں جا چھپا اور جب ایک مرتبہ آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ خوف زدہ ہو کر ایسا گرا کہ سر سے خون بہنے لگا اور ہر قطرہ خون سے اللہ کے ورد کی آواز آنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چیز ریا میں شامل ہے جب کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے تیرے جیسے ذکر میں مساوی ہیں۔ یہ سن کر وہ مرید اسی وقت تڑپ کر مر گیا اور جب اس سے کسی نے خواب میں اس کا حال

دریافت کیاتواس نے کہاکہ برسوں گزر جانے کے بعد بھی میں دین سے بہت دور ہوں. اور جو کچھ میں سمجھتا تھاوہ سب باطل ہے۔

ایک مرید سے مودب ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت انس تھاجس کی وجہ سے دوسرے مریدین کو رشک پیداہو گیاچنانچہ آپ نے ہر مرید کوایک مرغ اور ایک چاقو دے کر یہ حکم دیاکہ ان کوایسی جگہ جاکر ذبح کرو کہ کوئی دیکھ نہ سکے کچھ وقفہ کے بعد تمام مریدین توذبح شدہ مرغ لے کر حاضر ہو گئے لیکن وہ مرید زندہ مرغ لئے ہوئے آیااور عرض کیاکہ مجھے کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں خداموجود نہیں تھا. یہ کیفیت دیکھ کر تمام مریدین اپنے رشک سے تائب ہو گئے۔

آپ کے آٹھ مخصوص مریدین نے جب جہاد کاقصد کیاتو آپ بھی ان کے ساتھ کفار سے مقابلہ کے لئے روم تشریف لے گئے وہاں ایک کافر کے ہاتھوں آٹھوں مریدین نے جام شہادت پیااس وقت آپ نے دیکھا کہ نوہودے ہوامیں معلق ہیں اور آٹھوں مریدین کی ارواح کو آٹھ ہودوں میں رکھاجارہاہے۔ آپ کو خیال ہواکہ شاید نواں ہودہ میرے لئے ہے۔ یہ خیال کر کے آپ پھر مصروف جہاد ہو گئے لیکن جس کافر نے آٹھوں مریدین کو شہید کیاتھااس نے عرض کیاکہ مجھے مسلمان کر کے بغداد پہنچ کر لوگوں کو ہدایت فرمادیں کہ وہ نواں ہودہ میرے لئے ہے یہ کہہ کر مسلمان ہو گیااور اپنی قوم کے آٹھ کافروں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گیااور اس نویں ہودے میں اس روح کو داخل کر دیا گیا۔

. سید ناصری سفرحج کے دوران جب بغداد پہنچے تو آپ سے شرف نیاز حاصل کرنے حاضر ہوئے آپ نے ان سے سوال کیاکہ آپ سید ہیں اور آپ کے جد اعلیٰ حضرت علی نفس و کفار دونوں سے جہاد کیاکرتے تھے۔ اب آپ فرمائیے کہ آپ نے کون ساجہاد کیاہے یہ سنتے ہی وہ مضطرب ہو کر رونے لگےاور عرض کیاکہ میرا حج تو یہیں ختم ہو گیااب آپ مجھے ہدایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایاکہ تمہارا قلب خانہ خداہے اس میں کسی دوسرے کو جگہ نہ دو۔ یہ سن کر ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔

ارشادات.۔ آپ فرمایاکرتے تھے کہ شام فتوت کا, عراق فصاحت کا, خراساں صدق کامرکز ہے لیکن ان راہوں میں قزاقوں نے اپنے جال بچھار کھے ہیں فرمایاکہ قدرت کامشاہدہ کرنے والا سانس تک نہیں لے سکتااور عظمت کامشاہدہ کرنے والا حیرت زدہ رہتاہے اور ہیبت کامشاہدہ کرنے والا سانس لینے کو کفر تصور کرتا ہے۔ فرمایاکہ بہت افضل ہے وہ بندہ جس کوایک لمحہ کے لئے بھی قرب الٰہی حاصل ہواہو۔ فرمایاکہ بندے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول حق کا بندہ، دوم حقیقت کا بندہ۔ لیکن حق کا بندہ اس لئے افضل ہے کہ اس کو اعوذ برضاک من سخطک کامقام حاصل ہوتا ہے۔

فرمایاکہ قرآن وحدیث کی اتباع کرتے رہواور جوان کا متبع نہ ہواس کی پیروی ہر گز نہ کرو, فرمایاکہ

وسواس شیطانی سے نفس کے وساوس اس لئے شدید ترین ہوتے ہیں کہ وسواس شیطانی تو لاحول سے دور ہو جاتے ہیں لیکن نفس کے وساوس کا دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ابلیس کو عبادت کے بعد بھی مشاہدہ حاصل نہ ہو سکا لیکن حضرت آدم نے ذلت کے باوجود مشاہدے کو قائم رکھا۔ فرمایا کہ انسان سیرت سے انسان ہوتا ہے نہ کہ صورت سے۔ فرمایا کہ خدا کے بھید خدا کے دوستوں کے قلب میں محفوظ رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جہنم میں جلنے سے زیادہ خدا سے غافل رہنا سخت ہے۔ فرمایا کہ قناعت کے بغیر بقا حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ ترک دنیا اور گوشہ نشینی سے ایمان بھی سالم رہتا ہے اور آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل تک، عمل ورع تک، ورع اخلاص تک اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تکلیف پر شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا بندگی کی بہترین علامت ہے۔ فرمایا کہ مہمان نوازی نوافل سے بہتر ہے۔ فرمایا کہ بندہ جتنا خدا سے قریب ہوتا ہے خدا بھی اتنا ہی اس کے قریب رہتا ہے۔ فرمایا کہ جس کی حیات روح پر موقوف ہو وہ روح نکلتے ہی مر جاتا ہے اور جس کی حیات کا دارومدار خدا ہو وہ کبھی نہیں مرتا، بلکہ طبعی زندگی سے حقیقی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ صنعت الٰہی سے عبرت حاصل نہ کرنے والی آنکھ کا اندھا ہی ہونا بہتر ہے اور جو زبان خدا کے ذکر سے عاری ہو اس کا گنگ ہونا بہتر ہے اور جو کان حق بات سننے سے قاصر ہو اس کا بہرہ ہونا اچھا ہے اور جو جسم عبادت سے محروم ہو اس کا مردہ ہو جانا افضل ہے۔ فرمایا کہ مرید کو احکام شرعیہ کے سوا کچھ نہ سننا چاہئے اور مرید کے لئے دنیا تلخ ہوگی اور معرفت شیریں۔ فرمایا کہ زمین کو صوفیائے کرام سے ایسی ہی آرائشگی حاصل ہے جیسے آسمان کو ستاروں سے۔ فرمایا کہ خطرے کی چار قسمیں ہیں۔ اول خطرہ حق جس سے معرفت حاصل ہوتی ہے، دوم خطرہ ملائکہ جس سے عبادت کی رغبت پیدا ہوتی ہے، سوم خطرہ نفس جس سے دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے، چہارم خطرہ ابلیس جس سے بغض و عناد جنم لیتے ہیں۔ فرمایا کہ اہل ہمت اپنی ہمت کی وجہ سے سب پر فوقیت حاصل کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ چار ہزار خدار سیدہ بزرگوں کا یہ قول ہے کہ عبادت الٰہی اس طرح کرنی چاہئے کہ خدا کے سوا کسی کا خیال تک نہ آئے۔ فرمایا کہ تصوف کا ماخذ اصطفا ہے اس لئے برگزیدہ ہستی ہی کو صوفی کہا جاتا ہے اور صوفی وہ ہے جو حضرت ابراہیم سے خلیل ہونے کا درس اور حضرت اسمٰعیل سے تسلیم کا درس اور حضرت داؤد سے غم کا درس اور حضرت ایوب سے صبر کا درس اور حضرت موسیٰ سے شوق کا درس اور حضور اکرم ؐ سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔ فرمایا کہ خدا کے علاوہ ہر سے کو چھوڑ کر خود کو فنا کر لینے کا نام تصوف ہے اور آپ کے ایک ارادت مند کا قول یہ ہے کہ صوفی اس کو کہتے ہیں جو اپنے تمام اوصاف کو ختم کر کے خدا کو پالے۔ فرمایا کہ عارف سے تمام حجابات ختم کر دیئے جاتے ہیں اور عارف رموز خداوندی سے آگاہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں۔ اول معرفت تعریف یعنی خود اللہ کو

شناخت کرنا، دوم معرفت تصریف یعنی اللہ اس کو پہچانے اور خدا سے مشغولیت کا نام معرفت ہے۔ فرمایا کہ توحید خدا کو جاننے کا نام ہے اور انتہائے توحید یہ ہے کہ جس حد تک بھی توحید کا علم ہو اس کو یہی تصور کرے کہ توحید اس سے بالاتر ہے فرمایا کہ اگر محبت کا تعلق کسی شے سے قائم ہو تو اس شے کی فنائیت سے محبت بھی فنا ہو جاتی ہے اور محبت کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خود کو فنا نہ کر لے اور اہل محبت کے اکثر اقوال لوگوں کو کفر معلوم ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ وجد کو مٹا کر غرق ہونے کا نام مشاہدہ ہے کیونکہ وجد حیات عطا کرتا ہے اور مشاہدہ فنائیت اور مشاہدہ عبودیت کو فنا کر کے جانب ربوبیت لے جاتا ہے اور کسی شے کی حقیقت ذاتی کے علم کا نام بھی مشاہدہ ہے۔ فرمایا کہ مراقبہ نام ہے تباہی پر افسوس کرنے کا اور مراقبہ کی تعریف یہ ہے کہ غائب کا انتظار رہے اور حیا حاضر سے ندامت کا نام ہے اور ذکر الٰہی سے ایک لحہ کی غفلت بھی ہزار سالہ عبادت سے بدتر ہے کیوں کہ ایک لحہ کی غیر حاضری کی گستاخی کو ہزار سالہ عبادت ملیامیٹ نہیں کر سکتی۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ کے لئے نگرانی نفس سے دشوار کوئی کام نہیں۔ فرمایا کہ اشغال دنیاوی ترک کر دینے کا نام عبودیت ہے اور زہد کی انتہاء افلاس ہے۔ فرمایا کہ بندہ صادق دن میں چالیس حالتیں تبدیل کرتا ہے لیکن ریاکار چالیس برس بھی ایک ہی حالت پر قائم رہتا ہے اور بندہ صادق وہی ہے جو نہ تو دست طلب دراز کرے اور نہ جھگڑے۔ فرمایا کہ توکل انتہائے صبر کا نام ہے جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور صبر کی تعریف یہ ہے کہ جو مخلوق سے دور کر کے خالق کے قریب کر دے اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ کے لئے ایسے بن جاؤ جیسے روز اول میں تھے فرمایا یقین نام ہے علم کے قلب میں اس طرح جاگزیں ہو جانے کا جس میں تغیر و تبدل نہ ہو سکے اور یقین کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ترک تکبر کر کے دنیا سے بے نیاز ہو جائے۔ فرمایا کہ میرے نزدیک نیک خو فاسق کی صحبت بد خو عابد سے بہتر ہے، فرمایا کہ حیا ایک ایسی نعمت ہے جو معاصی کی نگرانی سے پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا کہ رضا کا نام ہے اپنے اختیارات کو معدوم کر کے مصائب کو نعمت تصور کرنے کا۔ فرمایا کہ توبہ نام ہے عزم راسخ کے ساتھ ظلم و گناہ اور خصومت ترک کر دینے کا فرمایا کہ اپنی تعظیم کرانے کے لئے کرامات کا ظہور فریب ہے۔ فرمایا کہ مرید کا گناہ کبیرہ سے بے خوف ہو جانا داخل فریب ہے اور کفر سے خائف نہ ہونا واصل کا مکر ہے۔ فرمایا کہ روز ازل اللہ نے الست بربکم فرما کر ارواح کو ایسا مست بنا دیا کہ دنیا میں بھی حالت سماع کے وقت اس کیفیت کے احساس سے مست ہو جاتی ہیں۔ فرمایا کہ تصوف نام ہے مخلوق سے خالق کی جانب رجوع ہونے قرآن و سنت کی اتباع کرنے اور مشغول عبادت رہنے کا۔

جس وقت حضرت رویمؒ نے آپ سے ماہیت تصوف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ ماہیت تصوف کی جستجو کے بجائے اپنی ذات میں تصوف تلاش کرو، کیوں کہ صوفی وہی ہے جس کو خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو، پھر

فرمایا کہ توحید نام ہے خود کو فنا کر کے اللہ میں ضم ہو جانے اور عجز کے ساتھ حصول نعمت کا اور محبت کا مفہوم یہ ہے کہ محبوب کے تمام اوصاف محبّ میں موجود ہوں جیسا کہ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "جب میں اس کو محبوب بناؤں گا اس کی سماعت و بصارت بن جاؤں گا۔ فرمایا کہ جاہ و حشم معدوم کر دینے کا نام انس ہے فرمایا کہ ذکر کی کئی قسمیں ہیں۔ اول حصول معرفت کے لئے آیات قرآنی میں فکر کرنا، دوم حصول محبت کے لئے نفس پر خدا کے احسانات کے متعلق فکر کرنا، سوم حصول ماہیت کے لئے خدا کے مواعید پر فکر کرنا، چہارم حصول حیا کی خاطر خدا کے انعامات پر غور کرنا۔ فرمایا کہ جو بندگی کا مفہوم اس وقت معلوم ہوتا ہے جب بندہ خدا کو ہر شے کا مالک تصور کرتے ہوئے یہ باور کر لے کہ ہر شے اسی کے وجود سے قائم ہے اور سب کو وہیں لوٹ کر جانا ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ "پاکیزہ تر ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں سب کی جان ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر فرمایا کہ حقیقت ایک ایسا مقام ہے جہاں اہل مراقبہ اس شے کے منتظر رہتے ہیں جس کے وقوع سے خوفزدہ ہوں جب کہ ان کا یہ اضطراب ایسا ہی لغو ہوتا ہے جیسے کوئی رات میں شب خون کا انتظار کرتے ہوئے رات بھر جاگتا رہے۔ پھر فرمایا کہ صادق کی صفت صدق ہے اور صادق وہی ہے جو سدا ایک حال میں رہے اور صدیق وہ ہے جس کے اقوال و افعال مبنی بر صدق ہوں۔

فرمایا کہ اخلاص کی تعریف یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو قابل قبول تصور نہ کرتے ہوئے نفس کو فنا کر ڈالے اور شفقت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی پسندیدہ شے دوسرے کے حوالے کر کے احسان نہ جتائے۔ فرمایا کہ جو درویش خدا کی رضا پر راضی رہے وہ سب سے برتر ہے اور ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جو احسان کر کے بھول جاتے ہیں اور تمام لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہیں۔ فرمایا کہ بندہ وہی ہے جو خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ مرید وہ ہے جو اپنے علم کا نگران رہے اور مراد وہ ہے جس کو اعانت الٰہی حاصل ہو کیونکہ مرید تو دوڑنے والا ہوتا ہے اور دوڑانے والا کبھی آڑنے والے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ ترک دنیا سے عقبیٰ مل جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تواضع نام ہے سر جھکا کر رکھنے اور زمین پر سونے کا۔ فرمایا کہ حجابات کی چھ قسمیں ہیں تین عام بندوں کے لئے اول نفس۔ دوم مخلوق۔ سوم دنیا۔ اور تین خاص بندوں کے لئے اول عبادت۔ دوم اجر۔ سوم کرامات پر اظہار۔ فرمایا کہ حلال سے حرام کی جانب متوجہ ہونا اہل دنیا کی لغزش ہے اور فنا سے بقا کی طرف رجوع کرنا زاہد کی لغزش ہے۔ فرمایا کہ قلب مومن دن میں ستر مرتبہ گردش کرتا ہے لیکن قلب کافر ستر برس میں بھی ایک مرتبہ گردش نہیں کرتا، آپ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے کہ اے اللہ! روز محشر مجھے اندھا کر کے اٹھانا اس لئے کہ جس کو تیرا دیدار نصیب نہ ہو اس کا نابینا رہنا اس لئے اولیٰ ہے کہ وہ کسی دوسری شے کو بھی نہ دیکھ سکے۔

وفات: دم مرگ میں آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھ کو وضو کروا دو۔ چنانچہ دوران وضو انگلیوں میں

خلال کرنا بھول گئے تو آپ کی یاد دہانی پر خلال کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے سجدے میں گر کر گریہ وزاری شروع کر دی اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر عابد ہو کر روتے کیوں ہیں؟ فرمایا کہ اس وقت سے زیادہ میں کبھی محتاج نہیں۔ پھر تلاوت قرآن میں مشغول ہو کر فرمایا کہ اس وقت قرآن سے زیادہ میرا کوئی مونس وہمدم نہیں اور اس وقت میں اپنی عمر بھر کی عبادت کو اس طرح ہوا میں معلق دیکھ رہا ہوں کہ جس کو تیز و تند ہوا کے جھونکے ہلا رہے ہیں اور مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہوا فراق کی ہے یا وصال کی اور دوسری طرف فرشتہ اجل اور پل صراط ہے اور میں عادل قاضی پر نظریں لگائے ہوئے اس کا منتظر ہوں کہ نہ جانے مجھ کو کدھر جانے کا حکم دیا جائے۔ اسی طرح آپ نے سورہ بقر کی ستر آیات تلاوت فرمائیں اور عالم سکرات میں جب لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اللہ کیجئے تو فرمایا کہ میں اس کی طرف سے غافل نہیں ہوں پھر انگلیوں پر وظیفہ خوانی شروع کر دی اور جب داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت پر پہنچے تو انگلی اوپر اٹھا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور آنکھیں بند کرتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور غسل دیتے وقت جب لوگوں نے آنکھ میں پانی پہنچانا چاہا تو غیب سے آواز آئی کہ ہمارے محبوب کی آنکھوں سے پانی دور رکھو کیوں کہ اس کی آنکھیں ہمارے ذکر کی لذت میں بند ہوئی اور اب ہمارے دیدار کے بغیر نہیں کھل سکتیں اور جب انگلیاں سیدھی کرنے کا قصد کیا تو ندا آئی کہ یہ ہاتھ ہمارے ذکر میں بند ہوا ہے اور ہمارے حکم کے بغیر نہیں کھلے گا۔ پھر جنازے کی روانگی کے وقت ایک کبوتر پلنگ کے ایک کونے پر آکر بیٹھ گیا اور جب اس کو اڑانے کی سعی کی گئی تو اس نے کہا کہ میرے پنجے محبت کی میخ پر گڑے ہوئے ہیں اور آج حضرت جنید کا قالب ملائکہ کا نصیب بن گیا ہے۔ اگر تم جنازے کے ساتھ نہ ہوتے تو میت سفید باز کی طرح ہوا کے دوش پر پرواز کرتی۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ منکر نکیر کو آپ نے کیا جواب دیا؟ فرمایا کہ جب انہوں نے پوچھا کہ من ربک تو میں نے مسکرا کر جواب دیا کہ میں ازل ہی میں الست بربکم کا جواب بلی کہہ کر دے چکا ہوں۔ اس کے لئے غلاموں کو جواب دینا کیا دشوار ہے۔ چنانچہ نکیرین جواب سن کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ ابھی تک اس پر خمار محبت کا اثر موجود ہے۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے کیسا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ محض اپنے کرم سے بخش دیا اور ان دو رکعت نماز کے علاوہ جو میں رات کو پڑھا کرتا تھا اور کوئی عبادت کام نہ آسکی۔ آپ کے مزار مبارک پر حضرت شبلیؒ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ خدا رسیدہ لوگوں کی حیات و ممات دونوں مساوی ہوتی ہیں۔ اس لئے میں اس مزار پر کسی مسئلہ کا جواب دینے میں ندامت محسوس کرتا ہوں کیوں کہ مرنے کے بعد بھی آپ سے اتنی ہی حیا رکھتا ہوں جتنی حیات میں تھی۔

حصہ دوم

باب۔ ۴۴

حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ شریعت و طریقت پر یکساں طور پر گامزن تھے اور آپ کا شمار اہل ورع اور اہل تقویٰ بزرگوں میں سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی تصانیف بھی آپ نے چھوڑ دی ہیں۔ عرصہ دراز تک مکہ معظمہ میں اعتکاف کرنے کی وجہ سے آپ کو پیر حرم کے خطاب سے نوازا گیا آپ حضرت جنید بغدادی کے پیر و مرشد ہیں اور حضرت ابو سعید خزاز کے فیض صحبت سے فیوض حاصل کرتے رہے۔

واقعات: حضرت منصور حلاج کا واقعہ آپ ہی کی بد دعا کا نتیجہ ہے کیونکہ منصور کو آپ نے ایک دن کچھ تحریر کرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ کیا تحریر کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ایسی عبارت تحریر کر رہا ہوں جو قرآن کا مقابلہ کر سکے۔ یہ سنتے ہی آپ نے غضب ناک ہو کر وہ بد دعا دی جس کی وجہ سے منصور کو وہ واقعہ پیش آیا۔

آپ کے جانماز کے نیچے گنج نامہ کا ترجمہ رکھا ہوا تھا اور جب آپ وضو کے لئے اٹھے تو کوئی چرا کر لے گیا۔ آپ نے دوران وضو ہی فرمایا کہ لے گیا لیکن جو بھی لے گیا ہے اس کے دست و پا قطع کر کے پھانسی پر لٹکا دیا جائے اور اس کو نذر آتش کر کے راکھ تک اڑا دی جائے گی اور اس کو گنج نامہ سے اس لئے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے گا کہ وہ اس کے بھید تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس گنج نامہ کا مفہوم یہ تھا کہ ہم نے تخلیق آدم کے بعد جب فرشتوں کو حکم سجدہ دیا تو سوائے ابلیس کے سب نے اس لئے سجدہ کیا کہ وہ تخلیق آدم کے بھید سے واقف نہیں تھے اور ابلیس نے واقف اسرار ہونے کی وجہ سے سجدہ سے انکار کر دیا تھا۔ اسی طرح حضرت آدم بھی جس درجہ ابلیس کے راز سے واقف تھے دوسرا کوئی نہیں تھا اور یہی وجہ ابلیس کو مردود بارگاہ کر دینے کی ہے۔ پھر ہم نے کہا کہ زمین کے اندر ہم نے ایک ایسا خزانہ پوشیدہ کر دیا ہے کہ جو اس سے واقفیت حاصل کرنا چاہے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا لیکن ابلیس نے کہا کہ جو خزانہ مجھ کو عطا کیا گیا ہے تو اس کے بعد مجھے کسی خزانے کی ضرورت نہیں پھر بھی اگر مجھے اس پوشیدہ خزانے کا علم ہو گیا تو میں اس سے ضرور واقفیت حاصل کروں گا۔ حکم ہوا تجھ کو مہلت دی جاتی ہے لیکن ہمارے بندے تجھے کاذب تصور کر کے کہیں گے کہ ابلیس ایک ایسا جن تھا جس نے حکم الٰہی سے سرتابی کی اور اس تصور کے تحت تیرے کسی قول کو سچا نہ کہیں گے اور یہی گنج نامہ کتاب محبت میں اس طرح درج ہے کہ خدا نے قلب کو روح سے سات ہزار سال

قبل تخلیق کر کے انس کے باغ میں رکھا اور سر کو روح سے ایک ہزار سال قبل تخلیق کر کے مقام وصل میں رکھ کر ہر یوم تین سو ساٹھ نظریں ان پر ڈالیں اور کلمات محبت سے ارواح کو واقف کروایا۔ پھر تین سو لطائف اس قلب پر وارد کئے اور تین سو ساٹھ مرتبہ کشف جمال کی تجلیات سر پر ڈالیں اور جب ان سب نے مل کر دوسری مخلوق کو دیکھا تو اپنے سے زیادہ کسی کو برتر نہیں پایا۔ پھر امتحان کے طور پر خدا تعالیٰ نے سر کو روح اور روح کو قلب میں اور قلب کو اجسام میں مقید کر کے انبیاء کرام کو ہدایت کے لئے بھیجا اور جب سب نے اپنے اپنے مقام کی تلاش کی تو اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا۔ چنانچہ جسم نے نماز کی مطابقت کی، قلب نے محبت کی، روح نے قربت کی اور سر نے وصال کی مطابقت کی۔

آپ نے بیت اللہ سے حضرت جنید اور حضرت شبلی کو مکتوب تحریر کیا کہ آپ لوگ اہل عراق کے مرشدین میں سے ہیں لہٰذا جو شخص جمال کعبہ کا مشاہدہ کرنا چاہے اس کو بتا دو کہ نفس کو شق کرنے سے قبل تم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے اور جو قرب الٰہی کا خواہاں ہو اس سے کہہ دو کہ روح کو شق کر دینے سے قبل تم ہرگز قرب حاصل نہیں کر سکتے، لیکن اس راہ میں قدم رکھنے سے قبل یہ بھی سمجھ لے کہ اس راستے میں دو ہزار آگ کے پہاڑ اور ایک ہزار ہلاکت خیز بحر بیکراں بھی ہیں اور جو ان دونوں سے خائف ہوئے بغیر راستہ طے کرنا چاہے وہی اس میں قدم رکھے اور جب اس مکتوب کو حضرت جنید نے تمام مرشدین عراق کے سامنے غور و فکر کے لئے پیش کیا تو سب کی متفقہ رائے یہی ہوئی کہ آگ سے مراد نیست و نابود ہونا ہے یعنی جب تک بندہ دو ہزار مرتبہ خود کو نیست نہ کر لے اور ایک ہزار مرتبہ ہست کی منزل میں داخل نہ ہو کبھی قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ میں تو ابھی ان دو ہزاروں میں سے صرف ایک ہی راہ طے کر پایا ہوں۔ حضرت حریری نے فرمایا کہ تم اس لئے خوش نصیب ہو کہ میں تو اس راہ میں صرف تین ہی قدم چلا ہوں اور حضرت شبلی نے کہا کہ تم دونوں ہی خوش بخت ہو کیوں کہ میں تو ابھی اس راہ کے نزدیک تک نہیں پہنچا ہوں۔

کسی دوست کی علالت کے زمانہ میں آپ اس سے ملنے اصفہان تشریف لے گئے۔ اس نے آپ سے فرمائش کی کہ قوال سے کوئی شعر سنوا دیجئے، چنانچہ قوال نے اس مفہوم کا شعر پڑھا۔ کہ میری بیماری میں کوئی عیادت کو جایا کرتا تھا۔ یہ شعر سنتے ہی وہ تندرست ہو گیا اور آپ کے فیض صحبت سے معراج کمال تک پہنچا۔

ارشادات۔ جب آپ سے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام کا مفہوم پوچھا گیا تو فرمایا کہ جب بندے کی نظر علم عظمت وحدانیت اور جلال ربوبیت پر پڑتی ہے تو اس کے سینہ میں ایسی فراخی رونما ہوتی ہے کہ اس کو ہر شے نیست محسوس ہونے لگتی ہے۔ فرمایا کہ عظمت و وحدانیت میں دخل اندازی معصیت و کفر ہے۔ فرمایا کہ

دوستوں کا وجد خدا کا ایسا راز پنہاں ہے جس کو کسی قیمت پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ فرمایا کہ محبت بھی داخل رضا ہے اور محبت سے رضا کو اس لئے جدا نہیں کیا جا سکتا کہ بندے کو ہر شے عزیز ہوتی ہے جس سے وہ راضی نہ ہو اس کو محبوب بھی نہیں سمجھتا فرمایا کہ بندہ اسی کو محبوب جانے جس سے زیادہ کوئی محبوبیت کے قابل نہ ہو۔ فرمایا کہ صبر نام ہے خدا کے حکم پر استقلال کے ساتھ مصائب برداشت کرنے کا۔

باب۔ ۴۵

حضرت ابو سعید خزار رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ بغداد کے باشندے تھے اور ان مشائخ میں سے ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہر فن میں کمال عطا کرتا ہے۔ اپنے مریدین پر اس قدر شفیق تھے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا اس کے علاوہ تصوف کے موضوع پر آپ کی چار سو تصنیفات بھی ہیں جس کی وجہ سے آپ کو لسان التصوف کا خطاب ملا۔ اور آپ کا وقت اکثر و بیشتر حضرت ذوالنون اور حضرت بشر حافی کی خدمت میں گزرا اور سب سے پہلے فنا و بقا کے موضوع پر آپ ہی نے لب کشائی فرمائی. حتیٰ کہ آپ کی کتاب السیر کی بعض عبارتوں پر علماء نے اپنی کم فہمی کی بناء پر کفر کے فتوے عائد کئے۔ اسی کتاب کی ایک عبارت ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں کہ جب بندہ رجوع الی اللہ ہو کر اس سے رشتہ جوڑتے ہوئے قرب حاصل کر لیتا ہے تو اپنے نفس اور خدا کے علاوہ ہر شے کو فراموش کر دیتا ہے اور جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے؟ تو وہ جواب میں صرف اللہ ہی اللہ کہتا ہے اور اگر اس کے تمام اعضاء کو گویائی عطا کر دی جائے تو ہر عضو سے اللہ ہی اللہ نکلتا ہے۔ اس لئے کہ ہر عضو نور سے پر اور جذب سے لبریز ہو جاتا ہے اور اس کو وہ قرب حاصل ہوتا ہے کہ اللہ کا کہنا گویا خدا کی زبان سے اللہ کہنا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قرب و بعد اختیار کرنے کا ہر بندے کو مجاز بنایا گیا ہے لیکن میں نے بعد کو اس لئے اختیار کیا کہ مجھ میں قرب کی سکت نہیں تھی۔ جیسے لقمان نے حکمت و نبوت میں سے حکمت کو اس لئے قبول کیا کہ نبوت کی طاقت برداشت نہیں تھی۔

حالات. آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ خواب میں دو فرشتوں نے مجھ سے صدق کا مفہوم پوچھا تو میں نے کہا کہ ایفائے عہد کا نام صدق ہے۔ انہوں نے کہا تم سچ کہتے ہو. فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرمؐ نے سوال کیا تو مجھے دوست رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ ہی کی دوستی میرے قلب میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے کہ کسی دوسرے کے لئے جگہ نہیں۔ یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو

دوست رکھا مجھ کو دوست رکھا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں میں نے ابلیس کو ڈنڈا مارنے کا قصد کیا تو غیب سے ندا آئی کہ یہ ڈنڈے سے خائف نہیں ہوتا یہ تو صرف قلب مومن کے نور سے ڈرتا ہے۔ جب میں نے ابلیس کو اپنے پاس آنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ تارک الدنیا لوگ میرے فریب میں نہیں آسکتے البتہ تمہاری صحبت میں چونکہ لڑکے رہتے ہیں اس لئے شاید کبھی میرے فریب میں پھنس جاؤ۔

آپ کے ، وص جز ادوں میں سے جب ایک کا انتقال ہو گیا تو آپ نے خواب میں ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا کہ اس نے مجھ کو اپنا قرب عطا کر دیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کرو، انہوں نے جواب دیا کہ نہ تو بد دلی کے ساتھ خدا کی عبادت کیجئے اور نہ ایک لباس سے دوسرا لباس اپنے لئے رکھئے۔ چنانچہ تیس سال حیات رہنے کے باوجود آپ نے کبھی ایک لباس سے دوسرا لباس نہیں رکھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے خدا سے کچھ طلب کرنا چاہا تو ندا آئی کہ اللہ سے اللہ کے سوا کچھ نہ طلب کرنا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے جنگل میں بے حد بھوک معلوم ہوئی تو نفس نے خدا سے طلب رزق کا تقاضا کیا لیکن میں نے جواب دیا کہ یہ توکل کے منافی ہے۔ پھر نفس نے کہا کہ صبر ہی کی توفیق طلب کرو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہ فرمایا کہ اللہ اپنے دوست کے نزدیک ہوتا ہے اس لئے اس سے کچھ طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر فرمایا کہ دوران سفر فاقہ کشی کرتے کرتے منزل قریب آئی تو منزل پر کھجور کا باغ دیکھ کر نفس کو کچھ اطمینان سا ہو گیا لیکن میں نے نفس کی مخالفت میں منزل کی بجائے جنگل ہی میں پڑاؤ ڈال دیا اور جب اہل قافلہ میں سے ایک شخص اصرار کر کے مجھے اپنے ہمراہ لے گیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ علم کیسے ہوا کہ میں جنگل میں چھپا ہوا ہوں؟ اس نے کہا کہ میں نے غیب سے ندا سنی کہ خدا کا ایک دوست ریت میں چھپا ہوا ہے اس کو اپنے ہمراہ لے آؤ۔ فرمایا کہ شب روز صرف ایک مرتبہ کھانا کھایا ہے لیکن ایک صحرا میں جب تین شب و روز کھانے کو کچھ نہیں ملا تو میں نقاہت سے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اس وقت غیب سے ندا آئی کہ کھانے کی طلب ہے یا قوت کی۔ میں نے کہا قوت کی۔ یہ کہتے ہی میرے اندر ایسی قوت پیدا ہو گئی کہ بلا کھائے پئے بارہ منزلیں طے کر ڈالیں۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ دریا پر ایک نوجوان گدڑی اوڑھے اور سیاہی کی دوات لئے ہوئے ملا۔ چنانچہ میں نے اس کی گدڑی سے یہ اندازہ کیا کہ یہ اہل اللہ میں سے ہے لیکن دوات سے یہ تصور ہوا کہ شاید کوئی طالب علم ہے اور جب میں نے اس سے سوال کیا کہ خدا کے ملنے کے لئے کون سا راستہ ہے؟ اس نے کہا کہ ایک راستہ عام کے لئے اور دوسرا خاص کے لئے۔ لیکن تم جس راہ پر گامزن ہو وہ عام لوگوں کا راستہ کیونکہ تم عبادت کو ذریعہ وصال اور دولت کو حجاب تصور کرتے ہو۔ فرمایا کہ جنگل میں ایک مرتبہ دس شکاری کتوں

نے مجھ گھیر لیا تو میں اسی جگہ مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ پھر انہیں میں سے ایک سفید رنگ کے کتے نے تمام کتوں پر حملہ کر کے بگا دیا اور خود میرے پاس آ بیٹھا لیکن جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو وہ کچھ دور میرے ہمراہ چل کر غائب ہو گیا۔

ارشادات: عباس مہتدی کے سامنے جب آپ نے تقویٰ کے موضوع پر بحث چھیڑی تو انہوں نے کہا کہ شاہی زمین پر رہ کر شاہی نہر کا پانی استعمال کر کے آپ کو تقویٰ کی باتیں کرتے شرم نہیں آتی؟ چنانچہ آپ نے ندامت سے گردن جھکا کر فرمایا کہ واقعی آپ سچ کہتے ہیں فرمایا کہ خدا سے اس لئے محبت کرو کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی کرتا ہے اور جو خدا کو اپنا محسن تصور نہ کرے وہ کبھی خدا سے محبت نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ اولیاء کرام کی بزرگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ کا خواستگار ہوتا ہے اور ان کو حجاب سے بچاتے ہوئے اپنے اپنے ذکر کے علاوہ کسی سے سکون عطا نہیں کرتا اور اپنے محبوب کو ذکر کر کے دروازے سے قصر وحدانیت میں پہنچا کر عظمت و جلال کا پرتو ڈالتا رہتا ہے جس کے بعد وہ خدا کی حفاظت میں آ جاتا ہے اور یہ تصور ھی غلط ہے کہ سعی و مشقت سے یا بغیر سعی و مشقت کے قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کا دارومدار تو صرف خدا کے فضل پر ہے۔ فرمایا کہ خدا کے مشاہدے کے بعد کوئی حجاب درمیان میں باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ نور فراست سے مشاہدہ کرنے والا گویا نور خداوندی سے مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے اور اس کے علم کا منبع صرف ذات الٰہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے سہو و غفلت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے منہ سے نکلنے والا کلام درحقیقت خدا ہی کا کلام ہوتا ہے اور خدا کے بعض ایسے بندے بھی ہیں جو اس کے خوف سے خموشی کے سات مشغول عبادت رہتے ہیں۔

فرمایا کہ اہل معرفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھیں، نہ کسی سے محو گفتگو ہوں اور نہ خدا کے سوا کسی کے ساتھ مشغولیت اختیار کریں۔ پھر فرمایا کہ محو فنا ہونا فنا کی علامت ہے اور حضوری بقا کی۔ فرمایا کہ ذکر تین طرح سے کیا جاتا ہے ایک صرف زبان سے دوسرے قلب و زبان دونوں سے اور تیسرا جس قلب میں تو ذاکر رہے لیکن زبان گنگ ہو جائے لیکن اس مقام کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، فرمایا توحید نام ہے ہر شے سے جدا ہو کر رجوع الی اللہ ہونے کا، فرمایا کہ عارف وہی ہے جو خدا کے سوا ہر شے سے بے نیاز ہو جائے کہ تمام اشیاء اسی کی محتاج نظر آئیں۔ فرمایا کہ قرب حقیقی وہ ہے کہ خدا کے علاوہ کسی بھی شے کا قلب میں تصور تک نہ آ جائے تو اس جانب متوجہ بھی نہ ہو۔ فرمایا کہ علم وہی ہے جس پر عمل بھی ہو اور یقین وہ عمدہ ہے جس میں فنائیت کا درجہ حاصل ہو جائے۔ فرمایا کہ عارف راہ مولا میں ہمیشہ گریہ وزاری کرتا رہتا ہے لیکن جب واصل باللہ ہو جاتا ہے تو سب کچھ بھلا دیتا ہے۔ فرمایا کہ توکل خدا پر اس طرح

اعتماد کرنے کا نام ہے جس میں نہ تو سکون ہو، نہ عدم سکون فرمایا کہ جس کو اپنے اور خدا کے مابین حائل ہونے والی شے پر غلبہ حاصل نہ ہو اس کو تقویٰ و مراقبہ اور کشف و مشاہدہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ فرمایا کہ مالداروں کا حق فقراء کو اس لئے نہیں پہنچتا۔ اول تو ان کی دوستی ہی ناجائز ہوتی ہے۔ دوسرے ان کا عمل مطابق دولت نہیں ہوتا۔ تیسرے فقراء خود صاحب قناعت ہوتے ہیں۔

باب۔ ۴۶

حضرت ابوالحسن نوری رحمتہ اللہ کے حالت و مناقب

تعارف: آپ اپنے دور کے ان ممتاز بزرگوں میں سے ہوئے ہیں جن کو تمام مشائخ نے عظمت و مرتبت کے اعتبار سے امیرالقلوب کا خطاب عطا کیا۔ آپ حضرت سری سقطی کے پیرو مرشد اور حضرت جنید بغدادی کے ہم عصر تھے۔ عمر کا اکثر و بیشتر حصہ حضرت احمد حواری کی صحبت میں گزارا آپ اپنے مسلک کے اعتبار سے تصوف کو فقر پر ترجیح دیتے تھے اور فرمایا کرتے کہ بلا ایثار و قربانی کے صحبت شیخ جائز نہیں اور آپ کو نوری کا خطاب اس لئے دیا گیا کہ آپ کے منہ سے ایسا نور ہویدا ہوتا کہ پورا مکان منور ہو جاتا اور دوسرا سبب یہ بھی بتایا گیا کہ جنگل کی جس جھونپڑی میں آپ مشغول رہتے تھے وہ آپ کی کرامات سے شب تاریک میں بھی روشن رہتی تھی آپ کے متعلق حضرت ابو احمد مغاری کا یہ قول تھا کہ میں نے آپ سے زیادہ حضرت جنید کو بھی عبادت گزار نہیں پایا۔

حالات: ریاضت کے ابتدائی دور میں آپ گھر سے کھانا لے کر نکلتے اور راستہ میں خیرات کر کے نماز ظہر کے بعد اپنی دکان پر جا بیٹھتے حتیٰ کہ یہ سلسلہ بیس سال تک چلتا رہا لیکن آپ کے گھر والے اس تصور میں رہتے کہ دکان پر کھانا کھا لیا ہو گا آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے برسوں کے مجاہدات و خلوت سب بے سود ثابت ہوئے اور جب میں نے انبیاء کرام کے قول کے مطابق یہ غور کرنا شروع کیا کہ شاید میری عبادت میں ریا کا عنصر شامل ہو گیا تو پتہ چلا کہ میرے نفس نے قلب سے ساز باز کر رکھی ہے لیکن جب میں نے مخالفت نفس شروع کی تو میرے اوپر اسرار باطنی کا انکشاف ہونے لگا اور جب میں نے نفس سے اس کی کیفیت پوچھی تو اس نے کہا کہ میری کوئی مراد پوری نہ ہو سکی اس کے بعد میں نے دریائے دجلہ میں مچھلی پکڑنے کے لئے بنیاد ڈال کر خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب تک اس میں مچھلی نہیں پھنسے گی یونہی کھڑا رہوں گا یہ کہتے ہی مچھلی پھنس گئی تو میں نے حضرت جنید سے اپنی فراخی مراتب کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مچھلی کے بجائے تم سانپ کا شکار کرتے تو یقیناً کرامت ہوتی لیکن چونکہ ابھی تم درمیانی منزل میں ہو اس لئے تمہارے واقعہ کو

کرامت سے نہیں بلکہ فریب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس وقت غلام خلیل نے بزرگ دشمنی میں خلیفہ سے شکایت کی کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جو رقص و سرود بھی کرتا ہے اور اشاروں کنایوں میں گفتگو بھی کرتا ہے اور زبان سے ایسے کلمات نکالتا ہے جو قابل گردن زدن ہیں۔ اس شکایت پر خلیفہ نے تمام مشائخ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اور جب سب سے پہلے جلاد نے حضرت ارقام کو قتل کرنا چاہا تو حضرت نوری مسکراتے ہوئے ان کی جگہ پر جا بیٹھے اور لوگوں نے جب آپ سے کہا کہ ابھی آپ کا نمبر نہیں آیا تو فرمایا کہ میری بنیاد طریقت جذبہ ایثار رہے اور میں مسلمانوں کی جان کے بدلے اپنی جان دینا زیادہ بہتر تصور کرتا ہوں حالانکہ میرے نزدیک دنیا کیا ایک لمحہ محشر کے ہزار سال سے افضل ہے کیونکہ دنیا مقام خدمت ہے اور عقبیٰ مقام قربت ہے لیکن خدمت کے بغیر قربت کا حصول ناممکن ہے یہ انوکھا کلام سن کر خلیفہ نے قاضی سے سوال کیا کہ ان کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ قاضی نے حضرت شبلی کو دیوانہ تصور کرتے ہوئے سوال کیا کہ بیس دینار پر کتنی زکوٰۃ ہوتی ہے؟ فرمایا کہ ساڑھے بیس دینار یعنی نصف دینار مزید اس جرم میں ادا کرے کہ اس نے بیس دینار جمع کیوں کیئے جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس چالیس دینار تھے اور انہوں نے سب کے سب زکوٰۃ میں دے دیئے۔ پھر قاضی نے حضرت نوری سے ایک سوال کیا جس کا انہوں نے برجستہ جواب دے کر الٹا قاضی سے کہا کہ اب تم بھی سن لو کہ خدا نے ایسے بندے بھی تخلیق فرمائے ہیں جن کی حیات و ممات اور قیام و کلام سب اسی کے مشاہدے سے وابستہ ہیں اور اگر ایک لمحہ کے لئے بھی وہ مشاہدے سے محروم ہو جائیں تو موت واقع ہو جائے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اسی کے سامنے رہتے ہیں اسی سے سوتے ہیں اسی سے کھاتے ہیں اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے طلب کرتے ہیں یہ جواب سن کر قاضی نے خلیفہ سے کہا کہ اگر ایسے افراد بھی ملحد و زندیق ہو سکتے ہیں تو پھر میرا فتویٰ یہ ہے کہ پورے عالم میں کوئی بھی موحد نہیں ہے اور جب خلیفہ نے ان حضرات سے کہا کہ مجھ سے کچھ طلب کیجئے تو سب نے کہا کہ ہماری خواہش تو صرف یہ ہے کہ تم ہمیں فراموش کر دو۔ یہ سن کر خلیفہ پر رقت طاری ہو گئی اور سب کو تعظیم و احترام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

کسی کو آپ نے دوران نماز داڑھی سے شغل کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اپنا ہاتھ خدا کی داڑھی سے دور رکھو۔ یہ کلمہ سن کر بعض لوگوں نے خلیفہ سے شکایت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ کلمہ کفر ہے اور جب خلیفہ نے آپ سے سوال کیا کہ تم نے یہ جملہ کیوں کہا؟ فرمایا کہ جب بندہ خود خدا کی ملکیت ہے تو اس داڑھی بھی خدا کی ملک ہے۔ یہ جواب سن کر خلیفہ نے کہا خدا کا شکر ہے میں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا نفس چالیس سال سے نفس سے علیحدہ ہے جس کی وجہ سے میرے قلب میں تصور گناہ تک نہیں آیا لیکن یہ مقام مجھے اس وقت حاصل ہوا جب خدا کو پہچان لیا۔ پھر فرمایا کہ ایک نور کا

مشاہدہ کرتے کرتے میں خود نور بن گیا اور جب میں نے خدا سے دائمی حالتیں طلب کی تو جواب ملا کہ سوائے دائم رہنے والے کے دائمی حالت پر کوئی صبر نہیں کر سکتا۔

آپ نے حضرت جنید سے فرمایا کہ تیس سال سے میں اس ادھیڑبن میں مبتلا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ ظاہر ہوتا ہے تو میں گم ہو جاتا ہوں اور جب میں ظاہر ہوتا ہوں تو اس کی ذات گم ہو جاتی ہے یعنی اس کی حضوری میری غیبت میں مضمر ہے اور جب میں کوئی سعی کرتا ہوں تو حکم ہوتا ہے کہ یا تو رہے گا یا میں۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ آپ اسی حالت پر قائم رہیں کہ ظاہر و باطن میں صرف وہی نظر آتا رہے اور آپ گم رہیں۔ بعض حضرات نے جنید کو بتایا کہ حضرت نوری تین شبانہ روز سے پتھر پر بیٹھے بہ آواز بلند اللہ اللہ کر رہے ہیں اور کھانا پینا سب بند کر رکھا ہے لیکن نماز اپنے صحیح وقت میں ادا کر لیتے ہیں۔ حضرت جنید کے ارادت مندوں نے کہا کہ یہ تو فنائیت کی دلیل نہیں بلکہ ہوشیاری کی علامت ہے کیوں کہ فانی کو نماز کا ہوش باقی نہیں رہتا۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ ان پر عالم وجد طاری ہے اور صاحب وجد خدا کی حفاظت میں ہوتا ہے۔ پھر حضرت جنید نے آپ کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ اگر اللہ کو رضا پسند ہے تو پھر آپ شور و غوغا کیوں کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے شور بند کرتے ہوئے کہا کہ اے جنید! تم میرے بہترین استاد ہو۔

آپ نے حضرت شبلی کے وعظ میں پہنچ کر جب السلام علیک یا ابا بکر کہا تو انہوں نے جواب دیا وعلیک السلام یا امیر القلوب۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بے عمل سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا لہٰذا اگر تم باعمل عالم ہو تب تو وعظ جاری رکھو ورنہ منبر پر سے نیچے اتر آؤ۔ یہ سن کر جب حضرت شبلی نے آپ کے قول پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ عمل میں یقیناً کوئی کمی ہے۔ چنانچہ منبر پر سے نیچے اتر آئے اور گوشہ نشین ہو کر مشغول عبادت ہو گئے اور جب دوبارہ لوگوں نے وعظ گوئی کے لئے مجبور کر کے منبر پر لا بٹھایا تو حضرت نوری اطلاع پاتے ہی وہاں پہنچے اور فرمایا کہ تم نے مخلوق سے چھپنے کی کوشش کی تو تمہیں تعظیماً دوبارہ منبر پر لے آئے لیکن میں نے مخلوق سے رابطہ رکھتے ہوئے جب ہدایت کا راستہ دکھانا چاہا تو میری پتھروں سے مدارات کی گئی یہ سن کر حضرت شبلی نے پوچھا کہ آپ کی ہدایت اور میری پوشیدگی کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا کہ میری ہدایت تو یہ تھی کہ میں نے خدا کے لئے مخلوق سے رابطہ قائم کیا اور تمہاری پوشیدگی کا مفہوم یہ ہے کہ تم خالق و مخلوق کے مابین حجاب و واسطہ بنے رہے جب کہ تمہیں یہ حق حاصل نہیں کہ تم دونوں کے درمیان حجاب و واسطہ بن سکو اور مجھے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں اسی بناء پر میں تمہیں کار آمد بندہ تصور نہیں کرتا۔

کسی اصفہانی نوجوان کے قلب میں آپ کے دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا تو شاہ اصفہان نے اس کو یہ لالچ دیا کہ اگر تم ان سے ملنے نہ جاؤ تو میں تمہیں ایک ہزار دینار کا محل سامان سمیت اور ایک ہزار دینار کی کنیز مع زیورات کے پیش کر سکتا ہوں لیکن وہ ان چیزوں پر لات مار کر ننگے پاؤں شوق دیدار میں چل پڑا۔ ادھر آپ نے

ارادات مندوں کو حکم دیا کہ ایک میل تک زمین کو بالکل صاف و شفاف کر دو کیوں کہ ہمارا ایک عاشق ننگے پیر چلا آ رہا ہے اور جب وہ نوجوان حاضر خدمت ہوا تو آپ نے بادشاہ کے لالچ اور اس کے قصد کا پورا واقعہ بیان کر دیا جس کو سن کر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ مرید کی شان یہ ہے کہ اگر سارے جہان کی نعمتیں بھی اس کے سامنے پیش کر دی جائیں تو ان پر نگاہ نہ ڈالے۔

آپ ایک شخص کے ساتھ ساتھ رونے میں مصروف رہے اور جب وہ چلا گیا تو فرمایا کہ یہ ابلیس تھا اور اپنی عبادت کا تذکرہ کر کے اس قدر زار زار رویا کہ مجھ کو بھی رونا آ گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دوران طواف میں نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے وہ مقام وصف عطا کر دے جس میں کبھی تغیر نہ ہو۔ چنانچہ بیت اللہ میں سے ندا آئی کہ اے ابوالحسن! تو ہمارے مساوی ہونا چاہتا ہے؟ کیوں کہ یہ وصف تو ہمارا ہے کہ ہماری صفات میں کبھی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوتا لیکن ہم نے بندوں میں اس لئے تغیر و تبدل رکھا ہے کہ ہماری عبودیت و ربوبیت کا اظہار ہوتا رہے۔

حضرت جعفر حذری بیان کرتے ہیں کہ میں نے بذات خود آپ کو یہ مناجات کرتے سنا کہ اے اللہ! تو اپنے ہی تخلیق کردہ کو جہنم کا عذاب دے گا لیکن تیرے اندر یہ قدرت بھی ہے کہ صرف میرے وجود سے جہنم کو لبریز کر کے تمام اہل جہنم کو بہشت میں بھیج دے۔ حضرت جعفر کہتے ہیں کہ اسی شب میں نے خواب میں کسی کہنے والے کو سنا کہ ابوالحسن نوری کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے مخلوق کی محبت کے صلہ میں تمہاری مغفرت فرما دی۔

ایک مرتبہ حضرت شبلی نے آپ کو اس طرح محو مراقبہ پایا کہ جسم کا رواں تک حرکت میں نہیں تھا اور جب انہوں نے سوال کیا کہ مراقبہ کا یہ کمال آپ نے کس سے حاصل کیا تو فرمایا کہ بلی سے۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ وہ چوہے کے بل کے سامنے مجھ سے بھی زیادہ بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔

دوران غسل آپ کے کپڑے کوئی اٹھا کر چلتا بنا تو اس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو گئے اور جب وہ کپڑے واپس لے آیا تو آپ نے دعا کی اے اللہ اس نے میرے کپڑے واپس کر دیئے تو بھی اس کے ہاتھوں کی توانائی لوٹا دے۔ چنانچہ وہ اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ فرمایا کہ جب غسل کرتا ہوں تو وہ میرے کپڑوں کی نگرانی کرتا ہے لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا کہ ایک دن میں حمام میں تھا تو کوئی میرے کپڑے اٹھا کر چل دیا اور جب میں نے اللہ سے اپنے کپڑے طلب کئے تو وہ شخص واپس آ کر معذرت کے ساتھ میرے کپڑے دے گیا۔

بغداد میں آگ لگنے سے بہت سے افراد جل گئے۔ اسی آگ میں کسی دولتمند کے غلام بھی پھنس گئے تو اس نے اعلان کیا کہ جو میرے غلاموں کو آگ سے نکالے میں اس کو ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔ اتفاق

سے آپ بھی وہاں سے گزر رہے تھے۔ چنانچہ بسم اللہ پڑھ کر آگ میں سے غلاموں کو نکال لائے اور آگ نے آپ کے اوپر کوئی اثر نہیں کیا اور جب اس مالدار نے دو ہزار درہم پیش کرنے چاہے تو فرمایا کہ انہیں تم اپنے پاس ہی رکھو کیونکہ مجھے ان کی حرص نہ ہونے کی وجہ سے ہی خدا نے یہ مرتبہ عطا فرمایا کہ میں نے دنیا کو آخرت سے تبدیل کر دیا۔

ایک مرتبہ دہکتا ہوا انگارہ ہاتھ میں لے کر مسل لیا جس کی وجہ سے ہاتھ کالا ہو گیا۔ دریں اثنا خادمہ نے آپ کے سامنے دودھ اور روٹی لا کر رکھا تو آپ نے ہاتھ دھوئے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے خادمہ کے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ انتہائی بدتمیزی کی بات ہے ابھی وہ اسی خیال میں تھی کہ باہر سے شاہی سپاہیوں نے آکر خادمہ کو یہ کہتے گرفتار کر لیا کہ تو نے زیر جامہ چرایا ہے اور تجھے کوتوال کے سامنے پیش کیا جائے گا اور یہ کہہ کر اس کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اس کو مت مارو۔ تمہارا زیر جامہ ابھی مل جائے گا۔ چنانچہ اسی وقت ایک شخص نے زیر جامہ سپاہیوں کے حوالے کر دیا اور وہ خادمہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا کہ میری بدتمیزی ہی تیرے کام آگئی۔ یہ سن کر خادمہ نے ندامت کے ساتھ اپنے برے خیال پر توبہ کی۔

کسی کا دوران سفر گدھا مر گیا تو وہ اس تصور سے رو رہا تھا کہ اب میں اسباب کس چیز پر لاد کر لے کر جاؤں گا۔ اتفاق سے ادھر سے آپ کا بھی گزر ہوا اور مسافر کی بے بسی دیکھ کر گدھے کو ٹھوکر مار کر فرمایا کہ یہ سونے کا وقت نہیں ہے یہ کہتے ہی گدھا اٹھ بیٹھا اور وہ مسافر اپنا سامان لاد کر رخصت ہو گیا۔

آپ کی علالت کے دوران ایک مرتبہ حضرت جنید مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو کچھ پھل اور پھول آپ کو پیش کئے۔ اس کے بعد جب آپ حضرت جنید کی بیماری میں اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو اپنے مریدوں سے فرمایا کہ سب لوگ جنید کا مرض اپنے اوپر تقسیم کر لو۔ یہ کہتے ہی حضرت جنید صحت یاب ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ پھل اور پھول کی بجائے اس طرح عیادت کو جانا چاہئے۔

کچھ لوگ ایک ضعیف العمر شخص کو زدوکوب کرتے ہوئے قید خانہ کی طرف لے جا رہے تھے اور وہ انتہائی صبر وضبط کے ساتھ خاموش تھا آپ نے قید خانہ میں جا کر اس سے پوچھا کہ اس قدر ضعف ونقاہت کے باوجود تم نے صبر کیسے کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صبر کا تعلق ہمت وشجاعت سے ہے نہ کہ طاقت وقوت سے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ صبر کا کیا مفہوم ہے؟ اس نے کہا کہ مصائب کو اس طرح خوشی کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے جس طرح لوگ مصائب سے چھٹکارا پا کر مسرور ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ آگ کے سات سمندر پار کرنے کے بعد معرفت حاصل ہوئی ہے اور جب حاصل ہو جاتی ہے تو اول و آخر کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو حمزہ کسی جگہ قرب کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ جس قرب میں ہم لوگ ہیں وہ درحقیقت بعد در بعد ہے فرمایا کہ جب بندہ خدا کو شناخت کرے اور اس میں وعظ گوئی کی صلاحیت بھی ہو اس وقت وعظ کہنا مناسب ہے ورنہ خدا کو پہچانے بغیر وعظ گوئی کی بلا بندوں اور شہروں میں پھیل جاتی ہے۔ فرمایا کہ حقیقت وجد کا اظہار اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کو وجد ایسا شعلہ ہے، جو سر کے اندر بھڑکتا ہے اور شوق کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اتباع سنت کے بغیر اسلام کا راستہ نہیں ملتا فرمایا کہ صوفی کی تعریف یہ ہے کہ نہ تو وہ کسی کی قید میں ہو اور نہ کوئی اس کی قید میں۔ فرمایا کہ ارواح صوفیا غلاظت بشری سے آزاد کدورت نفسانی سے صاف اور خواہشات سے مبرا ہیں فرمایا کہ تصوف نہ تو رسم ہے نہ علم کیونکہ اگر رسم ہوتا تو مجاہدات سے اور علم ہوتا تو تعلیمات سے حاصل ہو جاتا بلکہ تصوف ایک اخلاقی شے ہے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق عادات اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ مخلوق دشمنی اور خدا دوستی کا نام تصوف ہے۔

ایک نابینا اللہ اللہ کا ورد کرتے ہوئے راستے میں آپ کو ملا تو فرمایا کہ تو اللہ کو کیا جانے اگر اللہ کو جان لیتا تو زندہ نہ رہ سکتا۔ یہ فرما کر غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور ہوش آنے کے بعد ایک ایسے جنگل میں جا پہنچے۔ جہاں بانس کی پھانسیں آپ کے جسم میں چبھتی تھیں اور ہر قطرہ خون سے اللہ کا نقش ظاہر ہوتا تھا اور جب اس حالت میں آپ کو گھر لایا گیا اور لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کی گئی تو فرمایا کہ میں تو اسی کے پاس جا رہا ہوں یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت جنید بغدادی کا قول ہے کہ اپنے دور کے ایسے صدیقین میں سے تھے کہ آپ کے بعد کسی نے حقیقی اور سچی بات نہیں کہی۔

باب۔ ۴۷

حضرت عثمان الحیری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ خراسان کے عظیم شیخ اور قطب العالم تھے۔ اور ارباب طریقت کا قول یہ ہے کہ دنیا میں صرف تین اہل اللہ ہوئے ہیں۔ نیشاپور میں حضرت عثمان الحیری بغداد میں حضرت جنید بغدادی اور شام میں حضرت عبداللہ جلاء الحیری. لیکن حضرت عبداللہ بن محمد رازی کا قول یہ ہے کہ میں نے حضرت جنید حضرت یوسف بن حسین۔ حضرت رویم اور حضرت محمد فضل سب سے شرف نیاز حاصل کیا مگر خدا شناسی میں جو مرتبہ حضرت عثمان الحیری کو حاصل ہوا وہ کسی کو میسر نہ آیا اور صرف آپ ہی کے دم سے خراسان میں تصوف کا چرچا عام ہوا اور آپ کو تین بزرگوں سے شرف بیعت حاصل رہا۔ اول حضرت یحییٰ بن معاذ، دوم حضرت شجاع

کرمانی سوم حضرت ابو حفص حداد. ان کے علاوہ آپ دوسرے بزرگوں کی صحبت میں رہے آپ کا مشغلہ وعظ گوئی تھا اور اہل نیشاپور کو آپ سے اس درجہ اعتقاد تھا کہ ایک فرد بھی آپ کو برا نہ کہتا۔

حالات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کم سنی ہی میں میرا قلب اہل ظاہر سے گریزاں رہتا تھا اور مجھ سے ہر شے کی ماہیت و حقیقت کے متعلق سوال کیا جاتا۔ اور شروع ہی سے مجھے یہ خیال تھا کہ جس راستہ پر عام لوگ گامزن ہیں اس سے ہٹ کر بھی کوئی دوسرا راستہ ضرور ہو گا اور ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم کا بھی کوئی وجود ہو گا۔

ایک مرتبہ آپ چار غلاموں کے ہمراہ مکتب جا رہے تھے اور ہاتھ میں سونے کی دوات، سر پر زربفت کا عمامہ اور جسم پر نہایت مرقع و قیمتی لباس تھا۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ راستہ میں ایک گدھا زخمی پڑا ہوا ہے اور اس کی پشت کے زخم میں سے کوے گوشت نوچ رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر آپ کے اندر ایک ایسا جذبہ ترحم پیدا ہوا کہ اپنی دستار اس کے زخم پر باندھ کر اپنی قبا اس کے اوپر ڈال دی اس احسان کے بدلے میں گدھے نے آپ کے حق میں دعا خیر کی جس کے اثر سے اسی وقت جذب و خوف کے عالم میں آپ حضرت یحییٰ بن معاذ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان سے فیوض حاصل کرنے میں ماں باپ اور گھر والوں کو سب خیرباد کہہ دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد کسی وارد جماعت سے آپ نے حضرت شجاع کرمانی کے حالات و اوصاف سنے تو کرمان پہنچ کر بہت عرصہ تک ان کی فیض صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور انہیں کے ہمراہ نیشاپور پہنچ کر حضرت ابو حفص حداد سے نیاز حاصل کر کے یہ قصد کر لیا کہ کچھ دنوں آپ کے فیوض سے بھی فیض یاب ہونا چاہئے لیکن ڈر کے مارے حضرت شجاع سے اپنا قصد ظاہر نہیں کیا۔ حضرت ابو حفص آپ کی نیت تاڑ چکے تھے لہذا روانگی کے وقت حضرت شجاع سے فرمایا کہ ان کو کچھ دنوں کے لئے میرے پاس ہی چھوڑ دیجئے کیوں کہ مجھے ان سے کچھ دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت شجاع کی اجازت کے بعد آپ نے حضرت ابو حفص کی خدمت میں رہ کر بے حد فیوض حاصل کئے۔ پھر حضرت ابو حفص نے آپ کے متعلق یہ فرمایا کہ یحییٰ بن معاذ نے ان کو آگ کی بھٹی میں جھونک دیا تھا لیکن اس کو بھڑکانے والے کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ لہذا اب انہیں وہ شے بھی حاصل ہو گئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عہد شباب میں جب حضرت ابو حفص نے مجھے اپنے پاس سے علیحدہ کر دیا تو میں نے آپ کی صحبت کے عشق میں آپ کی نشست گاہ کے سامنے دیوار میں سوراخ کر کے زیارت شروع کر دی اور جب آپ کو اس کا علم ہوا تو اپنے پاس بلا کر اپنی صاحبزادی سے نکاح پڑھا دیا۔

آپ کبھی کسی پر خفا نہ ہوتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کسی نے آپ کو کھانے پر مدعو کیا اور جب آپ وہاں پہنچے تو اس نے دھتکار کر کہا کہ بھاگ جاؤ میرے یہاں کھانا نہیں ہے اور جب آپ واپس ہونے لگے تو اس نے

دوبارہ بلا کر کہا کہ تم بہت پیٹو ہو. یہ سن کر آپ پھر واپس ہوئے لیکن تیسری مرتبہ اس نے بلا کر کہا کہ پتھر موجود ہیں اگر کھانا چاہو تو کھا سکتے ہو۔ غرض کہ تیس مرتبہ اس نے ایسی ہی حرکت کی اور آخر میں اتنی زور سے دھکا دیا کہ آپ گر پڑے لیکن اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دونوں ہاتھ بیکار کر دیئے۔ اس سرزنش سے وہ ایسا متاثر ہوا کہ فوراً ہی تائب ہو کر آپ سے بیعت ہو گیا. پھر ایک دن اس نے آپ سے سوال کیا کہ میری تیس مرتبہ کی گستاخی پر آپ کو غصہ کیوں نہیں آیا. فرمایا کہ کتے بھی یہی کرتے ہیں کہ جب بلایا چلے آئے اور جب دھتکار دیا بھاگ گئے. لیکن یہ کوئی مرتبہ نہیں ہے بلکہ اہل مرتبہ ہونا بہت مشکل ہے۔

ایک مرتبہ مریدوں کے ہمراہ بازار تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے اوپر سے اس طرح راکھ پھینکی جو پوری کی پوری آپ کے اوپر پڑی یہ دیکھ کر مریدوں نے بہت پیچ و تاب کھائے مگر آپ نے فرمایا کہ بہت قابل شکر امر ہے کہ جو سر آگ کا سزاوار تھا اس پر صرف راکھ ہی پڑی۔

حضرت ابو عمرو سے روایت ہے کہ میں آپ ہی کے دست مبارک پر تائب ہوا اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتا رہا. لیکن بعد میں جب میرا قلب معصیت کی جانب راغب ہوا تو میں نے آپ کی صحبت سے کنارہ کشی کا قصد کر لیا جب آپ نے اشارۃً فرمایا کہ میری صحبت چھوڑ کر غنیموں کی صحبت مت اختیار کر لینا کیوں کہ ان کو تمہارے گناہوں سے خوشی حاصل ہو گی للہذا جو گناہ کرنا ہو یہیں رہ کر کر لو تاکہ تمہارا وبال اپنے سر پر لے لوں۔ یہ الفاظ آپ نے کچھ ایسے موثر انداز میں فرمائے کہ میں توبہ کر کے آپ کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔

کوئی شرابی برہنہ پا چکارا بجاتا ہوا چلا جا رہا تھا لیکن آپ کو دیکھتے ہی بربط تو بغل میں چھپالی اور ٹوپی اوڑھ لی۔ چنانچہ آپ اس کو اپنے ہمراہ گھر لے آئے اور غسل کروا کے اپنا خرقہ پہناتے ہوئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں نے اپنا اختیاری کام تو انجام دے لیا اب جو تیرے اختیار میں ہے اس کی تکمیل فرما دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی اس شرابی میں ایسا کمال پیدا ہو گیا کہ آپ خود بھی متحیر رہ گئے۔ اسی وقت حضرت ابو عثمان مغربی بھی آپ کے یہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آج میں رشک کی آگ میں عود کی طرح سلگ رہا ہوں۔ کیوں کہ جس کمال کے حصول میں میری اتنی عمر ختم ہو گئی وہ کمال بلا طلب ایک ایسے شخص کو عطا کر دیا گیا جس کے منہ سے شراب کی بدبو آ رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ فضل خداوندی کا انحصار عمل پہ نہیں بلکہ قلبی کیفیات سے متعلق ہے۔

ارشادات. کسی نے آپ سے عرض کیا کہ گو میں زبان سے خدا کا ذکر کرتا ہوں لیکن میرا قلب اس پر مطمئن نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیری زبان کو جو لذت ذکر حاصل ہو جائے ایک مرید دس سال تک خدمت کرتے ہوئے سفر حج میں بھی آپ کے ہمراہ رہا لیکن ہمیشہ یہی کہتا رہتا کہ خدا کے بھیدوں سے مجھے بھی آگاہ فرما

دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو خود بھی آگاہ نہیں ہوں یہ تو جس پر خدا کا فضل ہو وہی مطلع ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ جس کو اپنی تعظیم کروانے کا تصور ہو اس کو کفر پر موت آنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ صحبت خداوندی کو ادب و ہیبت کے ساتھ اختیار چاہئے اور اتباع سنت کے لئے حضور اکرم کی محبت ضروری ہے اور خادم بن کر اولیائے کرام کی تعظیم کرنی لازمی ہے فرمایا کہ مسلمان سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا چاہئے اور جہلاء کے لئے دعائے خیر کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ اقوال صوفیاء پر عمل پیرا ہونے سے نور حاصل ہوتا ہے لیکن بے عمل لوگوں پر ان کے اقوال کا کوئی اثر نہیں۔ فرمایا کہ جن کو ابتدا میں ارادت حاصل نہیں ہوتی وہ انتہا تک ترقی نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ اتباع سنت سے حکمت اور اتباع نفس سے ہلاکت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ نفس کی برائیوں سے وہی واقف ہو سکتا ہے جو خود کو ہیچ تصور کرلے۔ فرمایا کہ جب تک منع، عطا، ذلت، اور عزت مساوی نہ ہوں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ یہ چار چیزیں کمال کو پہنچا دیتی ہیں اول فقر، دوم استغنا، سوم تواضع، چہارم مراقبہ۔ فرمایا کہ صابر وہی ہے جو مصائب کو برداشت کر سکے۔ فرمایا کہ عام لوگ کھانے پر اور خواص عطا باطنی پر شکر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تک ہر شے کو خود سے بہتر تصور نہ کرے نفس کے مصائب کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اطاعت گزاری کا نام سعادت اور ارتکاب معصیت کرتے رہنے کے بعد امید مغفرت شقاوت ہے اور نفس کا اتباع قید خانہ کی زندگی کی طرح ہے۔ فرمایا کہ نہ تو خدا کے سوا کسی سے خائف رہو اور نہ کسی سے توقعات وابستہ کرو۔ فرمایا کہ اعزاز خداوندی سے شرف حاصل کرو تاکہ ذلت سے بچ سکو۔ فرمایا کہ نفس کا متقضا خدا سے بعد ہوتا ہے اور خوف واصل باللہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ عزت و دولت کی طلب اور مقبولیت کی حرص عداوت کی اساس ہے۔ فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے بندوں کی خطائیں معاف کرنا فرض قرار دے لیا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کتب ربکم علی نفسہ الرحمتہ یعنی فرض کر لیا ہے تمہارے رب نے نفس پر رحمت کو۔ فرمایا کہ عام اخلاص تو یہ ہے کہ نفس کو مسرت حاصل ہو اور خاص اخلاص یہ ہے کہ اعلیٰ ترین عبادت کو ادنیٰ ترین تصور کرتا رہے اور اخلاص کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جو بات زبان سے ادا کرو اس کی تصدیق قلب سے بھی کرتے رہو۔ اور مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خالق پر نظر رکھنے کا نام بھی اخلاص ہے۔

ایک شخص فرخانہ سے چل کر آپ کی خدمت میں نیشاپور پہنچا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ناراض کر کے حج کرنا مناسب نہیں۔ یہ سن کر وہ فوراً واپس ہو گیا اور اپنی والدہ کی حیات تک مسلسل ان کی خدمت کرتا رہا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد پھر آپ کی خدمت میں جب نیشاپور پہنچا تو آپ نے کافی فاصلہ سے اس کا استقبال کیا اور اپنے ہمراہ لاکر بکریاں چرانے کا کام اس کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد اس نے آپ کی زیر نگرانی فیوض باطنی سے اکتساب کیا اور معراج کمال تک پہنچا۔

وفات۔ انتقال کے وقت جب آپ کے صاحبزادے نے شدت غم میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے تو آپ نے نرمی سے فرمایا کہ خلاف سنت کام کرنا علامت نفاق ہے کیوں کہ حضور اکرمؐ کا یہ فرمان ہے کہ "ہر برتن سے وہی شے ٹپکتی ہے جو اس میں موجود ہے" اس تاثیر آمیز نصیحت کے بعد آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

باب - ۸۴

حضرت ابو عبداللہ جلاء رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ بہت عالی ہمم بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ نے حضرت ابو تراب اور حضرت ذوالنون جیسے مشائخ کرام سے نیاز بھی حاصل کیا اس کے علاوہ حضرت ابوالحسن نوری کے فیض صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

تعارف۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عمرو دمشقی سے بیان کیا کہ جس وقت میں نے اپنے والدین سے عرض کیا کہ مجھ کو خدا کے حوالے کر دو تو انہوں نے میری استدعا قبول کر لی۔ چنانچہ میں گھر سے رخصت ہو گیا اور جب کافی عرصہ کے بعد واپس آکر گھر کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اپنا نام بتایا تو والدین نے اندر ہی سے جواب دیا کہ ہم خدا کو سپرد کی ہوئی شے واپس نہیں لیتے اور کسی طرح دروازہ نہیں کھولا۔

کسی حسین و جوان یہودی کے دیدار میں آپ مشغول تھے کہ حضرت جنید آ پہنچے آپ نے ان سے کہا کہ ایسی حسین صورت بھی جہنم میں جلے گی انہوں نے فرمایا کہ اس پر نظر ڈالنا داخل شہوت ہے اگر عبرت حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا میں بہت سی چیزیں ہیں۔

کسی نے جب آپ سے فقر کا مفہوم پوچھا تو آپ اٹھ کر باہر چل دیئے اور کچھ وقفہ کے بعد آکر فرمایا کہ میرے پاس تھوڑی سی چاندی تھی اس کو خیرات کرا دیا تاکہ فقر کے موضوع پر گفتگو کر سکوں۔ لہٰذا اب سن لو کہ جس کے پاس کوئی چیز بھی نہ ہو وہ فقر کا مستحق ہے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے سامنے بھوک کی شدت میں جاکر میں نے عرض کیا کہ آپ کا مہمان ہوں۔ یہ کہہ کر وہیں سو گیا اور حضور اکرمؐ نے مجھے ایک ٹکیہ عنایت فرمائی جس میں سے آدھی کھانے پایا تھا کہ آنکھ کھل گئی لیکن آدھی باقی ماندہ اس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھی۔ فرمایا کہ جن کے نزدیک تعریف و برائی مساوی ہوں وہ زاہد ہے اور جو اول وقت نماز ادا کرتا ہے وہ عابد ہے اور ہر فعل کو خدا کی نظر سے دیکھنے والا موحد ہے اور جو خدا کے سوا کی جانب متوجہ نہ ہو

وہ عارف ہے۔ فرمایا کہ اعانت نفس سے حاصل کردہ مرتبہ فانی ہے لیکن خدا کا عطا کردہ مرتبہ قائم رہنے والا ہے۔

وفات۔ ہنستے ہوئے آپ کا انتقال ہوا تو موت کے بعد بھی اطباء نے کہا کہ آپ زندہ ہیں لیکن نبض دیکھنے کے بعد موت کا یقین ہو گیا۔

باب۔ ۴۹

حضرت ابو محمد رویم رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ واقف اسرار مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور حضرت جنید اور حضرت داؤد طائی کے اطاعت گزاروں میں تھے۔ اس کے علاوہ آپ کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔

حالات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ جس قسم کے کھانے کا تصور کرتا ہوں فوراً مل جاتا ہوے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ دوپہر میں مجھے شدت کی پیاس محسوس ہوئی تو میں نے ایک مکان سے پانی طلب کیا اور جب اندر سے ایک لڑکا پانی لے کر آیا تو میں نے پی لیا۔ لیکن اس لڑکے نے کہا کہ یہ کسی قسم کا صوفی ہے جو دن میں پانی پیتا ہے۔ چنانچہ اس دن سے آج تک میں نے کبھی دن میں پانی نہیں پیا۔

ارشادات۔ کسی سے آپ نے پوچھا کہ کس حال میں ہو؟ فرمایا کہ جس کا مذہب خواہشات اور ہمت دینار ہو اس کا حال کیا پوچھتے ہو۔ حال تو ان کا دریافت کرو جو عارف و متقی اور عبادت گزار ہوں۔ فرمایا کہ سب سے پہلے خدا نے بندے پر معرفت کو فرض کیا جیسا کہ قرآن میں ہے "نہیں پیدا کیا ہم نے جن وانس کو مگر عبادت کے لئے"۔ فرمایا کہ خدا نے اپنی ذات کے علاوہ ہر شے کو دوسری شے میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن کو حضوری حاصل ہوتی ہے وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اول شاہد وعید جن پر ہر لمحہ ہیبت طاری رہتی ہے دوم شاہد وعدہ جو ہمیشہ عالم غیبویت میں رہے ہیں۔ سوم شاہد حق جو ہر وقت مسرور و مگن رہتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول و فعل عطا کرنا بھی داخل سعادت ہے کیوں کہ اگر قول کو سلب کر کے صرف فعل کو باقی رکھے تو نعمت ہے اور اگر فعل سلب کر کے صرف قول باقی رکھے تو مصیبت ہے اور اگر قول و فعل دونوں کو سلب کر لے تو ہلاکت ہے۔ پھر فرمایا کہ جماعت صوفیاء کے علاوہ ہر جماعت کو پل صراط پر سے گزرنا اس لئے دشوار نہیں کہ دوسری جماعتوں سے ظاہری شریعت کے مطابق اور جماعت صوفیاء سے باطن کے مطابق باز پرس ہوگی۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ آداب سفر کیا ہیں؟ فرمایا کہ کسی قسم کا خطرہ بھی مسافر

کے لئے سد راہ نہ ہو اور نہ کہیں آرام کی غرض سے قیام کرے کیوں کہ جس جگہ بھی قلب نے آرام کر لیا بس وہی اس کی منزل ہے۔ پھر فرمایا تصوف کی اساس یہ ہے کہ فقراء سے تعلق رکھے عجز کے ساتھ ثابت قدم رہے اور بخشش و عطا پر معترض نہ ہو اور اعمال صالحہ پر ثابت قدمی کا نام تصوف ہے اور خدا کی محبت میں فنائیت کا نام توحید ہے۔ فرمایا کہ قلب عارف ایسا آئینہ ہوتا ہے جس میں ہر لحہ تجلیات کا انعکاس ہوتا رہتا ہے فرمایا کہ قرب کی دلیل یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر شے سے وحشت ہوتی رہے۔ پھر فرمایا کہ صوفی کا مخلوق سے کنارہ کش ہونا ہی افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ فقر اس کا نام ہے کہ نفس کی مخالفت کرتا رہے۔ رموز خداوندی کو آشکار نہ ہونے دے۔ اور ترک شکایت کا نام صبر ہے اور خدا کے سامنے خود کو ذلیل تصور کرنا تواضع ہے۔ فرمایا کہ حقیقی شہوت وہی ہے جو اعمال صالحہ کے علاوہ کسی وقت بھی ظاہر نہ ہو۔ فرمایا کہ اشارات میں دم مارنا حرام اور خطرات و مکاشفات میں دم زدنی مباح ہے۔ فرمایا کہ ترک دنیا کا نام زہد ہے۔ فرمایا کہ خائف اسی کو کہا جاتا ہے جو خدا کہ سوا کسی سے خوفزدہ نہ ہو فرمایا کہ خندہ پیشانی کے ساتھ احکام الٰہی کے استقبال کرنے کا نام رضا ہے اور اخلاص عمل یہ ہے کہ دونوں جہان میں اس کے صلے کی امید نہ رکھے۔

حضرت عبداللہ خفیف نے جب آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ خدا کی راہ میں جان قربان کر دو اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو پھر اقوال صوفیاء پر عمل نہ کرو۔

عمر کے آخری حصہ میں آپ نے قضا کا عہدہ اختیار کر کے اہل دنیا کا لباس اختیار کر لیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے لئے سپر بن جائیں حضرت جنید کا قول ہے کہ ہم سب تو فارغ مشغول ہیں اور حضرت رویمؒ مشغول فارغ۔

باب۔ ۵۰

حضرت ابن عطاء رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ بہت بڑے مشائخ میں سے ہوئے ہیں اور آپ کے بہت سے اوصاف حضرت ابو سعیدؒ خزار نے بیان کئے ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کے مقابلے میں کسی دوسرے کو صوفی ہی تصور نہ کرتے تھے۔

حالات۔ ایک مرتبہ آپ کو گریہ وزاری کرتے ہوئے لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ کم سنی میں میں نے ایک شخص کا کبوتر پکڑ لیا تھا اور اس کے معاوضہ میں اس کے مالک کو ایک ہزار دینار دے چکا ہوں۔ لیکن پھر بھی یہ تصور ہے کہ نہ معلوم مجھے کیا سزا دی جائے گی۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ آپ قران کی یومیہ کتنی تلاوت کر لیتے ہیں؟ فرمایا کہ چودہ سال قبل تو ایک قرآن یومیہ ختم کر دیتا تھا لیکن اب چودہ سال سے میں نے قرآن شروع

کیا ہے تو اب تک صرف سورۂ انفال تک پہنچا ہوں۔

آپ کے دس لڑکے تھے اور ایک مرتبہ دوران سفر ڈاکوؤں نے انہیں پکڑ کر ایک ایک کر کے نو لڑکوں کو آپ کے سامنے ہی قتل کر دیا لیکن آپ آسمان کی جانب نظریں اٹھائے ہوئے مسکراتے رہے اور جب دسویں لڑکے کی باری آئی تو اس نے کہا کہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ باپ ہو کر کچھ تدارک کرنے کی بجائے مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہر امر کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنی مصلحت سے جو کچھ بھی کرتا ہے اس میں بندے کو دم مارنے کی اجازت نہیں۔ یہ سن کر راہزنوں پر عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ بات پہلے کہہ دیتے تو تمام صاحبزادے قتل ہونے سے بچ جاتے۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت جنید سے فرمایا کہ مالداروں کا فقراء سے زیادہ مرتبہ ہے کیوں کہ روز محشر جب ان سے محاسبہ ہو گا تو ایک محاسبہ تو اعمال کا ہو گا اور دوسرا محاسبہ دولت کا مزید بر آں ہو گا لیکن حضرت جنید نے فرمایا کہ فقراء کا مرتبہ مالداروں سے اس لئے زیادہ ہے کہ جب مالدار قیامت میں فقراء سے معذرت خواہ ہوں گے تو ان کا یہ عذر اپنے محاسبہ سے زیادہ ہو گا۔

جب آپ سے کسی نے یہ سوال کیا کہ صوفیائے کرام دوران گفتگو ایسے الفاظ کیوں استعمال کرتے جس سے دوسرے بے بہرہ اور حیرت زدہ ہوں۔ فرمایا کہ صوفیاء یہ چاہتے ہیں کہ ان کی بات سوائے صوفی کے کسی کے پلے نہ پڑے، اس لئے زبان سے ہٹ کر گفتگو کرتے ہیں۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر علم و عمل وہی تھا جو گزشتہ لوگوں نے حاصل کیا اور اس پر عمل پیرا رہے۔ فرمایا کہ اسرار کو میدان عمل میں تلاش کرو پھر میدان حکمت میں، پھر میدان توحید میں اور اگر کہیں نہ ملیں تو امیدوں کو منقطع کر لو۔ فرمایا کہ صفات پر عمل کرنا رجوع کرنے سے بہتر ہے۔ فرمایا کہ ہر علم کے لئے ایک بیان ہے، ہر بیان کے لئے ایک زبان، ہر زبان کے لئے ایک عبادت، ہر عبادت کے لئے ایک طریقہ ہے اور ہر طریقہ کے لئے ایک گروہ کا وجود ضروری ہے اور جو شخص ان چیزوں میں تمیز نہ کر سکے اس کے لئے لب کشائی مناسب نہیں۔ پھر فرمایا کہ متبعین سنت کو نور معرفت حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ مسلمان کے مفاد کے لئے سعی کرنے والا منافق بھی ساٹھ برس کے عابد سے زیادہ ثواب حاصل کرتا ہے۔ فرمایا کہ قرآن و حدیث سے بلند کوئی مقام نہیں۔ فرمایا کہ خدا کی عبادت نہ کرنا انتہائی غفلت ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا کے سوا اگر کوئی شخص کسی دوسری شے سے سکون حاصل کرتا ہے تو آخر کار وہی شے اس کے لئے باعث ہلاکت بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ عمدہ گناہ وہی ہے جس میں توبہ کی توفیق نصیب ہو اور بدترین ہے وہ اطاعت جس میں خود بینی رونما ہو جائے۔ فرمایا کہ وسائل پر اعتماد کرنے سے تکبر جنم لیتا ہے۔ فرمایا کہ دولت کا ڈاکو بھی طالب دنیا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا کچھ لوگوں کے لئے تو سرائے ہے، کچھ کے لئے تجارت گاہ، بعض کے لئے شہرت و عزت

حاصل کرنے کی جگہ ، بعض کے لئے درس عبرت اور بعض کے لئے عیش و نشاط ہے۔ چنانچہ ہر فرد اپنے ہی تصورات کے اعتبار سے دنیا سے دلچسپی رکھتا ہے۔ فرمایا کہ شہوت قلب مشاہد ہے اور شہوت نفس دنیاوی عیش و دوام ہے۔ فرمایا چونکہ فطرت نفس بے ادبی پر قائم ہے اس لئے نفس کو ہر لحہ مودب رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور خواہش نفس اور عبادت کے صلہ کی تمنا بندے کو خدا کا دشمن بنا دیتے ہیں۔ فرمایا کہ غذائے مومن عبادت خدا ہے اور غذائے منافق کھانا پینا۔ فرمایا کہ صالحین جیسا ادب رکھنے والا انبساط کرامت حاصل کرتا ہے اور صدیقین جیسا ادب رکھنے والا انبساط انس سے سرفراز ہوتا ہے لیکن بے ادب ہمیشہ حرماں نصیب رہتا ہے۔ فرمایا کہ قرب کا ادب بعد کے ادب سے زیادہ دشوار ہے اس لئے کہ ناواقف لوگوں کے تو اللہ تعالیٰ گناہ کبیرہ بھی معاف کر دے گا لیکن عارفین سے گناہ صغیرہ کی بھی باز پرس ہوگی۔ فرمایا کہ اتباع نفس کرنے والا کبھی قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ مجھے نار جہنم میں جلنے کا اتنا خوف نہیں جتنا خدا کی عدم توجہی سے خائف رہتا ہوں۔ فرمایا کہ موحدین چار طرح کے ہوتے ہیں۔ اول وہ جو وقت و حالت دونوں پر نظر رکھتے ہوں. دوئم وہ جن کی نگاہ عاقبت پر مرکوز رہتی ہے، سوم وہ جو حقائق کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں. چہارم وہ جن کے پیش نظر صرف مسابقت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ رسولوں کا ادنیٰ مرتبہ انبیاء کے اعلیٰ مراتب کے مساوی ہوتا ہے اور انبیاء کا ادنیٰ مرتبہ مومنین کے اعلیٰ مرتبہ کے برابر ہے۔ فرمایا کہ بعض بندے ایسے بھی ہیں جن کا اتصال خدا کے ساتھ اس طرح ہے کہ ان کی آنکھیں اسی کے نور سے روشن ہیں، ان کی حیات اسی کے دم سے قائم ہے اور یہ اتصال صرف یقین کی صفائی اور دائمی نظر کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور چونکہ وہ اسی ذات سے زندہ ہیں اس لئے انہیں ابھی تک موت نہیں آئی۔ فرمایا کہ بہترین ہے وہ غیرت جو محبت و ہم نشینی کے وقت رہے۔ فرمایا کہ اکثر اہل غیرت کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ غیرت سے نجات دلانے کے لئے اگر کوئی انہیں قتل کر دے تو قاتل کو ثواب ملتا ہے۔ فرمایا کہ زندگی کا قیام وابستہ ہے قلب محبت. گریہ مشتاق. ذکر عارف. لسان موحد اور اہل ہمم کے ترک نفس سے اور حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ زندگی کا قیام لسان موحد سے کس طرح وابستہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ باطن موحد توحید سے معمور ہوتا ہے اور اس کو زبان ہلانے کے سوا رتی بھر بھی کسی چیز کی خبر نہیں رہتی جیسا کہ حضرت بایزید کا قول ہے کہ میں تیس سال سے بایزید کی جستجو میں ہوں لیکن وہ کہیں نہیں ملتا اور صاحب تعظیم کے نفس سے زندگی کا قیام اس لئے ہے کہ اس کی زبان تو گنگ ہو جاتی ہے لیکن جان باقی رہتی ہے اور اہل ہمم کی زندگی نفس سے قطعاً جدا ہو جاتی ہے اور اگر وہ ان عالم ہیئت میں لب کشائی کر بیٹھے. تو فوراً ہلاک ہو جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ " مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت حاصل ہے " یعنی اس وقت نہ تو میں ہوتا ہوں نہ جبرائیل۔ پھر فرمایا کہ علم کی چار قسمیں ہیں۔ اول علم معرفت. دوم علم عبادت. سوم علم

عبودیت، چہارم علم خدمت۔ فرمایا کہ مملکت کا دعویدار محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ عقل صرف اللہ عبودیت ہے نہ کہ ربوبیت پر بلندی حاصل کرنے کا۔ فرمایا توکل نام ہے فاقہ کشی میں کسی سبب کی جانب نظر ڈالنے کا، اور متوکل وہ ہے جو صرف خدا پر توکل کرے۔ فرمایا کہ ارکان معرفت تین ہیں۔ اول ہیبت، دوم حیا، سوم امن۔ اور حیا کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ میسر آئے اس کو یہ سمجھے کہ میرے لئے یہی بہتر ہے۔ فرمایا کہ ایک تقویٰ ظاہری ہے جس میں صرف حدود الٰہی پر نظر ہوتی ہے اور دوسرا تقویٰ باطنی یہ ہے کہ اخلاص و نیت پیش رہیں اور تقویٰ کی ابتداء معرفت اور انتہاء توحید ہے۔ فرمایا کہ جس شے کو خدا نے بہتر فرمایا ہے اس پر ثابت قدمی ادب ہے، فرمایا کہ ہر وقت کا مراقبہ تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ فرمایا کہ قلب و جگر کے ٹکڑے ہو جانے کا نام شوق ہے، لیکن شوق و محبت سے بالاتر ہے کیوں کہ شوق محبت سے ہی تخلیق پاتا ہے فرمایا کہ حضرت آدم کی خطا پر سوائے سیم و زر کے ہر شے نے نوحہ خوانی کی اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے باز پرس کی تو عرض کیا کہ ہم تیرے نافرمانوں پر نوحہ خوانی نہیں کر سکتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر شے کی قیمت مقرر کر دی یعنی ہر شے روپیہ اشرفی سے ہی خریدی جا سکتی ہے فرمایا کہ ظاہر میں مخلوق سے اور باطن میں خالق سے وابستگی گوشہ نشینی سے بہتر ہے۔

آپ نے مریدوں سے سوال کیا کہ بندوں کے مراتب کس شے سے بلند ہوتے ہیں کسی نے جواب دیا۔ صائم الدہر رہنے سے، کسی نے کہا کہ ہمیشہ نماز میں مشغول رہنے سے، کسی نے کہا خیرات و صدقات جاری رکھنے سے، لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف اسی کو بلند مراتب حاصل ہوتے ہیں جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔

لوگوں نے خلیفہ وقت سے آپ کی زندیق ہونے کی شکایت کی تو وزیر نے آپ کو بلا کر برا بھلا کہا اور آپ کے چمڑے کے موزے اتروا کر انہیں سے اس قدر زدو کوب کیا کہ آپ کے اوپر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد آپ نے اس کے حق میں یہ بد دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دست و پا قطع کرا دے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد خلیفہ نے کسی جرم کی سزا میں اس کے ہاتھ پیر قطع کرا دیئے۔ اس پر بعض بزرگوں نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ کی بد دعا کی یہ وجہ تھی کہ وہ وزیر مسلمانوں کے حق میں بہت ہی جابر و ظالم تھا۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ چونکہ قضاو قدر کا فیصلہ یہی تھا اس لئے آپ نے اس کو ظاہر کر دیا۔ لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ در حقیقت وہ بد دعا نہیں بلکہ اس کے حق میں دعا تھی تا کہ دنیا کی ذلت سے نجات پا کر درجہ شہادت حاصل کرے اور آخرت کی سزا کے بجائے دنیا ہی میں سزا پوری ہو جائے۔

باب۔ ۵۱

حضرت ابراہیم بن داؤد ورقی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ کا تعلق مشائخ شام میں سے تھا اور آپ ریاضت و کرامت کے مکمل آئینہ دار ہونے کے علاوہ حضرت جنید کے ہم عصر اور ابن عطاء اور عبداللہ بن جلاء کے احباب میں سے تھے۔

حالات:۔ کسی درویش کی کملی میں آپ کے پیراہن کا ایک ٹکڑا سلا ہوا تھا چنانچہ جنگل میں جب اس درویش پر شیر حملہ آور ہوا تو قریب پہنچ کر بجائے حملہ کرنے کے اس کے قدموں میں سر جھکا کر خاموشی کے ساتھ لوٹ گیا۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان چیزوں کو نظر انداز کر کے جہاں تک عقل انسانی کی رسائی ممکن ہو مخلوق کے وجود کو ثابت کرنا داخل معرفت ہے۔ فرمایا کہ ظاہری اعتبار سے گو آنکھیں کھلی رہتی ہیں لیکن بصارت مفقود ہوتی ہے۔ فرمایا کہ خدا دوستی کی علامت اطاعت و کثرت عبادت اور اتباع سنت ہے۔ فرمایا کہ مخلوق کمزور ترین وہ ہے جو ترک مخلوق پر قادر نہ ہو، فرمایا کہ مراتب کا مدار صرف ہمت پر ہے اور اگر ہمت کو امور دنیاوی پر صرف کیا جائے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں لیکن اگر خدا کی رضاجوئی کے کام میں لایا جائے تو مراتب اعلیٰ تک رسائی کا امکان ہے۔ فرمایا کہ سوال نہ کرنے والا راضی بر ضا رہتا ہے کیوں کہ دعا کی کثرت بھی رضا کے منافی ہے اور وعدہ الٰہی پر خوش رہنے کا نام توکل ہے۔ فرمایا کہ کہ نوشتۂ تقدیر سے زیادہ کی طلب سعی لاحاصل ہے کیوں کہ مقدرت سے زیادہ کبھی نہیں مل سکتا۔ فرمایا کہ مالدار تو اپنے مال پر کفایت کرتا ہے۔ لیکن فقراء کے لئے توکل بہت کافی ہے۔ فرمایا کہ فقیر ادب سے اس وقت واقف ہوتا ہے جب حقیقت سے علم کی جانب رجوع کرتا ہے۔ فرمایا کہ جب تک خطرے کا احساس رہے قرب الٰہی کا حصول ممکن نہیں۔ فرمایا کہ خدا کے سوا کسی اور کو صاحب اعزاز تصور کرنے والا خود ذلیل ہے۔ فرمایا کہ میری پسندیدہ چیزوں میں سے صحبت فقراء اور حرمت اولیاء ہے۔

باب۔ ۵۲

حضرت یوسف اسباط رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ تارک الدنیا ہونے کے ساتھ بہت عظیم عابد و متقی بھی تھے اور بڑے بڑے مشائخ سے شرف نیاز حاصل کرتے رہے۔ آپ نے ترکہ میں ملے ہوئے ستر ہزار دینار میں سے ایک پائی بھی اپنی ذات پر خرچ نہیں کی بلکہ کھجور کے پتے بیچ کر اپنا خرچ چلایا کرتے تھے اس کے علاوہ صرف ایک گدڑی میں چالیس سال کا عرصہ گزار دیا۔

حالات وارشادات:۔ آپ نے حذیفہ مرعشی کو مکتوب میں تحریر کیا کہ مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ تم نے دو ذرے سونے کے معاوضہ میں اپنا دین فروخت کر دیا کیوں کہ جب تم ایک مرتبہ کسی سے کوئی شے خرید رہے تھے تو مالک کی بتائی ہوتی قیمت کو تم نے پانچ گنا کم کر کے بتایا اور اس نے تمہیں دیندار تصور کر کے تمہارے لحاظ میں وہ شے بہت کم قیمت پر دے دی لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ دوسری کتابوں میں اس کے برعکس بھی ہے لیکن میں نے معتبر کتابوں میں اسی طرح سے منقول پایا۔

فرمایا کہ حصول زر کے لئے تعلیم قرآن خدا کے ساتھ تمسخر ہے. فرمایا کہ صدق دلی سے ایک شب کی عبادت بھی ثواب جہاد سے کہیں زائد ہے۔ فرمایا کہ اپنے سے سب کو بہتر تصور کرنے کا نام تواضع ہے کیوں کہ قلیل تواضع کا صلہ مجاہدات کثیرہ کے مساوی ہے اور متواضع وہ ہے جو احکام شرعیہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے مخلوق سے نرمی کا برتاؤ کرے اور اپنے سے زیادہ عظیم المرتبت کی تعظیم کرے. ہر نقصان کو برداشت کرتے ہوئے خدا کی عطا کردہ شے پر شاکر رہے اور ذکر الٰہی کے ساتھ ساتھ غصہ کو ختم کر دے۔ امراء کے ساتھ تکبر سے پیش آئے. فرمایا کہ توبہ کی دس علامتیں ہیں۔ دنیا سے بعد اختیار کرنا. ممنوعات سے احتراز کرنا. اہل تکبر سے ربط و ضبط نہ رکھنا۔ صحبت متواضع اختیار کرنا. نیک لوگوں سے رابطہ رکھنا توبہ پر ہمیشہ قائم رہنا. بعد از توبہ گناہ نہ کرنا. حقوق پورے کرتے رہنا. غنیمت طلب کرنا. قوت کو زائل کرنا۔ اسی طرح زہد کی بھی دس علامتیں ہیں موجود شے کو چھوڑنا. مقررہ خدمت بجالانا. خیرات کرتے رہنا. صفائی باطنی حاصل کرنا. اعزہ کی عزت کرنا. دوسروں کا احترام کرنا. مباح اشیاء میں بھی زہد سے کام لینا. آخرت کا نفع طلب کرنا. آسائش میں کمی کرتے رہنا. فرمایا کہ ورع کی بھی دس قسمیں ہیں۔ متشابہات میں تدبر سے کام لینا. شبہات سے احتراز کرنا. نیک و بد میں تمیز کرنا. فکر و غم سے دور بھاگنا. سود و زیاں سے بے نیاز رہنا. رضائے الٰہی پر قائم رہنا. امانت کا تحفظ کرنا. مصائب دوراں سے روگرداں رہنا. آفات سے پر خطر چیزوں سے کنارہ کش رہنا. فخر و تکبر کو خیرباد کہہ دینا۔ فرمایا کہ صبر کی بھی دس علامتیں ہیں۔ نفس کو روکنا. درس کو مضبوط رکھنا. طالب امن

رہنا، بے صبری کو ترک کر دینا۔ قوت تقویٰ طلب کرنا، عبادت کی نگرانی کرنا، واجبات کو حد تک پہنچانا، معاملات میں صداقت اختیار کرنا، مجاہدات پر قائم رہنا، اصلاح معصیت کرتے رہنا، فرمایا کہ مراقبہ کی چھ علامتیں ہیں۔ خدا کی پسندیدہ شے کو مرغوب رکھنا، خدا کے ساتھ نیک عزم قائم رکھنا، قلت و کثرت کو من جانب اللہ تصور کرنا، خدا کے ساتھ راحت و سکون حاصل کرنا، مخلوق سے احتراز کرنا، خدا سے محبت کرنا۔ فرمایا کہ صدق کی بھی چھ علامتیں ہیں۔ قلب و زبان کو درست رکھنا، قول و فعل میں مطابقت قائم رکھنا، اپنی تعریف کی خواہش نہ کرنا، حکومت اختیار نہ کرنا، دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینا، نفس کی مخالفت کرنا، فرمایا کہ توکل کی بھی دس علامتیں ہیں۔ خدا کی ضمانت شدہ اشیاء سے سکون حاصل کرنا، جو میسر آجائے اس پر شاکر رہنا، مصائب پر صبر کرنا، ارکان پر پابندی کے ساتھ عمل کرنا، بندوں کی طرح زندگی گزارنا، غرور سے احتراز کرنا، اختیارات کو معدوم کر دینا، مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا، حقائق میں قدم رکھنا، دقائق حاصل کرتے رہنا۔ فرمایا کہ سوچ کر عمل کرو کہ اس عمل کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ اور یہ ذہن نشین کر کے توکل اختیار کرو کہ مقدرات سے زیادہ ملنا ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ انس کی پانچ علامتیں ہیں۔ ہمیشہ گوشہ ذہن نشین رہنا، مخلوق سے وحشت زدہ رہنا، خالق کو ہر لمحہ یاد رکھنا، مجاہدات سکون میں اختیار کرنا اطاعت پر عمل پیرا رہنا۔ فرمایا کہ بات کہنے سے قبل انجام پر غور کرنا ضروری ہے اور جس شے میں تدبر و تفکر سے ندامت ہو اس پر غور نہ کرنا افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ زبان سے بری بات نہ نکالو، کان سے بری بات نہ سنو، زنا سے کنارہ کش رہو حلال روزی استعمال کرو، دنیا کو خیرباد کہہ دو، موت کو پیش نظر رکھو۔ پھر فرمایا کہ شوق کی پانچ علامتیں ہیں۔ عیش و راحت میں موت کو نہ بھولنا، خوشی کے دوران بھی زندگی کو غنیم تصور کرنا، ذکر الٰہی میں مشغول رہنا، زوال نعمت پر اظہار تاسف کرنا مشاہدات کی حالت میں مسرور رہنا۔ پھر فرمایا کہ جماعت نمازوں کے علاوہ نماز کی زیادتی اور رزق حلال کی طلب فرض ہے۔

باب۔ ۵۳

حضرت ابو یعقوب بن اسحٰق نہرجوان رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔۔ آپ بہت عظیم المرتبت بزرگ گزرے ہیں اور صوفیائے کرام میں سب سے زیادہ نورانی شکل پائی تھی۔ حضرت عمرو بن عثمان کی فیض صحبت سے فیض یاب ہوئے اور برسوں مجاور حرم رہ کر وہیں وفات پائی۔ ایک مرتبہ آپ آہ و زاری کے ساتھ مشغول مناجات تھے تو ندا آئی کو تو بندہ ہے اور بندے کو آرام حاصل نہیں ہوتا۔

حالات:۔ کسی نے آپ سے یہ شکوہ کیا کہ اکثر صوفیائے کرام نے مجھے روزہ رکھنے اور سفر کرنے کی ہدایت کی لیکن مجھے ان دونوں چیزوں سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکا۔ آپ نے فرمایا کہ دوران عبادت الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرتے رہو، چنانچہ اس عمل سے اس کو فراخی قلب حاصل ہوگی۔ پھر کسی نے شکوہ کیا کہ مجھے نماز میں لذت حاصل نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا کہ حالت نماز میں قلب کی طرف متوجہ نہ ہوا کرو، چنانچہ اس عمل سے اس کی شکایت ختم ہوگئی۔

آپ ؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک گانے کو دوران طواف یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ! میں تجھ سے ہی تیری پناہ کا طالب ہوں اور جب آپ نے اس دعا کی وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ میں نے ایک حسین شخص کو دیکھ کر قلب میں کہا کہ بہت ہی حسین شخص ہے۔ یہ کہتے ہیں میری وہ آنکھ جس سے میں نے اس کو دیکھا تھا ایک ہوا کے جھونکے کے ساتھ ختم ہوگئی اور اس کے بعد ندا آئی کہ تجھے اپنے جرم کی سزا مل گئی اور اگر اس سے زیادہ تصور کرتا تو سزا میں بھی اضافہ کر دیا جاتا۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی مثال دریا جیسی ہے اور آخرت اس کا کنارہ ہے اور تقویٰ اس میں ایک کشتی کی طرح ہے جس میں مسافر سفر کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ شکم سیر بندہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے اور دولت منداس لئے فقیر رہتا ہے کہ ہمیشہ مخلوق سے حاجت بر آری کا تقاضا کرتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ خدا سے اعانت طلب نہ کرنے والا ذلیل رہتا ہے اور جس نعمت کا شکر ادا کیا جائے وہ کبھی زائل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ بندہ جب حقیقت یقین تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اس کے لئے نعمت بھی مصیبت بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ جو بندہ بندگی میں رضا کا حامل نہیں ہوتا اور فنا و بقا کے مابین عبودیت کو قائم نہیں رکھ سکتا وہ اپنے دعوے میں کاذب ہے۔ فرمایا کہ خوشی کی تین قسمیں ہیں اول عبادت پر مسرت دوم یاد الٰہی پر مسرت، سوم قرب پر مسرت اور جس کو یہ تینوں مسرتیں حاصل ہوتی ہیں وہ ہمیشہ مشغول عبادت رہ کر تارک الدنیا ہو جاتا ہے اور مخلوق اس کو برا تصور کرنے لگتی ہے۔ فرمایا کہ بہترین عمل وہ ہے جس میں علم سے بھی رابطہ قائم رہے اور اعلیٰ ترین ہے وہ عارف جو جلال و جمال الٰہی میں سرگرداں رہے۔ فرمایا کہ عارف کو ان تین چیزوں سے منقطع نہ ہونا چاہئے علم، عمل اور خلوت سے کیوں کہ ان چیزوں سے انقطاع کرنے والا کبھی قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا اور چونکہ عارف خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ نہیں کرتا اسی لئے اس کو کسی شے کا افسوس بھی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ دلجمعی اس لئے عین حقیقت ہے کہ ہر شے کا مدار اسی پر ہے اور حق کے سوا ہر شے باطل ہے۔ پھر فرمایا کہ علم حقیقی وہی ہے جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دی۔ فرمایا کہ اہل توکل کو بلاواسطہ رزق حاصل رہتا ہے اور جو مخلوق کے غم و راحت سے بے نیاز ہو وہ بھی متوکل ہے لیکن توکل حقیقی وہ ہے جو آتش نمرود میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حاصل رہا کیونکہ آپ نے

حضرت جبرائیل سے بھی اعانت طلب نہیں کی حالانکہ انہوں نے خود ہی دریافت کیا تھا کہ آپ کی کیا خواہش ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے خدا کے سوا کسی کی خواہش نہیں۔ اسی سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ متوکل ایسے مرتبہ کا حامل ہوتا ہے کہ اگر آگ پر چلنے لگے تو آگ اس پر اثر انداز نہ ہو۔ فرمایا کہ اسلام کا راستہ جہلاء سے کنارہ کشی علماء کی صحبت، علم پر عمل اور خدا کی عبادت کرنا ہے۔

باب۔ ۵۴

حضرت شمعون محبؒ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ بہت عظیم المرتبت بزرگ تھے اور خود کو شمعون کذاب کہا کرتے تھے۔ آپ حضرت جنیدؒ کے ہم عصر اور حضرت سری سقطیؒ کی صحبت سے فیض یاب تھے۔ آپ کا قول تھا کہ در حقیقت محبت ہی راہ خدا پر گامزن ہونے کا آئین ہے اور احوال و مقامات اور نسبتیں سب محبت کے مقابلہ میں بے حقیقت ہیں اور کمال ذاتی کے اعتبار سے اکثر صوفیائے کرام نے آپ کی معرفت کو محبت پر فوقیت دی ہے۔

حالات:۔ سفر حج سے واپسی پر اہل فید کے اصرار پر آپ نے وہاں وعظ فرمایا لیکن عوام کے اوپر آپ کا وعظ اثر انداز نہ ہو سکا جس کی بنیاد پر آپ نے قندیلوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب میں تمہیں محبت کا مفہوم سمجھاتا ہوں اور جب آپ نے مفہوم بیان کرنا شروع کیا تو قندیلوں پر ایسا وجد طاری ہوا کہ باہم ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ مفہوم محبت بیان فرما رہے تھے تو ایک کبوتر نیچے اتر کر آپ کے سر پر، پھر آغوش میں، پھر ہاتھ پر بیٹھ کر زمین پر اتر گیا اور اضطرابی کیفیت سے اپنی چونچ سے زمین کھودنے لگا حتیٰ کہ چونچ لہولہان ہو گئی اور وہیں دم توڑ دیا۔

اتباع سنت کی خاطر آپ نے نکاح کر لیا اور جب لڑکی تولد ہوئی تو آپ کو اس سے بے حد لگاؤ ہو گیا چنانچہ خواب میں دیکھا کہ میدان حشر میں محبین کے لئے ایک جھنڈا نصب ہے اور جب آپ اس کے نیچے پہنچے تو ملائکہ نے وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ میں شمعون ہوں اور جب خدا نے مجھے اسی نام سے شہرت عطا کی ہے تو پھر مجھ کو یہاں سے کیوں ہٹاتے ہو۔ ملائکہ نے جواب دیا کہ لڑکی کی محبت سے قبل تم واقعی محب تھے لیکن اب وہ مرتبہ سلب کر لیا گیا ہے، یہ سن کر آپ نے خدا سے دعا کی کہ اگر بچی کی محبت تجھ سے بعد کا باعث ہے تو اس کو اسی وقت موت دے دے۔ ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ گھر میں سے شور اٹھا کر بچی چھت پر سے گر ہلاک ہو گئی، یہ سنتے ہی آپ نے خدا کر شکر ادا کیا۔

ایک مرتبہ آپ نے اس مفہوم کا شعر پڑھا کہ نہ تو مجھے تیرے سوا کسی سے راحت ملتی ہے نہ کسی جانب متوجہ ہوتا ہوں اور اگر تو چاہے تو میرا امتحان لے سکتا ہے۔ یہ شعر پڑھتے ہی آپ کا پیشاب بند ہو گیا اور اس

وقت آپ مکتب جا رہے تھے چنانچہ راستے میں جتنے لڑکے ملے ان سے کہا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ ایک کاذب کو شفا دیدے۔

غلام خلیل نامی شخص نے خود کو خواہ مخواہ صوفی مشہور کر دیا تھا اور ہمیشہ خلیفہ وقت کے سامنے صوفیاء کی برائیاں اس نیت سے کرتا رہتا تھا کہ سب لوگ ان کی بجائے میرے معتقد ہو جائیں اور جس وقت حضرت شمعون کو شہرت تامہ حاصل ہو گئی تو کسی عورت نے آپ سے نکاح کی درخواست کی لیکن جب آپ نے اسے رد کر دیا تو وہ حضرت جنید کی خدمت میں پہنچی تاکہ وہی کچھ سفارش فرما دیں لیکن انہوں نے بھی بھگا دیا تو اس نے غلام خلیل کے پاس جا کر ان کے ذریعے آپ کے اوپر زنا کی تہمت لگائی اور اس نے خوش ہو کر خلیفہ سے آپ کے قتل کی اجازت حاصل کر لی جس وقت جلاد کے ہمراہ آپ دربار خلافت میں پہنچے اور خلیفہ نے قتل کا حکم دینا چاہا تو اس کی زبان بند ہو گئی اور اسی شب اس نے خواب میں کسی کو کہتے سنا کہ اگر تو نے شمعون کو قتل کروا دیا تو پورا ملک تباہی کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ چنانچہ صبح کو معذرت کے ساتھ اس نے آپ کو نہایت احترام سے جب رخصت کیا تو غلام خلیل بے حد رنجیدہ ہوا اور اس بدنیتی کی وجہ سے کوڑھی ہو گیا اور جس وقت کسی بزرگ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا گیا کہ غلام خلیل کوڑھی ہو گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یقیناً یہ کسی صوفی کی بد دعا کا نتیجہ ہے۔ پھر اس شخص نے غلام خلیل سے کہا کہ تیرا یہ مرض صوفیاء کرام کی اذیت رسانی کا نتیجہ ہے۔ یہ سن کر اس نے صدق دلی کے ساتھ اپنے برے خیالات سے توبہ کر لی۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر الٰہی پر مداومت ہی کا نام محبت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اذکروا اللہ ذکراً کثیراً یعنی بکثرت خدا کا ذکر کرتے رہو۔ فرمایا کہ خدا کے محبین ہی سے دنیا کو شرف حاصل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "جو شخص جس شے کو محبوب سمجھتا ہے اسی کے ساتھ اس کا حشر ہو گا" اس سے پتہ چلتا ہے کہ محشر میں خدا کے محبین ہی اس کے ہمراہ ہوں گے۔ فرمایا کہ محبت کی تعریف لفظ و بیان سے باہر ہے۔ فرمایا کہ خدا محبین کو اس لئے ہدف مصائب بناتا ہے کہ ہر کس و ناکس اس کی محبت میں قدم نہ رکھ سکے۔ فرمایا کہ فقیر کو فقر سے ایسی محبت ہونی چاہئے جیسی امراء کو دولت سے ہوتی ہے۔ اسی طرح فقیر کو دولت سے ایسا تنفر ہونا چاہئے جیسا امراء کو فقر سے ہوتا ہے. فرمایا کہ تصوف کا مفہوم حقیقی یہ ہے کہ نہ تو کوئی شے تمہاری ملکیت میں ہو اور نہ تم کسی کی ملکیت میں ہو۔

باب۔ ۵۵

حضرت ابو محمد مرتعش رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ شونیزیہ کے باشندے تھے اور بغداد میں وفات پائی۔ آپ زاہد و متقی ہونے کے ساتھ حضرت جنید کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تیرہ سال اپنے تصور کے مطابق متوکل بن کر حج کرتا رہا لیکن غور کرنے پر معلوم ہوا کہ میرا کوئی بھی حج نفسانی خواہش سے خالی نہیں تھا کیوں کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے جب مجھے گڑھے میں پانی بھر لانے کا حکم دیا تو میرے لئے ان کا حکم بار خاطر ہوا۔ چنانچہ اس وقت میں نے محسوس کیا کہ میرا ایک حج بھی خواہش نفس سے خالی نہ تھا۔

حالات :۔ ایک بزرگ یہ فرمایا کرتے تھے کہ بغداد کے دوران قیام جب میں نے حج کا ارادہ کیا تو میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا چنانچہ میں نے یہ طے کر لیا کہ حضرت مرتعش بغداد تشریف لا رہے ہیں۔ ان سے پندرہ درہم لے کر جوتا اور کوزہ خرید کر حج کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ خیال آتے ہی باہر سے آپ نے مجھے آواز دے کر پندرہ درہم دیتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اذیت نہ پہنچایا کر۔

آپ بغداد کے کسی محلہ سے گزر رہے تھے کہ پیاس محسوس ہوئی اور جب آپ نے ایک مکان پر جا کر پانی طلب کیا تو ایک نہایت حسین لڑکی پانی لے کر آئی اور آپ اس پر عاشق ہو گئے۔ پھر اس لڑکی کے والد سے جب اپنی قلبی کیفیت کا اظہار کیا تو اس نے بخوشی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کی گدڑی اتار کر نہایت نفس لباس پہنا دیا لیکن جس وقت آپ حجلہ عروسی میں پہنچے تو نماز میں مشغول ہو گئے اور پھر اچانک شور مچا دیا کہ یہ لباس اتار کر میری گدڑی دیدو۔ آخر کار بیوی کو طلاق دے کر باہر نکل آئے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مجھے غیب سے یہ ندا آئی کہ تو نے چونکہ ہمارے سوا غیر پر نظر ڈالی اس جرم میں ہم نے نیک لوگوں کا لباس تجھ سے چھین لیا اور اگر پھر کسی جرم کا ارتکاب کیا تو تمہارا لباس باطنی بھی ضبط کر لیا جائے گا۔ کسی نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے اور ہوا میں پرواز کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خواہش نفس کا مخالف اس سے کہیں بہتر ہے۔

آپ کسی ایسے مرض میں گرفتار ہو گئے جس میں غسل کرنا مضر صحت تھا لیکن آپ چونکہ روزانہ غسل کے عادی تھے اس لئے فرمایا کہ جان جائے یا رہے میں نہانا نہیں چھوڑ سکتا۔

ارشادات :۔ کسی مسجد میں آپ معتکف ہو گئے لیکن دو تین یوم کے بعد ہی نکل آئے اور فرمایا کہ نہ تو میں جماعت قراء کا نظارہ کر سکا اور نہ ان کی عبادت میرے مشاہدے کے معیار پر پوری اتر سکی۔ فرمایا کہ جو اعمال کو جہنم سے ذریعہ نجات تصور کرتا ہے وہ فریب نفس میں مبتلا رہتا ہے۔ جو فضل خداوندی سے امید رکھتا ہے وہ جنتی ہے۔ فرمایا کہ اسباب و وسائل پر اعتماد کرنے والا مسبب الاسباب کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ ترک نفس و دنیا ہی سے خدا کی دوستی میسر آ سکتی ہے۔ فرمایا کہ اقرار وحدانیت و ربوبیت کو پہچاننا اور ممنوعہ اشیاء سے احتراز کرنا اساس توحید ہیں۔ فرمایا کہ فقیر کے لئے فقیر کی صحبت لازمی ہے اور جب فقیر سے جدا ہو جائے تو یقین کر لو کہ اس میں کوئی راز ہے۔

جب آپ سے وصیت کی درخواست کی گئی تو فرمایا کہ لوگو! مجھ سے افضل شخص کی صحبت اختیار کرلو اور مجھے اپنے سے افضل کے لئے چھوڑ دو۔

باب۔ ۵۶

حضرت ابو عبداللہ محمد بن فضل رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ کا تعلق حضرت احمد حضرویہ کے ارادت مندوں سے تھا۔ آپ خراسان کے بہت مشہور و مقبول بزرگوں میں سے ہوئے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو عثمان حیری نے آپ سے خط کے ذریعہ دریافت کیا کہ شقاوت کی کیا علامت ہے؟ آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ تین چیزیں شقاوت کی علامت ہیں۔ اول علم بے عمل، دوم عمل بے اخلاص، سوم بزرگوں کی تعظیم سے محرومی۔ اس جواب کے بعد حضرت ابو عثمان نے تحریر کیا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو زندگی بھر آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہتا۔ مشہور ہے کہ جب اہل بلخ نے آپ کو اذیتیں دے کر وہاں سے نکال دیا تو آپ نے بددعا کی کہ اللہ تعالیٰ اہل بلخ سے صدق دل کا صفایا کردے۔ چنانچہ اس کے بعد وہاں سے صدیقین کا خاتمہ ہوگیا۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ سینہ کی صفائی سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے اور اس کے بعد علم الیقین حاصل ہوتا ہے اور اس کے بعد عین الیقین ہی صفائی کا ذریعہ ہے۔ فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہی ہے جو مصیبت سے پاک اور داد و دہش سے علیحدہ رہے۔ پھر فرمایا کہ ترک نفس ہی حصول راحت کا ذریعہ ہے۔ فرمایا کہ اسلام کے لئے چار چیزیں مہلک ہیں۔ اول علم بے عمل، دوم عمل بے علم، سوم جس سے واقف نہ ہو اس کی جستجو کرنا، چہارم جو شے حصول علم سے باز رکھے۔ فرمایا کہ علم میں جو تین حرف عین، لام اور میم ہیں تو عین سے علم، لام سے عمل، اور میم سے مخلص حق ہونا مراد ہے۔ فرمایا کہ اہل معرفت کو احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونا اور سنت نبوی کا متبع ہونا ضروری ہے۔ فرمایا کہ محبت ایثار کا نام ہے جس کی چار قسمیں ہیں۔ اول ذکر الٰہی پر مداومت، دوم ذکر الٰہی سے رغبت، سوم دنیا سے کنارہ کشی، چہارم خدا کے سوا ہر شے سے اجتناب جیسا کہ قرآن نے فرمایا کہ اے نبیؐ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، برادریاں اور تمہاری کمائی ہوئی دولت جس کے روک دیئے جانے سے تم خائف رہتے ہو اور تمہارے مکانات جو تم کو خدا کے رسول سے زیادہ عزیز ہیں تو اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔ کیوں کہ اللہ فاسقین کو ہدایت نہیں دیتا۔ فرمایا کہ محبین الٰہی کی شناخت یہ ہے کہ محبت و ہیبت اور ضیاء و تعظیم کی بنیاد ان کے اخلاص پر ہوتی ہے۔ فرمایا کہ زاہدین کا ایثار بے نیازی کے وقت اور بہادروں کا ایثار ضرورت کے وقت معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ زہد ترک دنیا کا نام ہے۔

باب۔ ۵۷

حضرت شیخ ابوالحسن بو شنجی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :۔ آپ صاحب کشف و کرامات اور اہل تقویٰ بزرگوں میں سے تھے اور بہت سے جلیل القدر بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوئے لیکن اپنے وطن بوشنج کو خیرباد کہہ کر مدتوں عراق میں مقیم رہے اور جب وطن واپس آئے تو لوگوں نے آپ کو زندیق کہنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے آپ نیشاپور چلے گئے اور تاحیات وہیں قیام فرما رہے۔

حالات :۔ کسی دہقانی کا گدھا گم ہو گیا تو اس نے آپ پر چوری کا الزام لگاتے ہوئے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ میرا گدھا واپس کر دو۔ اور جب آپ کے مسلسل انکار کے باوجود بھی وہ نہیں مانا تو آپ نے دعا کی کہ یا اللہ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا کر۔ چنانچہ اس دعا کے ساتھ ہی اس کا گدھا مل گیا۔ جس کے بعد اس نے معذرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ تو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ آپ نے نہیں چرایا ہے لیکن جس انداز سے آپ کی دعا قبول ہو گئی میری ہرگز نہ ہوتی اسی وجہ سے میں نے آپ کو مورد الزام ٹھہرایا تھا۔

سر راہ ایک شخص شرارۃً آپ کو گھونسا مار کر بھاگا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت ابوالحسن ہیں تو اس نے ندامت کے ساتھ معذرت چاہی لیکن آپ نے فرمایا کہ اس فعل کا فاعل میں تمہیں تصور نہیں کرتا کیوں کہ جس کو فاعل حقیقی سمجھتا ہوں اس سے غلطی کا امکان نہیں۔ اس لئے نہ مجھے تم سے کوئی شکایت ہے نہ فاعل حقیقی سے شکوہ۔ کیوں کہ میں اسی قابل تھا۔

ایک مرتبہ غسل کے دوران آپ نے خادم سے فرمایا کہ میرا پیراہن فلاں درویش کو دے دو لیکن خادم نے عرض کیا کہ جب آپ غسل سے فارغ ہو جائیں گے تو دے آؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ غسل کرتے کرتے کہیں ابلیس میرے عزم میں تبدیلی نہ کر دے۔

ارشادات :۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حرام اشیاء سے احتراز کرنا ہی نکیرین کے ساتھ شجاعت ہے اور عمل پر مداومت کا نام تصوف ہے۔ پھر فرمایا کہ نیکی اور نیک کام سے رغبت رکھنا اور مخالفت نفس کرنا بھی داخل شجاعت ہے۔ فرمایا کہ اخلاص وہی ہے جس کو نہ نکیرین درج کر سکیں۔ نہ ابلیس تباہ کر سکے اور نہ مخلوق کو اس سے واقفیت ہو۔ فرمایا کہ یہ ایقان رکھنا کہ مقدرت سے کم رزق نہیں مل سکتا عین توکل ہے اور جو خود کو صاحب عزت تصور کرتا ہے خدا اس کو ذلت دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بندے کو چاہئے کہ ہر فتنہ پر نظر رکھے۔

آپ کی قبر پر کوئی درویش طالب دنیا ہوا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں اگر دنیا طلب کرنی ہے تو بادشاہوں کے مزاروں پر جا۔ اگر عقبیٰ کا خواہش مند ہے تو ہم سے رجوع کر۔

باب ۔ ۵۸

حضرت شیخ محمد علی حکیم ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ زاہد و متقی اور صاحب ریاضت و کرامات ہونے کے علاوہ عالم و طبیب حاذق بھی تھے اور آپ کا مسلک قطعاً علم کے مطابق تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ کو علم و حکمت پر ایسا عبور حاصل تھا کہ لوگوں نے آپ کو حکیم الاولیاء کے خطاب سے نوازا اور اکثر یحیٰی بن معاذ سے بحث و مباحثہ رہا کرتا تھا چنانچہ آپ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ یحیٰی سے ایسی بحث کی کہ وہ حیرت زدہ رہ گئے حتیٰ کہ اس دور میں آپ سے مناظرے میں کوئی سبقت نہ لے جاسکتا تھا۔

حالات:۔ کم سنی ہی میں آپ نے دو طلباء کو غیر ملک میں حصول تعلیم کے لئے آمادہ کیا لیکن والدہ کی کبر سنی کی وجہ سے ارادہ فسخ کرنا پڑا، اور جن طلباء کو آپ نے آمادہ کیا تھا وہ بغرض تعلیم روانہ ہوگئے مگر آپ اس درجہ غمگین ہوئے کہ قبرستان میں جاکر محض اس خیال سے گریہ وزاری کرتے کہ جب میرے دونوں ساتھی حصول علم کے بعد واپس آئیں گے تو مجھے ان کے سامنے ندامت ہوا کرے گی لیکن ایک دن حضرت خضرؑ نے آکر فرمایا کہ روزانہ اس جگہ آکر مجھ سے تعلیم حاصل کرلیا کرو۔ پھر انشاء اللہ کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہوگے۔ اس کے بعد آپ نے مسلسل تین سال تک تعلیم حاصل کرکے بہت بلند مقام حاصل کیا اور جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ میرے استاد حضرت خضرؑ ہیں تو آپ کو مکمل یقین ہوگیا کہ ایسا صاحب مرتبت استاد مجھے صرف والدہ کی خدمت کی وجہ سے ملا ہے۔

حضرت ابو بکر وراق سے روایت ہے کہ حضرت خضرؑ ہر ہفتہ بغرض ملاقات آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اور آپ ان سے علمی بحثیں کیا کرتے تھے ایک مرتبہ مجھے اپنے ہمراہ جنگل میں لے گئے وہاں میں نے دیکھا کہ درخت کے سایہ میں ایک سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اور ایک نورانی شکل کے بزرگ اس پر جلوہ افروز ہیں لیکن جب ان بزرگ نے آپ کو دیکھا تو خود تعظیماً تخت سے نیچے اتر آئے اور آپ کو اس پر بٹھا دیا پھر یکے بعد دیگرے چالیس بزرگوں کا اجتماع ہوگیا جس کے بعد آسمان سے کھانا نازل ہوا۔ اور سب نے مل کر کھالیا۔ اس کے بعد نہ جانے آپ نے ان بزرگ سے کیا سوال کیا اور انہوں نے کیا جواب دیا جو میری سمجھ میں قطعاً نہ آسکا، پھر وہاں سے روانگی کے بعد پلک جھپکتے ہی ہم لوگ ترمذ پہنچ گئے اور آپ نے فرمایا کہ جاؤ تمہیں سعادت نصیب ہوگئی اور جب میں نے پوچھا کہ وہ کونسا مقام تھا اور کون لوگ تھے تو فرمایا کہ وہ مقام تیہ بنی اسرائیل تھا اور بزرگ قطب مدار تھے پھر میں نے سوال کیا کہ آپ اتنی دور جاکر اس قدر عجلت کے ساتھ ترمذ کیسے پہنچ گئے تو فرمایا کہ یہ ایک راز ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں عرصہ دراز تک اس کوشش میں رہا کہ نفس بھی میرے ہمراہ مشغول عبادت رہا کرے لیکن جب اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو عاجز آکر دریائے جیحوں میں چھلانگ لگادی لیکن ایک موج نے پھر مجھے ساحل پر پھینک دیا۔ اس وقت میں نے دل میں کہا کہ کتنی پاکیزہ ہے وہ ذات جس نے میرے نفس کو فردوس و جہنم کسی کے لائق بھی نہ چھوڑا۔ لیکن اس مایوسی کے صلہ میں خدا نے نفس کو عبادت کی جانب راغب کر دیا۔

حضرت ابو بکر وراق سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی ایک کتاب تصنیف کے چند جزو دے کر حکم دیا کہ ان کو دریائے جیحون میں ڈال دو لیکن میری نظران اوراق پر پڑی تو ان میں مکمل حقائق کا اقتباس درج تھا چنانچہ میں نے اس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور آپ سے جب یہ بہانہ کیا کہ میں دریا میں ڈال آیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا مکان دریا میں تو نہیں ہے جاؤ ان کو دریا میں ڈال دو چنانچہ اسی وقت میں نے دریا میں پھینکا تو ایک صندوق جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا نمودار ہوا اور جب وہ تمام اوراق اس میں داخل ہو گئے تو ڈھکنا خود بخود بند ہوا۔ اور صندوق غائب ہو گیا اور جب یہ واقعہ میں نے آپ سے بیان کیا تو فرمایا کہ میری تصنیف خضرؑ نے طلب کی تھی اور صندوق ایک مچھلی لے کر آئی تھی جو پھر ان تک پہنچا دے گی. پھر ایک مرتبہ آپ نے اپنی تمام تصانیف دریا میں ڈال دیں لیکن خضر پھر ان کو آپ کے پاس لے آئے اور فرمایا کہ آپ اپنی تصانیف ہی میں مشغول رہا کریں یہ بات بھی مشہور ہے کہ آپ نے پوری عمر میں ایک ہزار مرتبہ باری تعالیٰ کا دیدار خواب میں کیا۔

ایک بزرگ ہمیشہ آپ کو برا بھلا کہتے رہتے تھے. چنانچہ جب آپ حج سے واپس ہوئے تو آپ کی جھونپڑی میں کتیا نے بچے دے رکھے تھے اور آپ ستر مرتبہ محض اس خیال میں اس کے سر پر کھڑے ہوتے رہے کہ شاید دھتکارے بغیر چلی جائے تاکہ میری ذات سے اذیت نہ پہنچے۔ چنانچہ اسی شب برا بھلا کہنے والے بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرمؐ فرما رہے ہیں کہ جو کتے کو بھی اذیت نہ پہنچانا چاہتا ہو. اس کو برا بھلا کہتا ہے اور اگر تجھے سعادت ابدی حاصل کرنی ہے تو اس کی خدمت کر۔ چنانچہ وہ بزرگ بیدار ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور تائب ہو کر تاحیات آپ کی خدمت میں پڑے رہے۔

جس پر آپ غضب ناک ہوتے تھے تو اس کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے اور اسی وجہ سے آپ کے غصہ کا اندازہ ہو جاتا تھا آپ اپنی مناجات میں کہا کرتے کہ اے اللہ! میں نے اپنے کسی فعل سے تجھ کو غم پہنچایا جس کی وجہ سے تو نے مجھے غصہ پر آمادہ کر دیا. لہٰذا اے اللہ! مجھ سے اس مصیبت کو دور فرما دے۔ اور جس کو میری بات ناگوار گزری ہو اس کو اس سے دور کر دے۔ اس مناجات سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کسی بات پر ناراض ہوئے ہیں۔

عرصہ دراز تک آپ حضرت خضر سے نیاز حاصل کرنے کے متمنی رہے لیکن شرف نیاز حاصل نہ ہو سکا۔ آخر کار ایک دن نہ جانے کس بات پر آپ کی کنیز نے پانی سے لبریز طشت آپ کے اوپر ڈال دیا لیکن آپ کو قطعاً غصہ نہیں آیا۔ اس وقت حضرت خضر تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے ضبط و تحمل کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تیری مدت تمنا کا تکملہ ہو جائے۔

آپ عہد شباب میں بہت ہی حسین و جمیل تھے جس کی وجہ سے ایک عورت آپ پر عاشق ہو گئی۔ لیکن آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تو لباس و زیور سے آراستہ ہو کر اس باغ میں جا پہنچی جہاں آپ بالکل تنہا تھے لیکن آپ اس کو دیکھ کر ایسا بھاگے کہ پیچھا کرنے کے باجود نہ پکڑ سکی اور جب چالیس سال بڑھاپے میں آپ کو وہ واقعہ یاد آیا تو دل میں سوچا کو کاش میں اس وقت اس کی خواہش پوری کر دیتا پھر بعد میں تائب ہو جاتا پھر اسی فاسد خیال کی وجہ آپ مسلسل تین یوم تک مصروف گریہ رہے اور تیسری شب خواب میں حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ تم رنجیدہ نہ ہو کیوں کہ اس میں تمہار قصور نہیں بلکہ میرے وصال کا زمانہ جس قدر بعید ہوتا جارہا ہے اسی قدر اس کا اثر پڑ رہا ہے۔

کسی بزرگ نے ایک شخص کو بتایا کہ حضرت محمد علی حکیم اپنے اہل خانہ کے سامنے بھی ناک صاف نہیں کرتے۔ یہ سن کر اسے حیرت ہوئی اور وہ تحقیق واقعہ کی نیت سے آپ کی خدمت میں جا پہنچا، لیکن آپ نے اس کو دیکھتے ہی ناک صاف کی اور فرمایا کو جو کچھ تو نے سنا تھا وہ صحیح ہے اور جو دیکھ رہا ہے وہ ظاہر ہے کیوں کہ اسرار شاہی افشا کر دینے والا مقرب بارگاہ نہیں رہتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ایسا شدید بیمار ہوا کہ میرے اوراد و ظائف میں کمی آگئی اور مجھے یہ تصور بندھ گیا کہ اگر میں مریض نہ ہوتا تو یقیناً عبادت میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ اسی وقت غیب سے ندا آئی کہ تو ہمارے صالح پر معترض ہوتا ہے جب کہ تیرا کام سہو اور ہمارا کام راستی ہے۔ یہ سن کر میں بہت نادم ہوا اور صحت یابی کے بعد عبادات میں اضافہ دیا۔ پھر فرمایا کہ صدق دلی سے عبادت کرنے والا ایسے مراتب اعلیٰ پر فائز ہوتا ہے کہ لوگ اس کا احترام کرتے ہیں اور وہ نفس پر قابو پاکر رموز خداوندی بیان کرنے لگتا ہے۔ فرمایا کہ نفس ابلیس کی جائے قیام ہے اسی لئے نفس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے۔ پھر اس سلسلہ میں آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جس وقت حضرت آدم و حوا علیہما السلام قبولیت توبہ کے بعد ایک ساتھ رہنے لگے تو ابلیس نے اپنے بیٹے خناس کو حضرت حوا کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ میں کچھ دیر بعد آکر اس کو واپس لے جاؤں گا۔ اسی دوران حضرت آدم بھی تشریف لے آئے اور خناس کو دیکھتے ہی گردن مار دی اور اس کے جسمانی ٹکڑے مختلف درختوں پر لٹکا کر حضرت حوا پر بے حد ناراض ہوئے کہ تم نے یہاں کیوں آنے دیا؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ تمہارا دشمن ابلیس ہے اور جب حضرت آدم وہاں سے چلے گئے تو

ابلیس نے آکر حوا سے خناس طلب کیا اور جب آپ نے پورا واقعہ اس کے سامنے بیان کیا تو اس نے خناس کو آواز دی اور اس کے ٹکڑے یکجا مجتمع ہو کر اصلی شکل میں آموجود ہوئے۔ دوبارہ اصرار کرکے ابلیس اس کو آپ کے سپرد کر کے چلا گیا اور جب حضرت آدم نے واپس آکر پھر خناس کو موجود پایا تو حضرت حوا پر بہت بگڑے اور خناس کو قتل کر کے جلا دیا اور نصف راکھ ہوا میں اڑا کر نصف پانی میں بہادی۔ پھر جب آپ چلے گئے تو ابلیس نے آکر پھر حوا سے خناس کو طلب کیا اور جب آپ نے پورا واقعہ سنا دیا تو اس نے خناس کو پھر آواز دی اور وہ اپنے اصلی روپ میں آموجود ہوا۔ تیسری مرتبہ پھر اصرار کر کے ابلیس نے خناس کو آپ ہی کے سپرد کر دیا لیکن اب کی مرتبہ حضرت آدم نے اس کو ذبح کر کے گوشت پکایا اور آدھا خود کھایا اور آدھا حوا کو کھلا دیا۔ لیکن یہ واقعہ معلوم کر کے ابلیس نے اظہار مسرت کے ساتھ کہا کہ میری بھی اسکیم یہی تھی کہ کسی خناس کا گوشت سینہ انسانی میں نفوذ کر جائے اس لئے باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

یعنی وہ خناس جو انسانی سینوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک بندے میں نفس کی ایک رمق بھی باقی ہے اس کو آزادی میسر نہیں آسکتی۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ جس کو اپنی جانب مدعو کرتا ہے اسی کو مراتب بھی عطا ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے کہ جس کو اللہ چاہتا ہے برگزیدہ بنا کر ہدایت عطا کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ برگزیدہ لوگ وہ لوگ ہیں جو جذبہ حق میں فنا ہو جائیں اور اہل ہدایت وہ ہیں جو تائب ہو کر خدا کا راستہ تلاش کریں۔ فرمایا کہ مجذوب کے بھی کئی مدارج ہیں پہلے درجہ میں تہائی نبوت حاصل ہوتی ہے دوسرے میں نصف اور تیسرے میں نصف سے کچھ زیادہ اور جب وہ مدارج نبوت طے کر کے تمام مجذوبین پر سبقت لے جاتا ہے تو خاتم الاولیاء ہو جاتا ہے۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ وہ ولی کو درجہ نبوت کیسے حاصل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد ہے "میانہ روی اور رویائے صادقہ نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک ہے اور جذب بھی جزو پیغمبری ہے اور دونوں اوصاف مجذوب میں بدرجہ اتم موجود ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اولیاء فاقہ کشی سے نہیں ڈرتے بلکہ خطرات سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ فرمایا کہ جن لوگوں میں کلام اللہ سمجھنے کی صلاحیت نہ ہو وہ دانش مند نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ قیامت میں حق العباد کا مواخذہ نہ ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ شجاعت نام ہے محشر میں خدا کے سوا کسی سے وابستہ نہ ہونے کا اور صاحب عزت وہی ہیں جس کو گناہوں نے ذلیل نہ کیا ہو اور آزاد وہ ہے جس کو حرص نہ ہو اور امیر وہ ہے جس پر ابلیس قابض نہ ہو سکے اور دانش مند وہ ہے جو صرف خدا کے لئے نفس کا مخالف ہو۔ فرمایا کہ خدا سے خائف رہنے والا اسی کی طرف رجوع کرتا ہے حالانکہ جس شے سے خوف پیدا ہو اس سے دور رہا

جاتا ہے۔ فرمایا کہ حصول دین کرنے والوں کے کام بغیر کوشش کے انجام پاجاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ زاہدین و علماء کا منکر قطعاً کافر ہے فرمایا کہ ناواقف بندگی ربوبیت سے بھی ناواقف ہی رہتا ہے۔ فرمایا کہ نفس شناسی ہی خدا شناسی کا ذریعہ ہے فرمایا سو بھیڑیئے بکریوں کے گلے میں اتنا پریشان نہیں کر سکتے جتنا ایک شیطان پوری جماعتوں کو تباہ کر دیتا ہے اور سو شیاطین سے زیادہ مکار نفس ہے۔ فرمایا کہ چونکہ ضامن رزق خدا تعالیٰ ہے اس لئے اسی پر توکل ضروری ہے۔ فرمایا کہ نہ خدا کے سوا کسی دوسرے کا شکر کرو نہ کسی کے سامنے عاجز ہو۔ فرمایا کہ یہ تصور کہ قلب لامتناہی ہے غلط ہے بلکہ راہ متناہی شے ہے کیوں کہ قلبی تقاضوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے مگر راہ کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی. فرمایا کہ حضور اکرمؐ کی ذات مبارک کے سوا اسم اعظم کسی میں جلوہ فگن نہیں ہوا۔

باب ۔ ۵۹

حضرت ابو وراق رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ بہت عظیم اہل ورع و اہل تقویٰ بزرگ گزرے ہیں. تجرید و تفرید اور آداب میں یکتائے روزگار تھے اسی وجہ سے صوفیاء کرام نے آپ کو مؤدب اولیاء کے خطاب سے نوازا حضرت محمد علی حکیم کے فیض صحبت سے فیض یاب ہوئے. بلخ میں قیام پذیر رہے اور موضوع تصوف پر بہت سی تصانیف چھوڑیں۔ آپ کا قول ہے کہ مقام ارادت میں تمام برکتوں کی کنجی ہے اور ارادت کے بعد ہی برکات کا ظہور ممکن ہے۔

حالات:۔

آپ حضرت خضر کے شوق دیدار میں روزانہ جنگل میں پہنچ جاتے اور آمد و رفت کے دوران تلاوت قرآن کرتے رہتے. چنانچہ جب آپ ایک مرتبہ جنگل کی جانب چلے تو ایک اور صاحب بھی آپ کے ساتھ ہو لئے اور دونوں راستہ بھر گفتگو کرتے رہے لیکن واپسی کے بعد ان صاحب نے فرمایا کہ میں خضر ہوں جن سے ملاقات کے لئے تم بے چین تھے مگر آج تم نے میری معیت کی وجہ سے تلاوت بھی ملتوی کر دی اور جب صحبت خضر تمہیں خدا سے فراموش کر سکتی ہے تو دوسروں کی معیت ذکر الٰہی سے کیوں دور نہ کر دے گی۔ لہٰذا سب سے بہتر شے گوشہ نشینی ہے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے۔

جب آپ کے صاحب زادے تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے یوم یجعل الولدان شیبا یعنی ایک دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے تو خوف الٰہی سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ فوراً دم نکل گیا اور حضرت ابو بکر ان کے مزار پر روتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ کس قدر افسوس

ناک یہ بات کہ اس بچے نے ایک ہی آیت کے خوف سے جان دیدی لیکن میرے اوپر برسوں کی تلاوت کے بعد یہ آیت اثرانداز نہ ہو سکی۔

آپ خوف الٰہی کی وجہ سے دیر تک مسجد میں نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد واپس آجاتے کسی نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا کہ دولت کی قلت دین و دنیا دونوں میں مفید ہے اور زیادتی دونوں جگہ مضر ہے۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ سفر حج کے دوران ایک عورت نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ ایک مسافر ہوں اس نے کہا کہ تم خدا کا شکوہ کرتے ہو۔ مجھے اس کی یہ نصیحت بہت بھلی معلوم ہوئی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مقام عجز کیوں کہ ان مصائب کی مجھ میں قوت برداشت نہیں ہے۔ جو انبیاء کرام برداشت کرتے رہے۔ فرمایا کہ تمام برائیوں کی جڑ صرف نفس ہے۔ فرمایا کہ مخلوق سے مخلوق کا میل ملاپ بہت ہی عظیم فتنہ ہے اس لئے گوشہ نشینی ہی وجہ سکون ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ نہ تو منہ سے بری بات نکالو نہ کانوں سے خراب بات سنو۔ نہ آنکھوں سے بری شے کو دیکھو۔ نہ ٹانگوں سے بری جگہ جاؤ۔ نہ ہاتھوں سے بری شے کو چھوؤ بلکہ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہو۔ فرمایا کہ نبوت کے بعد صرف حکمت کا درجہ ہے اور حکمت کی شناخت یہ ہے کہ ضرورت کے وقت کے سوا ہمیشہ سکوت قائم رہے فرمایا کہ خالق مخلوق سے آٹھ چیزوں کا خواہاں ہے۔ ان میں قلب سے دو۔ اول فرمان الٰہی کی عظمت۔ دوم مخلوق سے شفقت۔ زبان سے دو چیزیں اول اقرار توحید دوم مخلوق سے نرم زبان میں بات کرنا۔ تمام اعضاء سے دو چیزیں۔ اول بندگی دوم اعانت مخلوق۔ مخلوق سے دو چیزیں۔ اول اپنی ذات پر صبر کرنا۔ دوم خلقت کے ساتھ بردباری اختیار کرنا۔ فرمایا کہ نفس سے محبت کرنے والوں پر غرور و حسد اور ذلت مسلط ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ شیطان کا قول ہے کہ میں مومن کو ایک لمحہ میں کافر بنا سکتا ہوں اس لئے کہ پہلے اس کو حرام اشیاء کا حریص بناتا ہوں۔ پھر خواہشات کا غلبہ کرتا ہوں اور جب وہ ارتکاب معصیت کا عادی بن جاتا ہے تو کفر کے وسوسے پیدا کر دیتا ہوں۔ فرمایا کہ جو خدا کو اور نفس ابلیس کو اور مخلوق و دنیا کو پہچان لیتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور نہ پہچاننے والا ہلاک ہو جاتا ہے اور مخلوق سے محبت کرنے والوں کو خدا کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ تخلیق انسانی میں چونکہ مٹی اور پانی کا عنصر غالب ہے اس لئے جس پر پانی کا غلبہ ہو اس کو نرمی سے اور جس پر مٹی کا غلبہ ہو اس کو سختی کے ساتھ احکامات خداوندی کی تعلیم دینی چاہئے۔ فرمایا کہ پانی میں ہر رنگ اور ہر ذائقہ موجود ہوتا ہے اس لئے کوئی اس کی لذت سے آشنا نہیں ہوتا حالانکہ اس کے پینے ہی سے زندگی کا قیام ہے لیکن کوئی نہیں جانتا کہ پانی باعث حیات ہے اس کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندہ بنایا۔ فرمایا کہ افضل ترین ہے وہ فقیر جس سے نہ تو دنیاوی بادشاہ خراج طلب کر سکے اور نہ عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ حساب مانگے۔ فرمایا کہ غیبت اور لغو بات لقمہ حرام کی طرح ہیں اور ذکر الٰہی اور استغناء لقمہ حلال کی مانند۔ فرمایا کہ صدق نام ہے اس شے کی نگہداشت کا جو بندے اور خدا کے مابین ہو اور صبر نام ہے اس شے کی نگہداشت کا جو بندے اور نفس کے درمیان ہو۔ فرمایا کہ یقین ہی وہ نور ہے جو اہل تقویٰ بناتا ہے۔ پھر فرمایا کہ زہد میں تین حرف ہیں ز۔ ہ۔ د۔ ز سے مراد ہے زینت کا ترک کرنا ہ سے مرد ہوا کہ ترک کر دینا د سے مراد دنیا کو چھوڑ دینا۔ فرمایا کہ یقین کی تین قسمیں ہیں۔ یقین خبر۔ یقین دلالت۔ یقین مشاہدہ۔ فرمایا کہ ہر کام کو من جانب اللہ تصور کرنے والا ہی صابر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جس طرح رزق حرام سے احتراز ضروری ہے اسی طرح بد اخلاقی سے بھی کنارہ کشی ضروری ہے۔

کسی نے آپ کے انتقال کے بعد خواب میں روتے ہوئے دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا کہ جس قبرستان میں میری قبر ہے وہاں دس مردے اور بھی مدفون ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی صاحب ایمان نہیں۔ پھر ایک اور شخص نے خواب میں پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ فرمایا کہ مجھے اپنا قرب عطا فرما کر میرا اعمال نامہ میرے ہاتھ میں دے دیا جس کو پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ میرا ایک گناہ اس میں ایسا بھی درج ہے جس نے تمام نیکیوں کو ڈھانپ لیا ہے اور جب میں ندامت سے سرنگوں ہوا تو ارشاد ہوا کہ جا ہم نے اپنی رحمت سے اس معصیت کو بھی معاف کر دیا۔

باب۔ ۶۰

حضرت عبداللہ منازل رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ ممتاز روزگار شیخ و متقی اور فرقہ ملامتیوں کے پیرو مرشد تھے اور خود حضرت حمدون قصار سے بیعت تھے اور پوری زندگی مجرد رہ کر گزار دی۔ ایک مرتبہ آپ نے ابو علی ثقفی سے فرمایا کہ مرنے کے لئے تیار رہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو تیاری کرنی چاہئے چنانچہ سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر دراز ہو گئے اور فرمایا کہ لو میں مر گیا یہ کہتے ہی حقیقت میں آپ کا انتقال ہو گیا اور واقعہ سے ابو علی بہت نادم ہوئے کیوں کہ ان کے اندر آپ جیسی قوت اس لئے نہیں تھی کہ وہ عیال دار تھے اور آپ مجرد۔ اور آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ابو علی مخلوق سے ہٹ کر صرف اپنے مفاد کی بات کرتے ہیں۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تارک فرائض یقیناً تارک سنن بھی ہو گا اور تارک سنت کے بدعت میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ بہترین ہے وہ وقت جس میں نفس کے وسوسوں سے

مامون رہ جائے اور مخلوق کو تمہاری بدگمانی سے چھٹکارا حاصل رہے فرمایا کہ بندہ صرف انہیں اشیاء کا طالب رہتا ہے جو اس کی شقاوت کا موجب ہوں۔ فرمایا کہ جو خود حیا کا ذکر کر کے خدا سے حیا نہیں کرتا وہ بدترین بندہ ہے۔ فرمایا کہ عشق صرف اسی سے کرو جو تم سے عشق کرتا ہو۔ فرمایا حیا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی ہر لمحہ متکلم تصور کرتے ہوئے خموشی اختیار کرو۔ فرمایا کہ جو مخلوق کے نزدیک برگزیدہ ہوں ان کے لئے اپنے نفس کو ذلیل رکھنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ امور غیبی دنیا میں کسی پر واضح نہیں ہوتے اور جو لوگ اس کے مدعی ہوں وہ کاذب ہیں۔ فرمایا کہ مجبوراً فقر اختیار کرنے سے فضیلت فقر حاصل نہیں ہو سکتی۔

اور فقر حقیقی یہ ہے کہ فکر عقبیٰ کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ فرمایا کہ وقت گزشتہ کا تصور بے سود ہے۔ فرمایا کہ عبودیت اختیاری نہیں بلکہ اضطراری شے ہے اور عبودیت کی لذت سے آشنا کبھی عیش و راحت کا طالب نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ حقیقی بندہ وہی ہے جو اپنے لئے نہ رکھے یعنی غلام نہ رکھے اور جب وہ اس فعل کا مرتکب ہو گیا تو عبودیت کے بجائے ربوبیت کا دعویدار بن گیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کی اقسام یاد دلا کر استغفار پر اختتام کیا ہے جیسے کہ فرمایا گیا۔

یعنی صبر کرنے والے، صدق والے قناعت کرنے والے۔ نفقہ دینے والے صبح کے وقت استغفار کرنے والے. فرمایا کہ جس نے لذت نفس کو ختم کر دیا وہی مزے میں رہا۔ فرمایا کہ احکام الٰہی کے مطابق روزی کمانے والا اس خلوت نشین سے افضل ہے جو روزی کمانے سے کتراتا ہو۔ فرمایا کہ ایک لمحہ کا ترک ریا عمر بھر کی عبادت سے اولیٰ ہے۔ فرمایا کہ عارف وہی ہے جو کسی شے سے متعجب نہ ہو۔

کسی نے آپ کو یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے۔ آپ نے فرمایا کہ مراد کا درجہ تو معرفت کے بعد ہے اور یہاں ابھی تک معرفت بھی حاصل نہ ہو سکی۔ آپ کی وفات نیشاپور میں ہوئی اور مزار مشہد میں ہے۔

باب۔ ٦١

حضرت علی سہل اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ غیب کی باتوں کا علم رکھتے تھے اور آپ حضرت جنیدؒ کے ہم عصر اور حضرت ابو تراب کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت عمرو بن عثمان آپ کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ ۳۰ ہزار درہم کے مقروض تھے لیکن آپ نے ان کا تمام قرض ادا کر دیا۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ رغبت عبادت توفیق کی علامت ہے اور علامت رعایت مخالفت

سے کنارہ کشی ہے اور علامت بیداری رعایت اختیار کرنا اور علامت جہالت کسی شے کا دعویٰ کرنا ہے. فرمایا کہ ابتداء میں جس کی ارادت درست نہیں ہوتی وہ انتہاء تک محروم سلامتی رہتا ہے۔ فرمایا کہ جو خود خدا کے نزدیک سمجھتا ہے وہ حقیقت میں بہت دور ہوتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کے ساتھ حضوری یقین سے بہتر ہے کیوں کہ حضوری قلب میں اس طرح جاگزیں رہتی ہے جس میں غفلت کا دخل نہیں ہوتا اور یقین کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کبھی آتا ہے کبھی جاتا ہے لیکن اہل حضوری بارگاہ کے اندر رہتے ہیں اور اہل یقین بارگاہ کے دروازے پر۔ فرمایا کہ دانش مند تو حکم الٰہی پر زندگی بسر کرتے ہیں لیکن عارفین قرب الٰہی میں زندگی گزارتے ہیں فرمایا کہ خدا کو جاننے والا ہر شے سے بے خبر ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تونگری علم میں، فخر فقر میں، عافیت زہد میں، حساب کی قلت خموشی میں اور خوشی مایوسی میں مضمر ہے. فرمایا کہ حضرت آدم کے عہد سے قیامت تک لوگ قلب کے سلسلہ میں بحثیں کرتے رہیں گے۔ لیکن قلب کی حقیقت و ماہیت کبھی معلوم نہ ہو سکے گی۔ پھر فرمایا کہ میری موت اس طرح واقع نہ ہوگی کہ بیمار پڑوں اور لوگ عیادت کو آئیں بلکہ خدا تعالیٰ مجھے پکارے گا اور میں حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت شیخ ابو الحسن فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ راہ چلتے آپ نے لبیک فرمایا تو میں نے کلمہ پڑھنے کی تلقین کی مگر آپ نے فرمایا کہ تم مجھے کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے ہو حالانکہ عزت خداوندی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اور اس کے مابین عزت کے سوا کوئی شے حائل نہیں ہے یہ کہتے ہی آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

باب۔ ٦٢

حضرت شیخ نساج رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف و تذکرہ:۔ آپ ولایت و ہدایت کے منبع و مخزن تھے اور بیشتر مشائخ کو آپ سے شرف تلمیذ حاصل رہا حتیٰ کہ حضرت شبلی اور حضرت ابراہیم جیسے بزرگان کرام آپ کی مجلس میں تائب ہوئے. لیکن حضرت جنید چونکہ حضرت شبلی کا بہت احترام کرتے تھے اس لئے آپ نے ان کو انہیں کے پاس بھیج دیا اور آپ بذات خود حضرت سری سقطی سے بیعت تھے آپ کو خیر نساج کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حج کے عزم سے گھر سے روانہ ہوئے تو بوسیدہ گدڑی اور سیاہ رنگ کی وجہ سے کوفہ میں ایک شخص نے پوچھا کہ کیا غلام ہو؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے آقا سے فرار ہوئے ہو؟ فرمایا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ چلو میں تمہارے آقا سے ملوا دوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ اس کا متمنی ہوں کہ کوئی ایسا فرد مل جائے جو میری میرے آقا سے ملاقات کرا دے۔ اس کے بعد اس نے آپ کا نام خیر رکھ کر کپڑا بننا سکھا دیا اور اسی نسبت سے آپ کو خیر نساج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غرض عرصہ دراز تک آپ اس کی خدمت کرتے رہے اور

جس وقت وہ آپ کو خیر کہہ کر پکارتا تو آپ جواب میں لبیک فرمایا کرتے لیکن جب اس کو آپ کے زہد و تقویٰ کا علم ہوا تو آپ کو بہت تعظیم کے ساتھ اپنے یہاں سے رخصت کرتے ہوئے عرض کیا کہ حقیقت میں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ آقا ہوتے اور میں غلام۔ پھر وہاں سے آپ بیت اللہ تشریف لے گئے اور آپ کو وہ مدارج حاصل ہوئے کہ حضرت جنید آپ کو خیر کے بجائے خیر نا یعنی ہم میں سے بہتر کہہ کر آواز دیا کرتے تھے۔ لیکن آپ کا اصلی نام ابو الحسن محمد اور ولدیت اسمٰعیل تھی لیکن آپ کو خیر کا خطاب اتنا مرغوب تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ایک مسلمان کا رکھا ہوا نام تبدیل کر دوں۔

حالات:۔ جب آپ دریا پر جاتے تو مچھلیاں کچھ نہ کچھ چیزیں لاتیں اور آپ کے قریب آکر رکھ دیتی تھیں۔ ایک دن آپ کسی بڑھیا کا کپڑا بن رہے تھے تو اس نے پوچھا کہ اگر تم نہ ملو تو مزدوری کس کو دے دوں؟ فرمایا کہ دریائے دجلہ میں پھینک دینا؟ پھر اتفاق سے ایسا ہی ہوا کہ جب وہ اجرت لے کر آئی تو آپ موجود نہ تھے چنانچہ اس نے وہ دینار دریا میں پھینک دیئے اور جب آپ دریا پر پہنچے تو ایک مچھلی نے پانی سے باہر آکر وہ دینار آپ کے سامنے رکھ دیئے لیکن اکثر بزرگان کرام یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں مقبولیت کا باعث نہیں بن سکتیں کیوں کہ یہ چیزیں سب حجابات ہیں اور آپ کو شائد بازیچہ اطفال کی حیثیت سے عطا کی گئی ہوں لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ چیزیں دوسروں کے لئے حجابات ہوں لیکن آپ کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہو. حضرت سلیمانؑ کے لئے چیزیں حجابات میں داخل نہیں تھیں۔

ارشادات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات مجھے یہ تصور بندھ گیا کہ شاید دروازے پر حضرت جنید کھڑے ہیں اور ہر چند اس تصور کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جب میں دروازے پر پہنچا تو آپ واقعی وہاں موجود تھے۔ آپ کا قول تھا کہ دولت کو مصیبت اور غربت کو راحت تصور کرنے والا ہی حقیقی فقیر ہوتا ہے کہ خوف الٰہی بندوں کے لئے ایک تازیانہ ہے، جو بڑے گستاخوں کو راہ راست پر لے آتا ہے۔ فرمایا کہ عامل کا اپنے عمل کو بے وقعت سمجھنا ہی کمال عمل ہے۔

وفات:۔ آپ نے سو سال کی عمر پائی اور جس وقت نماز مغرب کے قریب فرشتۂ اجل قبض روح کے لئے پہنچا تو آپ نے کہا کہ مجھے صرف نماز ادا کرنے کی مہلت دے دو کیوں کہ جس طرح تمہیں روح قبض کرنے کا حکم ہے اسی طرح مجھے ادائیگی نماز کا حکم ہے۔

باب ۔ ۶۳

حضرت ابو حمزہ خراسانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ متوکل اور حقیقت و طریقت کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ خراسان کے بہت بڑے شیوخ میں سے تھے اور آپ کے مناقب اور عبادات و مجاہدات کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ آپ کو حضرت ابو تراب اور حضرت جنید سے بھی شرف نیاز حاصل رہا۔

حالات. کسی سے طلب نہ کرنے کے عہد کے ساتھ آپ توکل علی اللہ کے ساتھ سفر کے لئے چل پڑے لیکن روانگی کے وقت آپ کی بہن نے کچھ دینار آپ کی گدڑی کی جیب میں ڈال دیئے مگر آپ نے انہیں بھی نکال پھینکا اور پھر چلتے چلتے اچانک ایک کنوئیں میں گر پڑے مگر متوکل علی اللہ ہونے کی وجہ سے ذرہ برابر بھی چوٹ نہ آئی اور تقاضائے نفس کے باوجود نفس کشی کی نیت سے کنوئیں میں مشغول عبادت رہے. پھر کسی مسافر نے اس خیال سے کنوئیں کے اوپر کانٹے بچھا دیئے کہ کوئی گر نہ پڑے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر نفس نے بہت شور و غوغا کیا لیکن آپ خاموش بیٹھے رہے اور کچھ وقفہ کے بعد ایک شیر نے کنوئیں پر سے کانٹے ہٹا کر کنوئیں کی منڈیر پر مضبوطی سے پنجے جما کر پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے لیکن آپ نے فرمایا کہ میں بلی کا احسانمند بننا پسند نہیں کرتا چنانچہ اسی وقت بذریعہ الہام کہا گیا کہ ہم نے ہی اس شیر کو بھیجا ہے اس کے پیر پکڑ کر اوپر آ جاؤ اس کے بعد آپ تعمیل حکم میں باہر نکل آئے۔ پھر ندائے غیبی آئی کہ ہم نے بربنائے توکل تیرے قاتل ہی کے ذریعہ تجھے نجات دلوا دی۔

حضرت جنید نے ایک مرتبہ ابلیس کو برہنہ حالت میں لوگوں کے سروں پر چڑھتا دیکھ کر فرمایا کہ تجھ کو شرم نہیں آتی. اس نے کہا کہ یہ وہ لوگ نہیں جن سے شرم کی جائے بلکہ شرم کئے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے، جو مسجد شونیزیہ میں بیٹھا ہوا ہے اور حضرت جنید جب وہاں پہنچے تو آپ کو بیٹھا ہوا پایا لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے کیوں کہ اللہ کے نزدیک اولیاء کا درجہ اتنا بلند ہے کہ ابلیس کی وہاں تک رسائی ممکن نہیں۔

ارشادات. آپ پورے سال ایک ہی احرام باندھے رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب مخلوق کے ہمراہ زندگی بسر کرنا بار خاطر محسوس ہونے لگے تو انس حاصل ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ حقیقی درویش وہی ہے جسے اعزہ سے نفرت اور خدا سے محبت پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ موت کو عزیز رکھنے والا خدا کے سوا کسی کو محبوب نہیں رکھتا۔ فرمایا کہ مفہوم توکل یہ ہے کہ صبح کو شام کا اور شام کو صبح کا تصور باقی نہ رہے۔ فرمایا کہ زاد آخرت کا

سامان کرتے رہو۔ آپ کا انتقال نیشاپور میں ہوا۔ اور حضرت ابو حفص کے مزار کے نزدیک مدفون ہیں۔

باب۔ ۶۴

حضرت احمد مسروق رحمتہ اللہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ اپنے دور کے بہت بڑے ولی اور خراسان کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ آپ اقطاب زمانہ میں سے ہوئے اور قطب مدار کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ لوگوں نے جب سوال کیا کہ اس عہد میں قطب کون ہے تو آپ نے خموشی اختیار کی جس سے یہ اندازہ ہوا کہ آپ ہی اس دور کے قطب تھے آپ طوس میں تولد ہوئے اور بغداد میں سکونت پذیر رہے۔

ایک شیریں سخن بوڑھے نے آپ سے کہا کہ اپنا خیال ظاہر فرمائیے۔ آپ کو خیال ہوا کہ شاید یہ یہودی ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو تم یہودی معلوم ہوتے ہو۔ وہ آپ کی اس کرامت سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں اسلام سے زیادہ صداقت آمیز مذہب کسی کو نہیں پاتا۔

ارشادات. آپ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے مسرت حاصل کرنے والوں کو حقیقی مسرت حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ جس کو خدا سے محبت نہ ہو وہ اسیر وحشت رہتا ہے۔ فرمایا کہ راغب الی اللہ رہنے والوں کے تمام اعضاء کو اللہ تعالیٰ معصیت سے پاک رکھتا ہے۔ فرمایا کہ متقی تارک الدنیا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ مائل بہ دنیا نہ ہونا ہی حقیقی تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ مومن کی عزت کرنا حقیقت میں خدا کی عزت کے مترادف ہے اور اسی سے تقویٰ تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ فرمایا کہ معرفت سے بعد کی دلیل باطل پر نظر کرنا ہے فرمایا کہ خدا کے دوست پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا۔ فرمایا کہ خدا کے اطاعت گزار دنیا کو نظر انداز کر کے خدا ہی سے انس کرتے ہیں۔ فرمایا کہ خوف رجا سے زیادہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ جہنم سے گزر کر ہی جنت میں جانا پڑے گا۔ فرمایا کہ عارف قرب الٰہی کی وجہ سے بہت خوف زدہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ شجر معرفت کو فکر کے پانی اور شجر غفلت کو نادانی کے پانی اور شجر توبہ کو ندامت کے پانی اور شجر محبت کو موافقت کے پانی سے سیراب کرنا چاہئے فرمایا کہ خواہش مند کے لئے استغفار کی زیادتی بہت ضروری ہے۔ فرمایا کہ کثرت توبہ کے بغیر ارادات کا حصول ممکن نہیں۔ فرمایا کہ خدا کے سوا کسی کی غلامی اختیار کرنا زہد کے منافی ہے۔ فرمایا کہ میری تمام عمر تضیع اوقات میں گزر گئی۔

باب - ۶۵

حضرت عبداللہ احمد مغربی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ ظاہری و باطنی اعتبار سے جامع و اکمل اور اولیاء کے استاد ہونے کی وجہ سے لوگوں میں بے حد معظم و محترم تھے اور آپ کے دو مرید حضرت ابراہیم خواص و حضرت ابراہیم شیبانی آپ کے کمالات کے مکمل آئینہ دار تھے۔ آپ کے اوصاف میں یہ چیزیں شامل تھیں کہ ہمیشہ احرام باندھے رکھتے اور گھاس کھاکر زندگی بسر کرتے تھے حتیٰ کہ جس شے کو انسانی ہاتھ لگ جاتا اس کو نہیں کھاتے تھے۔ کبھی ناخن و بال نہ بڑھنے دیا اور صاف ستھرا لباس استعمال کرتے تھے۔

حالات: ورثہ میں حاصل شدہ مکان پچاس دینار میں فروخت کر کے حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک بدو نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ آپ نے بتایا کہ پچاس دینار اور بدو کے طلب کرنے پر آپ نے اس کے حوالے کر دیئے لیکن اس نے آپ کی صدق گوئی کی وجہ سے دینار آپ کو واپس کر دیئے اور اپنے اونٹ پر بٹھاکر آپ کو مکہ معظمہ تک لے گیا اور کافی عرصہ آپ کی صحبت میں رہ کر شیخ کامل بن گیا۔

صحرا میں کسی پریشان حال غلام کو دیکھ کر آپ نے کہا اے آزاد کیا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تم بھی عجیب بزرگ ہو کہ خدا کے علاوہ دوسرے پر نظر ڈالتے ہو؟ آپ نے اپنے صاحبزادوں کو ایسے فنون کی تعلیم دلوائی کہ وہ اپنی قوت بازو سے کمانے کے قابل ہو کر کسی کے سامنے دست طلب دراز نہ کریں۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ صحیح معنوں میں بندہ وہی ہے جو خواہشات کو ٹھکرا کر مشغول بندگی رہے۔ فرمایا کہ بدترین فقیر وہ ہے جو امراء کی چاپلوسی کرتا ہے اور اعلیٰ ترین ہے وہ بندہ جو مخلوق کے ساتھ اخلاق حسنہ سے پیش آئے۔ فرمایا کہ بزرگان دین دنیا کے لئے من جانب اللہ پیغام امن ہیں جن کے وجود سے نزول رحمت اور مخلوق پر آنے والی بلاؤں کا سدباب ہوتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ گوشہ نشینوں کی ادنیٰ سی نیکی بھی ان لوگوں کی عمر بھر کی عبادت سے بہتر ہے جو مخلوق سے وابستہ رہتے ہوں۔ فرمایا کہ دنیا کا دستور ہی یہ ہے کہ جو مائل بہ دنیا ہوتا ہے دنیا بھی اس کی جانب مائل رہتی ہے لیکن جو دنیا کو خیرباد کہہ دیتا ہے دنیا بھی اس سے کنارہ کش ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ سب سے زائد دانش ور صرف صوفیائے کرام ہیں جو آتش محبت میں فنا ہو کر بقائے دائمی حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ کا انتقال طور سینا پر ہوا۔ اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

باب ۔ ٦٦

حضرت ابو علی جرجانی رحمتہ اللہ علیہ حالت و مناقب

تعارف و تذکرہ. آپ کا شمار پیشوایان صوفیاء اور مقتدایان علماء میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے لاتعداد تصانیف بھی چھوڑی ہیں اور آپ حضرت محمد علی حکیم کے بلند مراتب ارادت مندوں میں سے تھے۔

آپ کا مقولہ تھا کہ بیم ور جا اور محبت توحید حقیقی ہیں کیوں کہ بیم سے ارتکاب معصیت کا خاتمہ ہوتا ہے اور رجا سے اعمال صالحہ جنم لیتے ہیں اور محبت کثرت عبادت کی محرک بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اہل خوف غم و آلام سے ہراساں نہیں ہوتے۔ اہل رجا طلب سے باز نہیں آتے اور اہل محبت ذکر الٰہی میں کمی نہیں ہونے دیتے اور بیم اک آگ ہے۔ رجا نور، منور اور محبت نور علیٰ نور۔ فرمایا کہ اہل سعادت کی علامت ہی یہ ہے کہ عبادت کو آسان تصور کرتے ہوئے اتباع سنت کو کسی وقت بھی دشوار نہ سمجھیں اور صحبت فقراء میں رہ کر مخلوق کے ساتھ اخلاق حسنہ سے پیش آئیں۔ محتاجوں کو صدقات دیں اور مسلمانوں کی اعانت کرتے ہوئے پابندی اوقات پر کاربند رہیں۔ فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنے ان گناہوں کا اظہار جن سے وہ واقف نہ ہو. انتہائی بد بختی ہے۔ پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ وہی ہیں جو اپنے احوال میں فنا ہو کر مشاہدہ حق کے ذریعہ قائم رہیں اور عارف باللہ وہ ہیں جو اپنے قلب کو ذکر الٰہی کے حوالے کر کے جسم کو خدمت خلق کے لئے وقف کر دیں۔ فرمایا کہ خدا سے حسن ظن قائم رکھنا ہی غایت معرفت ہے اور نفس سے بد ظن رہنا اساس معرفت ہے۔ فرمایا کہ مالک حقیقی کے در پر پڑے رہنے والوں کے لئے ایک نہ ایک دن دروازہ ضرور کھل جاتا ہے۔ فرمایا کہ اہل کرامت بننے کے بجائے اہل استقامت بنو۔ کیوں کہ نفس طالب کرامت ہوتا ہے اور خدا طالب استقامت۔ فرمایا کہ رضا خانہ بندگی. صبر اس کی کنجی اور تسلیم بر آمدہ ہے اور موت اس کے دروازہ پر استادہ ہے۔ پھر فرمایا کہ بخل کے تین حروف ہیں۔ ب۔ خ۔ ل۔ ب سے مراد بلا. خ سے خسارہ اور ل سے لوم یعنی ملامت ہے۔

باب ۔ ٦٧

حضرت شیخ ابو بکر کتانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا تعلق مشائخ حجاز سے ہے آپ کی پوری زندگی مکہ معظمہ میں گزری جس کی وجہ سے آپ کو شمع حرم کے خطاب سے نوازا گیا۔ آپ اپنے عہد کے بہت عظیم عابد و زاہد تھے اور تصوف کے موضوع پر بے شمار تصانیف چھوڑیں آپ نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر تک نوافل میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے اور طواف کعبہ کے دوران بارہ ہزار قرآن ختم کیئے۔ آپ کا عالم یہ تھا کہ تیس سال تک کعبہ کے پرنالے کے نیچے بیٹھے رہے اور شب و روز صرف ایک مرتبہ وضو کرتے اور اس ۳۰ سالہ مدت میں نہ تو ذکر الٰہی سے کبھی غافل ہوئے اور نہ ایک لمحہ کے لئے آرام فرمایا۔

حالات : کم سنی ہی میں والدہ کی اجازت سے حج کا قصد کیا لیکن دوران سفر آپ کو غسل کی حاجت پیش آگئی چنانچہ بیداری کے بعد یہ خیال آیا کہ میں والدہ سے کسی عہد و پیمان کے بغیر ہی گھر سے نکل کھڑا ہوا ہوں اور اس خیال کے ساتھ ہی جب گھر واپس آئے تو والدہ کو بہت ہی غمزدہ شکل میں دروازے پر کھڑا پایا۔ آپ نے والدہ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے مجھے سفر کی اجازت نہیں دی تھی؟ انہوں نے کہا کہ اجازت تو یقیناً دے دی تھی لیکن تمہارے بغیر گھر میں کسی طرح دل نہیں لگتا اور یہ عہد کر لیا تھا کہ تمہاری واپسی تک دروازے ہی پر تمہارا انتظار کروں گی۔ یہ سن کر آپ نے عزم سفر ترک کر دیا اور والدہ کی حیات تک ان کی خدمت کرتے رہے لیکن والدہ کے انتقال کے بعد پھر سفر شروع کر دیا اور دوران سفر قبر میں ایک ایسا مردہ دیکھا جو ہنس رہا تھا آپ نے سوال کیا کہ تو مرنے کے بعد کیوں ہنستا ہے اس نے جواب دیا کہ عشق خداوندی میں یہی کیفیت ہوا کرتی ہے۔

ابو الحسن مزین نے توکل علی اللہ سفر شروع کر دیا تو دوران سفر انہیں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میں ایسا عظیم بزرگ ہو گیا ہوں جو بے زاد سفر۔ سفر کر سکتا ہے۔ اس تصور کے ساتھ ہی کسی نے کرخت لہجہ میں کہا کہ نفس کے ساتھ دروغ گوئی کیوں کرتا ہے اور جب انہوں نے منہ پھیر کر دیکھا تو حضرت ابو بکر کتانی کھڑے تھے چنانچہ انہوں نے اپنی غلطی کے ساتھ ہی فوراً توبہ کر لی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مجھے اپنے احوال میں کچھ نقص محسوس ہوا تو میں نے طواف کے بعد بطور عجز کے دعا کی جس کے بعد اللہ نے میرا وہ نقص دور فرما کر ایسا قرب عطا کیا کہ مجھے دعا بھی یاد نہ رہی۔ ارشاد ہوا کہ جب ہم خود تیرے دوست ہیں تو پھر تجھے طلب کی کیا ضرورت ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت علیؓ سے اس لئے کچھ بدظنی سی تھی کہ گو آپ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ باطل پر، لیکن آپ کی شان میں حضور اکرم نے لافتی الاعلی فرمایا تھا اس لئے بہ تقاضائے شجاعت آپ کو خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دینی چاہئے تھی تاکہ صحابہ کرام میں باہمی خونریزی نہ ہوتی۔ اسی تصور میں ایک شب میں نے خواب میں حضور اکرمؐ کے ہمراہ خلفائے اربعہ کو دیکھا اور حضورؐ نے صدیق اکبرؓ کی جانب اشارہ کر کے مجھ سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر ہیں۔ اسی طرح تینوں خلفاء کے متعلق میں جواب دیتا رہا لیکن جب حضرت علی کے متعلق سوال کیا تو میں نے اپنی کج فہمی کی وجہ سے ندامت کے ساتھ گردن جھکالی۔ پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ سے میرا معانقہ کرایا اور جب خود تینوں خلفاء کے ہمراہ واپس تشریف لے گئے تو حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ تجھے جبل ابو قیس کی سیر کرا لاؤں۔ چنانچہ جب میں وہاں پہنچا تو زیارت کعبہ سے مشرف ہوا اور بیداری کے بعد خود کو جبل ابو قیس پر پایا اور وہ بدظنی بھی میرے قلب سے رفع ہو چکی تھی جو مجھے حضرت علیؓ کی ذات مبارک سے تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ہمراہ ایک ایسا شخص رہتا تھا جس کا وجود میرے لئے بار خاطر تھا لیکن محض مخالفت نفس کی غایت سے میں اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتا رہا اور ایک دن جب میں اپنی جائز کمائی کے دو سو درہم لے کر اس کے پاس پہنچا تو وہ مصروف عبادت تھا چنانچہ میں نے وہ درہم اس کے مصلے کے نیچے رکھتے ہوئے کہا کہ تم اپنے صرفہ میں لے آنا مگر اس نے غضب ناک ہو کر کہا کہ جو لمحات میں نے ستر درہم کے معاوضہ میں خریدے ہیں تو انہیں دو سو درہم میں خریدنا چاہتا ہے؟ جا مجھے تیرے درہم کی ضرورت نہیں چنانچہ ندامت کے ساتھ میں نے اپنے درہم واپس لے لئے اور اس وقت مجھے جتنا اپنی ذلت اور اس کی عظمت کا احساس ہوا اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔

آپ کے کسی مرید نے انتقال کے وقت آنکھیں کھول کر زیارت کعبہ شروع کر دی تو اسی وقت ایک اونٹ نے آکر ایسی لات رسید کی کہ آنکھوں کے دونوں ڈھیلے باہر نکل پڑے اور آپ کو بذریعہ الہام یہ مکاشفہ ہوا کہ اس وقت اس مرید کو ارادت غیبی سے مکاشفہ حقیقی حاصل تھا اور چونکہ صاحب کعبہ کے مشاہدے کی صورت میں جانب کعبہ نظر ڈالنا درست نہیں اس لئے اس کو یہ سزا دی گئی۔

کسی بزرگ نے باب بنی شیبہ سے نکل کر آپ سے کہا کہ مقام ابراہیم میں ایک محدث حدیث بیان کر رہے ہیں آپ بھی تشریف لے چلئے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کس سند کے ساتھ حدیث بیان کرتے ہیں؟ ان بزرگوں نے کہا کہ حضرت عبدالرحمانؓ، حضرت معمرؓ، حضرت زہریؓ، اور حضرت ابوہریرہؓ کی اسناد سے۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا قلب تو میرے رب کی سند سے حدیث بیان کرتا ہے اور جب ان بزرگ نے اس کی دلیل پوچھی تو فرمایا کہ اس کی یہ دلیل ہے کہ آپ حضرت خضر ہیں۔ یہ سن کر حضرت خضر نے فرمایا

کہ میں تو آج تک اس تصور میں تھا کہ دنیا میں ایسا کوئی ولی نہیں جس سے میں واقف نہ ہوں لیکن آج پتہ چلا کہ ایسے ولی بھی موجود ہیں جس سے میں تو ناواقف ہوں لیکن وہ مجھے جانتے ہیں۔

دوران نماز ایک چور آپ کے کاندھے پر سے چادر کھینچ کر بھاگا تو اس کے دونوں ہاتھ اسی وقت خشک ہو گئے۔ چنانچہ اس نے واپس آکر چادر پھر آپ کے کاندھے پر ڈال دی اور فراغت نماز کے بعد آپ سے معافی کا طالب ہوا لیکن آپ نے معافی کی وجہ پوچھی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ عظمت الٰہی کی قسم نہ تو مجھے چادر لے جانے کی خبر ہوئی اور نہ واپس لانے کی۔ پھر آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی تو اس کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں ایک حسین و خوبرو شخص سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام تقویٰ ہے اور میرا مسکن غمزدہ قلوب ہیں۔ پھر میں نے خواب میں ایک بد شکل عورت سے سوال کیا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں مصیبت ہوں اور اہل نشاط کے قلوب میں رہتی ہوں۔ چنانچہ بیداری کے بعد میں نے یہ عہد کر لیا کہ مسرور زندگی کے بجائے ہمیشہ غمگین زندگی بسر کروں گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک شب میں اکیاون مرتبہ حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھ کر آپ سے مسائل کی تحقیق کی۔ پھر ایک شب خواب میں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ کہ مجھ کو ایسا عمل بتا دیجئے کہ حرص و ہوس کا خاتمہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ روزانہ چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

یا حی یا قیوم لا الہ الا انت اسئلک. ان تحیی قلبی بنور معرفتک ابداً

کسی درویش نے آپ سے رو رو کر عرض کیا کہ جب مجھ پر بیس فاقے گزر چکے تو لوگوں کے سامنے میرے نفس نے یہ راز افشا کر دیا۔ پھر ایک دن راستہ میں میں مجھے ایک درہم پڑا ہوا ملا جس پر تحریر تھا کہ کیا اللہ تعالیٰ تیری فاقہ کشی سے ناواقف تھا جو تو نے دوسروں سے شکایت کی۔

ارشادات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح محشر میں خدا کے سوا کوئی معاون و مددگار نہیں ہو گا اسی طرح دنیا میں بھی اس کے سوا کسی کو معاون تصور نہ کرو۔ پھر فرمایا کہ مخلوق کی محبت باعث عذاب. صحبت باعث مصیبت اور ربط و ضبط وجہ ذلت ہے۔ پھر فرمایا کہ زہد و سخاوت اور نصیحت سے زیادہ کوئی شے سود مند نہیں۔ فرمایا کہ زہد وہ ہے جو نہ ملنے پر خوش رہے۔ زندگی بھر ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو۔ مصائب پر صبر سے کام لے اور خدا کی رضا پر راضی رہے۔ فرمایا کہ تصوف سرتاپا اخلاق ہے اور جس میں اخلاق کی زیادتی ہو گی اس میں تصوف بھی زیادہ ہو گا۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ ظاہر میں اسیر اور باطن میں آزاد ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو عبادت کو مشقت نہ سمجھے۔ فرمایا کہ استغفار ایک ایسا چھ حرفی لفظ ہے جو چھ چیزوں کے جامع د

اکمل ہے۔ اول معصیت کے بعد ندامت کے ساتھ توبہ کرنا۔ دوم بعد از توبہ گناہ کا کبھی قصد نہ کرنا۔ سوم قبل از موت حقوق اللہ کی تکمیل کرنا۔ ششم بعد از توبہ جسم کو ایسی مشقتیں دینا کہ جس طرح مشقتوں سے قبل اس نے بہت آرام پایا ہو۔ فرمایا کہ توکل نام ہے اتباع علم اور یقین کامل کا۔ پھر فرمایا کہ توبہ کے وقت در مغفرت کھل جاتا ہے۔ فرمایا کہ خدا اپنے محتاج بندوں کی حاجت روائی خود کرتا ہے۔ فرمایا کہ ترک نفس اور غفلت پر اظہار تاسف تمام عبادات سے افضل ہے۔ فرمایا کہ جب تک بہت زیادہ نیند نہ آئے ہر گز نہ سو۔ جب تک بھوک کی شدت نہ ہو مت کھاؤ۔ جب تک شدید ضرورت نہ ہو بات نہ کرو۔ فرمایا کہ شہوت در حقیقت دیو کی لگام ہے اور جس نے اس کو زیر کر لیا گویا دیو کو زیر کر لیا فرمایا کہ جسم کو دنیا سے اور قلب کو عقبیٰ سے وابستہ رکھو۔ فرمایا کہ یہ تین چیزیں دین کی اساس ہیں۔ اول حق۔ دوم عدل۔ سوم صدق۔ حق کا تعلق اعضاء سے ہے یعنی اعضا کے ذریعہ ذکر الٰہی کرتے رہو۔ عدل کا تعلق قلب سے ہے یعنی بذریعہ قلب نیک و بد میں تمیز کرو۔ اور صدق کا تعلق عقل سے ہے یعنی عقل کے ذریعہ خدا کو پہچانو۔ پھر فرمایا کہ نسیم سحری من جانب اللہ ایک ایسی ہوا ہے جس کا قیام عرش کے نیچے ہے اور دم صبح دنیا میں پھر کر خدا کے بندوں کی گریہ وزاری اور طلب مغفرت اپنے ہمراہ لے جا کر خدا کے حضور پیش کر دیتی ہے۔

وفات۔ انتقال کے وقت جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ فرمایا کہ میں نے چالیس سال قلب کی اس طرح نگرانی کی ہے کہ یاد الٰہی کے سوا اس میں کسی کو جگہ نہیں دی حتیٰ کہ میرے قلب نے خدا کے سوا ہر شے کو فراموش کر دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ اگر میرا آخری وقت نہ ہوتا تو میں اس راز کو افشا نہ کرتا یہ فرما کر انتقال ہو گیا۔

باب۔ ۶۸

حضرت عبداللہ خفیف رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔ فارس میں آپ کے بعد ایسا یکتائے روزگار کوئی شیخ نہیں ہوا۔ آپ اپنے عہد کے مشائخ کے شیخ تھے گویا آپ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا لیکن بیس سال تک ٹاٹ کا استعمال کرتے رہے۔ اس کے علاوہ بے شمار سفر کر کے عظیم المرتبت بزرگوں سے شرف نیاز حاصل کیا۔ آپ کا معمول تھا کو ایک رکعت میں دس ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتے اور پورے سال میں چار چلے کھینچا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی وفات بھی چلے کے دوران ہی ہوئی تھی۔ آپ کو خفیف کا خطاب اس لئے عطا کیا گیا کہ آپ افطار میں سات منقوں کے سوا کچھ نہ کھاتے۔ ایک مرتبہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے آپ کے خادم نے بجائے سات کے آٹھ منقے پیش کر

دیئے اور آپ نے گنتی کئے بغیر کھائے لیکن اس رات آپ کو عبادت میں وہ لذت حاصل نہ ہوئی جو اس سے قبل ہوا کرتی تھی اور جب آپ کو واقعہ کا صحیح علم ہوا تو اس خادم کو غصہ میں برخواست کر کے دوسرا خادم رکھ لیا۔

حالات . آپ کے پاس نصاب زکوٰۃ کے مطابق رقم نہیں رہی ایک مرتبہ نیت حج سے اپنے ہمراہ ڈول رسی لے کر سفر شروع کر دیا اور راستہ میں شدت پیاس کے عالم میں دیکھا کہ ایک چشمہ پر ہرن پانی پی رہا ہے. لیکن جب آپ چشمہ پر پہنچے تو پانی نیچے ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ کیا میرا درجہ ہرنوں سے بھی کم ہے۔ ندا آئی چونکہ ہرنوں کے پاس ڈول رسی نہیں تھی اس لئے ہم نے پانی کو ان کے نزدیک کر دیا لیکن تمہارے رسی و ڈول ہونے کی وجہ سے پانی دور کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے عبرت کے طور پر ڈول رسی پھینک دیا اور پانی پئے بغیر آگے چل دیئے۔ پھر ندا آئی کہ ہم نے تو محض تمہارے صبر کا امتحان لیا تھا اب واپس جا کر پانی پی لو۔ چنانچہ جس وقت آپ دوبارہ چشمہ پر پہنچے تو پانی اوپر آ گیا تھا اور آپ نے اطمینان سے پانی پیا اور وضو کیا اور اسی وضو سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ پھر جب حج سے واپسی کے بعد بغداد میں حضرت جنید سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر قلیل سا صبر کر لیتے تو پانی تمہارے قدموں میں آ جاتا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ عہد شباب میں ایک شخص نے مجھے دعوت دی اور جب میں اس کے یہاں کھانے پر بیٹھا تو محسوس ہوا کہ گوشت سڑ گیا ہے لیکن وہ شخص اپنے ہاتھوں سے نوالہ بنا کر کھلا رہا تھا اس لئے میں نے اس کی دل شکنی کی وجہ سے کچھ نہیں کہا اور جب اس کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو وہ تاڑ گیا اور بہت نادم ہوا۔ اس کے بعد میں نے حج کا قصد کر کے قافلہ کے ہمراہ جس وقت قادسیہ پہنچا تو اہل قافلہ راستہ بھول گئے اور کئی یوم تک کھانے کو بھی کچھ میسر نہ آیا۔ آخر کار اضطراری حالت میں چالیس دینار کا ایک کتا خریدا گیا اور گوشت بھون کر جب سب کھانے بیٹھے تو مجھے اس شخص کی ندامت یاد آ گئی اور اس ندامت کے ساتھ ہی راستہ مل گیا پھر حج سے واپسی پر میں نے اس شخص کو تلاش کر کے معذرت خواہی کے بعد کہا کہ اس دن تیرے یہاں سڑا ہوا گوشت میرے قلب پر بار بن گیا لیکن دوران سفر کتے کا گوشت بھی مجھے برا معلوم نہیں ہوا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت مجھے یہ علم ہوا کہ مصر میں ایک نوجوان اور معمر شخص محو مراقبہ ہیں تو میں نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا لیکن جب دو مرتبہ کے بعد بھی انہوں نے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں نے تیسری مرتبہ انہیں قسم دے کر کہا کہ میرے سلام کو جواب دے دو یہ سن کر نوجوان نے سر اٹھا کر جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے خفیف! دنیا بہت تھوڑی سی ہے لہٰذا اس قلیل عرصہ میں کثیر حصہ حاصل کر و۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ تم دنیا سے بے فکر ہو جب ہی تو ہمارے سلام کے لئے حاضر ہوئے ہو. یہ کہہ کر وہ پھر مراقبہ

میں مشغول ہو گیا اور اس کی تاثیر آمیز نصیحت کا میرے اوپر ایسا اثر پڑا کہ شدت بھوک کے باوجود میری تمام بھوک غائب ہو گئی۔ اور انہیں دونوں کے ہمراہ میں نے ظہر و عصر کی نماز ادا کی پھر جب میں نے نوجوان سے مزید کچھ نصیحت کرنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو خود ہی گرفتار بلا ہیں جس کی وجہ سے ہماری زبان نصیحت کے قابل ہی نہیں ہے. بلکہ ہماری تمنا تو یہ ہے کہ ہمیں خود کوئی دوسرا شخص نصیحت کرے. لیکن میرے شدید اصرار پر اس نے کہا کہ ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جو تمہیں خدا کی یاد دلاتے رہیں اور زبانی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں عمل پر عامل بنا دیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ روم کے جنگل میں میں نے ایک ایسے راہب کی نعش دیکھی جس کو جلا دینے کے بعد لوگوں نے اس کی راکھ جب اندھوں کی آنکھوں میں لگائی تو ان کی بصارت واپس آ گئی اسی طرح ہر قسم کا مریض اس کی راکھ سے صحت یاب ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ جب ان لوگوں کا دین ہی باطل ہے تو پھر یہ چیز ان کو کیسے حاصل ہو گئی؟ چنانچہ اسی شب خواب میں حضور اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے خفیف! جب باطل دین والوں میں صدق ریاضت سے یہ اثر پیدا کر دیا ہے تو پھر دین حق والوں کے صدق و ریاضت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے خواب میں حضور اکرمؐ کو یہ فرماتے سنا کہ اگر واقف راہ طریقت بھی اس راستہ پر گامزن نہ ہو گا. تو محشر میں سب سے زیادہ عذاب کا وہی مستحق گردانا جائے گا. آپ نے اتباع سنت کی غرض سے انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کی سعی کی لیکن جب اس میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو حضور اکرمؐ کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ انگوٹھوں کے بل کھڑے ہو کر ادائیگی نماز صرف میری ذات تک مخصوص تھی تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے۔

آپ نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام لوگ سرگرداں و حیران پھر رہے ہیں وریں اثناء ایک لڑکے نے آ کر اپنے والد کا ہاتھ پکڑا اور تیزی کے ساتھ پل صراط پر سے گزر کر ان کو جنت میں لے گیا چنانچہ خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ نے فوری طور پر نکاح کر لیا اور جب ایک لڑکا تولد ہو کر فوت ہو گیا تو آپ نے بیوی سے فرمایا کہ میری تمنا پوری ہو گئی اب اگر تم چاہو تو طلاق حاصل کر سکتی ہو۔

آپ نے وقتاً فوقتاً دو دو تین تین نکاح کر کے چار سو نکاح کئے کیوں کہ عورتیں بکثرت آپ سے نکاح کرنے کی متمنی رہا کرتی تھیں لیکن ایک بیوی جو کسی وزیر کی لڑکی تھی مکمل چالیس سال تک آپ کے نکاح میں رہی۔ اور جب وہ تمام عورتیں جو آپ کے نکاح میں رہ چکی تھیں ایک دن یکجا ہوئیں تو ایک نے دوسری سے پوچھا کہ کیا شیخ خلوت میں کبھی تمہارے ساتھ ہم بستر ہوئے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ کبھی نہیں. اور جب وزیر کی لڑکی سے معلوم کیا گیا تو اس نے بتایا کہ جس دن شیخ میرے یہاں تشریف لاتے

ہیں تو پہلے ہی سے مطلع کر دیتے ہیں اور میں نفیس قسم کے کھانے تیار کر کے لباس و زیور سے آراستہ ہو جاتی ہوں چنانچہ جب پہلی مرتبہ آپ میرے یہاں آئے اور میں نے جب کھانا آپ کے سامنے پیش کیا تو پہلے تو آپ کچھ دیر تک مجھے دیکھتے رہے پھر میرا ہاتھ اپنی بغل میں لے کر پیٹ اور سینہ پر پھیرا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے شکم مبارک پر اٹھارہ گرہیں پڑی ہوئی ہیں اور آپ نے فرمایا کہ یہ سب گرہیں صبر کی ہیں کیوں کہ تیری جیسی حسین صورت اور اس قدر نفیس کھانوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور اس کے بعد مجھ میں کبھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ آپ سے کوئی سوال کر سکوں۔

آپ کے مریدوں میں دو افراد کا نام احمد تھا لہٰذا دونوں میں امتیاز کی غرض سے ایک کو احمد کہہ اور دوسرے کو احمد مہ کے نام سے پکارا جاتا تھا لیکن آپ کو احمد کہہ سے زیادہ رغبت تھی جب کہ احمد مہ عبادت و ریاضت میں احمد کہہ سے کہیں زیادہ تھے اور یہ تمام مریدوں کو ناگوار خاطر بھی تھی کہ آپ زیادہ عابد و زاہد سے محبت کیوں نہیں کرتے چنانچہ اس نے مریدوں کے احساسات کو محسوس کرتے ہوئے ایک اجتماع عام میں احمد کہہ سے فرمایا کہ جا کر اونٹ کو چھت پر باندھ دو لیکن اس نے عرض کیا کہ چھت پر اونٹ کیسے چڑھ سکتا ہے پھر جب آپ نے احمد مہ کو حکم دیا تو وہ آمادہ ہو گیا اور اونٹ کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھانے کی کوشش کی لیکن اونٹ میں حرکت نہ ہو سکی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ظاہر و باطن میں یہی فرق ہوتا ہے احمد کہہ قلب سے میری اطاعت کرتا ہے اور احمد مہ صرف ظاہری عبادت پر نازاں ہے۔

ایک مسافر سیاہ لباس میں ملبوس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے سیاہ لباس استعمال کرنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ میرے حکمران یعنی نفس و ہوا دونوں فوت ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں نے ماتمی لباس پہن رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ نے مریدوں کو حکم دیا کہ اس کو باہر نکال دو۔ چنانچہ لوگوں نے تعمیل حکم کر دی۔ غرض کہ اسی طرح ستر مرتبہ اس کو باہر نکلوایا گیا لیکن ذرہ برابر بھی اس کے قلب میں میل نہیں آیا۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہ لباس واقعی تمہارے ہی لئے مناسب ہے کیونکہ ستر مرتبہ کی تذلیل کے بعد بھی تمہیں کوئی ناگواری نہیں ہوئی۔

درویش طویل سفر کے بعد جب آپ کے یہاں حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ آپ شاہی دربار میں ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے سوچا کہ یہ کس قسم کے بزرگ ہیں جو دربار شاہی میں حاضری دیتے ہیں۔ یہ سن کر دونوں بازار کی جانب نکل گئے اور اپنے خرقہ کی جیب سلوانے کے لئے درزی کی دکان پر پہنچے اور اسی دوران درزی کی قینچی گم ہو گئی اور اس نے ان دونوں کو چوری کے شبہ میں پولیس کے حوالے کر دیا اور جب پولیس دونوں کو لے کر شاہی دربار میں پہنچی تو حضرت عبداللہ خفیف نے بادشاہ سے سفارش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دونوں چور نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ آپ کی سفارش پر ان کو رہا کر دیا گیا اس کے بعد آپ

نے ان دونوں سے فرمایا کہ میں دربار شاہی میں صرف اسی غرض کے لئے موجود رہتا ہوں۔ یہ سن کر وہ دونوں معذرت خواہی کے بعد آپ کے ارادتمندوں میں داخل ہو گئے اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خدا کے مقبول بندوں سے بے اعتقادی بھی وجہ مصیبت بن سکتی ہے۔

کسی مسافر کو آپ کے یہاں حاضری کے بعد دست آنے شروع ہو گئے حتی کہ اس کو پچاس مرتبہ رفع حاجت کے لئے لے جایا گیا لیکن جب رات کے آخری حصہ میں آپ کی آنکھ لگ گئی اور اس کو رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی تو اس نے آپ کو آواز دی اور جب نیند آجانے کی وجہ سے آپ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس مسافر نے چیخ کر کہا او شیخ کہاں چلا گیا تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ جملہ سن کر لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ نے اس کی پاسداری کیوں کی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خراب بات سننے کے لئے کان عطا نہیں کئے میں نے تو اس کو یہ کہتے سنا کہ تیرے اوپر رحمت ہو۔

ارشادات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور انس و جن کو تخلیق فرمایا پھر عصمت و کفایت اور جبلت کو تخلیق فرما کر حکم دیا کہ ہر نوع کے افراد ان میں سے ایک ایک شے کو اپنے لئے منتخب کر لیں۔ چنانچہ ملائکہ نے عصمت کو اختیار کیا۔ جنات نے کفایت کو اور انسانوں نے جبلت کو منتخب کیا۔ اس لئے انسان کثرت کے ساتھ حیلہ بازی سے کام لیتا ہے۔ فرمایا کہ عہد گزشتہ میں صوفیاء جنات پر غالب رہتے تھے لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ فرمایا کہ صوفیاء کی شان یہ ہے کہ وہ صوف صفا کا لباس اختیار کرلے یعنی صفائی باطن کے بعد صوف استعمال کرے اور ترک دنیا کے بعد اپنے نفس پر ظلم کرتا رہے۔ پھر فرمایا کہ پاکیزگی کے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہونا وجہ راحت ہے۔ فرمایا کہ مقدرات پر شاکر رہنا اور مصائب کا مقابلہ کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔ فرمایا کہ رضا کی دو قسمیں ہیں۔ اول حق کے ساتھ تدبیر میں رضا اختیار کرنا۔ دوم حق سے حق کی تقدیر میں رضا اختیار کرنا۔ فرمایا کہ مکشوفات غیبی ہی کا نام ایمان ہے۔ فرمایا کہ عبادت نام ہے دائمی غم و خوشی کو ترک کر دینے کا۔ فرمایا وصل نام ہے محبوب سے اس اتصال کا جس کے بعد کچھ یاد نہ رہے۔ فرمایا کہ نفس و دنیا اور ابلیس سے کنارہ کشی کا نام تقویٰ ہے۔ فرمایا کہ عبادت الٰہی سے نفس کو شکست دینے کا نام ریاضت ہے۔ فرمایا کہ قابو یافتہ شے سے اعراض اور غیر قابو یافتہ شے کو طلب نہ کرنے کا نام قناعت ہے۔ پھر فرمایا کہ زہد نام ہے زر و مال کو نظر انداز کر دینے کا۔ فرمایا کہ امید وصل میں مسرت کا نام رجا ہے۔ فرمایا کہ کہ اپنے تمام امور کو سپرد خدا کر کے مصائب پر صبر کرنے کا نام عبودیت ہے۔ فرمایا کہ اظہار فقر معیوب شے ہے۔ فرمایا کہ جو کچھ میسر آئے کھا کر خدا کا شکر کرے اور میسر نہ آئے تو صبر سے کام لے۔

وفات۔ انتقال کے وقت خادم کو آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ موت کے بعد میرے ہاتھ میں رسی باندھ کر اور

گلے میں طوق ڈال کر قبلہ رو بٹھا دینا تاکہ اسی طرح سے شائد میری مغفرت ہو جائے اور موت کے بعد جب خادم نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد کیا تو ندائے غیبی آئی کہ او بے ادب! کیا تو ہمارے محبوب کو رسوا کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر اس نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد ترک کر دیا۔

باب۔ ٦٩

حضرت ابو محمد جریری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ ممتاز روزگار بزرگوں میں سے ہوئے اور آپ کو ظاہری و باطنی علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ آداب طریقت سے بخوبی واقفیت کی بناء پر آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ادب الٰہی کی وجہ سے کبھی خلوت میں بھی پاؤں نہ پھیلائے۔ آپ حضرت عبداللہ تسستری کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

حالات. مکہ معظمہ کے قیام کے دوران میں مکمل ایک سال تک محض عظمت کعبہ کی وجہ سے نہ تو کبھی آپ نے دیوار سے ٹیک لگائی نہ کسی سے بات کی اور نہ کبھی سوئے اور جب ابو بکر کتانی نے سوال کیا کہ آپ یہ مشقتیں کیوں کر برداشت کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ میرے صدق باطنی نے میری قوت ظاہری کو یہ قوت برداشت عطا کر دی ہے۔ مشہور ہے کہ آپ کی وفات کے بعد حضرت جنیدؒ بغدادی کو آپ کا جانشین مقرر کر دیا گیا تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ کوئی شخص نماز عصر کے وقت بال بکھیرے اور برہنہ پا آیا اور وضو کر کے نماز عصر ادا کرنے کے بعد نماز مغرب تک سر جھکائے بیٹھا رہا۔ جب میں نے نماز مغرب شروع کی تو وہ بھی نماز پڑھ کر پھر سر جھکا کے بیٹھ گیا۔ اتفاق سے اسی رات خلیفہ کے یہاں صوفیاء کی دعوت تھی۔ اور جب اس شخص سے دعوت میں چلنے کے لئے کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے خلیفہ صوفیاء سے کوئی سروکار نہیں لیکن اگر تم مناسب تصور کرو تو میرے لئے تھوڑا سا حلوہ لیتے آنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو غیر مسلم تصور کرتے ہوئے اس کی جانب کوئی توجہ نہیں کی اور جب دعوت میں واپسی پر دیکھا تو پہلی ہی سی حالت میں سر جھکائے بیٹھا ہوا ہے۔ پھر اس شب میں نے حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے دائیں بائیں حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ ہیں اور ان کے علاوہ بیس ہزار ایک سو انبیاء کرام اور بھی ہیں لیکن جب میں حضورؐ کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے منہ پھیر لیا اور جب میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ہمارے ایک محبوب نے تجھ سے حلوہ طلب کیا لیکن تو نے اس کو نظر انداز کر دیا۔ اس خواب کے بعد جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ وہ شخص خانقاہ سے باہر نکل رہا ہے اور جب میں نے آواز دے کر کہا کہ ٹھہر جاؤ میں ابھی تمہاری

خدمت میں حلوہ پیش کرتا ہوں تو اس نے جواب دیا کہ بیس ہزار ایک سو انبیاء کی سفارش کے بعد اب تجھے حلوے کا خیال آیا۔ اس سے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا؟ یہ کہہ کر وہ نہ جانے کس طرف نکل گیا اور تلاش بسیار کے باوجود آج تک وہ نہیں مل سکا۔

بغداد کی جامع مسجد میں ایک ایسے بزرگ قیام پذیر تھے جو سدا ایک ہی لباس زیب تن کئے رہتے تھے اور آپ نے جب وجہ پوچھی تو بتایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت نہایت نفیس لباس میں ملبوس جنت میں دستر خوان پر بیٹھی ہوئی ہے لیکن جب میں بھی وہاں بیٹھ گیا تو ایک فرشتہ نے کھینچ کر مجھے اٹھاتے ہوئے کہا کہ تو اس جگہ بیٹھنے کے قابل نہیں۔ کیوں کہ یہ سب وہ بندے ہیں جنھوں نے تاحیات ایک ہی لباس استعمال کیا ہے چنانچہ اس دن سے میں نے بھی ایک لباس کے سوا کبھی دوسرا نہیں پہنا۔

اقوال زریں: دوران وعظ کسی نوجوان نے آپ سے عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ میرا دل گم گشتہ واپس مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ تو خود اسی مرض میں گرفتار ہیں۔ فرمایا کہ عہد گزشتہ میں معاملہ دین پر موقوف تھا۔ دوسرے دور میں وفا پر۔ تیسرے دور میں مروت اور چوتھے دور میں حیا پر تھا۔ لیکن اب تو نہ دین ہے۔ نہ حیا ہے۔ نہ وفا ہے۔ نہ مروت بلکہ سب کا معاملہ ہیبت پر موقوف ہے۔ فرمایا کہ قلب کا حقیقی فعل قربت الٰہی اور اس کی صنعتوں کا مشاہدہ ہے۔ فرمایا کہ اتباع نفس کرنے والا قیدی ہے۔ پھر فرمایا کہ راحت نفس کے معاملہ میں نعمت و محنت میں تفریق نہ کرنی چاہئے۔ فرمایا کہ شجر یقین کا ثمر اخلاص ہے اور رشک کا ثمرہ ریا ہے۔ فرمایا کہ افضل ترین شکر یہ ہے کہ بندہ خود کو ادائیگی شکر سے عاجز تصور کرتا رہے۔ پھر فرمایا کہ عام بندوں کی لڑائی نفس سے۔ اور ابدالوں کی جنگ فکر سے۔ زاہدین کی جنگ شہوت سے اور تائب کی جنگ لغزشوں سے اور مریدوں کی جنگ لذات سے ہوتی ہے۔ فرمایا کہ سلامتی ایمان درستی جسم اور ثمرہ دین تین چیزوں پر موقوف ہے۔ اول کفایت سے کام لینا۔ دوم نواہی سے احتراز کرنا اور سوم کم کھانا۔ اس لئے کہ کفایت تو درستی باطن کا باعث ہوتی ہے اور نواہی سے کنارہ کشی نور باطن کا سبب بنتی ہے اور قلت غذا نفس کو مشقت برداشت کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ فرمایا کہ مشاہدہ اصول سماعت فروع پر مبنی ہے اور فروع کی دوستی موقوف ہے مطابقت اصول پر اور جب تک اس شے کو معظم نہ سمجھا جائے جس کی تعظیم اللہ تعالیٰ نے کی ہو اس وقت تک اصول و مشاہدہ کا راستہ نہیں مل سکتا۔ فرمایا کہ انوار الٰہی سے زندہ رہنے والوں کو کبھی موت نہیں آتی۔ فرمایا کہ عارف لوگ شروع ہی سے خدا کو یاد کرتے ہیں اور عام لوگ صرف تکلیف میں یاد کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جس وقت حضور اکرمؐ نے حق کا مشاہدہ فرمایا تو حق کے ساتھ حق کے ذریعہ زمین و مکان سے بقا حاصل کر لی کیوں کہ آپ کو وہ حضوری حاصل ہوئی کہ اوصاف خداوندی میں گم ہو کر زمان و مکان سے بے نیاز ہو گئے۔

باب۔ ۷۰

حضرت حسین منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف و تذکرہ: آپ کے متعلق عجیب وغریب قسم کے اقوال منقول ہیں لیکن آپ بہت ہی نرالی شان کے بزرگ اور اپنی طرز کے یگانہ روزگار تھے۔ اکثر صوفیاء نے آپ کی بزرگی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ تصوف سے قطعاً ناواقف تھے۔ ہمیشہ شوق و سوز کے عالم میں مستغرق رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف مغلق و مشکل عبارات کا مجموعہ تھیں حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو کافر و ساحر تک کا خطاب دے دیا اور بعض کا خیال ہے کہ آپ اہل حلول میں سے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا تکیہ اتحاد پر تھا لیکن حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ توحید کا معمولی سا واقف بھی آپ کو حلول و اتحاد کا علمبردار نہیں کہہ سکتا بلکہ اس قسم کا اعتراض کرنے والا خود ناواقف توحید ہے۔ اور اگر ان چیزوں کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے چنانچہ بغداد میں ایک جماعت نے حلول اتحاد کے چکر میں گمراہ ہو کر خود کو حلاجی کہنے سے بھی گریز نہیں کیا حالانکہ انہوں نے صحیح معنوں میں آپ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس زمرے میں تقلید شرط نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس مرتبہ پر فائز فرما دے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ مجھے تو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ لوگ درخت سے انی انا اللہ کی صدا کو تو جائز قرار دیتے ہیں اور اگر یہی جملہ آپ کی زبان سے نکل گیا تو خلاف شرع بتاتے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضرت عمر کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اسی طرح آپ کی زبان سے بھی کلام کیا اور یہی جواب حلول واتحاد کے واہیات تصورات کو بھی دور کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض حضرات حسین بن حلاج اور حسین منصور کو دو جداگانہ شخصیتیں قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ حسین ملحد بغداد کا باشندہ اور جادوگر تھا جس کی نشوونما واسط میں ہوئی اور حضرت عبداللہ خفیف کے قول کے مطابق حسین بن منصور عالم ربانی ہوئے ہیں اور حضرت شبلی نے تو یہاں تک فرما دیا کہ مجھ میں اور حسین بن منصور میں صرف اتنا سا فرق ہے کہ ان کو لوگوں نے دانشور تصور کر کے ہلاک کر دیا اور مجھ کو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بہرحال انہیں اقوال کی مطابقت میں حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر حسین بن منصور حقیقت میں مطعون و ملعون ہوتے تو پھر یہ دونوں عظیم بزرگ ان کی شان میں اتنے بہتر الفاظ کیسے استعمال کر سکتے تھے۔ لہٰذا ان دونوں بزرگوں کے اقوال حضرت حسین بن منصور کے صوفی ہونے کے لئے بہت کافی ہیں۔

حضرت منصور ہمہ اوقات عبادات میں مشغول رہا کرتے تھے اور میدان توحید و معرفت میں دوسرے

اہل خیر کی طرح آپ بھی شریعت و سنت کے متبعین میں سے تھے۔ آپ کی زبان سے انا الحق کا غیر شرعی جملہ نکل گیا لیکن آپ کو کافر کہنے میں اس لئے تردد ہے کہ آپ کا قول حقیقت میں خدا کا قول تھا اور حضرت مصنف کی رائے ہے کہ جو مشائخ آپ کی بزرگی کے قائل نہیں ہیں ان کے اقوال صوفیاء کی شان کے مطابق نہیں بلکہ بر بنائے حسد انہوں نے آپ کو مورد الزام گردانا ہے اس لئے ان مشائخ کے اقوال کو قابل قبول کہنا دانش مندی کے خلاف ہے۔

آپ اٹھارہ سال کی عمر میں تستر تشریف لے گئے اور وہاں دو سال تک حضرت عبداللہ تستری کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد بصرہ چلے گئے۔ پھر وہاں سے دو حرقہ پہنچے جہاں حضرت عمرو بن عثمان مکی کی صحبت سے فیضیاب ہو کر حضرت یعقوب اقطع کی صاحبزادی سے نکاح کر لیا لیکن عمرو بن عثمان کی ناراضگی کے باعث حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بغداد پہنچ گئے اور وہاں حضرت جنید نے آپ کو خلوت و سکوت کی تربیت سے مرصع کیا۔ پھر وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد حجاز تشریف لے گئے اور ایک سال قیام کرنے کے بعد جماعت صوفیاء کے ہمراہ پھر بغداد واپس آ گئے اور وہاں حضرت جنید سے نہ معلوم کس قسم کا سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ تو بہت جلد لکڑی کا سر سرخ کرے گا یعنی سولی چڑھا دیا جائے گا۔ حضرت منصور نے جواب دیا کہ جب مجھے سولی دی جائے گی تو آپ اہل ظاہر کا لباس اختیار کر لیں گے۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت علماء نے متفقہ طور پر حسین منصور کو قابل گردن زدنی ہونے کا فتویٰ دیا تو خلیفہ وقت نے کہا کہ حضرت جنید جب تک فتوے پر دستخط نہ کریں گے منصور کو پھانسی نہیں دے سکتا اور جب یہ اطلاع حضرت جنید کو پہنچی تو آپ نے مدرسہ جا کر پہلے علماء ظاہر کا لباس زیب تن کیا۔ اس کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ ہم ظاہر کے اعتبار سے منصور کو سولی پر چڑھانے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جنید نے حضرت منصور کے کسی مسئلہ کا جواب نہیں دیا تو وہ حضرت جنید سے ملاقات کئے بغیر خفا ہو کر اپنی بیوی کے ہمراہ تستر چلے گئے اور ایک سال تک وہیں مقیم رہے اور وہاں کے لوگ آپ کے بے حد معتقد ہو گئے لیکن آپ اپنی فطرت کے مطابق اہل ظاہر کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں آپ کے خلاف نفرت و حسد کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ دوسری سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت عمرو بن عثمان نے اہل خورستان کو آپ کی برائیاں تحریر کر کے اور بھی آپ کے خلاف معاندانہ جذبہ رونما کر دیا۔ چنانچہ آپ کو اس طرز عمل سے بے حد رنج پہنچا اور آپ نے صوفیاء کا لباس ترک کر کے اہل دنیا کا لباس اختیار کر کے دنیا داروں جیسا ہی رہن سہن اختیار کر لیا اور مکمل پانچ سال تک ہمہ اوست کے فلسفہ میں گم رہے اور مختلف ممالک میں مقیم رہ کر آخر میں فارس پہنچے اور اہل فارس کو بلند پایہ تصانیف پیش کیں اور اپنے وعظ و نصیحت میں ایسے ایسے رموز نہاں کا انکشاف کیا کہ لوگوں نے آپ کو حلاج الاسرار کے خطاب سے نواز دیا۔

پھر بصرہ پہنچ کر دوبارہ صوفیاء کا لباس اختیار کر کے مکہ معظمہ کا عزم کیا اور راستہ میں بے شمار صوفیاء سے ملاقاتیں کرتے رہے لیکن مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد حضرت یعقوب نہر جوری نے آپ کو جادوگر کہنا شروع کر دیا۔ پھر وہاں سے واپسی کے بعد ایک سال بصرہ میں قیام کیا اور اہواز ہوتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے خراسان وماوراء النہر ہوتے ہوئے چین پہنچ کر لوگوں کو وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جن ممالک میں پہنچے وہاں کے لوگوں نے آپ کے اوصاف کے مطابق خطابات سے نوازا۔ گھوم پھر کر آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور دو سال قیام کے بعد جب واپسی ہوئی تو آپ میں اس درجہ تغیر پیدا ہو گیا اور آپ کا کلام لوگوں کی فہم سے باہر ہو گیا اور جن ممالک میں آپ تشریف لے جاتے وہاں کے لوگ آپ کو نکال دیتے جس کی وجہ سے آپ نے ایسی ایسی اذیتیں برداشت کیں کہ کسی دوسرے صوفی کو ایسی تکالیف کا سامنا کرنا نہیں پڑا۔ آپ کو حلاج اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ روئی کے ذخیرے پر سے گزرے اور عجیب انداز میں کچھ اشارہ کیا جس کی وجہ سے وہ روئی خود بخود دھنک گئی۔

ہر رات آپ چار سو رکعتیں نماز ادا کیا کرتے تھے اور اس فعل کو اپنے اوپر فرض قرار دے لیا تھا اور جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ایسے بلند مراتب کے بعد آپ اذیتیں کیوں برداشت کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ دوستی کا مفہوم یہی ہے کہ مصائب پر صبر کیا جائے اور جو اس کی راہ میں فنا ہو جاتے ہیں. راحت و غم کا کوئی احساس باقی نہیں رہتا۔

آپ نے پچاس سال کے سن میں یہ فرمایا کہ اب تک میرا کوئی مسلک نہیں لیکن تمام مذاہب میں جو مشکل ترین چیزیں ہیں انہیں میں نے اختیار کر لیا ہے اور پچاس برس میں ایک ہزار سال کی نمازیں ادا کر چکا ہوں اور ہر نماز کے لئے غسل کو ضروری تصور کیا ہے۔

عبادت وریاضت کے دور میں مسلسل آپ ایک ہی گدڑی میں زندگی بسر کرتے رہے اور جب لوگوں کے اصرار پر مجبور ہو کر اس گدڑی کو اتارا تو اس میں تین رتی کے برابر جوئیں پڑ گئی تھیں کسی شخص نے آپ کے قریب ایک بچھو کو دیکھ کر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو مت مارنا کیوں کہ بارہ برس سے یہ میرے ساتھ ہے۔

حضرت رشید خرد سمرقندی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بہت سے لوگ سفر حج میں آپ کے ہمراہ تھے اور کئی یوم سے کوئی غذا نصیب نہیں ہوئی تھی چنانچہ جب آپ سے سب نے بھوک کی شکایت کرتے ہوئے یہ فرمائش کی کہ اس وقت ہماری تربیت سری کھانے کو چاہتی ہے تو آپ نے سب کی صف بندی کر کے بٹھا دیا اور جب اپنی کمر کے پیچھے ہاتھ لے جاتے تو ایک بھنی ہوئی سری اور دو گرم روٹیاں نکال نکال کر سب کے سامنے رکھتے جاتے۔ اس طرح ان چار سو افراد نے جو آپ کے ہمراہ تھے. شکم سیر ہو کر کھانا کھایا. پھر آگے

چل کر لوگوں نے کہا کہ ہماری طبیعت خرموں کو چاہتی ہے چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھے زور زور سے ہلاؤ اور جب لوگوں نے یہ عمل کیا تو آپ کے جسم میں اس قدر خرمے جھڑے کہ لوگ سیر ہو گئے۔

مریدوں کی جماعت نے کسی جنگل میں آپ سے انجیر کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے جیسے ہی فضا میں ہاتھ بلند کیا، انجیر سے لبریز ایک طباق آپ کے ہاتھ میں آ گیا اور آپ نے پوری جماعت کو کھلا دیا۔ اسی طرح جب مریدوں نے حلوے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ان کو حلوہ پیش کر دیا اور لوگوں نے جب عرض کیا کہ ایسا حلوہ تو بغداد کے بازاروں میں ملتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے بغداد کا بازار اور جنگل سب مساوی ہیں۔ سنا گیا ہے کہ اسی دن بغداد کے باب الطاقہ کے بازار میں سے کسی حلوائی کا حلوے سے بھرا ہوا طباق گم ہو گیا اور جب آپ کی جماعت بغداد پہنچی تو حلوائی نے اپنا طباق شناخت کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا اور جب لوگوں نے اسے پورا واقعہ بتایا تو وہ حلوائی آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

ایک مرتبہ سفر حج میں آپ کے ہمراہ چار ہزار افراد مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ ننگے سر اور برہنہ جسم کھڑے ہو گئے اور مکمل ایک سال تک اسی حالت میں کھڑے رہے حتیٰ کہ شدید دھوپ کی وجہ سے آپ کی ہڈیوں تک کا گودا پگھل گیا اور جسم کی کھال پھٹ گئی، اسی دوران کوئی شخص روزانہ ایک ٹکیہ اور ایک کوزہ پانی آپ کے پاس پہنچا دیتا تھا اور آپ ٹکیہ کے کنارے کھا کر باقی ماندہ حصہ کوزے پر رکھ دیا کرتے تھے اور آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے تہبند میں ایک بچھو نے رہنے کی جگہ بنا لی تھی۔

میدان عرفات میں آپ نے کہا کہ اے اللہ! تو سرگرداں لوگوں کو راہ دکھانے والا ہے اور اگر میں واقعی کافر ہوں تو میرے کفر میں اضافہ فرما دے۔ پھر جب سب لوگ رخصت ہو گئے تو آپ نے دعا کی کہ اے خدا! میں تجھ کو واحد تصور کرتے ہوئے تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور تیرے انعامات پر اپنے عجز کی وجہ سے شکر بھی ادا نہیں کر سکتا لہٰذا تو میرے بجائے اپنا شکر یہ خود ہی ادا کرے۔ اس لئے کہ بندوں سے تیرا شکر کسی طرح بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے ابلیس سے دریافت کیا کہ تو نے حضرت آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا اس نے جواب دیا کہ میں تو خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرنے والوں اور اس کو سجدہ کرنے والوں میں سے تھا اس لئے مجھے یہ گوارہ نہ ہو سکا کہ اس کے سوا کسی اور کو سجدہ کروں اور آپکے اشتیاق دیدار کا یہ عالم ہے کہ انظر الی الجبل کا فرمان سنتے ہی کوہ طور کی جانب حریصانہ طور پر دیکھنے لگے۔

ارشادات۔ جس وقت لوگوں نے آپ سوال کیا کہ حضرت موسیٰ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے تو جواب دیا کہ وہ مبنی بر حق ہیں اور جب فرعون کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ بھی سچا تھا کیوں کہ خدا نے

دو طرح کے لوگ پیدا فرمائے ہیں ایک عام اور ایک خاص اور دونوں قسم کے لوگ اپنے اپنے راستوں پر چلتے رہتے ہیں اور دونوں کو راستہ دکھانے والا خدا ہے۔ فرمایا کہ خدا کی یاد میں دنیا و آخرت کو فراموش کر دینے والا ہی واصل باللہ ہوتا ہے اور خدا کے سوا ہر شے سے مستغنی ہو کر عبادت کرنا فقر ہے۔

فرمایا کہ صوفی اپنی ذات میں اس لئے واحد ہوتا ہے کہ نہ تو کسی کو جانتا ہے اور نہ اس سے کوئی واقف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نور ایمانی کے ذریعہ خدا کی جستجو کرو۔ فرمایا کہ حکمت ایک تیر ہے اور تیر انداز خدا تعالیٰ ہے اور مخلوق اس کا نشانہ۔ پھر فرمایا کہ مومن وہ ہے جو امارات کو معیوب تصور کرتے ہوئے قناعت اختیار کرے۔ فرمایا کہ سب سے بڑا اخلاق جفائے مخلوق پر صبر کرنا اور اللہ کو پہچاننا ہے۔ فرمایا کہ عمل کو کدورت سے پاک رکھنے کا نام اخلاق ہے۔ فرمایا کہ بندوں کی بصیرت عارفوں کی معرفت علماء کا نور اور گزشتہ نجات پانے والوں کا راستہ ازل سے ابد تک ایک ہی ذات سے وابستہ ہے۔ فرمایا کہ میدان رضا میں یقین کی حیثیت ایک اژدھے جیسی ہے جس طرح جنگل میں ذرے کی حیثیت ہوتی ہے اس طرح پورا عالم اس اژدھے کے منہ میں رہتا ہے۔ فرمایا کہ جس طرح بادشاہ ہوس ملک گیری میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح ہم ہر لحہ مصائب کے طالب رہتے ہیں۔ فرمایا کہ بندگی کی منازل طے کرنے والا آزاد ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ مرید سایہ توبہ اور مراد سایہ عصمت میں رہتا ہے اور مرید وہ ہے جس کے مکشوفات پر اجتہاد کا غلبہ ہو۔ اور مراد وہ ہے جس کے مکشوفات اجتہاد پر سبقت لے جائیں۔ فرمایا کہ انبیاء کرام جیسا زہد آج تک کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ بعض لوگوں نے سوال کیا کہ دست دعا زیادہ طویل ہے یہ دست عبادت؟ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں کی کہیں تک رسائی نہیں کیوں کہ گو دست دعا کو دامن قبولیت تک رسائی حاصل ہے لیکن مردان حق اس کو شرک تصور کرتے ہیں اور دست عبادت کو گو دامن شریعت تک رسائی حاصل ہے لیکن مردان حق کے نزدیک وہ پسندیدہ نہیں۔ لہٰذا بلند ترین ہے وہ ہاتھ جو سعادت حاصل کرے۔ فرمایا کہ عبودیت کا اتصال ربوبیت سے ہے۔ فرمایا کہ ذات خداوندی جس پر منکشف ہونا چاہتی ہے تو ادنیٰ سی شے کو قبول کر کے منکشف ہو جاتی ہے ورنہ اعمال صالحہ کو بھی قبول نہیں کرتی۔ فرمایا کہ جب تک مصائب پر صبر نہ کیا جائے عنائت حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ انبیاء کرامؑ پر اعمال کا غلبہ اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ خود اعمال پر غالب رہتے تھے۔ اسی وجہ سے بجائے اس کے اعمال ان کو گردش دے سکتے وہ خود اعمال کو گردش دیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے جب بھی منہ سے اف نہ نکلے چنانچہ جب آپ کو سولی پر چڑھایا گیا تو اف تک نہیں کی۔

حالات:۔ جب حضرت شبلی آپ کو قتل کرنے کی نیت سے پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسے اہم کام کا قصد کر لیا ہے جس کی وجہ سے مجھ پر دیوانگی طاری ہے اور میں خود اپنی موت کو دعوت دے رہا ہوں

لہٰذا تم مجھ کو قتل کرو۔ آپ کے ان کلمات سے بہت سے لوگ برگشتہ ہو گئے اور خلیفہ کو بھی آپ کی جانب سے بدظن کر دیا حتیٰ کہ انا الحق کہنے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ عائد کر دیا گیا اور جب آپ سے سوال کیا گیا کہ بندے کا دعویٰ خدائی کرنا داخل کفر ہے تو آپ نے جواب دیا کہ وہ حقیقتاً ہمہ اوست ہے اور تمہارے قول کے مطابق وہ گم نہیں ہوا ہے لیکن حسین گم ہو گیا ہے اور بحر محیط میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی ممکن نہیں اور جب لوگوں نے حضرت جنید سے عرض کیا کہ منصور کے قول میں کسی طرح کی تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب تم لوگ اس سلسلہ میں کچھ نہ کہوں کہ اب تاویل کا وقت گزر چکا ہے چنانچہ علماء کی ایک جماعت اور خلیفہ وغیرہ سب آپ سے ناراض ہو گئے۔ اور ایک برس تک آپ کو قید خانہ میں ڈالے رکھا لیکن آپ کے معتقدین وہاں بھی پہنچتے رہتے تھے اور آپ ان کے مسائل کا تسلی بخش جواب دیتے تھے۔ پھر آپ کے پاس لوگوں کو جانے کی ممانعت کر دی گئی اور پانچ ماہ تک ایک فرد بھی آپ کے پاس نہیں پہنچا مگر اس عرصہ میں بعض بزرگوں نے آپ کے پاس دو افراد بھیج کر یہ کہلوا دیا کہ انا الحق کہنے سے توبہ کر لو تاکہ قید سے رہا کر دیا جائے آپ نے جواب دیا کہ میں معذور ہوں۔ پھر ایک مرتبہ حضرت عطاؒ خود بھی آپ کے پاس گئے لیکن آپ نے انہیں بھی وہی جواب دیا۔

جس دن آپ کو قید میں ڈالا تو رات کو جب لوگوں نے جاکر دیکھا تو آپ وہاں نہیں تھے اور دوسری شب میں نہ قید خانہ موجود تھا نہ آپ تھے اور تیسری شب میں دونوں موجود تھے اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پہلی شب میں تو حضورؐ کی خدمت میں تھا اور دوسری شب حضور یہاں تشریف فرما تھے اس لئے قید خانہ گم ہو گیا تھا اور اب مجھے شریعت کے تحفظ کی خاطر یہاں پھر بھیج دیا گیا ہے۔

آپ قید خانہ کے اندر ایک رات دن میں ایک ہزار رکعت ادا کیا کرتے تھے پھر جب لوگوں نے پوچھا کہ جب انا الحق خود آپ ہیں تو پھر نماز کس کی پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ اپنا مرتبہ ہم خود سمجھتے ہیں۔

قید خانہ میں آپ کے علاوہ اور بھی تین سو قیدی موجود تھے اور جب آپ نے ان سے کہا کہ کیا تم کو رہا کر دوں تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ طاقت ہے تو پھر تم کیوں یہاں آئے؟ آپ نے اشارہ کیا تو تمام قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں اور جب دوبارہ اشارہ کیا تو تمام قفل ٹوٹ گئے پھر آپ نے قیدیوں سے فرمایا کہ جاؤ ہم نے تمہیں رہا کر دیا اور جب قیدیوں نے کہا کہ آپ بھی ہمارے ہمراہ چلئے تو فرمایا کہ مجھے اپنے آقا کے ساتھ ایک ایسا راز وابستہ ہے جو سولی پر چڑھے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ گو میں اپنے آقا کا قیدی ہوں۔ لیکن شریعت کی پاسداری بھی واجب ہے چنانچہ صبح کو دیکھا گیا تو تمام قیدی فرار ہو چکے تھے اور آپ کے سوا وہاں کوئی اور نہیں تھا اور جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے سب کو رہا کر دیا اور ہم اس لئے ٹھہر گئے ہیں کہ ہمارے آقا کا ہم پر عتاب نازل ہے اور جب یہ اطلاع خلیفہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے مار مار کر

فوراً قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ تعمیل حکم کی خاطر قید خانے سے باہر لا کر جب آپ کو تین سو کوڑے لگائے گئے تو آپ نے انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ ایک ہی حالت میں کھڑے رہے اور جس نے آپ کو کوڑے لگائے اس کا بیان ہے کہ میں ہر کوڑے پر یہ آواز سنتا ہوں یا ابن منصور لاتخف یعنی اے ابن منصور خوفزدہ نہ ہو اور جس وقت آپ کو سولی دی جانے والی تھی تو ایک لاکھ افراد کا وہاں اجتماع تھا اور آپ ہر سمت دیکھ کر حق حق اور انا الحق کہہ رہے تھے اس وقت کسی اہل نے پوچھا کہ عشق کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ آج کل اور پرسوں میں تجھ کو معلوم ہو جائے گا چنانچہ اسی دن آپ کو پھانسی دی گئی۔ اگلے دن آپ کی نعش کو جلایا گیا اور تیسرے دن خاک ہوا میں اڑا دی گئی گویا آپ کے قول کے مطابق عشق کا صحیح مفہوم یہ تھا اور جب آپ کے خادم نے وصیت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کہ اپنے نفس کو تمام علائق دنیاوی سے خالی کر لے ورنہ یہ نفس تجھ کو ایسی چیزوں میں پھانس دے گا جو تیرے بس کی نہ ہوگی اور جب آپ کے صاحبزادے نے وصیت کی خواہش کی تو فرمایا کہ سارا عالم اعمال صالحہ کی کوشش کرتا ہے لیکن تجھے علم حقیقت حاصل کرنا چاہئے کیوں کہ علم حقیقی کا ایک نکتہ بھی تمام اعمال صالحہ پر بھاری ہوتا ہے پھر آپ جس وقت شاداں و فرحاں ٹہلتے ہوئے سولی کی جانب بڑھے تو لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر مسرور کیوں ہیں؟ فرمایا کہ اس سے زیادہ مسرت کا وقت اور کون سا ہو سکتا ہے جب کہ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ رہا ہوں پھر آپ نے بآواز بلند مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے۔

یعنی میرا ندیم ذرا سا بھی ظالم نہیں ہے اس نے مجھ کو ایسی شراب عطا کی ہے جو مہمان کو میزبان دیا کرتا ہے اور جب جام کے کئی دور چل چکے تو تلوار اور نطع طلب کیا کہ اس شخص کی سزا یہی ہے جو اژدھے کے سامنے ماہ تموز میں پرانی شراب پیتا ہے۔

پھر جس دن آپ کو پھانسی کے پھندے کے نیچے لے جایا گیا تو آپ نے پہلے باب الطاق کو بوسہ دے کر سیڑھی پر جس وقت قدم رکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ پھانسی تو مردوں کا مزاج ہے پھر قبلہ رو ہو کر فرمایا کہ میں نے جو کچھ طلب کیا تو نے عطا کر دیا۔ پھر جب سولی پر چڑھتے ہوئے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا اپنے مخالفین و متبعین کے متعلق کیا خیال ہے فرمایا متبعین کو ایک اجر تو اس لئے ضرور حاصل ہوگا کہ وہ مجھ سے صرف حسن ظن رکھتے ہیں اور مخالفین کو دو ثواب حاصل ہوں گے کیوں کہ وہ قوت توحید اور شریعت میں سختی سے خائف رہتے ہیں اور شریعت میں اصل شے توحید ہے جب کہ حسن ظن صرف فرع کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر آپ کو جب یہ خیال آیا کہ عہد شباب میں میری نظر ایک عورت پر پڑ گئی تھی تو فرمایا کہ اس کا بدلہ اتنی مدت گزرنے کے بعد لیا جا رہا ہے اور جب حضرت شبلی نے پوچھا کہ تصوف کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ جو کچھ تم

دیکھ رہے ہو یہ تو تصوف کا ادنیٰ ترین درجہ ہے کیوں کہ اعلیٰ ترین درجہ سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہو سکتا اس کے بعد لوگوں نے آپ کو سنگسار کرنا شروع کر دیا۔ جس کو آپ نہایت خاموشی سے برداشت کرتے رہے لیکن جب حضرت شبلی نے مٹی کا ایک چھوٹا سا ڈھیلا مارا تو آپ نے آہ بھری اور جب لوگوں نے پوچھا کہ سنگساری کی اذیت پر تو آپ خاموش رہے لیکن مٹی کے چھوٹے سے ڈھیلے پر آپ کے منہ سے آہ کیوں نکل گئی۔ فرمایا کہ پتھر مارنے والے تو میری حقیقت سے ناواقف ہیں لیکن شبلی کو ڈھیلا اس لئے نہ مارنا چاہئے تھا کہ وہ اچھی طرح واقف ہیں۔ پھر جب سیڑھی پر آپ کے ہاتھ قطع کئے گئے تو مسکراتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں نے گو میرے ظاہری ہاتھ تو قطع کر دیئے ہیں لیکن میری باطنی ہاتھ کون قطع کر سکتا ہے جنہوں نے ہمت کا تاج عرش کے سر پر سے اتارا ہے اسی طرح جب آپ کے پاؤں قطع کئے گئے تو فرمایا کہ گو میرے ظاہری پاؤں قطع کر دیئے گئے لیکن ابھی وہ باطنی پاؤں باقی ہیں جن سے میں دونوں عالم کا سفر کر سکتا ہوں۔ پھر آپ نے خون آلود ہاتھوں کو چہرے پر ملتے ہوئے فرمایا کہ میری سرخروئی کا اچھی طرح مشاہدہ کراؤ کیوں کہ خون جوانمردوں کا ابٹن ہوتا ہے پھر خون سے لبریز ہاتھوں کو کہنیوں تک پھیرتے ہوئے فرمایا کہ میں نماز عشق کے لئے وضو کر رہا ہوں کیونکہ نماز عشق کے لئے خون سے وضو کیا جاتا ہے پھر جب آنکھیں نکال کر زبان قطع کرنے کا قصد کیا تو فرمایا کہ مجھے ایک بات کہہ لینے کی مہلت دے دیدو پھر فرمایا کہ اے اللہ! میرے ہاتھ تیرے راستہ میں قطع کر دیئے گئے۔ آنکھیں نکال لی گئیں اور اب سر بھی کاٹ دیا جائے گا لیکن میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے ثابت قدم رکھا اور تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ ان سب لوگوں کو بھی وہی دولت عطا فرما جو مجھے عطا کی ہے پھر جس وقت سنگساری شروع ہوئی تو آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ "یکتا کی دوستی بھی یکتا کر دیتی ہے" پھر آپ نے ایک آیت تلاوت فرمائی جس کا مفہوم یہ تھا کہ "ان لوگوں کے ساتھ عجلت سے کام لیا جاتا ہے جو اس پر ایمان نہیں لائے اور اہل ایمان اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ بلاشبہ حق ہے۔"

پھر جس وقت آپ کی زبان کاٹی گئی تو خلیفہ کا حکم پہنچا کہ سر بھی قلم کر دیا جائے چنانچہ سر قلم ہوتے وقت آپ قہقہہ لگا کر انتقال فرما گئے اور آپ کے ہر ہر عضو سے اناالحق کی آواز آنے لگی۔ پھر جس وقت ہر عضو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور صرف گردن و پشت باقی رہ گئے تو ان دونوں حصوں سے اناالحق کا ورد جاری تھا جس کی وجہ سے آپ کو اگلے دن اس خوف سے جلایا گیا کہ کہیں مزید اور کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے اور آخر کار جسم کی راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈالا گیا لیکن جس وقت یہ عمل ہوا تو پانی میں ایک جوش سا پیدا ہو کر سطح آب پر کچھ نقوش سے بننے لگے چنانچہ آپ کے خادم کو وہ وصیت یاد تھی جو آپ نے زندگی میں فرمائی تھی جس وقت میری راکھ کو دجلہ میں پھینکا جائے گا تو پانی میں ایسا جوش و طوفان پیدا ہو گا کہ پورا بغداد غرق ہو جائے گا لیکن جب یہ

کیفیت ہو تو تم میری گدڑی دجلہ کو جا کر دکھا دینا۔ چنانچہ خادم نے جب آپ کی وصیت پر عمل کیا، تو پانی اپنی جگہ پر ٹھہر گیا اور تمام راکھ جمع ہو کر ساحل پر آ گئی جس کو لوگوں نے نکال کر دفن کر دیا غرض کہ یہ مرتبہ کسی دوسرے بزرگ کو حاصل نہیں ہوا چنانچہ ایک بزرگ نے تمام اہل طریقت سے خطاب کر کے فرمایا کہ جب منصور کا واقعہ سامنے آتا ہے کہ ان سے کس قسم کا برتاؤ کیا گیا تو مجھے بے حد حیرت ہوتی ہے اور میں یہ سوچتا رہ جاتا ہوں کہ جن لوگوں نے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا ان کا حشر میں کیا حال ہو گا؟ حضرت عباس طوسی کہتے ہیں کہ روز محشر منصور کو اس لئے زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا جائے گا کہ کہیں میدان حشر زیر و زبر نہ ہو جائے۔

کسی بزرگ نے مشائخ سے فرمایا کہ جس شب میں منصور کو دار پر چڑھایا گیا تو میں صبح تک سولی کے نیچے مشغول عبادت رہا اور جس وقت دن نمودار ہوا تو ہاتف نے یہ ندا دی کہ ہم نے اپنے رازوں میں سے ایک راز سے اس کو مطلع کر دیا تھا جس کو اس نے ظاہر کر کے یہ سزا پائی کیوں کہ شاہی راز کو افشا کرنے والے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

حضرت شبلی سے منقول ہے کہ میں اسی رات آپ کے مزار پر پہنچ کر تمام شب عبادت کرتا رہا اور صبح کے وقت اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ ایک مومن بندہ تھا تو نے ایک ایسے عارف و محب کو جو وحدت پرست تھا ایسے عذاب میں مبتلا کیا؟ حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ ابھی یہ دعا پوری بھی نہ ہونے پائی تھی کہ مجھے اونگھ آ گئی اور میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ہم نے منصور کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا کہ وہ ہمارے راز کو غیروں پر ظاہر کر دیتا تھا اور جو راز اس کو دریائے دجلہ پر ظاہر کرنا چاہئے تھا اس کو دوسرے لوگوں پر برملا ظاہر کر دیتا تھا پھر حضرت شبلی نے دوسری رات آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ اپنی نوازش سے مجھے قصر صدق میں اتارا۔ پھر حضرت شبلی نے پوچھا کہ ان دو گروہوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا جو آپ کو اچھا اور برا کہتے تھے؟ فرمایا کہ دونوں گروہوں پر اپنی رحمت نازل فرمائی ایک پر تو اس لئے کہ اس نے مجھ سے واقف ہو کر مجھ پر مہربانیاں کیں اور دوسرے گروہ پر اس لئے کہ وہ مجھ سے واقف ہی نہیں تھا اور صرف خدا واسطے مجھ سے دشمنی رکھتا تھا پھر کسی اور نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ میدان حشر میں کھڑے ایک جام ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں اور سر جسم سے غائب ہے اور جب اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سر قلم شدہ لوگوں کو ہی جام عنایت فرماتا ہے حضرت شبلی کہتے ہیں کہ جس وقت منصور کو سولی پر چڑھایا تو شیطان نے سامنے آ کر کہا اے شیخ آپ نے انا الحق کہا اور میں نے انا الخیر، لیکن آپ کے اوپر رحمت ہوئی اور میرے اوپر لعنت آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے انا اپنے لئے استعمال کیا اور میں نے خودی کو دور کر کے انا الحق کہا اسی وجہ سے مجھ پر رحمت اور تجھ پر

لعنت نازل ہوئی اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خودی کو اپنے سے علیحدہ کر دیناہی بہتر ہے۔

باب۔ ۷۱

حضرت ابو بکر واسطی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: ۔ آپ اپنے دور کے تمام مشائخ میں توحید و تجرید کے اعتبار سے سب پر سبقت لئے ہوئے تھے۔ حقائق و معارف میں دوسرا کوئی آپ کے ہم سفر نہ تھا. قبض و بسط کی رو سے آپ قطب عالم اور وحدانیت و ولایت کے مسند نشین تھے اس کے علاوہ حضرت جنید بغدادی کے معتقدین کی پیشوائی کا فخر بھی آپ کو حاصل تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا اصلی وطن فرغانہ تھا لیکن شہر واسط میں قیام پذیر ہو گئے اور اپنی کسر نفسی کی وجہ سے وہاں کے عوام میں بہت مقبول ہوئے اور جس قدر مجاہدات اور ریاضتیں آپ نے کی ہیں اور جو مکمل توجہ باری تعالیٰ کے امور میں آپ کو حاصل تھی وہ کسی کو میسر نہ آسکی۔ اسی وجہ سے توحید کے بارے میں آپ کے ارشادات آپ ہی کی ذات تک مخصوص رہے اس کے علاوہ آپ کی عبادتیں اور آپ کا کلام دقیق ہونے کی وجہ سے عام فہم نہ تھا۔

حالات: ۔ آپ کو ستر شہروں سے شہر بدر کیا گیا اور جس شہر میں داخل ہوتے بہت جلد وہاں سے نکال دیا جاتا تھا لیکن شہر باور د میں آپ قلیل عرصہ مقیم رہ سکے اور وہاں کے باشندوں کا آپ سے کچھ اعتقاد بھی قائم ہو گیا مگر آپ کے ارشادات جو فہم سے بالاتر ہوتے تھے ان کو طرح طرح کے معنی پہنائے گئے جس کی وجہ سے آپ کو وہ جگہ بھی چھوڑنی پڑی اور آخر میں آپ مرو میں مقیم ہو گئے اور تاحیات وہیں قیام کیا اور وہاں کے لوگوں نے آپ کے ارشادات کو سمجھ کر بہت فیوض حاصل کئے۔

آپ نے اپنے معتقدین سے فرمایا کہ میں نے سن بلوغ کو پہنچ کر دن کو کھانا کھایا اور نہ رات میں کبھی آرام کیا۔ پھر فرمایا کہ ایک دن میں کسی کام سے باغیچہ میں پہنچا تو ایک چھوٹے سے پرندے نے میرے سر پر اڑنا شروع کیا اور میں نے اس کو پکڑ کر جب اپنے ہاتھ میں دبا لیا تو ایک اور چھوٹا سا پرندہ آیا اور میرے سر پر چیخنے لگا اس وقت مجھے خیال آیا کہ میرے ہاتھ میں جو پرندہ ہے وہ یا تو اس آنے والے پرندہ کا بچہ ہے یا اس کی مادہ۔ چنانچہ میں نے از راہ ترحم اس پرندے کو چھوڑ دیا لیکن اس کے بعد سے جو میں بیمار ہوا تو مسلسل ایک سال تک بیمار پڑا رہا۔ پھر ایک رات میں خواب میں حضور اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہو کر عرض کیا کہ اپنی بیماری و لاغری کی وجہ سے ایک سال سے بیٹھ کر نماز ادا کر تا رہا ہوں لہٰذا آپ میرے لئے دعا فرمادیں۔ لیکن حضور نے فرمایا کہ یہ حالت اس پرندے کی شکایت کی وجہ سے ہوئی ہے جو اس نے حضور میں کی ہے اس لئے مجھ سے کسی قسم کی معذرت بے نتیجہ ہے۔ پھر ایک دن بیماری کے دوران جب تکیہ سہارے بیٹھا ہوا تھا تو ایک بہت بڑا

سانپ بلی کے بچے کو منہ میں دبائے ہوئے نمودار ہوا اور میں نے اس کو ڈنڈا مارا کہ وہ بچہ اس کے منہ سے نکل گیا اور ایک بلی آکر اس کو اپنے ساتھ لے گئی جس کے جاتے ہی میں فوراً صحت یاب ہو گیا اور کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگا۔ پھر اسی شب حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا کہ آج بالکل تندرست ہو گیا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ایک بلی نے حضور میں تیرا شکریہ ادا کیا ہے۔

ایک دن آپ اپنے معتقدین کے ہمراہ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے کہ مکان کے ایک سوراخ میں سے دھوپ کی ایک کرن اندر آگئی جس سے لاکھوں ذرات تھرتھراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہیں ان ذرات کی تھرتھراہٹ سے کوئی پریشانی تو نہیں ہوتی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ موحد کی شان ہی یہ ہے کہ اسی طرح اس کو دونوں عالم بھی لرزاں نظر آنے لگیں تو اس کے قلب پر خوف و ہراس نہ ہو. فرمایا کہ خدا کو یاد کرنے والوں کو زیادہ غفلت ہوتی ہے بہ نسبت ان کے جو خدا کو یاد نہیں کرتے کیوں کہ اہل حق کا ذکر حق کی کمی سے روگردانی کرنا حق کو فراموش کرنے والوں سے زیادہ غفلت کا باعث ہے کیوں کہ ان کو یہ احساس ہی باقی نہیں رہتا کہ وہ حق کے حضور میں حاضر ہیں لیکن ذکر حق کرنے والوں کو بے حضوری کے عالم میں یہ تصور کر لینا کہ وہ ذکر حق میں حاضر نہیں زیادہ غفلت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے طالبان حقیقت کی ہلاکت ان کے باطل تصورات میں مضمر ہوتی ہے اور جب ان تصورات میں اضافہ ہو جاتا ہے تو دینی کام گھٹ جاتا ہے اور دنیاوی کام بڑھ جاتا ہے کیوں کہ تصورات کی حقیقت ہمت عقل پر مبنی ہوتی ہے اور عقل کا حصول ہمت ہی سے وابستہ ہے اور بندہ خواہ حاضر ہو یا غیر حاضر لیکن ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ جب غیر حاضر اپنے وجود سے غیر حاضر ہو اور حق کے ساتھ حاضر رہے تو گویا وہ ذکر میں نہیں بلکہ مشاہدے کے عالم میں ہے اور جب اپنے وجود سے حاضر رہ کر غیر حاضر ہو تو ذاکر ہونے کے باوجود بھی اس کے ذکر کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی اور اسی کو غفلت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایک دن شفاخانہ میں آپ نے کسی دیوانے کو اس عالم میں دیکھا کہ وہ شور و غوغا کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اپنی وزنی بیڑیوں کے باوجود تم شور مچا رہے ہو اور خاموشی اختیار نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا کہ بیڑیاں تو میرے پاؤں میں پڑی ہوئی ہیں نہ کہ میرے قلب میں۔

ایک دن یہودیوں کے قبرستان میں سے گزرتے ہوئے آپ کی زبان سے نکل گیا کہ یہ قوم تو غیر مکلف اور معذور ہے لوگ یہ جملہ سن کر آپ کو قاضی کے پاس پکڑ کر لے گئے اور جب قاضی نے آپ کو برا بھلا کہا تو فرمایا کہ جب خدا ہی کا یہ حکم ہے کہ یہ غیر مکلف اور معذور ہیں تو یقیناً غیر مکلف ہیں۔

آپ کا ایک عقیدت مند جلدی جلدی غسل کر کے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں اس بری طرح گر گیا کہ تمام چہرہ چھل گیا جس کی وجہ سے واپس آکر اس نے دوبارہ غسل کیا۔ آپ نے

فرمایا کہ اس اذیت سے تجھ کو اس لئے خوش ہونا چاہئے کہ تجھے محض اس لئے پہنچائی گئی ہے کہ وہ تجھ سے خوش رہے اور اگر وہ تیرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرے تو تجھے سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی تیری جانب توجہ نہیں ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے نیشاپور پہنچ کر حضرت ابو عثمان کے معتقدین سے پوچھا کہ تمہارے مرشد نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیشہ بغاوت کرنے اور گناہ پر نظر رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو سراسر تکبر ہے کیوں کہ یہ تعلیم تخلیق کرنے والے کے مشاہدے اور اس کی معرفت کی رغبت پیدا نہیں کرتی۔

ابو سعید ابو الخیر نے جب آپ کی زیارت کے لئے مرو جانے کا قصد کیا تو مریدوں سے فرمایا کہ استنجاء کے لئے ڈھیلے ساتھ رکھ لینا اور جب خدام نے پوچھا کہ کیا وہاں ڈھیلے نہیں ملتے یا اور کوئی راز ہے؟ فرمایا کہ وہ شیخ ابو بکر کی قیام گاہ ہے جو اپنے دور کے ایسے موحدین میں سے ہیں جن کی وجہ سے مرو کی خاک زندہ ہے اور زندہ خاک کو استنجاء سے ناپاک نہیں کیا جاسکتا۔

اقوال وارشادات:۔ حضرت ابو بکر واسطی کے اقوال زریں ملاحظہ فرمائیے آپ فرماتے ہیں کہ راہ حق میں مخلوق کا کوئی وجود نہیں اور نہ حق کی راہ میں حق ہے یعنی ہمہ اوست کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا کہ جس نے اپنی جانب منہ کر کے دین کی طرف پشت کر لی یا جس نے اس کے برعکس کیا تو اس کو خود نامرادی میں مبتلا کر لیا۔ پھر فرمایا کہ شریعت عین توحید ہے اور شرع توحید کا گزر بحر نبوت تک ہوتا ہے جب کہ حق توحید بحر بیکراں ہے اور شریعت کی راہیں سمع و بصر قال اور شناخت حال سے لبریز ہیں اور تمام چیزیں اثبات کی جانب اشارہ کرتی ہیں جس میں شرک مضمر ہوتا ہے لیکن وحدانیت شرک منزہ و پاک ہے اور اسی کو عین ایمان کہا جاسکتا ہے اور جس میں ایمان کا براہ راست خدا سے تعلق ہو وہ بہت ہی بلند شے ہے ورنہ شرک کو ہرگز پسند نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح معرفت علم اور حال یہ مخلوق اور بحر آفرینش میں غرق ہیں اور ان کی رہبری کے اسباب انبیاء کرام ہی کے ذریعہ سے ملتے ہیں جس کی بدولت خلقت و بشریت کے دریا سے گزر کر اور بحر وحدانیت میں غرق ہو کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور شرع توحید کی مثال شمع جیسی ہے جب کہ حق توحید کی مثال آفتاب کی طرح ہے جس طرح آفتاب اپنے چہرے سے نقاب اٹھا کر دنیا کو منور کرتا رہتا ہے لیکن شمع کا نور جہاں نیستی کی جانب لے جاتا ہے جب کہ شمع بذات خود تو موجود رہتی ہے لیکن اس عدم و وجود برابر ہوتا ہے اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح نور شمع کو نور آفتاب سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی اسی طرح شرع توحید اور لسان باطنی بھی محویت کو قبول نہیں کرتے اور جس وقت انسان قلب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو زبان گنگ ہو جاتی ہے اور جسم و قلب دونوں عالم محویت میں پہنچ جاتے ہیں اور اس وقت جو کچھ بھی زبان سے

نکلتا ہے وہ من جانب اللہ ہوا کرتا ہے لیکن یہ بات ذات میں نہیں بلکہ صفات میں ہے کیونکہ صفت تبدیل ہو سکتی ہے لیکن ذات نہیں بدلتی جس طرح آفتاب کی حدت پانی کو گرم کر کے اس کی صفت کو تبدیل کر دیتی ہے لیکن ماہیت وذات تبدیل نہیں ہوتی. پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اغیار کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔

اموات غیر احیاء

یعنی صفت میں مردہ ہیں مگر صورت میں زندہ۔ اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اغیار عالم ہستی میں تو زندہ ہیں لیکن عالم بالا کے اعتبار سے مردہ ہیں اس کے برعکس مومنین کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے۔

بل احیاء عند ربہم

یعنی وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ راہ مولیٰ میں جاں نثاری کے ساتھ خود کو معدوم تصور کرتا رہے کہ جس طرح جماعت صوفیاء معدوم ہو کر بھی موجود رہتی ہے اور صوفیاء کے علاوہ موجود نہ ہو کر بھی معدوم ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نے خود کو زندہ کر لیا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے کیوں کہ جسمانی موت کو عدم سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا لیکن جسمانی عدم کو عدم ہی کہا جائے گا کیوں کہ جس جگہ وجود ہوتا ہے وہاں روح بھی نامحرم ہو جاتی ہے پھر اجسام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ فرمایا کہ توحید وجود کو شناخت کرنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے اور نہ کسی میں یہ جرأت ہے کہ صحرائے وجود میں قدم رکھ سکے جیسا کہ مشائخ کرام کا قول ہے کہ۔

اثبات التوحید فساد فی التوحید

یعنی توحید کا ثابت کرنا بھی توحید میں فساد کا باعث ہے اور شرک پر گواہی دینے کے مترادف ہے کیوں کہ جس نے اپنے وجود کے مقابلے میں اپنے وجود کا راگ الاپا اس نے گویا اپنے کفر پر دستخط کر دیئے اور جس نے اس کے وجود کے مقابلے میں اپنے اپنے وجود پر نظر ڈالی وہ **قطعی** کافر ہو گیا اور جس نے اپنی ہستی کے مقابلے میں اس کی ہستی طلب کی تو وہ ناشناخت ہے۔

اور جس نے خود کو دیکھتے ہوئے اس کو نہ دیکھا یا جس نے عالم بے خودی میں اس پر اپنی جان تصدق کر دی تو اس نے شرف و عزت کا مرتبہ حاصل کر لیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے خلافت عطا کر کے بھیجا تا کہ ولایت انسانیت میں اس کا نائب بن سکے۔ پھر ایسے نائب کے لئے نہ عبارت واشارات. نہ زبان و دل. نہ حرف وکلمہ اور نہ صورت و فہم کچھ بھی باقی نہیں رہتے اور اگر وہ اشارت سے کام لے تو شرک تصور کیا جائے گا اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس کو جان لیا تو یہ نادانی میں شامل ہے اور اگر کہے کہ میں نے اس کو شناخت کر لیا ہے تو یاوہ گوئی ہے اور اگر یہ کہے کہ میں نے نہیں پہچانا تو مخذول و مردود ہے کیوں کہ گفت و شنید عبارت واشارت صورت و دید یہ تمام چیزیں بشریت سے آلودہ ہیں اور توحید کی شناخت بشریت سے

منزہ و پاکیزہ ہے کیوں کہ وحدہ لاشریک لہ کا یہی مقتضا ہے کہ الوہیت بشریت کے ساتھ وہی سلوک کرے جو حضرت موسیٰ کے عصا نے فرعون کے جادوگروں کے ساتھ کیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا نور اپنی پناہ میں ہرشے کو لئے ہوئے یہ صدا دے رہا ہے کہ صحرائے وجود میں قدم نہ رکھنا ورنہ آتش غیریت سب کو جلا کر راکھ کر دے گی۔ ہم خود ہی تم کو رزق پہنچاتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ مشائخ کے اسرار روضہ توحید ہیں نہ کہ عین توحید اور جہاں اس کی عظمت و کبریائی ہے وہاں مخلوق کا وجود و عدم دونوں برابر ہیں جہاں توحید کا وجود ہو وہاں فانی اپنا انکار نہیں کر سکتا کیوں کہ اپنا انکار قدرت کا انکار ہے اور اثبات بھی اس لئے نہیں کر سکتے کہ توحید میں فساد آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نہ مجال اثبات ہے نہ مجال منفی۔ فرمایا کہ تمام ارض و سماء میں تسبیح و تحلیل کی زبان تو موجود ہے لیکن قلب کا وجود نہیں کیوں کو قلب سوائے حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کے کسی کو عطا نہیں کیا گیا اور قلب ہی وہ شے ہے جو شہوت و نعمت اور ضرورت و اختیار کی راہیں تمہارے اوپر مسدود کر دیتا ہے اور تمہارا رہبر بن جاتا ہے۔ اسی لئے قول کی زبان کے بجائے لسان قلب کی ضرورت ہے جو تمہیں اپنی جانب متوجہ کر سکے اور جوانمرد وہی ہے کہ جو معبود اس کے جسم و جان میں ہے اس کے مقابلے میں شیطان پر لعنت کرنے کے بجائے اپنے نفس کو دبا کر خود اپنے ہی اوپر ظلم کرے کیوں کہ ابلیس کا یہ قول ہے کہ اے بندے! میرے چہرے کو آئینہ بنا کر تیرے سامنے اور تیرے چہرے کو آئینہ بنا کر میرے سامنے رکھا گیا ہے اس لئے میں تجھ کو دیکھ کر اپنے اوپر روتا ہوں اور تو مجھ کو دیکھ کر اپنے اوپر مسکراتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طریقت شیطان ہی سے سیکھنی چاہئے جس نے نہ تو خدا کے علاوہ کسی کے سامنے سر جھکایا اور نہ عالم کی ملامت قبول کر کے اس راستہ پر گامزن ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح معنوں میں جواں نمر وہی نکلا لیکن تم اپنے قلب سے دریافت کرو کہ اگر دونوں جہاں تم پر ملامت کے تیر برسائیں تو تمہارا کیا حال ہو گا؟ لہٰذا اس راستہ میں بہت سنبھل کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے اور اگر تمہیں یقین ہے کہ دنیا کی ملامت تمہارے بار خاطر نہ ہوگی تو پھر بسم اللہ شراب وحدانیت کا مزہ چکھو لیکن اگر تم نے دنیا کی حقیر سی شے کو بھی قبولیت کی نگاہ سے دیکھا تو سمجھ لو کہ تم نے عہد الست کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نقض عہد کیا ہے اور جب تم ذرہ برابر بھی نافرمانی اور روگردانی کے مرتکب ہوگئے تو تمہاری دوستی و ولایت خدا کے ساتھ مکمل نہیں رہی اور ایسی شے کبھی طلب نہ کرو جو تمہیں خود طلب کرتی ہو. مثلاً جنت اور اس چیز سے فراریت اختیار کرو جو تم سے خود گریزاں ہو جیسے جنہم بلکہ خدا سے وہ شے طلب کرو کہ جب وہ شے تمہیں حاصل ہو جائے تو ہر چیز تمہارے آگے کمربستہ نظر آئے گی فرمایا کہ تمہارا ہر عضو دوسرے عضو میں اس طرح گم اور محو ہو جانا چاہئے کہ راہ خدا میں دوئی کا شائبہ بھی باقی نہ رہے کیوں کہ یہ شرک میں داخل ہے یعنی نہ زبان کو یہ علم ہو سکے کہ آنکھ نے کیا دیکھا اور نہ آنکھ کو پتہ چلے کہ زبان نے کیا کہا غرض کہ تم سے ہر متعلقہ شے

مشاہدات الٰہیہ میں محو ہو کر رہ جانا چاہئے اور صحرائے حقیقت میں قدم رکھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ تمام حجابات اس کے سامنے سے اس طرح سے اٹھ جائیں کہ اس کا وجود تمام اشیاء سے جدا محسوس ہونے لگے۔ فرمایا کہ صحیح معنوں میں بندہ وہی ہے جس کے قول کا رخ حضور اکرمؐ کی جانب ہو اور اس کے کلام سے کسی کو اذیت نہ پہنچے اور مخالفین و موافقین دونوں کے لئے وجہ سکون ہو یعنی اس کا کلام حکم خداوندی کے دائرے میں ہونا چاہئے اور جو کلام معرفت نفس کی زبان سے ادا ہوتا ہے اس سے تکبر کی جھلک آنے لگتی ہے اور اس کلام کو جو بھی سنتا ہے اس کے سینہ سے زندگی کے چشمے خشک ہو کر رہ جاتے اور ان چشموں سے کبھی حکمت موجزن نہیں ہوتی اور جو شخص اپنے مکان سے چلنے کے بعد گھر واپس آنے کا راستہ بھی جانتا ہو اس کی بات راہ طریقت میں مسلم نہیں کیوں کہ اللہ والے تو قلب کے نور سے چلتے ہیں جب کہ عام لوگ نابینا ہو جانے کی وجہ سے عصا کے سہارے چلتے ہیں اور جس کو یہ احساس باقی رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ کہاں کہہ رہا ہے؟ اس کی بات راہ طریقت میں تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ فرمایا کہ شرک آمیز ایک خلعت ایسا بھیجا گیا ہے جیسے شربت میں زہر کی آمیزش کر دی گئی ہو۔ پھر کسی کو کرامت، کسی کو فراست، کسی کو حکمت اور کسی کو شناخت عطا کی گئی ہے لیکن جو مقصود اصلی کو نظر انداز کر کے خلعت کا عاشق ہو جاتا ہے وہ مقصود اصلی سے دور ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ تمام مقامات شریعت کے ہیں اور جو لوگ زہد و ورع، توکل و تسلیم، تفویض و رضا اور اخلاص و یقین کی روشنی میں چلتے ہیں وہ در حقیقت راہ طریقت پر گامزن ہوتے ہیں لیکن جو لوگ روح کی سواری پر سفر کرتے ہیں ان کے یہاں نہ زہد و ورع ہے اور توکل نہ تسلیم۔ پھر فرمایا کہ پوری مخلوق عالم عبودیت میں غوطہ زن ہونے کے باوجود بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکی اور نہ کوئی بحر عبودیت کو عبور کر سکا۔ اور جب تم پر یہ راز منکشف ہو جائے گا تو تمہیں بندگی کا سلیقہ بھی آ جائے گا کیوں کہ حقیقت کی راہیں صرف عدم میں مضمر ہیں اور جس وقت تک عدم بندے کا ہمنانہ ہو راستہ نظر نہیں آسکتا لیکن اہل شرع کا راستہ اثبات میں پوشیدہ ہوتا ہے جس کی رو سے جو شخص بھی اپنی ہستی کی نفی کرتا ہے وہ زنادقہ میں شامل کر دیا جاتا ہے لیکن حقیقت کی راہوں میں اثبات کا کہیں وجود نہیں اور جو راہ حقیقت میں اپنے اثبات کا اظہار کرتا ہے وہ قعر مذلت میں گر جاتا ہے۔ فرمایا چشم ظاہر، ظاہر کے سوا کچھ نہیں دیکھتی اور چشم صفت، صفت ہی کا نظارہ کر سکتی ہے لیکن ذکر حق میں صرف ذات ہی کا مشاہدہ قائم رہتا ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ تمہارے قلب میں ایک ایسا دریا موجزن ہو جس میں مگر مچھ نکل کر اس وصف و صورت کو نگل جائے جو عالم میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دولت سعادت صرف عدم ہی میں مضمر ہے اور وجود کی شقاوت راہ عدم میں ایک قہر کی شکل ہے اور جس شے کو بندے وجود تصور کرتے ہیں وہ حقیقت میں وجود نہیں بلکہ عدم ہے اور جس کو عدم خیال کرتے ہیں وہ عدم نہیں کیوں کہ معدوم ہونا عین وجود اور محو ہونا عین اثبات ہے جس کے دونوں

کنارے حدوث سے پاک ہیں۔ فرمایا کہ مرید ابتدائی قدم میں تو مختار ہوتا ہے اور آخری قدم میں وہ خود مکمل اختیار بن جاتا ہے اور اس کا علم اپنی جہل و نادانی کا خود مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور اس کی ہستی اپنی نیستی کا نظارہ کرنے لگتی ہے اور اس کا اختیار اپنی بے اختیاری کو دیکھتا رہتا ہے۔ ان اقوال کی اس سے زیادہ وضاحت اس لئے نہیں کی جاسکتی کہ یہ کلام معانی کا محرم نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اگر تم مجاہدے کو جاننا بھی چاہو جب بھی نہیں جان سکتے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پیشاب کو دھولینے کے بعد یہ کہے کہ یہ چیز پاک ہو گئی گو اس سے میل کچیل تو چھوٹ سکتا ہے۔ لیکن اس کو پاک نہیں کہا جاسکتا۔ فرمایا کہ وہ اشیاء جو کسی بھی نام سے موسوم ہیں دست قدرت میں ذرے سے بھی کم تر حیثیت رکھتی ہیں۔ فرمایا کہ ہم بظاہر ازل و ابد سے آئے ہوئے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ ازل و ابد ربوبیت کی نشانی ہیں۔ فرمایا کہ حق ظاہر ہونے کے بعد عقل پر زوال آجاتا ہے اور حق بندے سے جتنا قریب ہوتا جاتا ہے عقل فرار اختیار کرتی جاتی ہے کیوں کہ عقل خود عاجز ہے اور عاجز کے ذریعہ جس شے کا بھی علم ہو گا وہ بھی عاجز ہی ہو گا۔ فرمایا کہ افضل ترین عبادت اپنے اوقات سے غائب رہنا ہے۔ فرمایا کہ زہد و صبر و توکل و رضا یہ چاروں چیزیں قالب کی صفات میں سے ہیں لیکن قالب کی صفات روح کی صفات نہیں ہو سکتیں اور چونکہ اشارت کا قالب باقی نہیں رہتا اس لئے یہ چاروں چیزیں اس سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ فرمایا کہ اخلاص و صفا اور صدق و حیا کی نگرانی سے ازل و ابد کی نگرانی زیادہ افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ جس نے وحدانیت کو سمجھ لیا وہ مقصود تک پہنچ گیا فرمایا کہ خواہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ دونوں عنایت و رعایت کی بیخ کنی کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو افلاس و خواری میں دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہے بہ نسبت اس کے کہ غرور و علم اور عزت کے روپ میں دیکھے۔ پھر فرمایا کہ جس کا مقصود وحدانیت سے ہٹ کر ہو وہ خسارے میں رہتا ہے۔ فرمایا کہ راہ حق میں مٹ جانے والے کی زبان سے جب بے اختیاری طور پر واحد نکلنے لگے وہی حق کو واحد کہنے کا مستحق ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جس طرح صدق گو بندوں نے حقائق و اسرار کے بارے میں صدق سے کام لیا اسی طرح حق کی حقیقت میں دروغ گوئی سے کام لیا۔ فرمایا کہ سب سے بد ترین مخلوق وہ ہے جو تقدیر سے جنگ کرے یعنی اگر کوئی چاہے کہ تقدیر ازلی کے خلاف کوئی چیز نہ ہو تو یہ کسی طرح ممکن نہیں۔ فرمایا کہ بندوں کی چار قسمیں ہیں اول وہ جنہوں نے پہچانا اور طلب کیا۔ دوم وہ جنہوں نے طلب کیا لیکن نہیں پاسکے۔ سوم وہ جنہوں نے پایا لیکن اس سے مفاد حاصل نہ کر سکے۔ چہارم وہ جنہوں نے پہچانا لیکن طلب نہیں کیا۔ پھر فرمایا کہ وفا پر قائم رہنے والوں کو دنیاوی تغیرات کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں ایک معرفت خصوصی دوم معرفت اثبات۔ معرفت خصوصی تو وہ ہے جو اسماء و صفات دلائل و نشانات اور ثبوت و حجابات کے مابین مشترک ہو اور معرفت اثبات وہ ہے کہ اس کی جانب راہ نہ مل سکے اور اس کی علامت یہ ہے کہ بندے کی

معرفت کو تہس نہس کر دے۔ فرمایا کہ تمام خطرات کو یکجا مجتمع کر کے صرف ایک ہی خطرے پر متمکن ہو جانا چاہئے اور تمام اشیائے دیدنی کو صرف ایک ہی نگاہ سے مشاہدہ کرنا چاہئے کیوں کہ تمام دیکھنے والوں کی نظر ایک ہی ہوتی ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب کا پیدا کرنا اور مرنے کے بعد زندہ کرنا میرے لئے اسی قدر آسان ہے جتنا کہ ایک نفس کا پیدا کرنا اور جلانا آسان ہے فرمایا کہ روح عالم حجاب کون سے باہر نہیں آئی ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو قلب بھی باہر آ جاتا لیکن اس قول کا مفہوم ہر شخص نہیں سمجھ سکتا فرمایا کہ ہر موجود کے لئے سب سے بڑا حجاب اس کا وجود ہے۔ فرمایا کہ قلب پر ظہور حق کے بعد خوف و رجا معدوم ہو جاتے ہیں فرمایا کہ عوام صفات کو شناخت نہیں کر سکتے جب کہ خواص اس کی صفت ربوبیت سے آگاہ ہو کر اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اس کے سوا کسی پر نظر نہیں ڈالتے لیکن عوام کے اسرار چونکہ کمزور ہیں اس لئے وہ منبع حق سے دور ہو کر اس کی صفات کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ جب قلوب پر ربوبیت کی تجلیات پڑتی ہیں تو تمام اسباب دنیاوی کو تباہ کر دیتی ہیں۔ فرمایا کہ ازل و ابد اعمال و اوقات اور دہور سب ایک برق کی طرح ہیں جیسا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت حاصل ہے جس میں خدا کے سوا کسی کا گزر نہیں۔ فرمایا کہ تمام نسبتوں میں افضل ترین نسبت یہ ہے کہ بندہ بندہ ہی بن کر نسبت عبودیت کی جستجو کرتا رہے فرمایا کہ مخلوق کتنی ہی عظیم المرتبت کیوں نہ ہو۔ بارگاہ رب العزت میں پہنچ کر نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ قدرت سے کوئی جنگ نہیں کر سکتا فرمایا کہ خواہش جنت میں عبادت کرنے والے خود کو خدا کے کام کا تصور کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ اس کام کے نہیں ہوتے بلکہ محض اپنے نفس کا کام انجام دیتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا کو یاد کرنے والے خدا سے زیادہ دور رہتے ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جس نے اللہ کو پہچانا گونگا ہو گیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ دونوں جہاں کے وسائل و اسباب سے بے نیاز ہو کر صرف اسی کی طرف نگاہ رکھے۔ فرمایا کہ ہر جسم تاریک ہے اور قلب اس کا چراغ ہے۔

لیکن جس کے پاس قلب نہیں وہ تاریکیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ میں ایسے خدا سے خوش نہیں جو میری عبادت سے خوش اور میری نافرمانی سے ناخوش ہو۔ بلکہ دوست تو روز ازل ہی سے دوست اور دشمن ازل ہی سے دشمن ہے۔ فرمایا کہ ہر شے سے وہی بے نیاز ہو سکتا ہے جو خود کو اور تمام چیزوں کو خدا کی ملکیت تصور کرتا ہو۔ فرمایا کہ قلوب کی بقاء خدا ہی کی ذات سے وابستہ ہے لہٰذا خدا میں فنا ہو جانا چاہئے۔ فرمایا کہ لغزش نفس کو دیکھ کر نفس کی ملامت کرنا شرک ہے۔ فرمایا کہ جس وقت نفس میں کوئی غرض باقی رہتی ہے مشاہدات کا مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کی محبت صحیح ہو سکتی ہے بلکہ عشق صادق تو یہ ہے کہ اس کے مشاہدے میں اس طرح غرق ہو جائے کہ تمام چیزوں کو بھول کر محبت میں فنا ہو جائے۔ فرمایا کہ سوائے محبت کے تمام

صفات میں رحمت مضمر ہے اور محبت میں رحمت کا معاوضہ قتل ہے اور قتل کے بعد بھی مقتول سے خوں بہا طلب کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ حرکت و سکون سے بے نیاز ہو جانے کا نام عبودیت ہے اور جو ان دونوں صفتوں کو دور کر دیتا ہے وہ حق عبودیت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ مقبول توبہ وہی ہے جو بندہ گناہ سے قبل کر لے۔ فرمایا کہ بیم و رجا حاصل کرنے والا گستاخی و بے ادبی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ توبہ نصوح کی تعریف یہ ہے کہ تائب ہونے والے کے ظاہر و باطن پر معصیت کا اثر باقی نہ رہے اور جس کو توبہ نصوح حاصل ہوتی ہے وہ ہر شے سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جو زاہد اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کے سامنے تکبر کرتا ہے وہ زہد کا صرف مدعی ہوتا ہے اس لئے کہ اگر اس کے قلب میں دنیا کی وقعت باقی نہ رہے تو پھر وہ اہل دنیا سے تکبر نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ زاہدوں کا یہ کہنا کہ ہم فلاں چیز کو معیوب تصور کرتے ہیں بہت برا ہے۔ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جس کا قلب سوز اور قول معتبر ہو۔ فرمایا کہ بندے کی معرفت حق اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی جب تک اس میں صفت نیاز مندی باقی رہتی ہے۔ فرمایا کہ خدا شناش بندہ نہ تو مخلوق سے کوئی واسطہ رکھتا ہے نہ کسی سے کلام کرتا ہے۔ فرمایا کہ اطاعت کر کے معاوضہ کی امید رکھنا فضل حق فراموشی سے ہوتا ہے۔ فرمایا کہ قسمتیں مقدرات ہیں اور صفات تخلیق شدہ ہیں اور جب قسمت مقدر ہے تو پھر کوشش سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ عارفین قرب الٰہی میں پرواز کرتے رہتے ہیں اور اسی سے ان کی حیات وابستہ ہے۔ فرمایا کہ توحید شناس وہی ہے جو عرش سے فرش تک تمام چیزوں کو توحید کے آئینہ میں دیکھتے ہوئے خدا کی وحدانیت کے راز معلوم کرے۔ فرمایا کہ حد امکاں تک رضا سے کام لینے والے لذت دید اور مطالعہ حقیقت سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں یعنی جب رضا سے لذت حاصل کرو گے تو شہود حق سے محروم ہو جاؤ گے۔ فرمایا کہ دنیا میں اس سے بڑا کوئی زہر نہیں کہ انسان اطاعت و عبادت پر اظہار مسرت کرے اور اپنی عبادت و اطاعت پر فریفتہ ہو جائے۔ فرمایا کہ کرامات پر اظہار مسرت تکبر و نادانی کی علامت ہے۔ فرمایا کہ نعمت خداوندی کو اپنی اطاعت کا معاوضہ تصور نہ کرو بلکہ خود کو اتنا ہیچ بنا لو کہ تمہیں اطاعت بھی ہیچ معلوم ہونے لگے اس کے بعد خدا کے انعام کو نعمت تصور کر کے شکر ادا کرو۔ فرمایا کہ قلبی عمل اعضاء کے عمل سے کہیں بہتر ہے کیونکہ اگر خدا کے نزدیک فعل کی کوئی قدر و قیمت ہوتی تو حضور اکرمؐ چالیس سال تک خالی نہ رہتے لیکن اس کا یہ مقصد بھی نہیں کہ عمل سے بالکل کورے ہو جاؤ بلکہ یہ مفہوم ہے کہ اس قدر حاصل کر لو کہ عمل کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ فرمایا کہ جس وقت بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بڑا ہے اور اس کے فعل سے خدا تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے یا اس کے ترک فعل سے جدا ہو سکتا ہے لیکن ملنا اور جدا ہونا حرکات و انفعال پر موقوف نہیں بلکہ قضائے ازلی سے وابستہ ہے یعنی ازل میں جو تحریر کیا جا چکا ہے وہی ہو کر رہے گا۔ فرمایا کہ جس طرح بچہ شکم مادر سے بے عیب و پاک ہو کر باہر آتا ہے اسی طرح قیامت میں بندے

کی دولت سعادت کا بھی یہی حال ہو گا کہ اہل اللہ کی محبت اس وقت بے عیب و پاک ہو کر باہر آ جائے گی۔
فرمایا کہ بندۂ مومن کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے نور عنایت عطا کر کے احسان فرماتا ہے اور وہ اس کے ذریعہ معصیت سے مبرا اور کفر و شرک سے پاک رہتے ہیں دوسرے وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نور عنایت عطا کر کے احسان فرماتا ہے اور وہ نور عنایت کی وجہ سے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے منزہ رہتے ہیں۔ تیسرے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کفایت کر کے احسان فرماتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ اہل غفلت اور خیالات فاسدہ سے دور رہتے ہیں۔ فرمایا کہ درویش کو حقیر تصور کرنا اور جلد غصہ میں آ جانا محض اطاعت نفس کی وجہ سے ہوتا ہے اور نفس کی اطاعت سے عبودیت سے خارج ہو کر ربوبیت کا دعویدار ہوتا ہے۔
فرمایا کہ خدا شناس بندہ خود گم ہو کر رہ جاتا ہے اور جو اس کے بحر شوق میں غرق ہوتا ہے وہ خود بھی فنا ہو جاتا ہے اور جو شخص طلب جنت اور خوف جہنم سے بے نیاز ہو کر خدا کے لئے اعمال صالحہ کرتا ہے اس کو اپنے اعمال کا اجر حاصل ہوتا ہے
اور غضب الٰہی میں آ جانے والا پھنس کر رہ جاتا ہے۔ فرمایا کہ خوف کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ بندہ ہر لحہ یہ تصور کرتا رہے کہ خدا تعالیٰ مجھے قہر کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور بہت جلد مبتلائے عذاب کر دے گا اور اہل خوف کے خیال سے قلب و روح سے خود کو اس کی عبادت میں مشغول رکھے لیکن اس میں یہ خیال نہ آنا چاہئے کہ اس کی نظر کرم پڑے گی یا نہیں۔ فرمایا کہ خوف کی حقیقت موت کے وقت معلوم ہوتی ہے فرمایا کہ ظاہر میں مخلوق سے اور باطن میں خالق سے وابستہ رہنا چاہئے۔ فرمایا کہ اخلاق عظیم کی علامت یہ ہے کہ نہ تو بندہ کسی سے معاندت کرے اور نہ کوئی اس سے دشمنی رکھے فرمایا کہ بندہ خادم کے جسم سے جو پسینہ نکلتا ہے اس کا مرتبہ ندامت سے کہیں زیادہ ہے۔ فرمایا کہ استقامت میں وہ نیکی مضمر ہے جو تمام نیکیوں کا ماحاصل ہے اور اگر جذبہ استقامت ہی مفقود ہو جائے تو تمام نیکیاں ناتمام ہیں۔ فرمایا کہ ہر وہ شے جو تمہارے نفس کا حصہ ہے وہ قضا و قدر کی بھیجی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ فراست ہی وہ نور ہے جس کے ذریعہ قلب تک رسائی حاصل کی جا سکتی ہے اور وہ ایک ایسی معرفت ہے جو غیب سے غیب کی جانب اس لئے لے جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ ان اشیاء کا مشاہدہ کیا جا سکے جو پردہ غیب میں ہیں اور خدا صاحب فراست کو ایسی قدرت عطا کر دیتا ہے کہ وہ قلب کا حال بیان کرنے لگتے ہیں۔ فرمایا کہ اب قوم نے اپنی بے ادبی کو اخلاص کا نام دیدیا ہے اور غلبہ حرص کا نام انبساط رکھ لیا ہے جس کی وجہ سے یہ قوم راہ مستقیم سے ہٹ کر غلط راہوں پر گامزن ہو گئی ہے جس کو دیکھ کر زندگی وبال اور روح خشک محسوس ہونے لگتی ہے اور اس قوم کا یہ حال ہے کہ نہ تو غصہ کے بغیر بات کرتی ہے اور نہ تکبر کے بغیر خطاب کرتی ہے۔ فرمایا کہ خدا نے ہمیں ایسے دور میں پیدا کیا ہے جس میں نہ ادب و سلام ہے اور نہ اخلاص ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کو اس طرح بنایا ہے کہ جس میں کثیر تعداد

کتوں کی ہے اور قلیل تعداد ان مقید فرشتوں کی ہے جو خواہش رہائی کے بعد بھی رہا نہ ہو سکتے ہوں۔ یعنی خدا نے دنیا میں زیادہ تر برے لوگ اور کم لوگ اچھے پیدا کئے اور سب کو ایک ہی زمین پر رکھ دیا ہے لیکن اچھے لوگ یہ تمنا کرتے ہیں کہ ہم اس سرزمین سے نکل جائیں جس میں برے لوگ آباد ہیں لیکن نکلنا ممکن نہیں۔

فرمایا کہ ایمان کو چالیس سال آتش پرستی میں گزارنا چاہئے تاکہ ایمان کامل کی شناخت ہو سکے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ یہ قول ہماری عقل سے باہر ہے اس کی صاف الفاظ میں وضاحت فرمائیے تو فرمایا کہ حضور اکرمؐ پر چالیس سال کی عمر تک وحی کا نزول نہیں ہوا تو گویا اس کا یہ مطلب تھا کہ چالیس سال تک آپ میں ایمان نہیں تھا اور خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے جو کمال آپ کو بعثت سے قبل حاصل تھا وہ خاتم الکمالات تھا فرمایا کہ تمہیں صاحب نفس بنایا گیا ہے اور حضور اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق چونکہ نفس کبر ہے اس لئے تمہیں نفس کے تکبر سے رہائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور جب تک رہائی حاصل نہیں ہو گی حقیقی ایمان کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ دنیا میں کسی کو حضور اکرمؐ سے زیادہ مرتبہ حاصل ہوا ہے؟ فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب کوئی آپ کے مرتبہ ہی کے برابر نہیں پہنچ سکا تو آپ سے زیادہ مرتبہ حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جو شخص آپ سے زیادہ یا آپ کے مرتبہ کی برابری کا دعویدار ہو اس کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اولیاء کرام کا اعلیٰ ترین مرتبہ بھی انبیاء کا ادنیٰ ترین مرتبہ ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ دنیا میں سب سے بہتر کھانا کونسا ہے؟ فرمایا کہ سب سے افضل کھانا ذکر حق کا لقمہ ہے جس کو بندہ دستر خوان معرفت سے اٹھا کر اللہ کے ساتھ نیک گمان رکھے۔

وفات: ۔ انتقال کے وقت جب لوگوں نے آپ سے وصیت کی خواہش کی تو فرمایا کہ خدا کی ارادت کو نگاہ میں رکھو۔ اور اپنے اوقات وانفاس کی نگہداشت کرو۔ اس کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

باب۔ ۲۷

حضرت ابو عمرو نخیل رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: ۔ آپ اپنے دور کے بہت عظیم شیخ و صوفی اور زہد وورع کے اعتبار سے عدیم المثال بزرگ تھے۔ حضرت جنید کے ہم عصر اور حضرت ابو عثمان کے تلامذہ میں سے تھے اور آپ کا وطن نیشاپور تھا۔

حالات: ۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت شیخ ابو القاسم سے پوچھا کہ آپ سماع کیوں سنتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ غیبت سے کنارہ کش رہنے کے لئے۔ کیونکہ دوسروں کی غیبت کرنے یا سننے سے سماع کی سماعت زیادہ بہتر ہے اور اگر حالت سماع میں کوئی ناجائز فعل سرزد ہو جائے تو وہ سال بھر کی غیبت سے برا ہے۔

آپ نے یہ عہد کر لیا تھا کہ ۴۰ سال تک خدا کی رضا کے علاوہ اس سے کچھ طلب نہیں کروں گا ایک مرتبہ آپ کی لڑکی شدید علیل ہو گئیں اور مسلسل علاج کے باوجود مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا چنانچہ ایک رات ان کے شوہر عبدالرحمان سلمٰی نے ان سے کہا کہ تمہارا علاج تمہارے والد کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہارے والد نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ چالیس سال تک خدا کی رضا کے سوا کچھ نہ طلب کروں گا اور اس عہد کو بیس سال گزر چکے ہیں لہٰذا وہ نقض عہد کر کے تمہارے لئے دعا کر دیں تو تم یقیناً صحت یاب ہو جاؤ گی۔ گو نقض عہد گناہ ہے لیکن اس سے تمہیں صحت حاصل ہو سکتی ہے یہ سن کر وہ آدھی رات کو ہی اپنے والد کے گھر پہنچ گئیں اور جب آپ نے پوچھا کہ عقد کے بعد سے تم یہاں بیس سال تک کبھی نہیں آئیں آج آنے کی کیا وجہ ہے۔

صاجزادی نے عرض کیا کہ اس کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ نے مجھے آپ جیسا عظیم المرتبت باپ اور عبدالرحمٰن سلمٰی جیسا شوہر عطا کیا ہے اور یہ بھی آپ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ دنیا میں زندگی سے زیادہ کوئی شے عزیز نہیں ہوتی اور مجھے بھی بتقاضائے بشریت اپنی زندگی عزیز ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ زندگی ہی کی بدولت مجھے آپ کا اور شوہر کا دیدار ہوتا رہتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے خدا سے عہد کیا ہے کہ چالیس سال تک تیری رضا کے علاوہ اور کچھ طلب نہیں کروں گا لہٰذا میں آپ کو آپ ہی کے عہد کا واسطہ دے کر عرض کرتی ہوں کہ آپ نقض عہد کر کے میرے حق میں دعائے صحت فرما دیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ نقض عہد کسی طرح جائز نہیں خواہ وہ بندے ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو، پھر خدا سے نقض عہد کرنا تو بہت ہی باعث ملامت ہے اور اگر میں نقض عہد کر کے تمہارے لئے دعا کر دوں اور تم صحت یاب بھی ہو جاؤ پھر بھی اس کی کیا ضمانت ہے کہ تمہیں موت نہیں آئے گی اور جب موت کی آمد میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں تو پھر اب یا کچھ عرصہ بعد موت آنے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ لہٰذا میں اس گناہ کا مرتکب ہونا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس جواب سے آپ کی لڑکی کو یقین ہو گیا کہ اب میرا وقت آچکا ہے اور صحت یابی ممکن نہیں لیکن ان کا خیال غلط ثابت ہوا اور آپ کی وفات کے بعد بھی چالیس سال زندہ رہیں۔

ارشادات:۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک بندہ اپنے اعمال کو ریا سے پاک نہیں کر لیتا عبودیت میں اس کا قدم مستحکم نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ جو حال علم کے نتیجہ میں حاصل ہو وہ خواہ کتنا ہی عظیم ہو ضرر رساں ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جو بندہ وقت پر فرائض کی ادائیگی نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ لذت فرض کو حرام کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ رضائے نفس بندے کے لئے آفت ہے۔ فرمایا کہ جس دیدار سے تہذیب حاصل نہ ہو اس کو ہرگز مہذب تصور نہ کرو۔ کیوں کہ اس کو کسی طرح ادب کا نام دیا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ بہت سی بری باتیں جن کا ظہور انتہاء میں ہوتا ہے لیکن یہ ظہور ابتداء کے فساد ہی سے نشو و نما پاتا ہے اور جس کی بنیاد ہی مستحکم نہ ہو اس کی تعمیر

بھی مستحکم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا شروع ہی سے بری خصلتوں سے کنارہ کشی کی ضرورت ہے فرمایا کہ جو شخص مخلوق کے سامنے جاہ و مرتبت ترک کر دینے پر قادر ہوتا ہے اس کے نزدیک ترک دنیا بھی دشوار نہیں رہتی۔ فرمایا کہ ذات خداوندی سے وابستہ رہنے والا کبھی بری خصلتوں کا مرتکب نہیں ہو سکتا اور جو بری خصلتوں کو ا لیتا ہے وہ خدا سے وابستہ نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ جس کی فکر صحیح ہو گی اس کا قول سچا اور عمل اختیاری ہو گا۔ فرمایا کہ خدا کے علاوہ کسی سے بھی انس رکھنا وحشت کا باعث ہے۔ فرمایا کہ اوامر و نواہی اور تصوف کے احکام میں صبر و ضبط نہایت ضروری ہے۔

باب۔ ۳۷

حضرت جعفر جلدی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ حضرت جنیدؒ بغدادی کے تمام اصحاب میں سب سے زیادہ شریعت و طریقت پر گامزن اور علوم حقائق کے راز داں تھے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تصوف کے موضوع پر ایک سو بیس تصانیف موجود ہیں لیکن جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ ان میں حضرت حکیم ترمذی کی بھی کوئی تصنیف موجود ہے؟ فرمایا کہ ان کو جماعت صوفیاء میں شمار ہی نہیں کرتا البتہ مشائخ کے مقبول لوگوں میں سے تھے۔

حالات:۔ آپ کے ایک مرید خاص حمزہ علوی جو ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے انہوں نے ایک رات جب اپنے گھر کے لئے آپ سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ آج ٹھہر جاؤ کل چلے جانا لیکن انہوں نے از راہ ادب کوئی جواب نہیں دیا کیوں کہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ رات کو گھر پہنچ کر مرغ پکا لیا جائے تاکہ صبح کو اہل و عیال کے لئے کھانے کا انتظام ہو سکے لیکن جب آپ کے حکم کے بعد یہ خیال آیا کہ اگر میں ٹھہر گیا تو اہل و عیال میرے انتظار میں بھوکے رہ جائیں گے اس خیال سے انہوں نے پھر دوبارہ اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے گھر پر ایک ضروری کام ہے اس لئے جانا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے چنانچہ انہوں نے گھر پہنچ کر مرغ پکانے کے بعد جب اپنی بچی سے کہا کہ سالن کی دیگچی چولہے سے اتار لاؤ تو وہ بیچاری دیگچی سمیت گر پڑی جس کی وجہ سے تمام سالن بھی زمین پر گر گیا لیکن انہوں نے کہا کہ زمین پر گرا ہوا سالن اٹھا لو۔ گوشت کو دھو کر کھا لیں گے۔ دریں اثنا ایک کتا آیا اور زمین پر گرا ہوا سالن کھا گیا یہ دیکھ کر انہیں بہت صدمہ ہوا اور اس خیال کے تحت کہ سالن سے تو محرومی ہو چکی ہے اب مرشد کی صحبت سے کیوں محروم رہوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور جب وہاں پہنچے تو شیخ نے فرمایا کہ اے جعفر جو شخص صرف ایک گوشت کے ٹکڑے کے لئے شیخ کو صدمہ پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا گوشت کتوں کو کھلا دیتا ہے۔ یہ سن کر وہ بہت متاثر ہوئے اور حکم عدولی سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گئے۔ آپ کا ایک نگینہ گم ہو گیا تو آپ کے

دعا پڑھنے کے بعد وہ کتاب میں مل گیا۔

ارشادات :۔ ایک مرتبہ آپ نے حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ تصوف اس حالت کو کہتے ہیں جس میں مکمل طور پر ربوبیت کا اظہار ہونے لگتا ہے اور عبودیت فنا ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ تکوین فقراء کا ایک ایسا مقام ہے جس کے ذریعہ مراتب عظیم حاصل ہونے لگتے ہیں اور جو درویش تکوین سے بہرہ مند ہوتا ہے وہ مراتب ترقی ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ اگر تم کسی درویش کو زیادہ کھانے والا پاؤ تو سمجھ لو کہ وہ خامی سے خالی نہیں ہے یا تو اپنی گزشتہ زندگی میں وہ زیادہ کھانے والا رہا ہے یا پھر اس کے بعد اسی حالت میں مبتلا ہوا ہے جس کی وجہ سے راستہ سے ہٹ گیا۔ فرمایا کہ دینی و دنیاوی تمام مفادات صرف ایک لمحہ کے صبر سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ توکل کی تعریف یہ ہے کہ خواہ کوئی شے موجود ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں یکسانیت رہنی چاہئے بلکہ اگر نہ ہو تو خوش ہونا چاہئے اور اگر ہو تو غم رہنا چاہئے۔ فرمایا کہ اپنے نفس کو کمتر سمجھتے ہوئے مسلمانوں کی تعظیم کرنا ہی شجاعت ہے۔ فرمایا کہ ایمان کی مہلک اشیاء سے احراز کرنا دانش مندی کی دلیل ہے۔ فرمایا کہ اگر اہل حق کا حصول چاہتے ہو تو بلند ہمت بن جاؤ، اس لئے کہ بلند ہمتی کے بغیر مراتب مجاہدہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ فرمایا کہ نفس میں گرفتار رہنے والوں کو لذت نفس حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ اپنے احوال کی لذت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے اہل حقیقت نے ان علائق کو منقطع کر دیا ہے۔

فرمایا کہ جو شخص معرفت نفس کے لئے سعی نہیں کرتا اس کی خدمت قبول نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ روح صالحین ہر حال میں صداقت کے ساتھ مطالبہ کرتی رہتی ہے اور جس کی روح مجسم معرفت بن جاتی ہے وہی قلوب کے احوال کا راز داں بن سکتا ہے اور جس کی روح مجسم مشاہدہ بن جاتی ہے اس کو علم لدنی حاصل ہونے لگتا ہے۔

وفات :۔ آپ کا مزار حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے قریب شونیزیہ کے قبرستان میں ہے۔

باب ۔ ۴۷

حضرت شیخ ابو الخیر اقطع رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :۔ آپ صحرائے رضا کے بادیہ پیما و ریاضت کے بحر بیکراں تھے اور ایسا بلند مرتبہ پایا تھا کہ تمام ذی روح جانور آپ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ آپ کی کرامات کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ آپ مغرب کے باشندے اور حضرت جلاء کے صحبت یافتہ تھے۔

حالات: ۔ جس وقت آپ کوہ لبنان پر مقیم تھے تو بادشاہ وقت نے حسب معمول وہاں کے فقراء میں ایک ایک دینار تقسیم کیا لیکن آپ نے اپنا دینار ایک ساتھی کو دے کر شہر کا رخ کیا۔ اتفاق سے اس دن آپ نے بلا وضو قرآن کو ہاتھ لگا دیا تھا جس کی وجہ سے بہت فکر مند اور پریشان تھے اور جب پریشانی کے عالم میں آپ شہر کے بازار میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے چوری کے جرم میں کچھ افراد کو گرفتار کر رکھا تھا اور وہاں کے صوفیاء نے آپ کو بھی پریشان دیکھ کر چوری کے جرم میں گرفتار کروا دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ صرف مجھے گرفتار کر کے باقی تمام کو چھوڑ دو کیوں کہ میں ہی ان سب کا سرغنہ ہوں اور جو سزا تم ان سب کو دینا چاہتے ہو وہ سب مجھ کو دے دو۔ چنانچہ آپ کا ہاتھ کاٹ کر باقی ماندہ افراد کو رہا کر دیا۔ اور جب بعد میں یہ علم ہوا کہ آپ حضرت ابو الخیر ہیں تو ندامت کے ساتھ سب نے آپ سے معافی چاہی اور آپ کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد جب آپ گھر پہنچے تو اہل خانہ نے کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر بہت نوحہ وزاری شروع کر دی مگر آپ نے فرمایا کہ رنج و غم کے بجائے اس لئے خوشی مناؤ کہ اگر ہاتھ کاٹا نہ جاتا قلب کاٹ دیا جاتا۔ اس لئے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس سے میں نے بلا وضو قرآن کو چھو لیا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کے ہاتھ میں اس قسم کا پھوڑا نکل آیا کہ بغیر کاٹ دینے کے اور علاج ممکن نہ رہا لیکن آپ نے جب ہاتھ کٹوانے سے انکار کر دیا تو مریدوں نے اطباء کو مشورہ دیا کہ جس وقت آپ نماز میں مشغول ہوں اس وقت ہاتھ کاٹ دیا جائے چنانچہ ایسا ہی عمل کیا گیا اور آپ کو حالت نماز میں ہاتھ کٹنے کا کوئی احساس تک نہیں ہوا۔

ارشادات: ۔

آپ نے فرمایا کہ جب تک خدا کے ساتھ بندے کی نیت صاف نہ ہو قلب مصفا نہیں ہو سکتا اور جب تک وہ بندہ اہل اللہ کی خدمت نہیں کرتا جسم مصفا نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ قلب کے دو مقام ہیں اول یہ کہ جس قلب کا مقام ایمان ہے اس کی شناخت یہ ہے کہ بندہ مومن ایسے امور انجام دیتا ہے جس میں اہل ایمان کی خیر خواہی اور بہتری مضمر ہو۔ اور ہمہ وقت مسلمانوں کی اعانت پر کمر بستگی محسوس ہوتی ہو اور دوسرا مقام نفاق ہے جس کی پہچان یہ ہے کہ وہ نفاق و کینہ پروری میں مشغول رہتا ہے۔

فرمایا کہ دعویٰ کرنا تکبر ہے جس کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ اس بندے کے سوا کوئی اعلیٰ مقام حاصل نہیں کر سکتا جو خدا کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے آداب عبودیت کو بہتر طریقہ پر بجا لاتا ہے اور خدا کے فرائض کو بخوبی انجام دیتا ہے۔ اور نیک لوگوں کی صحبت میں رہ کر بری صحبتوں سے کنارہ کش رہتا ۔

باب ۔ ۷۵

حضرت ابو عبداللہ محمد بن حسین تروغندی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف :۔ آپ طوس کے تمام مشائخ میں سب سے زیادہ ذی مرتبت اور عاشقان خدا میں سے تھے اور بہت سے مشائخ سے ملاقات کے علاوہ حضرت ابو عثمان طبری کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔

ارشادات :۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرید ہمیشہ غم میں مبتلا رہتا ہے لیکن نہ سرور ہے نہ رنج و عذاب. پھر فرمایا کہ مخالفین نفس سے ہی صوفی و زاہد بن سکتا ہے۔ فرمایا کہ ہر بندے کو اسی کی وسعت کے مطابق معرفت عطا کی گئی ہے اور اسی کے مطابق معرفت کی مصیبت میں بھی مبتلا کیا گیا ہے تاکہ وہ مصیبت معرفت میں اس کی اعانت کرتی رہے۔ فرمایا کہ جو شخص عہد شباب میں عبادت سے گریزاں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبر سنی میں ذلیل ور سوا کرتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص صدق دلی کے ساتھ مرد حق کی ایک دن خدمت کرتا ہے وہ تاحیات اس دن کی برکت سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اس سے اس شخص کے مراتب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو تمام عمر صوفیاء کی خدمت گزاری میں صرف کر دیتا ہے فرمایا کہ جو شخص اس نیت سے ترک دنیا ترک کرتا ہے کہ لوگ اس کو نگاہ عزت سے دیکھیں تو وہ بہت بڑا دنیادار اور حریص ہے۔

باب ۔ ۷۶

حضرت قطب الدین اولیاء ابو اسحٰق ابراہیم بن شہریار گار زونیؒ کے حالات و مناقب

تعارف : آپ کا شمار قطب الاولیاء میں ہوتا ہے اور آپ شریعت و طریقت کے پیشواؤں میں سے تھے آپ کے فضائل و خصائل کا تفصیلی طور پر احاطہ تحریر میں لانا کسی طرح ممکن نہیں آپ احکام الٰہیہ کی ادائیگی اور اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے اسی لئے آپ کے مزار کو تریاق اکبر کہا جاتا ہے کہ جو شخص آپ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔

آپ کے دادا آتش پرست اور والدین مسلمان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جس مکان میں آپ تولد ہوئے اس رات آپ کے مکان میں نور کا ایک ستون زمین سے آسمان تک قائم ہو گیا تھا اور اس میں ہر سمت اس طرح شاخیں پھیلی ہوئی تھیں کہ ہر شاخ سے نور بکھر رہا تھا۔

حالات : بچپن ہی میں آپ کے والدین نے قرآن کی تعلیم دلوانے کا قصد کیا تو دادا نے منع کرتے ہوئے کہا کہ

ان کو کوئی پیشہ سکھانا چاہئے تاکہ والدین کی غربت کا ازالہ ہو سکے لیکن آپ نے اصرار کیا کہ میں تو قرآن ہی کی تعلیم حاصل کروں گا۔ چنانچہ والدین نے آپ کا رجحان دیکھ کر ایک معلم کے سپرد کر دیا اور آپ کے تعلیمی شوق کا یہ عالم تھا کہ تمام طلباء سے قبل مدرسہ میں پہنچ جاتے اور سب سے پہلے اپنا سبق یاد کر لیا کرتے تھے اس طرح آپ تمام ساتھیوں میں سبقت لے گئے اور بہت سے علوم و فنون میں مہارت حاصل ہو گئی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص عنفوان شباب میں عبادت کی جانب مائل ہوتا ہے اس کے باطن کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے روشن کر دیتا ہے اور چشمہ حکمت اس کی زبان سے جاری ہونے لگتے ہیں اور جو بچپن و جوانی میں خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور بڑھاپے میں تائب ہوتا ہے گو اسے فرمانبردار تو کہا جا سکتا ہے لیکن کمال حکمت تک اس کی رسائی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ جب میں بچپن میں حصول علم میں مشغول تھا اسی وقت سے مجھے راہ طریقت کا اشتیاق پیدا ہوا اور اس عہد میں یہ تین بزرگ بہت ہی صاحب فضیلت تھے حضرت عبداللہ خفیفؒ، حضرت حارث محاسبیؒ، حضرت عمرو بن علیؒ۔ چنانچہ میں نے نماز استخارہ پڑھ کر سجدے میں دعا کی کہ اے اللہ! مجھے مطلع فرما دے کہ ان تینوں بزرگوں میں سے کس کے دامن سے وابستگی اختیار کروں اس دعا کے بعد مجھے سجدے میں نیند آ گئی اور خواب میں ایک بزرگ اونٹ پر بہت سی کتابیں لادے ہوئے تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ تمام کتب حضرت عبداللہ خفیف کی ہیں اور انہوں نے یہ تمام کتب اونٹ سمیت تمہیں ارسال کی ہیں۔ چنانچہ خواب سے بیداری کے بعد میں سمجھ گیا کہ مجھے حضرت عبداللہ خفیف کے دامن سے وابستہ ہونا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت شیخ اکار رحمتہ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے اور حضرت عبداللہ خفیف کی بہت سی کتابیں مجھے عطا کیں۔ اس واقعہ سے مجھے اور زیادہ یقین ہو گیا اور میں نے انہیں کے طریقہ پر عبادت شروع کر دی۔

ایک مرتبہ آپ کے والدین نے کہا کہ تم نے درویشی تو اختیار کر لی ہے لیکن غربت کی وجہ سے تمہارے اندر مہمانداری کی استطاعت نہیں ہے جو درویشوں کا طرہ امتیاز ہے۔ اور یہ کمزوری ممکن ہے تمہیں اپنے راستہ سے ہٹا دینے کا باعث بن جائے۔ لیکن آپ نے والدین کو جواب دینے کے بجائے خموشی اختیار کر لی۔ اتفاق سے اسی سال رمضان شریف میں مسافروں کی ایک جماعت آپ کے یہاں آ کر مقیم ہو گئی اور آپ کے پاس اس وقت مہمان نوازی کے لئے کوئی شے بھی موجود نہیں تھی۔ اسی وقت ایک شخص روٹیوں سے بھری ہوئی دو بوریاں اور کھانے کے لوازمات لے کر مہمان نوازی کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب اس واقعہ کا علم آپ کے والدین کو ہوا تو وہ اپنی خام خیالی پر بہت نادم ہوئے اور آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اعانت فرما رہا ہے جس حد تک ہو سکے مخلوق کی خدمت کرتے رہو اور اس دن کے بعد سے آپ کے کام میں کبھی کوئی مداخلت نہیں کی۔

ایک مرتبہ جب آپ نے تعمیر مسجد کا قصد کیا تو حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے بیداری کے بعد اسی بنیاد پر مسجد کی تعمیر شروع کر دی۔ اور اتنی عظیم مسجد تعمیر کی جس میں تین صفیں آ سکتی تھیں۔ اس کے بعد پھر ایک شب آپ نے حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ صحابہ کرام کے ہمراہ تعمیر مسجد کی توسیع فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے مسجد کو اس قدر وسعت دے دی جتنی خواب میں دیکھی تھی۔

جب آپ نے سفر حج کا قصد فرمایا تو مشائخین بصرہ نے آپ کو دعوت دی جس میں انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے۔ لیکن آپ نے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا جس کی وجہ سے مشائخین کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ گوشت نہیں کھاتے ہیں، لیکن آپ نے ان کی نیت کا اندازہ لگا کر فرمایا کہ شاید تم لوگ یہ سوچ رہے ہو کہ میں گوشت نہیں کھاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے مگر آج سے تمہارے خیال کو قائم رکھنے کے لئے گوشت نہیں کھاؤں گا اور تاحیات آپ اپنے عہد پر قائم رہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ کے تحت آپ نے کھجور اور شکر نہ کھانے کا عہد کر لیا تھا اور ایک مرتبہ جب علالت کے باعث اطباء نے شکر کھانے کی تاکید کی تو آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

گارزون کے مجوسی نامی خورشید حاکم نے مفاد عامہ کے لئے جو نہر تعمیر کرائی تھیں آپ نے ازراہ تقویٰ کبھی اس کا پانی استعمال نہیں کیا۔ آپ اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ یہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کے بغیر کبھی کھانا نہ کھایا کرو۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی مرید نے اپنے عزیز کے ہاں جانے کی آپ سے اجازت طلب کی اور آپ کی اجازت سے جب وہ اپنے عزیز کے یہاں پہنچا تو اس کے ہمراہ کسی مہمان کے بغیر کھانا کھا کر واپس آیا تو کسی درویش سے اس کا جھگڑا ہو گیا اور اس فقیر نے اس پر جو جرم عائد کیا تھا وہ صحیح ثابت ہوا۔ جس کے نتیجہ میں اس درویش نے اس کے کپڑے اتروا کر برہنہ کر دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ مہمان کے بغیر کھانا کھانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ یہ سن کر اس نے توبہ کی اور مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھایا۔

اپنے زہد و ورع کے اعتبار سے نہ تو کبھی آپ نے حرام رزق کھایا اور نہ کبھی کسب حلال کے سوا لباس استعمال کیا اسی وجہ سے آپ کا لباس بہت گھٹیا درجہ کا ہوتا تھا اور کاشتکاری کے ذریعہ اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ ابتدائی دور میں آپ کے افلاس کا یہ عالم تھا کہ بھوک رفع کرنے کے لئے اتنی کثرت سے سبز گھاس استعمال کرتے تھے کہ جسم سے سبزی جھلکنے لگتی تھی اور جسم ڈھانپنے کے لئے بوسیدہ چیتھڑوں سے لباس تیار کر لیا کرتے تھے۔ ۸ ذیقعدہ بروز یک شنبہ ۴۲۶ھ بہتر یا تہتر سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

ایک مرتبہ دوران وعظ کوئی خراسانی عالم بھی اجتماع میں شریک تھا اور پورے مجمع میں آپ کے تاثر آمیز

وعظ سے ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اس وقت خراسانی عالم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میرا علم اس شیخ سے کہیں زائد ہے لیکن جو مقبولیت اس کو حاصل ہے وہ مجھے تمام علوم پر دسترس کے باوجود بھی حاصل نہیں۔ اس وقت آپ نے اپنی صفائے باطنی کے ذریعہ اس کی نیت کو بھانپ کر اجتماع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ قندیل کی طرف دیکھو کیونکہ آج قندیل کا تیل اور پانی آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ پانی کا قول ہے کہ خدا نے مجھے ہر شے پر فوقیت عطا کی ہے کیونکہ اگر میرا وجود نہ ہوتا تو لوگ شدید پیاس سے مرجایا کرتے اور مرتبہ تجھے حاصل نہیں اس کے باوجود تو میرے اوپر آجاتا ہے۔ اس کے جواب میں تیل نے کہا کہ میں منکسر المزاج ہوں اور تجھے غرور و تکبر ہے۔ کیونکہ میرا تخم پہلے زمین میں ڈالا گیا۔ پھر پودا نکلنے کے بعد کاٹ اور کوٹ کر مجھے کولہو میں پیلا گیا اس کے بعد میں نے خود کو جلا جلا کر دنیا کو روشنی عطا کی اور جس قدر اذیتیں مجھ کو پہنچائی گئیں میں نے اس سب کو نظرانداز کر دیا۔ جس کے بعد آپ نے وعظ ختم کر دیا۔ اور وہ خراسانی عالم آپ کے مفہوم کو سمجھ کر قدموں پر گر پڑا اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے یہ تصور ہو گیا کہ دوسروں سے صدقات لے کر مجھے فقراء پر خرچ نہ کرنا چاہئے ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جائے جس کا قیامت میں مجھ کو جوابدہ ہونا پڑے۔ اس خیال کے تحت میں نے تمام فقرا سے کہہ دیا کہ اپنے اپنے گھر جا کر خدا کی یاد کرتے رہو۔ لیکن اسی شب میں حضور اکرمؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اس لین دین سے تجھے خوفزدہ نہ ہونا چاہئے۔

دوران وعظ دو افراد اس خیال سے حاضر ہوئے کہ آپ سے یہ دعا کروائیں گے کہ ہمیں دنیاوی عیش و راحت میسر آجائے لیکن آپ نے ان دونوں کو دیکھتے ہی فرمایا کہ لوگوں کو چاہئے کہ مجھ سے صرف خدا کے واسطے ملاقات کے لئے حاضر ہوا کریں۔ دنیا کی طلب لے کر میرے پاس نہ آئیں کیونکہ اس نیت سے میرے آنے والوں کو کسی قسم کا ثواب حاصل نہیں ہو سکتا۔

آپ نے فرمایا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے تمام اوامر و نواہی پر مکمل طور سے عمل پیرا ہوں۔ اس وقت قاضی طاہر بھی شریک وعظ تھے انہیں خیال ہوا کہ شادی نہ کرنا بھی حکم الٰہی کے خلاف ہے۔ اور آپ نے شادی نہیں کی ہے۔ پھر یہ دعویٰ آپ کا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ چنانچہ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نکاح سے معاف کر دیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس وقت جنگل میں مصروف عبادت ہو کر سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتا ہوں تو ہر ذرہ میرے ساتھ تسبیح کرتا رہتا ہے۔

ایک یہودی مہمان خود کو مسلمان ظاہر کر کے آپ کے یہاں مقیم ہو گیا اور اس خوف سے کہ کہیں اس کا

قریب آپ پر ظاہر نہ ہو جائے مسجد کے ستون کے پیچھے چھپ گیا۔ اور آپ روزانہ اس کے لئے کھانا بھجوا دیا کرتے۔ لیکن چند روزہ قیام کے بعد جب اس نے رخصت کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ اے یہودی تجھے یہ جگہ پسند نہیں آئی؟ اس نے پوچھا کہ آپ کو میرے یہودی ہونے کا علم کیسے ہو گیا اور جانتے بوجھتے آپ نے میری خاطر مدارت کیوں کی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں مسلم و کافر دونوں کو رزق پہنچاتا رہتا ہے۔

ایک مرتبہ وزیر کا مصاحب میر ابوالفضل شرابی آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ شراب نوشی سے توبہ کر لے۔ اس نے جواب دیا کہ میں ضرور تائب ہو جاتا لیکن جب وزیر کی مجلس میں دور جام چلتا ہے تو مجبوراً مجھ کو بھی پینی پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس محفل میں تجھے شراب نوشی پر مجبور کیا جائے تو میرا تصور کر لیا کرو۔ چنانچہ جب وہ توبہ کر کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ تمام جام و سبو شکستہ پڑے ہیں اور شراب زمین پر بہہ رہی ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ بہت متاثر ہوا اور وزیر کے پوچھنے پر پورا واقعہ بیان کر دیا۔ اس کے بعد سے وزیر نے کبھی اس کو شراب نوشی پر مجبور نہیں کیا۔

ایک شخص اپنے لڑکے سمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس پہنچ کر توبہ کرنے والا اگر توبہ شکنی کرے گا تو اس کو دنیا میں بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن ان دونوں نے چند ہی یوم کے بعد توبہ شکنی کا ارتکاب کیا اور اس کی سزا میں دونوں آگ میں جل کر مر گئے۔

ایک پرندہ کہیں سے آکر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجھ سے خوفزدہ نہیں ہے، پھر ایک مرتبہ ہرن آپ کے نزدیک آ کھڑا ہو گیا تو آپ نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے ملاقات کرنے آیا ہے۔ اس کے بعد خادم کو حکم دیا کہ اس کو جنگل میں چھوڑ آؤ۔

اقوال وارشادات: ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس پر حیرت ہوتی ہے جو اپنے پاکیزہ و حلال لباس کو حرام رنگ سے رنگ لیتا ہے۔ یعنی نیل سے رنگتا ہے۔ حالانکہ اس وقت آپ خود بھی نیلی چادر میں ملبوس تھے۔ لیکن فرمایا کہ یہ چادر حلال نیل سے رنگی ہوئی ہے۔ اور یہ میرے پاس کرمان سے آئی ہے۔ فرمایا کہ خورد و نوش کے معاملہ میں جو اپنا محاسبہ نہیں کرتا اس کی مثال جانوروں جیسی ہے۔ فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ کر ذکر الٰہی کرتے رہو۔ فرمایا کہ نور الٰہی حصول بصیرت کا ذریعہ ہے کیونکہ نور و آخرت دونوں ہی غیب سے متعلق ہیں اور غیب کا مشاہدہ غیب ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ عارف کے لئے کمترین عذاب یہ ہے کہ اس سے ذکر الٰہی کی حلاوت سلب کر لی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اہل دنیا تو انسان کے ظاہری اعتقاد کو دیکھ کر اس کو معیوب قرار دیتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ باطنی عیوب سے معیوب قرار دیتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا کی تمام اشیاء کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع کرتے رہو کیونکہ دین و دنیا میں اس کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ فرمایا کہ

گازرون میں چند مسلمانوں کے سوا سب آتش پرست ہیں۔ لیکن ایک دن وہ آئے گا کہ معاملہ اس کے برعکس ہو گا چنانچہ اس قول کے بعد ۲۴ ہزار آتش پرستوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ فرمایا کہ جوانمرد وہی ہے جو لیتا اور دیتا رہے۔ اور نیم مرد وہ ہے جو لیتا نہ ہو بلکہ دیتا ہو اور نامرد وہ ہے جو نہ لیتا ہو اور نہ دیتا ہو۔ فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری مسجد سے لے کر آسمان تک ایک ایسی سیڑھی لگی ہوئی ہے اور لوگ اس پر چڑھ کر آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور خدا نے اس جگہ کو وہ عظمت بخشی ہے کہ یہاں کی زیارت کرنے والا دینی و دنیوی مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ دنیاوی مصائب پر صبر کرنے والا آخرت میں اس کا صلہ پاتا ہے۔ فرمایا کہ کہ اگر تم پہلے لوگوں جیسا بننا چاہتے ہو تو اس بات کی کوشش کرو کہ اگر تم ان جیسے نہیں بن سکتے تو کم از کم ان کے احباب میں شامل ہو جاؤ۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہر بندے کو اپنی عطا سے نوازا ہے۔ لیکن مجھے لذت مناجات عطا ہوئی ہے اسی طرح خدا نے ہر بندے کو کسی نہ کسی شے کا انس عطا کیا ہے لیکن مجھ کو صرف اپنی محبت سے نوازا ہے۔ فرمایا کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ رات میں اٹھکر وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم دو ہی رکعت پڑھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بیدار ہو کر کلمہ شہادت پڑھے۔

چند افراد آپ کی خانقاہ کے سامنے سے شیر کو پکڑ کر لے جا رہے تھے تو آپ نے شیر سے پوچھا کہ تجھے کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم لوگ اپنی چال پر اعتماد نہ کرو کیونکہ ابلیس کا دام فریب ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ اور کثرت کے ساتھ شیران طریقت اس کے دام میں گرفتار ہیں۔ اس وقت آپ کے کہنے کا انداز اس قدر تاثیر آمیز تھا کہ حاضرین پر بہت دیر تک رقت طاری رہی۔ فرمایا کہ اللہ اگر تو مجھ کو قیامت میں بخشش کے قابل سمجھتا ہے تو میرے ہمراہ میرے تمام احباب کی بھی بخشش فرما دینا تاکہ سب مل کر خوشیاں منائیں اور اگر میں مغفرت کا سزاوار نہ ہوں تو پھر مجھے ایسی جہنم میں ایسے راستہ بھیجنا کہ دوسرے لوگ مجھے نہ دیکھ سکیں اور میرے معاندین خوش نہ ہوں۔ فرمایا کہ شہوانی جذبات پر غلبہ نہ پانے والوں کے لئے نکاح کرنا بہت ضروری ہے تاکہ فتنہ سے محفوظ رہ سکیں۔ اور اگر میرے نزدیک عورت و دیوار میں کوئی فرق نہ ہوتا تو میں بھی ضرور نکاح کر لیتا لیکن میری کیفیت تو دریا میں ڈوبتے ہوئے اس شخص جیسی ہے جس کو کبھی خلاصی کی امید ہو اور کبھی غرق ہونے کا خطرہ۔ فرمایا کہ انس الٰہی اور مناجات سے لذت حاصل نہ کرنے والا موت کے وقت سب سے زائد بد نصیب ہوتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہے جو خدا کا انس اور مناجات حاصل کر کے دنیا سے رخصت ہو۔ فرمایا کہ دنیاوی بادشاہ سے بغاوت کرنے والے کا مال و اسباب ضبط کر لیا جاتا ہے اور بزرگوں کی مخالفت کرنے والوں کا دین اللہ تعالیٰ تباہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ بندہ خوفزدہ کیوں نہ ہو جب کہ ایک طرف نفس و شیطان ہے اور دوسری جانب سلطان

اور ان دونوں کے مابین بندہ عاجز و مجبور ہے۔ فرمایا کہ خوشامدی لوگوں سے کنارہ کش رہو اس لئے کہ ان سے مصائب و فتنوں کا ظہور ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں تھیلی کا منہ کھول دینے والے کے لئے خدا تعالیٰ جنت کے دروازے کشادہ کر دیتا ہے اور اس کی راہ میں بخل کرنے والوں پر جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عام بندوں پر عذاب اور خاص بندوں پر عتاب نازل کرتا ہے اور جس وقت تک عتاب باقی رہتا ہے محبت بھی باقی رہتی ہے۔ فرمایا کہ چار طرح کے لوگوں کے سامنے خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے۔ اول اہل و عیال، دوم مریض، سوم صوفیاء، چہارم بادشاہ۔

جو لوگ حصول طریقت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ان سے فرماتے کہ فقر و تصوف بہت سخت کام ہے کیونکہ اس میں سب سے پہلے بھوک وپیاس اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لوگ صوفی و درویش کو گداگر کہتے ہیں۔ لہٰذا اگر تم ان تمام چیزوں کے لئے تیار ہو تب تو درویشی کا قصد کرو ورنہ اپنے ارادے سے باز رہو اور ہر ممکن طریقے سے ذکر الٰہی میں مشغول رہو۔ بس یہی عبادت تمہارے لئے بہت کافی ہے۔ فرمایا کہ کسی کے ساتھ برائی کرنے سے خائف رہو کیونکہ کسی سے برائی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مسلط کر دیتا ہے کہ وہ اس سے برائی کا بدلہ لیتا رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے "اگر تم دوسرے کے ساتھ نیکی کرتے ہو تو حقیقت میں وہی نیکی ہے اور اگر تم دوسرے کے ساتھ برائی کرتے ہو تو وہ برائی حقیقت میں اپنے ہی نفس کے ساتھ کرتے ہو"۔ فرمایا کہ خدا کے خزانے میں ایک ایسی شراب ہے جو ہر صبح اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو پلاتا ہے اور وہ ہر قسم کے کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا کا محبوب کبھی دنیا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔

آپ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ بوڑھے اور بچے سب ہی آپ کی زیارت کے شوق میں جمع ہو گئے اور جب لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ ان بچوں کو آپ کے مراتب کا علم کیسے ہو گیا، آپ نے جواب دیا کہ یہ سب مجھ سے اس لئے واقف ہیں، کہ جب رات کو یہ سب سو جاتے ہیں تو میں کھڑا ہو کر ان کی فلاح و بہبود کی دعائیں کرتا ہوں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجاہدات کی انتہا یہ ہے کہ اپنی تمام تر سعی و مشقت اس کے سپرد کر دیں جو ہر قسم کی سعی و مشقت سے پاک ہے۔ یعنی اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ اگر بادشاہ یا وزیر آپ کو اس یقین دہانی کے بعد کہ یہ کسب حلال ہے کچھ دینا چاہے تو کیا آپ قبول کر لیں گے؟ فرمایا کہ میں اس لئے کبھی قبول نہیں کر سکتا کہ ان لوگوں نے اپنی مصلحت کو ترک کر دیا اور ترک مصلحت کرنے والے اپنے جرم کی پاداش میں دنیا میں ہی ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں ان کی کسی شے کو قبول کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

آپ نے فرمایا، ہر لحہ علوم شریعت حاصل کرتے رہو کیونکہ اہل طریقت و حقیقت کو کسی حال میں بھی علم سے مفر نہیں اور جب علم حاصل کر لو تو ریا سے پرہیز کرو اور اپنے علم کو مخلوق سے پوشیدہ نہ رکھو اور اپنے علم پر عمل پیرا ہو کر رضائے حق کے متلاشی رہو کیونکہ بے عمل عالم کی مثال بے روح کے جسم جیسی ہوتی ہے اور علم کا حصول دنیا کا ذریعہ بھی نہ بناؤ جیسا کہ حضور اکرمؐ کا فرمان ہے کہ "عمل آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے عزت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا نام اہل جہنم میں درج کر لیا ہے"۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ امور دنیاوی سے آخرت طلب کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ باقی نہیں رہتا۔ اور حصول علم کے بعد رزق حلال حاصل کرنے سے بہتر اور کوئی شے نہیں کیونکہ رزق حلال طلب نہ کرنے والے کا کوئی عمل اور دعا قبول نہیں ہوتی اور اگر تم نے ان سب باتوں پر عمل کر لیا تو پھر خدا کے لئے اپنی زندگی وقف کر دو۔

وفات۔ انتقال کے وقت آپ نے مریدین سے فرمایا کہ میں بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ اس لئے تمہیں چار نصیحتیں کرتا ہوں انہیں سن کر ان پر عمل پیرا رہنا۔ اول یہ کہ میرے جانشین کی اطاعت کرنا، دوم صبح کو روزانہ تلاوت قرآن پاک کرتے رہنا۔ سوم یہ کہ مسافر کی اچھی طرح مدارات کرنا، چہارم یہ کہ باہم پیار و محبت سے رہنا۔

آپ نے اپنے تمام ارادت مندوں کے نام درج رجسٹر کر لئے تھے اور آخری وقت یہ وصیت فرمائی کہ اس رجسٹر کو میری قبر میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کر کے رجسٹر قبر میں رکھ دیا گیا۔

انتقال کے بعد خواب میں کسی نے دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے معمولی بخشش تو یہ فرمائی کہ میرے رجسٹر میں درج شدہ تمام مریدین کی مغفرت فرما دی۔

آپ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے کہ اللہ جو میرے پاس اپنی کوئی حاجت لے کر آئے اس کی مراد پوری فرما دے۔

باب۔ ۷۷

حضرت ابو الحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ طریقت و حقیقت کا سرچشمہ، فیوض و معرفت کا منبع و مخزن تھے اور آپ کی عظمت و بزرگی مسلمہ تھی۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کا دستور یہ تھا۔ کہ سال میں ایک مرتبہ مزارات شہداء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور جب خرقان پہنچتے تو فضا میں منہ اوپر اٹھا کر اس طرح سانس کھینچتے جیسے کوئی خوشبو

سونگھنے کے لئے کھینچتا ہے۔ ایک مرتبہ مریدین نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں ہمیں تو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سرزمین خرقان سے ایک مرد کی خوشبو آئی ہے جس کی کنیت ابوالحسن اور نام علی ہے۔ اور کاشتکاری کے ذریعہ اپنے اہل و عیال کی رزق حلال سے پرورش کرے گا۔ اور مجھ سے مرتبہ میں تین گنا ہو گا۔

حالات۔ بیس سال تک آپ کا یہ معمول رہا کہ خرقان سے بعد نماز عشاء حضرت بایزید کے مزار پر پہنچ کر یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! جو مرتبہ تو نے بایزید کو عطا کیا وہی مجھ کو بھی عطا فرما دے۔ اس دعا کے بعد خرقان واپس آ کر نماز فجر ادا کرتے اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے اس نیت کے ساتھ الٹے پاؤں واپس ہوتے کہ کہیں حضرت بایزید کے مزار کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ پھر بارہ سال اپنے معمول پر قائم رہنے کے بعد حضرت بایزید کی قبر سے یہ آواز سنی کہ اے ابوالحسن! اب تیرا بھی دور آگیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تو قطعی امی ہونے کی وجہ سے علوم شرعیہ سے ناواقف ہوں اس لئے میری ہمت افزائی فرمایئے۔ ندا آئی کہ مجھے جو کچھ مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ صرف تمہاری ہی بدولت حاصل ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ آپ تو مجھ سے انتالیس سال قبل دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ندا آئی کہ یہ قول تو تمہارا درست ہے۔ لیکن حقیت یہ ہے کہ جس وقت بھی میں سرزمین خرقان سے گزرتا تھا۔ سو اس سرزمین سے آسمان تک ایک نور ہی نور نظر آتا تھا اور میں اپنی ضرورت کے تحت بیس سال تک دعا کرتا رہا لیکن قبول نہیں ہوئی اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا کہ تو اس نور کو ہماری بارگاہ میں شفیع بنا کر پیش کرے تو تیری دعا قبول کر لی جائے گی چنانچہ اس حکم پر عمل ہونے سے دعا قبول ہو گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد آپ خرقان واپس ہوئے تو صرف ۲۴ یوم میں مکمل قرآن ختم کر لیا۔ لیکن بعض روایت میں یہ ہے کہ حضرت بایزید کے مزار سے ندا آئی کہ سورۃ فاتحہ شروع کرو اور جب آپ نے شروع کی تو خرقان تک پہنچنے تک پورا قرآن ختم کر لیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے باغ کی کھدائی کر رہے تھے تو وہاں سے چاندی بر آمد ہوئی تو آپ نے اس جگہ کو بند کر کے دوسری جگہ سے کھدائی شروع کی تو وہاں سے سونا بر آمد ہوا پھر تیسری جگہ سے مروارید اور چوتھی جگہ سے جواہرات بر آمد ہوئے لیکن آپ نے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اور فرمایا کہ ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کیا اگر دین و دنیا دونوں بھی مہیا ہو جائیں جب بھی وہ تجھ سے انحراف نہیں کر سکتا۔ ہل چلاتے وقت جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ بیلوں کو چھوڑ کر نماز ادا کرتے اور جب نماز پڑھ کر کھیت پر پہنچتے تو زمین تیار ملتی۔

ایک دفعہ شیخ المشائخ حضرت ابوالعمر ابو عباس نے آپ سے کہا کہ چلو میں اور تم درخت پر چڑھ کر چھلانگ لگائیں۔ آپ نے فرمایا کہ چلئے میں اور آپ فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر اور خدا تعالیٰ کا دست

کرم پکڑ کر چھلانگ لگائیں۔ پھر ایک مرتبہ شیخ المشائخ نے پانی میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی پکڑ کر آپ کے سامنے رکھ دی۔ اس کے جواب میں آپ نے تنور میں ہاتھ ڈال کر زندہ مچھلی آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آگ میں سے زندہ مچھلی پکڑ کر نکالنا پانی میں مچھلی نکالنے سے کہیں زیادہ معنی خیز ہے۔ پھر ایک دن شیخ المشائخ نے کہا کہ چلو ہم دونوں تنور میں کود جائیں۔ پھر دیکھیں زندہ کون نکلتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح نہیں بلکہ ہم دونوں اپنی نیستی میں غوطہ لگا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی سے کون باہر آتا ہے۔ یہ سن کر شیخ المشائخ نے سکوت اختیار کر لیا۔

شیخ المشائخ فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسن کے خوف کی وجہ سے مجھے بیس سال تک نیند نہیں آئی اور جس مقام پر میں پہنچتا ہوں انہیں اپنے سے چار قدم آگے ہی پاتا ہوں۔ اور دس مرتبہ اس کی کوشش کی کہ کسی طرح میں ان سے قبل حضرت بایزید کے مزار پر پہنچ جاؤں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ خدا نے ان کو وہ طاقت عطا کی ہے کہ تین میل کا راستہ لمحہ بھر میں طے کر کے بسطام پہنچ جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنی چار انگلیاں پکڑ کر ایک انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو اس حدیث کا طالب ہے اس کا قبلہ یہی ہے۔ اور جب یہ مقولہ شیخ المشائخ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے عبرت کے طور پر فرمایا کہ دوسرا قبلہ ظاہر ہو جانے کے بعد ہم قدیم قبلہ بند کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سال حج کا راستہ بند کر دیا اور جو لوگ سفر حج پر روانہ ہو چکے تھے ان میں سے کچھ واپس آ گئے اور کچھ کا انتقال ہو گیا۔ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ حضرت شیخ المشائخ اتنے افراد کی موت کا ذمہ دار کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب ہاتھی زمین پر اپنا پہلو رگڑتا ہے تو مچھروں کی ہلاکت لازمی ہے۔

ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی مخدوش راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی دعا بتا دیجئے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھ کو یاد کر لینا۔ لیکن لوگوں نے آپ کے اس قول پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا سفر شروع کر دیا۔ لیکن راستے میں ان کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ تو ایک شخص جس کے پاس مال و اسباب بہت زیادہ تھا۔ جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے صدق دلی سے آپ کا نام لیا جس کے نتیجہ میں مال و اسباب سمیت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کو بہت تعجب ہوا۔ مگر جن لوگوں نے آپ کو یاد نہیں کیا تھا وہ سب لوٹ لئے گئے۔ پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ سب کی نظروں کے سامنے آ گیا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کہاں غائب ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا اور خدا نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ فرما دیا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ جماعت خرقان واپس آئی تو حضرت ابوالحسن نے عرض کیا کہ ہم صدق سے خدا کو یاد کرتے رہے اس کے باوجود بھی ہمارا مال

لوٹ لیا گیا۔ لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم صرف زبانی طور پر خدا کو یاد کرتے تھے۔ اور ابوالحسن خلوص قلب سے خدا کو یاد کرتا ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ تم ابوالحسن کو یاد کر لیا کرو۔ کیونکہ ابوالحسن تمہارے لئے خدا کو یاد کرتا ہے۔ اور خدا کو صرف زبانی یاد کرنا بے سود ہوتا ہے۔

کسی مرید نے آپ سے کوہ لبنان پر جاکر قطب العالم سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اور جب وہ کوہ لبنان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ تمام لوگ کسی کے منتظر ہیں۔ اس شخص نے جب ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہیں کس کا انتظار ہے تو انہوں نے کہا کہ پنج وقتہ نماز پڑھانے کے لئے قطب العالم تشریف لاتے ہیں۔ ہمیں انہیں کا انتظار ہے۔ یہ سن کر اس شخص کو بے حد مسرت ہوئی کہ بہت جلدی قطب العالم سے ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ہی دیر بعد لوگوں نے صف قائم کر لی اور نماز جنازہ شروع ہو گئی لیکن جب اس شخص نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ نماز جنازہ کے امام خود اس کے مرشد ابوالحسن ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا۔ اور ہوش آنے کے بعد دیکھا تو لوگ جنازے کو دفن کر چکے تھے اور آپ کا کہیں پتہ نہیں تھا پھر اس مرید نے اطمینان قلبی کے لئے پوچھا کہ امام صاحب کا کیا نام تھا؟ لوگوں نے کہا یہی تو قطب العالم حضرت ابوالحسن خرقانی تھے۔ اور اب نماز کے وقت پھر یہاں تشریف لائیں گے چنانچہ وہ مرید انتظار میں رہا اور جب آپ نماز پڑھ چکے تو اس نے بڑھ کر سلام کر کے دامن تھام لیا لیکن شدت خوف کی وجہ سے اس کی زبان سے ایک جملہ بھی نہیں نکلا پھر آپ نے اس کو ہمراہ لے جاتے ہوئے فرمایا کہ تو نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اسکو کبھی زبان پر نہ لانا کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ مجھ کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے ہوئے مخلوق کو میرے مراتب سے آگاہ نہ فرمائے سوائے حضرت بایزید بسطامی کے جو مرنے کے بعد بھی حیات ہیں۔

ایک مرتبہ آپ سے عراق جاکر درس حدیث میں شرکت کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی درس حدیث دینے والا موجود نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہاں تو کوئی مشہور محدث نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو میں ہی موجود ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے امی ہونے کے باوجود اپنے فضل و کرم سے مجھے تمام علوم پر آگاہی عطا فرمائی ہے۔ اور حدیث تو میں نے خود حضور اکرمؐ سے پڑھی ہے لیکن آپ کے اس قول کا اس شخص کو یقین نہیں آیا۔ چنانچہ رات کو خواب میں اس نے حضور اکرمؐ کو دیکھا کہ آپ فرمار ہے ہیں۔ جوانمرد سچی بات کہتے ہیں۔ اس خواب کے بعد صبح سے اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر حدیث کا درس لینا شروع کر دیا۔ اور آپ درس دیتے ہوئے کبھی یہ بھی فرماجاتے کہ یہ حدیث حضورؐ کی نہیں ہے۔ اس شخص نے جب پوچھا کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم حدیث پڑھتے ہو تو میں حضور

اکرمؐ کے مشاہدے میں مشغول رہتا ہوں اور جو صحیح حدیث ہوتی ہے اس کو پڑھتے وقت حضورؐ کی پیشانی پر مسرت کی جھلک ہوتی ہے لیکن جو حدیث صحیح نہیں ہوتی اس پر آپ کی پیشانی شکن آلود ہو جاتی ہے جس سے مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ صحیح حدیث کون سی ہے۔

حضرت عبداللہ انصاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک جرم میں گرفتار کر کے پابجولاں بلخ کی جانب لے چلے اور میں راستہ بھر یہ سوچتا رہا کہ میرے پاؤں سے کیا گناہ سرزد ہو گیا جس کی پاداش میں زنجیر سے جکڑا گیا ہے اور جب میں بلخ پہنچا تو دیکھا کہ عوام چھتوں پر چڑھے ہوئے مجھے پتھروں سے مارنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ اس وقت مجھے الہام ہوا کہ تو نے فلاں دن حضرت ابوالحسن کا مصلیٰ بچھاتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ دیا تھا اور یہ اسی کی سزا ہے چنانچہ میں نے اسی وقت توبہ کی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ ہاتھوں میں پتھر لئے کھڑے رہے اور کسی میں مجھے مارنے کی جرات نہ ہوئی اور زنجیریں خود بخود ٹوٹ کر گر یں اور حاکم نے میری رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت شیخ ابو سعید اپنے مریدین کے ہمراہ آپ کے یہاں مہمان ہوئے تو اس وقت گھر میں چند ٹکیوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ لیکن آپ نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان ٹکیوں پر ایک چادر ڈھانپ دو اور بقدر ضرورت مہمانوں کے سامنے نکال نکال کر رکھتی جاؤ۔ چنانچہ اس عمل سے تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا لیکن ایک روایت میں یہ ہے کہ اس وقت دسترخوان پر بہت سے مہمان تھے اور خادم چادر کے نیچے سے روٹیاں لالا کر رکھتا جاتا تھا اور آپ کی کرامت سے چادر میں ایسی برکت ہو گئی تھی کہ مسلسل روٹیاں نکلتی جا رہی تھی۔ حالاں کہ اس میں صرف چند ٹکیاں تھیں لیکن جب خادم نے آزمانے کے لئے چادر اٹھا کے دیکھا تو اس میں ایک روٹی بھی نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کیا اگر چادر نہ اٹھاتا تو قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر جب حضرت ابو سعید نے سماع کی فرمائش کی تو اس کے باوجود کہ آپ نے کبھی سماع نہیں سنا تھا از روئے مہمان نوازی اجازت دی دے اور جب قوال چٹکیاں بجا کر شعر پڑھ رہے تھے تو حضرت ابو سعید سے کہا کہ اب کھڑے ہونے کا وقت آگیا۔ اور تین مرتبہ اپنی آستین جھٹک کر اتنی زور سے زمین پر پاؤں مارے کہ خانقاہ کی دیواریں تک ہل گئیں اور حضرت ابو سعید نے گھبرا کر عرض کیا کہ بس کیجئے کیونکہ مکان گر جانے کا خطرہ ہو گیا ہے۔ اور زمین و آسمان آپ کے ساتھ وجد کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ سماع صرف اسی کے لئے جائز ہے جسکو آسمان سے عرش تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک کشادگی نظر آتی ہو اور اس سے تمام حجابات ختم کر دیئے گئے ہوں۔ پھر فرمایا لوگوں سے مخاطب ہو کر کہ اگر تم سے کوئی جماعت یہ سوال کرے کہ تم لوگ اس طرح رقص کیوں کرتے ہو تو جواب

دینا کہ گذشتہ بزرگوں کی اتباع میں جن کے ابوالحسن جیسے مراتب تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو سعید اور حضرت ابوالحسن نے اپنے قبض وبسط کے احوال کو باہمی تبدیل کرنے کا قصد کیا تو دونوں بزرگ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے جس کے بعد اچانک دونوں کی حالت تبدیل ہو گئی۔ اور حضرت ابو سعید گھر جا کر رات بھر زانو پر سر رکھے ہوئے روتے رہے۔ اور ادھر حضرت ابوالحسن رات بھر عالم وجد میں نعرے لگاتے رہے۔ صبح کو حضرت ابو سعید نے آکر عرض کیا کہ میرا خرقہ مجھے واپس کر دیجئے کیونکہ مجھ میں غم والم برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بسم اللہ! اس کے بعد دونوں آپس میں بغلگیر ہو گئے۔ اور دونوں اپنی پہلی سی حالت پر آ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابو سعید! میدان حشر میں تم مجھ سے پہلے مت آنا کیوں کہ تمہارے اندر شور قیامت برداشت کرنے کی قوت نہیں ہے اور جب وہاں پہنچ کر میں اس شور کو بند کروں اس وقت تم پہنچ جانا۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابوالحسن شور قیامت کو کس طرح بند کر سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک کافر کو یہ قوت عطا کر دی تھی کہ وہ اس پہاڑ کو جو چار میل کے فاصلہ پر تھا حضرت موسیٰ کے اوپر اٹھا کر پھینک دینا چاہتا تھا تو پھر یہ کس طرح غیر ممکن ہے کہ ایک مومن کو وہ اتنی طاقت عطا فرما دے کہ وہ شور قیامت کو ختم کر دے۔ پھر جب حضرت سعیدؒ نے رخصت ہوتے وقت احتراماً آپ کی چوکھٹ کا بوسہ دیا جس کا یہ مطلب تھا کہ میں آپ کا ہم پلہ نہیں ہوں اور آستان بوسی کو اپنے لئے فخر تصور کرتا ہوں پھر حضرت ابو سعید نے لوگوں سے کہا کہ آپ کی چوکھٹ کے پتھر کو اٹھا کر احترام کے طور پر محراب میں نصب کر دیں لیکن پتھر نصب کرنے کے بعد جب صبح کو دیکھا گیا تو وہ پتھر پھر اپنی جگہ پہنچ چکا تھا۔ اور مسلسل تین یوم تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ رات کو پتھر محراب میں نصب کر دیا جاتا اور صبح کو پھر آپ کی چوکھٹ پر نصب ہو جاتا لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ اب اس کو یہیں رہنے دو اور ابو سعید کے احترام کی نیت سے آپ نے خانقاہ کے اس دروازے کو بند کر کے آمدورفت کے لئے دوسرا دروازہ کھول دیا۔

ایک دن آپ نے حضرت ابو سعید سے فرمایا کہ آج میں نے تمہیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا ہے کیونکہ عرصہ دراز سے میں یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسا فرزند عطا فرما دے جو میرا ہمراز بن سکے اور اب میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسا شخص عطا کر دیا۔ حضرت ابو سعید نے کبھی آپ کے سامنے لب کشائی نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ شیخ کے بالمواجہ بات نہ کرنا ہی داخل ثواب ہے کیونکہ سمندر کے مقابلے میں ندیوں کو اہمیت نہیں ہوتی۔ پھر بتایا کہ خرقان آنے کے وقت میں ایک پتھر کی طرح تھا۔ لیکن آپ کی توجہ نے مجھے گوہر آبدار بنا دیا۔

حضرت ابو سعید ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے جس میں حضرت ابوالحسن کے

صاحبزادے بھی موجود تھے اس وقت ابو سعید نے فرمایا کہ خودی سے نجات پا جانے والے ایسے ہوتے ہیں جیسے بچہ شکم مادر سے پاک صاف نکلتا ہے اور وہ لوگ ایسے ہو گئے جس طرح عالم اروح سے عالم خاکی میں گناہوں سے پاک آتے ہیں۔ پھر آپ نے صاحبزادے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم ان لوگوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان میں ان صاحبزادے کے والد بزرگوار بھی شامل ہیں۔

ابو القاسم قشیری کا یہ مقولہ تھا کہ خرقان آنے کے وقت مجھ پر حضرت ابو الحسن کا خوف اس درجہ طاری تھا کہ بات کرنے کی بھی سکت نہیں تھی جس کی وجہ سے مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ شائد مجھے ولایت کے مقام سے معزول کر دیا گیا ہے۔ جب شیخ بو علی سینا آپ کی شہرت سے متاثر ہو کر بغرض ملاقات خرقان میں آپ کے گھر پہنچے اور آپ کی بیوی سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں تو بیوی نے جواب دیا کہ تم ایک زندیق و کاذب کو شیخ کہتے ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ شیخ کہاں ہیں؟ البتہ میرے شوہر تو جنگل میں لکڑیاں لانے گئے ہیں۔ یہ سن کر شیخ بو علی سینا کو خیال ہوا کہ جب آپ کی بیوی ہی اس قسم کی گستاخی کرتی ہے تو نہ معلوم آپ کا کیا مرتبہ ہے؟ گو میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ بہت ادنیٰ درجہ کے انسان ہیں۔ پھر جب آپ کی جستجو میں جنگل کی جانب روانہ ہوئے تو دیکھا کہ آپ شیر کی کمر پر لکڑیاں لادے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر بو علی سینا کو بہت حیرت اور قدم بوس ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے اور آپ کی بیوی آپ کے متعلق بہت بری بری باتیں کہتی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ایسی بکری کا بوجھ برداشت نہ کر سکوں تو پھر یہ شیر میرا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے؟ پھر آپ بو علی سینا کو اپنے گھر لے گئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ اب مجھے اجازت دے دو کیونکہ میں دیوار تعمیر کرنے کے لئے مٹی بھگو چکا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ دیوار پر جا بیٹھے اس وقت آپ کے ہاتھ سے بسولی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور جب بو علی سینا اٹھا کر دینے کے لئے آگے بڑھے تو وہ خود بخود زمین سے اٹھ کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر بو علی سینا آپ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔

ایک مرتبہ وزیر بغداد کے پیٹ میں اچانک ایسا شدید اٹھا کہ اطباء نے بھی جواب دے دیا۔ اس وقت لوگوں نے آپ کا جوتا لے جا کر وزیر کے پیٹ پر پھیر دیا اور وہ فوراً صحت یاب ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اپنا خرقہ مجھے پہنا دیجئے تاکہ میں بھی آپ ہی جیسا بن جاؤں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی عورت مردانہ لباس پہن کر مرد بن سکتی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب یہ ممکن نہیں ہے تو پھر تم میرا خرقہ پہن کر مجھ جیسے کس طرح بن سکتے ہو؟ اس جواب سے وہ بہت نادم ہوا۔ کسی نے آپ سے دعوت الی اللہ دینے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا جب تم مخلوق کو دعوت دینے کا قصد کرو۔ تو خود کو دعوت نہ دینا اس شخص نے کہا کہ کیا کوئی خود کو بھی دعوت دیتا ہے؟ فرمایا کہ

یقیناً اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی دوسرا شخص دعوت دے تو اس کو ناپسند کرو، اس طرح تم خود کو بھی دعوت دینے والے بن جاؤ گے لیکن دعوت الی اللہ دینے والے نہیں بن سکتے۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اپنا لباس پہنا کر اپنی جگہ بٹھادوں گا اور تیرا لباس پہن کر خود غلام کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ جس وقت سلطان محمود نے حضرت ابوالحسن سے ملاقات کی نیت سے خرقان پہنچا تو قاصد سے یہ کہا کہ حضرت ابوالحسن سے یہ کہہ دینا کہ میں صرف آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں لہٰذا آپ زحمت فرما کر میرے خیمہ تک تشریف لے آئیں۔ اور اگر وہ آنے سے انکار کریں تو یہ آیت تلاوت کر دینا۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اپنی قوم کے حاکم کی بھی اطاعت کرتے رہو چنانچہ قاصد نے آپ کو جب پیغام پہنچایا تو آپ نے معذرت طلب کی جس پر قاصد نے مذکورہ بالا آیت تلاوت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ محمود سے کہہ دینا کہ میں تو اطیعوا اللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعوا الرسول میں بھی ندامت محسوس کرتا ہوں ایسی حالت میں اولی الامر منکم ۔ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ قول جس وقت قاصد نے محمود غزنوی کو سنایا تو اس نے کہا کہ میں انہیں معمولی قسم کا صوفی تصور کرتا تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ وہ تو بہت ہی کامل بزرگ ہیں۔ لہٰذا ہم خود ہی ان کی زیارت کے لئے حاضر ہونگے اور اس وقت محمود نے ایاز کا لباس پہنا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر ایاز کو اپنا لباس پہنایا اور خود بطور غلام کے ان دس کنیزوں میں شامل ہو کر ملاقات کرنے پہنچ گیا۔ گو آپ نے اس کے سلام کا جواب تو دے دیا لیکن تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے اور محمود جو غلام کے لباس میں ملبوس تھا۔ اس کی جانب قطعی توجہ نہیں دی اور جب محمود نے جواب دیا کہ یہ دام فریب تو ایسا نہیں ہے جس میں آپ جیسے شاہباز پھنس سکیں۔ پھر آپ نے محمود کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ پہلے ان نامحرموں کو باہر نکال دو پھر مجھ سے گفتگو کرنا۔ چنانچہ محمود کے اشارے پر تمام کنیزیں باہر واپس چلی گئیں اور محمود نے آپ سے فرمائش کی کہ حضرت بایزید بسطامی کا کوئی واقعہ بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت بایزید کا قول یہ تھا کہ جس نے میری زیارت کر لی اس کو بدبختی سے نجات حاصل ہو گئی۔ اس پر محمود نے پوچھا کہ کیا ان کا مرتبہ حضور اکرمؐ سے بھی زیادہ بلند تھا۔ اس لئے کہ حضور کو ابوجہل و ابولہب جیسے منکرین نے دیکھا پھر بھی ان کی بدبختی دور نہ ہو سکی۔ آپ نے فرمایا کہ اے محمود! ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی ولادت میں تصرف نہ کرو کیونکہ حضور اکرمؐ کو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کے کسی نے نہیں دیکھا جس کی دلیل یہ آیت مبارک ہے۔ وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون۔ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ ان کو دیکھتے ہیں۔ جو آپ کی جانب نظر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ سن کر محمود بہت محظوظ ہوا۔ پھر آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ نواہی سے اجتناب کرتے رہو۔ با جماعت نماز ادا کرتے رہو۔

سخاوت و شفقت کو اپنا شعار بنالو اور جب محمود نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں خدا سے ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرمادے۔ پھر جب محمود نے عرض کیا کہ میرے لئے مخصوص دعا فرمایئے تو آپ نے کہا کہ اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو۔ اور جب محمود نے اشرفیوں کا ایک توڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جو کی خشک ٹکیہ اس کے سامنے رکھ کر جواب دیا کہ اس کو کھاؤ۔ چنانچہ محمود نے جب توڑ کر منہ میں رکھا اور دیر تک چبانے کے باوجود بھی حلق سے نہ اترا تو آپ نے فرمایا کہ شاید نوالہ تمہارے حلق میں اٹکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ تو فرمایا کہ تمہاری یہ خواہش ہے کہ اشرفیوں کا یہ توڑا اسی طرح میرے حلق میں بھی اٹک جائے لہٰذا اس کو واپس لے لو کیونکہ میں دنیاوی مال کو طلاق دے چکا ہوں اور محمود کے بے حد اصرار کے باوجود بھی آپ نے اس میں سے کچھ نہ لیا۔ پھر محمود نے خواہش کی کہ مجھ کو بطور تبرک کے کوئی چیز عطا فرمادیں۔ اس پر آپ نے اس کو اپنا پیراہن دے دیا۔ پھر محمود نے رخصت ہوتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت آپ کی خانقاہ تو بہت خوبصورت ہے فرمایا کہ خدا نے تمہیں اتنی وسیع سلطنت بخش دی ہے۔ پھر بھی تمہارے اندر طمع باقی ہے۔ اور اس جھونپڑی کا بھی خواہش مند ہے۔ یہ سن کر اس کو بے حد ندامت ہوئی اور جب وہ رخصت ہونے لگا تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ تو اس نے پوچھا کہ میری آمد کے وقت تو آپ نے تعظیم نہیں کی۔ پھر اب کیوں کھڑے ہوگئے۔ فرمایا کہ اس وقت تمہارے اندر شاہی تکبر موجود تھا۔ اور میرا امتحان لینے آئے تھے لیکن اب عجز و درویشی کی حالت میں واپس جا رہے ہو اور خورشید فقر تمہاری پیشانی پر رخشندہ ہے۔ اس کے بعد محمود رخصت ہوگیا۔ سومنات پر حملہ کرنے کے وقت جب محمود غزنوی کو غنیم کی بے پناہ قوت کی وجہ سے شکست کا خطرہ ہوا تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور آپ کا عطا کردہ پیراہن ہاتھ میں لے کر یہ دعا کی کہ اے خدا! اس پیراہن والے کے صدقہ میں مجھے فتح عطا فرما اور جو مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہوگا وہ سب فقراء کو تقسیم کر دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ غنیم کے مقابلہ میں صف آرا ہوا تو غنیم اپنے باہمی اختلافات کی بنا پر خود ہی آپس میں لڑنے لگا۔ جس کی وجہ سے محمود کو مکمل فتح حاصل ہوگئی۔ اور رات کو محمود نے خواب میں حضرت ابوالحسن کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں کہ اے محمود! تو نے اس قدر معمولی شے کے لئے میرے خرقہ کے صدقہ میں دعا کی اگر تو اس وقت یہ دعا مانگتا کہ تمام عالم کے کفار اسلام قبول کر لیں اور دنیا سے کفر کا خاتمہ ہو جائے تو یقیناً تیری دعا قبول ہوتی۔ ایک رات آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس وقت فلاں جنگل میں ایک قافلہ لوٹ کر قزاقوں نے بہت سے افراد کو مجروح کر دیا۔ لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ اسی شب کسی نے آپ کے صاحبزادے کا سر کاٹ کر گھر کی چوکھٹ پر رکھ دیا تھا۔ اور آپ کو قطعی اس کا علم نہ ہوا۔ اور جب یہ دونوں واقعات آپ کی بیوی کے علم میں آئے تو اس نے آپ کی ولایت سے انکار کر دیا اور کہا کہ ایسے شخص کا ذکر ہرگز نہ کرنا چاہئے جس کو دور کی

اطلاع تو ہو جائے لیکن گھر کے دروازے کا علم نہ ہو سکے لیکن آپ نے یہ جواب دیا کہ جس وقت قافلہ لوٹا گیا اس وقت تمام حجابات میرے سامنے سے اٹھا دیئے گئے تھے اور جس وقت لڑکے کو قتل کیا گیا اس وقت حجابات باقی تھے جس کی وجہ سے مجھے اس کے قتل کا علم نہ ہو سکا۔ اور جب آپ کی بیوی نے لڑکے کا سر دروازے پر دیکھا تو شفقت مادری کی وجہ سے بے چین ہو کر روتے پیٹتے ہوئے اپنے بال کاٹ کر لڑکے کے سر پر ڈال دیئے اور انسانی تقاضے کے طور پر حضرت ابوالحسن کو بھی اپنے صاحبزادے کے قتل کا رنج ہوا اور آپ نے بھی اپنی داڑھی کے بال صاحبزادے کے سر پر ڈالتے ہوئے بیوی سے فرمایا کہ یہ بیج ہم تم دونوں نے مل کر بویا تھا۔ اور تم اپنے بال کاٹ کر اور میں نے اپنی داڑھی کے بال اس کے سر پر ڈال دیئے اس طرح ہم دونوں برابر ہو گئے۔

ایک مرتبہ مریدین سمیت آپ کو سات یوم تک کھانا میسر نہ آسکا تو ساتویں دن ایک آدمی آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر آیا اور آپ کے دروازے پر آواز دی کہ میں یہ چیزیں صوفیاء کے لئے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ مجھ میں تو صوفی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا تم میں سے جو صوفی ہو وہ جا کر لے لے۔ لیکن کسی نے اپنے صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور سب فاقہ سے بیٹھے رہے۔ آپ کے ایک اور بھائی بھی تھے لہٰذا اگر آپ رات کو عبادت میں مشغول ہوتے تو دوسرے بھائی پوری رات ماں کی خدمت گزاری کرتے رہتے۔ ایک دن جب دوسرے بھائی کا نمبر ماں کی خدمت کرنے کا تھا تو اس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ آج میرے بجائے والدہ کی خدمت میں رہ جائیں تو میں رات بھر عبادت کر لوں۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور خود ماں کی خدمت میں رہے لیکن اسی شب عبادت کی ابتداء کرتے ہی آپ کے بھائی نے یہ غیبی ندا سنی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل میں بخش دیا۔ یہ سن کر انہیں حیرت ہوئی اور خدا سے عرض کی کہ یا اللہ میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں۔ اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت کے بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنایا گیا۔ ندا آئی کہ ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہمارے لئے باعث خوشنودی ہے۔

چالیس سال تک کبھی آپ نے ایک لمحہ کے لئے بھی آرام نہیں کیا اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ چالیس سال کے بعد ایک دن مریدین سے فرمایا کہ تکیہ دے دو میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مریدین کو اس سے بہت حیرت ہوئی اور پوچھا کہ آج آپ آرام کے خواہاں کیوں ہوئے؟ فرمایا کہ آج میں نے خدا کی بے نیازی و استغنا کا مشاہدہ کر لیا ہے حتیٰ کہ تیس سال تک اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا میرے قلب میں کوئی خیال پیدا نہیں ہوا۔

ایک دن کوئی صوفی ہوا میں پرواز کرتا ہوا آپ کے سامنے آکر اترا اور زمین پر پاؤں مار کر کہنے لگا کہ میں اپنے دور کا جنید و شبلی ہوں۔ آپ نے بھی کھڑے ہو کر زمین پر پاؤں مارتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی خدائے وقت ہوں۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس قول کا مفہوم بھی وہی ہے جو ہم منصور کے قول انا الحق میں بیان کر چکے ہیں کہ وہ مقام محویت میں تھے اور اگر محویت میں اولیاء کرام، سے خلاف شرع بھی کوئی قول و فعل سرزد ہو تو ان کو برا بھلا نہ کہنا چاہئے جیسا کہ حضور اکرم کا ارشاد ہے انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن یعنی میں رحمٰن کا نفس یمن کی جانب پاتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن! تو نکیرین سے کیوں نہیں ڈرتا؟ آپ نے فرمایا کہ جس طرح جواں مرد اونٹ کی گھنٹی سے خائف نہیں ہوتا اسی طرح میں بھی مردوں سے خوفزدہ نہیں ہوتا۔ پھر ندا آئی کہ تو قیامت سے اور اس کی اذیت سے خوفزدہ کیوں نہیں ہوتا؟ آپ نے جواب دیا کہ جب تو مجھے زمین سے اٹھا کر میدان حشر میں کھڑا کرے گا تو میں ابوالحسنی لباس اتار کر، بحر وحدانیت میں غوطہ لگاؤں تاکہ وحدانیت کے سوا کچھ باقی نہ رہے اور جب ابوالحسن ہی نہیں ہو گا تو ملائکہ کس پر عذاب کریں گے۔

ایک مرتبہ رات کو نماز میں آپ نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن! تیری کیا یہ خواہش ہے کہ تیرے متعلق جو کچھ ہمیں علم ہے اس کو مخلوق پر ظاہر کر دیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اے خدا! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ جو کچھ میں تیرے کرم سے مشاہدہ کرتا ہوں اور جس کا مجھے تیری رحمت سے علم ہے اس کو مخلوق پر کھول دوں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اللہ روح قبض کرنے کے لئے فرشتہ اجل کو میرے پاس نہ بھیجنا کیوں کہ یہ روح نہ تو مجھے فرشتہ اجل نے عطا کی ہے اور نہ میں اس کو سپرد کرنے کو تیار ہوں بلکہ یہ روح تیری امانت ہے اور تجھ کو ہی واپس کرنا چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے یہ آواز سنی کہ ایمان کیا شے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایمان وہی ہے جو تو نے مجھے بخشا ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ ندا آتی ہے کہ تو ہمارا ہے اور ہم تیرے ہیں لیکن میں جواب دیتا ہوں کہ تو قادر مطلق ہے اور میں بندہ عاجز۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت میں عرش کے قریب پہنچا تو ملائکہ نے صف در صف میرا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ ہم کرو بیان ہیں اور ایک جماعت نے کہا کہ ہم روحانیاں ہیں لیکن میں نے جواب دیا کہ ہم الہیان ہیں یہ سن کر ملائکہ بہت نادم ہوئے اور مشائخ کو میرے اس جواب سے مسرت حاصل ہوئی۔

ارشادات. آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرمؐ کے مدارج اور مغفرت الٰہی کی انتہا مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکی یعنی ان چیزوں کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے قدم عطا کئے جن سے میں عرش سے تحت الثریٰ تک پہنچ گیا اور وہاں سے پھر عرش پر لوٹ آیا لیکن مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ میں کہاں اور کدھر گیا۔ پھر غیبی ندا آئی کہ جس کے قدم اور سیر ایسے ہوں ظاہر ہے کہ وہ کہاں تک پہنچ

سکتا ہے میں نے دل میں کہا کہ عجیب دراز اور عجیب کوتاہ سفر ہے کہ میں گیا بھی اور سفر بھی کیا لیکن پھر اپنی جگہ موجود ہوں۔ فرمایا کہ میں نے صرف چار ہزار باتیں خدا سے سنی تھیں اور اگر کہیں دس ہزار قول سن لیتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا اور کیا چیزیں ظہور میں آتیں۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے اتنی طاقت عطا کر دی تھی کہ جس وقت میں نے قصد کیا کہ ٹاٹ دیبائے رومی میں تبدیل ہو جائے تو فوراً ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ وہ طاقت آج بھی میرے اندر موجود ہے۔ فرمایا کہ گو میں ان پڑھ ہوں لیکن خدا نے اپنے کرم سے مجھ کو تمام علوم سے بہرہ ور کیا ہے اور میں ان کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنی حقیقت میں مجھے گم کر دیا ہے یعنی ظاہری جسم صرف خیالی ہے کیوں کہ میرا ذاتی وجود ختم ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے وہ درد عطا کیا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی نکل پڑے تو طوفان نوح سے بھی زیادہ طوفان آ جائے۔ فرمایا کہ مرنے کے بعد بھی میں اپنے معتقدین کی نزع کے وقت مدد کروں گا اور جس وقت فرشتہ اجل ان کی روح قبض کرنا چاہے گا تو میں اپنی قبر میں سے ہاتھ نکال کر ان کے لب و دندان پر لطف الٰہی کا چھینٹا دوں گا تاکہ وہ شدت تکلیف میں خدا سے غافل نہ ہو سکیں۔ فرمایا کہ اے اللہ! مجھے وہ شے عطا کر دے جو حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک کسی کو عطا نہ کی گئی ہو کیوں کہ میں جھوٹی چیز بننا پسند نہیں کرتا۔ مریدوں سے فرمایا کہ مشائخ طریقت کے ساتھ جو بھلائیاں آج تک کی گئی ہیں وہ سب تنہا تمہارے مرشد کے ساتھ کی گئیں۔ فرمایا کہ میں عشاء کے بعد اس وقت تک آرام نہیں کرتا جب تک دن بھر کا حساب خدا کو نہیں دے لیتا۔ فرمایا کہ اگر قیامت میں اللہ میرے طفیل سے پوری مخلوق کی مغفرت فرما دے جب بھی میں اپنی علو ہمتی کی بنا پر جو مجھے بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے منہ موڑ کر نہ دیکھوں گا۔

فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا اس بندے کے متعلق کیا خیال ہے جس کو آبادی و ویرانہ کچھ بھی اچھا نہ لگتا ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ نے ایسے بندے کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ قیامت میں اس کے دم سے ایسا نور پھیلے گا کہ آبادی اور ویرانے سب منور ہو جائیں گے اور خدا اس کے صدقہ میں تمام مخلوق کی مغفرت فرما دے گا حالانکہ وہ شخص دنیا میں کبھی دعا نہیں کرتا اور قیامت میں بھی کسی کی سفارش نہیں کرے گا فرمایا کہ گوشہ تنہائی میں کبھی اللہ تعالیٰ مجھے ایسی قوت عطا کر دیتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان کو پکڑ کر کھینچ لوں اور چاہوں تو دم زدن میں تحت الثریٰ کی سیاحت کر آؤں۔ فرمایا کہ میرا ہر فعل ایک کرامت ہے حتیٰ کہ جب میں ہاتھ پھیلاتا ہوں تو ہوا میرے ہاتھ میں سونے کا ذرہ محسوس ہوتی ہے جب کہ میں نے کبھی اظہار کرامت کے لئے ہوا میں ہاتھ نہیں پھیلایا کیوں کہ جو اظہار کرامت کے لئے ظہور کرامت کی خواہش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کرامت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ جب تک تمہارے قلوب مردہ ہیں سکون نہیں مل سکتا۔ فرمایا کہ کرامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر درویش پتھر سے کوئی

سوال کرے تو پھر اس کو جواب دے پھر فرمایا کہ لوگ تو اپنی منزل مقصود کے حصول کے لئے دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت کرتے ہیں لیکن خدا نے مجھے اپنے کرم ہی سے منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ فرمایا کہ کہ جب میں شکم مادر میں چار ماہ کا تھا اس وقت سے آج تک کی تمام باتیں یاد ہیں اور جب مر جاؤں گا تو قیامت تک کا حال لوگوں سے بیان کرتا رہوں گا۔ فرمایا کہ میں جن وانس، ملائکہ اور چرند پرند سب سے زیادہ واضح نشانیاں بتا سکتا ہوں کیوں کہ خدا نے تمام چیزیں میرے سامنے کر دی ہیں اور اگر اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک کسی کی انگلی میں پھانس چبھ جائے تب مجھے اس کا حال معلوم رہتا ہے اور اگر میں ان رازوں کو جو میرے اور خدا کے مابین ہیں مخلوق پر ظاہر کر دوں تو کسی کو یقین نہیں آ سکتا اور جو انعامات خدا کے میرے اوپر ہیں اگر ان کا انکشاف کر دوں تو روئی کی طرح پوری مخلوق کے قلوب جل اٹھیں اور میں ندامت محسوس کرتا ہوں کہ ہوش و حواس میں رہ کر خدا کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ اور لب کشائی کروں اور حضور اکرمؐ جس قافلہ کے میر کارواں ہوں میں خود کو اس قافلہ سے جدا کر لوں۔ فرمایا کہ خالق نے مخلوق کے لئے ایک ابتدا اور انتہا مقرر کی ہے۔ ابتداء تو یہ ہے کہ مخلوق دنیا میں جو اعمال کرتی ہے اس کی انتہا صلہ آخرت ہے اور خدا نے میرے لئے ایک ایسا وقت عطا کیا ہے کہ دین و دنیا دونوں ہی اس وقت کے متمنی ہیں۔ فرمایا کہ میں فردوس و جہنم سے بے نیاز ہو کر صرف خدا کی عبادت کرتا ہوں اور میں خاص بندوں سے اللہ تعالیٰ کی مخصوص باتیں اس لئے بیان نہیں کرتا کہ وہ اس رموز سے واقف نہیں اور اپنی ذات سے اس لئے بیان نہیں کرتا کہ تکبر ہونے کا خطرہ ہے اور خدا نے میری زبان کو وہ طاقت بھی عطا نہیں کی جس کے ذریعہ میں اس کے بھیدوں کو ظاہر کر سکوں فرمایا کہ میں تو شکم مادر ہی میں جل کر راکھ ہو چکا تھا اور پیدائش کے وقت جلا اور پگھلا ہوا پیدا ہوں اور جوانی سے قبل ہی بوڑھا ہو گیا۔ فرمایا کہ پوری مخلوق ایک کشتی ہے اور میں اس کا ملاح ہوں اور میں ہمیشہ اسی میں رہتا ہوں۔ فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے وہ فکر عطا کی ہے جس کے ذریعہ میں پوری مخلوق کا مشاہدہ کرتا ہوں پھر فرمایا کہ میں شب و روز اسی کے شغل میں زندگی گزارتا رہا جس کی وجہ سے میری فکر بینائی میں تبدیلی ہو گئی پھر شمع بنی پھر انبساط، پھر ہیبت، پھر میں اس مقام تک پہنچ گیا کہ میری فکر حکمت بن گئی۔

اور جب میری توجہ شفقت مخلوق کی طرف مبذول ہوئی تو میں نے اپنے سے زیادہ کسی کو بھی مخلوق کے حق میں شفیق نہیں پایا اس وقت میری زبان سے نکلا کہ کاش تمام مخلوق کے بجائے صرف مجھے موت آجاتی اور تمام مخلوق کا حساب قیامت میں صرف مجھ سے لیا جاتا اور جو لوگ سزا کے مستحق ہوتے ان کے بدلے میں صرف مجھے عذاب دے دیا جاتا۔ فرمایا کہ خدا اپنے محبوب بندوں کو اس مقام میں رکھتا ہے جہاں مخلوق کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ اگر عوام کے سامنے خدا کے کرم کا ادنیٰ سا بھی اظہار کر دوں تو سب لوگ مجھے پاگل

کہنے لگیں اور جو کچھ میں نے کھایا پیا دیکھا سنا اور جو کچھ خدا نے تخلیق کیا مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھا۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ سے یہ عہد ہے کہ میں تجھ کو اپنے نیک بندوں سے ملاؤں گا۔ اور بدبختوں کی صورت بھی تجھے نظر نہیں پڑے گی۔ چنانچہ میں دنیا میں آج جن لوگوں سے ملاقات کر رہا ہوں قیامت میں بھی اسی طرح مسرت کے ساتھ ان سے ملاقات کروں گا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خدا سے دعا کی کہ اب مجھے دنیا سے اٹھالیا جائے تو آواز آئی کہ اے ابوالحسن! میں تجھے اسی طرح قائم رکھوں گا تاکہ میرے محبوب بندے تیری زیارت کر سکیں اور جو اس سے محروم رہیں وہ تیرا نام سن کے غائبانہ تعلق قائم کر سکیں اور میں نے تجھے اپنی پاکی سے تخلیق کیا ہے اس لئے تجھ سے ناپاک بندے ملاقات نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ ہر عبادت کا ثواب معین ہے لیکن اولیاء کرام کی عبادت کا ثواب نہ مقرر ہے نہ ظاہر بلکہ خدا جتنا اجر دینا چاہے گا دے دے گا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے جس عبادت کا اجر خدا کے دین پر موقوف ہو اس کی برابر کون سی عبادت ہو سکتی ہے لہٰذا بندوں کو چاہئے کہ خدا کے محبوب بن کر ہر وقت اس کی عبادت میں مشغول رہیں۔ فرمایا کہ میں پچاس سال سے اس طرح خدا سے ہم کلام ہوں کہ میرے قلب و زبان کو بھی اس کا علم نہیں۔ تہتر سال تک میں نے اس انداز سے زندگی گزار دی کہ کبھی ایک سجدہ بھی شریعت کے خلاف نہیں کیا اور لمحہ کے لئے بھی نفس کی موافقت نہیں کی اور دنیا میں اس طرح رہا کہ میرا ایک قدم عرش سے تحت الثریٰ تک اور ایک قدم تحت الثریٰ سے عرش تک رہا۔ فرمایا کہ مجھے خدا نے فرمایا کہ اگر تو غم والم لے کر میرے سامنے آئے گا میں تجھے خوش کر دوں گا اگر فقر و نیاز کے ساتھ حاضر ہو گا تو تجھے مالدار بنا دوں گا اور اگر خودی سے کنارہ کش ہو کر پہنچے گا تو تیرے نفس کو تیرا فرمانبردار کر دوں گا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ خدا نے تمام عالم کے خزانے میرے سامنے پیش کر دیئے لیکن میں نے کہا کہ میں ان پر گرویدہ نہیں ہو سکتا۔ پھر خدا نے فرمایا کہ اے ابوالحسن! دین و دنیا میں تیرا کوئی حصہ نہیں بلکہ ان دونوں کے بدلے میں تیرے لئے ہوں فرمایا کہ ترک دنیا کے بعد نہ تو میں نے کبھی کسی کی طرف دیکھا اور نہ خدا سے کلام کرنے کے بعد کسی سے کلام کیا۔ فرمایا کہ خدا نے جو مرتبہ مجھے عطا فرمایا مخلوق اس سے ناواقف ہے آپ نے ایک شخص سے پوچھا کیا تم حضرت خضر سے ملنا چاہتے ہو اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تم نے ساٹھ سالہ زندگی کو رائیگاں کر دیا للہذا اب تمہیں اس قدر کثرت سے عبادت کی ضرورت ہے جو تمہاری بربادی کا ازالہ کر سکے کیوں کہ حضرت خضر اور تم کو خدا نے تخلیق فرمایا ہے اور تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے ملاقات کے خواہش مند ہو جب کہ مخلوق کا یہ فرض ہے کہ سب کو چھوڑ کر صرف خالق کی جانب رجوع کرے۔ میری حالت تو یہ ہے کہ جب سے مجھے خدا کی معیت حاصل ہوئی مجھے کبھی مخلوق کی صحبت کی تمنا نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ مخلوق میری تعریف سے اس لئے قاصر ہے کہ وہ جو کچھ بھی میری تعریف میں کہے گی میں اس کے برعکس ہوں۔ فرمایا کہ جب میں نے اپنی ہستی پر نظر

ڈالی تب مجھے اپنی نیستی کا پتہ چلا اور جب نیستی پر نگاہ ڈالی تو ندائے غیبی آئی کہ اپنی ہستی کا اقرار کر۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! تیرے سوا تیری ہستی کا کون اقرار کر سکتا ہے جیسا کہ تو نے قرآن میں فرمایا ہے شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو اور جب خدا تعالیٰ نے یہ راستہ کشادہ کر دیا تو میں سال بہ سال اس راہ کی روشنی میں کفر سے ثبوت تک پہنچ گیا۔ فرمایا کہ خدا نے مجھ کو وہ جرات و ہمت عطا کی ہے کہ میں ایک قدم میں ایسے مقام تک پہنچ سکتا ہوں جہاں ملائکہ کی رسائی بھی ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ جب خودی سے میرا قلب متنفر ہو گیا تو میں نے اپنے آپ کو پانی میں گرا دیا لیکن ڈوب نہ سکا پھر آگ میں جھونکا مگر خاکستر نہ ہو سکا۔

پھر فنا ہونے کی نیت سے مکمل چار ماہ دس یوم تک کچھ نہیں کھایا لیکن پھر بھی موت سے ہم کنار نہ ہو سکا اور جب میں نے عجز کو اپنایا تو اللہ نے مجھے کشادگی عطا فرما کر ان مراتب تک پہنچا دیا۔ جن کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ فرمایا کہ میں نے راستہ میں ٹھہر کر ارض و سما کی تمام مخلوقات کے اعمال کا مشاہدہ کیا لیکن ان کے اعمال میری نظر میں بے وقعت ثابت ہوئے کیوں کہ مجھے ان کی ملکیت سے مکمل طور پر باخبر کر دیا گیا تھا اس وقت مجھے غیب سے یہ آواز سنائی دی کہ اے ابوالحسن! جس طرح تمام مخلوقات کے اعمال تیری نگاہ میں ہیچ ہیں اسی طرح ہمارے سامنے تیری بھی کوئی وقعت نہیں آپ اس طرح مناجات کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے زہد و عبادت اور علم و تصوف پر قطعاً اعتماد نہیں اور نہ میں خود کو عالم و زاہد اور صوفی تصور کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو یکتا ہے اور میں تیری یکتائی میں ایک ناچیز مخلوق ہوں۔ فرمایا کہ جو لوگ خدا کے سامنے ارض و سما اور پہاڑوں کی مانند ساکت و جامد ہو کر کھڑے نہیں ہوتے انہیں جوانمرد نہیں کہا جا سکتا بلکہ مردود ہیں جو خود کو فنا کر کے اس کی ہستی کو یاد کرتے رہیں۔ پھر فرمایا کہ نیک بندہ وہی ہے جو خود کو نیک کہہ کر ظاہر نہ کرے کیوں کہ نیکی صرف خدا کی صفت ہے۔ فرمایا کہ اہل کرامت بننے کے لئے ضروری ہے کہ ایک یوم کھانا کھا کر تین یوم تک فاقہ کیا جائے پھر ایک مرتبہ کھانے کے بعد ایک سال تک فاقہ کش رہنا چاہئے اور جب ایک سال تک فاقہ کشی کی قوت تمہارے اندر پیدا ہو جائے تو غیب سے ایک ایسی شے کا ظہور ہو گا کہ اس کے منہ میں سانپ جیسے کوئی چیز ہو گی اور وہ تمہارے منہ میں دے دی جائے گی جس کے بعد کبھی کھانے کی خواہش رونما نہ ہو گی اور مجاہدات و فاقہ کشی کرتے کرتے جب میری آنتیں قطعی خشک ہو گئیں اس وقت وہ سانپ ظاہر ہوا اور میں نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے کسی واسطے کی حاجت نہیں جو کچھ بھی عطا کرنا ہے بلاواسطہ عطا فرما دے۔ اس کے بعد میرے معدے میں ایک ایسی شیرینی پیدا ہو گئی جو مشک سے زائد خوشبودار اور شہد سے زیادہ شیریں تھی پھر ندا آئی کہ ہم تیرے لئے خالی معدے سے کھانا پیدا کریں گے اور تشنہ جگر سے پانی عطا کریں گے اور اس کا یہ حکم نہ ہوتا تو میں ایسی جگہ کھانا کھاتا اور پانی پیتا کہ مخلوق کو علم بھی نہ ہو سکتا۔ فرمایا کہ جب تک میں نے خدا کے سوا دوسروں پر بھروسہ کیا میرے عمل میں اخلاص پیدا نہ ہو سکا اور جب میں نے مخلوق کو خیرباد

کہہ کر صرف خدا کی جانب دیکھا تو میری سعی کے بغیر ہی اخلاص پیدا ہو گیا اور اس کی بے نیازی مشاہدہ کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اس کے نزدیک پوری مخلوق کا علم ذرہ برابر بھی وقعت نہیں رکھتا اور اس کی رحمت کے مشاہدے سے معلوم ہوا کہ وہ اتنا بڑا رحیم ہے کہ پوری مخلوق کے گناہ بھی اس کی رحمت کے آگے ہیچ ہیں۔ فرمایا کہ میں برسوں خدا کے امور میں اس طرح حیرت زدہ رہا کہ میری عقل سلب کر لی گئی تھی اس کے باوجود بھی مخلوق مجھے دانشور سمجھتی رہی۔ فرمایا کہ کاش فردوس و جہنم کا وجود نہ ہوتا تاکہ یہ معلوم ہو سکتا کہ تیرے پرستاروں کی تعداد کتنی ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے کتنے بندے تیری عبادت کرتے ہیں۔

فرمایا کہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو غموں سے نجات دے کر مجھے دائمی غم عطا کر دے اور اتنی قوت برداشت دے دے کہ میں اس بار عظیم کو سنبھال سکوں۔ فرمایا کہ میرے سر کی ٹوپی عرش پر اور قدم تحت الثریٰ میں ہیں اور میرا ایک ہاتھ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے یعنی خدا نے مجھ کو ارض و سما اور مشرق و مغرب کے تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے اور تمام حجابات مجھ سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ خدا تک رسائی کے لئے بے شمار راستے ہیں یعنی خدا نے جتنی مخلوق پیدا کی ہے اسی قدر خدا تک رسائی کے راستے بھی ہیں اور ہر مخلوق اپنی بساط کے مطابق ان راہوں پر گامزن رہتی ہے اور میں نے ہر راہ پر چل کر دیکھ لیا لیکن کسی راہ کو خالی نہیں پایا۔ پھر میں نے خدا سے دعا کی کہ مجھے ایسا راستہ بتا دے جس میں تیرے اور میرے سوا کوئی اور نہ ہو چنانچہ اس نے وہ راستہ مجھ کو عطا کر دیا لیکن اس راستہ پر چلنے کی کسی دوسرے میں طاقت نہیں ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ طالبین الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ غم و آلام میں بھی خوشی کے ساتھ اطاعت الٰہی کرتے رہیں کیونکہ ایسے عالم میں اطاعت کرنے والوں کو دوسروں کی بہ نسبت بہت جلد قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے فرمایا کہ جوانمرد وہی ہے جس کو دنیا نامرد تصور کرتی ہو اور جو دنیا کے نزدیک مرد ہوتا ہے وہ حقیقت میں نامرد ہے۔ فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ ندا سنی کہ اے ابوالحسن! میرے احکام کی تعمیل کرتا رہ۔ میں ہی وہ زندہ رہنے والا ہوں جس کو کبھی موت نہیں اور تجھے بھی حیات جاوداں عطا کر دوں گا میری ممنوعہ چیزوں سے احتراز کرنا کیونکہ میری سلطنت اتنی مستحکم ہے جس کو کبھی زوال نہیں اور میں تجھ کو ایسا ملک عطا کر دوں گا جس کو کبھی زوال نہ ہو گا۔ فرمایا کہ جب میں نے خدا کی وحدانیت پر لب کشائی کی تو میں نے دیکھا کہ ارض و سما میرا طواف کر رہے ہیں لیکن مخلوق کو اس کا قطعاً علم نہیں فرمایا کہ میں نے یہ ندائے غیبی سنی کہ مخلوق ہم سے جنت کی طالب ہے حالانکہ اس نے ابھی تک ایمان کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ مفہوم یہ ہے کہ شکر نعمت کے بغیر بندے کو طالب جنت نہ ہونا چاہئے کیوں اس کے بغیر جنت کبھی نہیں ملتی۔ فرمایا کہ ہر صبح علماء اپنے علم کی زیادتی اور زہاد اپنے زہد میں زیادتی طلب کرتے ہیں لیکن میں ہر صبح خدا سے ایسی شے طلب کرتا ہوں جس سے مومن بھائیوں کو مسرت حاصل ہو سکے فرمایا کہ مجھ سے صرف

وہی لوگ ملاقات کریں جو یہ ذہن نشین کرلیں کہ میں محشر میں سب سے قبل مسلمانوں کو جہنم سے نجات دلا لوں گا اس کے بعد خود جنت میں جاؤں گا اور جو شخص اس عزم میں پختہ نہ ہو اس کو چاہئے کہ نہ تو میری ملاقات کے لئے آئے اور نہ مجھے سلام کرے۔ فرمایا کہ خدا نے مجھے ایسی شے عطا کی ہے جس کی وجہ سے میں مردہ ہو چکا ہوں اور اس کے بعد وہ زندگی دی جائے گی جس میں موت کا تصور تک نہ ہو گا فرمایا کہ اگر میں علماء نیشا پور کے سامنے ایک جملہ بھی زبان سے نکال دوں تو وہ وعظ گوئی ترک کر کے کبھی منبر پر نہ چڑھیں۔ فرمایا کہ میں نے خالق و مخلوق سے اس طرح صلح کرلی ہے کہ کبھی جنگ نہیں کروں گا۔ فرمایا کہ اگر مجھ کو مخلوق سے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں حضرت بایزید کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہوں تو وہ بات بایزید نے اللہ تعالیٰ سے کہی ہے مخلوق کے سامنے بیان کر دیتا اس لئے کہ جہاں تک بایزید کی فکر پہنچتی ہے وہاں میرا قدم گیا ہے اور خدا نے ان سے کہیں زیادہ مجھے مراتب عطا فرمائے ہیں کیوں کہ بایزید کا قول تو یہ ہے کہ میں مقیم ہوں اور نہ مسافر۔ اور میرا قول یہ ہے کہ میں خدا کی وحدانیت میں مقیم ہوں اور اس کی یکتائی میں سفر کرتا ہوں۔ فرمایا کہ جس دن سے خدا تعالیٰ نے میری خودی کو دور فرما دیا ہے جنت میری خواہش مند ہے اور جہنم مجھ سے دور بھاگتی ہے اور جس مقام پر خدا نے مجھے پہنچا دیا ہے اگر اس میں فردوس اور جہنم کا گزر ہو جائے تو دونوں اپنے باشندوں سمیت اس میں فنا ہو جائیں۔ فرمایا کہ مخلوق تو وہ باتیں بیان کرتی ہے جس کا تعلق خالق و مخلوق سے ہے لیکن میں وہ بات بیان کرتا جو خدا کی ابوالحسن کے ساتھ ہوتی ہے۔ فرمایا چونکہ میرے والدین نسل آدم سے تھے اس لئے ان کو آدمی کہا جاتا ہے لیکن میرا مقام وہ ہے جہاں نہ آدم ہے نہ آدمی۔ پھر فرمایا کہ جس نے ہر حال میں مجھ کو زندہ پایا ہے وہ صرف حضرت بایزید ہیں ایک مرتبہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

ان بطش ربک لشدید

یعنی تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا کہ میری گرفت اس کی گرفت سے بھی شدید ترین ہے اس لئے کہ وہ تو مخلوق کو پکڑتا ہے اور میں نے اس کا دامن پکڑ رکھا ہے۔ فرمایا کہ میرے قلب پر عشق کا ایسا غم ہے کہ پوری دنیا میں کوئی بھی اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں مجھے اپنے قریب بلا کر فرمائے گا کہ کیا طلب کرتا ہے؟ میں عرض کروں گا کہ یا اللہ میں ان لوگوں کو طلب کرتا ہوں جو میرے زمانے میں دنیا میں میرے ہمراہ تھے اور ان لوگوں کو جو میری وفات کے بعد سے میرے مزار کی زیارت کو آتے رہے اور ان لوگوں کو جنھوں نے میرا نام سنا یا نہیں سنا۔ اس وقت باری تعالیٰ فرمائے گا چونکہ دنیا میں تو نے ہمارے احکام کے مطابق کام کئے اس لئے آج ہم بھی تیری بات مان لیتے ہیں اور جب سب لوگوں کو میرے سامنے لایا جائے گا تو حضور اکرم ارشاد فرمائیں گے کہ اگر تو چاہے تو اپنے آگے میں تیرے لئے جگہ خالی کر دوں لیکن میں عرض کروں گا کہ حضور میں تو دنیا میں بھی آپ کی اتباع کرتا رہا اور یہاں بھی آپ ہی کا تابع

ہوں پھر حکم الٰہی سے ملائکہ ایک نورانی فرش بچھادیں گے جس پر میں کھڑا ہو جاؤں گا اور حضور اکرم امت کے ان بزرگوں کو حاضر فرمائیں گے جن کا ثانی پیدا نہیں ہوا اور خدا تعالیٰ ان کے مقابلے میں مجھ کو کھڑا کر کے فرمائے گا۔ اے ہمارے محبوب! وہ سب تمہارے مہمان ہیں لیکن یہ ہمارا مہمان ہے۔ فرمایا کہ جن لوگوں نے میرا کلام سن لیا یا آئندہ سنیں گے ان کا معمولی درجہ یہ ہو گا کہ قیامت میں وہ بلا حساب بخش دیئے جائیں گے۔ فرمایا کہ اے اللہ! تیرے نبی نے مجھے تیری دعوت دی۔ فرمایا کہ قیامت میں مخلوق کا ایک دوسرے سے ناطہ ختم ہو جائے گا لیکن میرا جو رشتہ خدا سے قائم ہے وہ نہیں ختم ہو گا۔ فرمایا کہ محشر میں تمام انبیاء کرام منبر نور پر جلوہ افروز ہوں گے اور تمام اولیاء کرام کی کرسیاں نورانی ہوں گی تاکہ مخلوق انبیاء و اولیاء کا نظارہ کر سکے لیکن ابوالحسن فرش یکتائی پر بیٹھے گا تاکہ خدا تعالیٰ کا نظارہ کرتا رہے۔ فرمایا کہ صرف مقامات طے کر لینے سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہو جاتا۔ بلکہ بندے نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے لیا ہے اس کو واپس کر دے یعنی فنا ہو جائے کیونکہ فنائیت کے بعد ہی ذات خداوندی سے آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہتا ہوں کہ مجھے وہ مقام عطا نہ کر جس میں تیرے سوا میری خودی کا وجود باقی رہ جائے۔ فرمایا کہ آزار پہنچانے والے سے مخلوق دور بھاگتی ہے اور اے اللہ! میں تجھے ہمیشہ آزردہ کئے رکھتا ہوں پھر بھی تو میرے نزدیک ہے۔ جس کا میں کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اے اللہ! میں نے اپنی ہر شے تیری راہ میں قربان کر دی حتیٰ کہ جس شے پر تیری ملکیت تھی اس کو بھی خرچ کر دیا اب تو یہ خواہش ہے کہ میرے وجود کو ختم کر دے تاکہ تو ہی تو باقی رہ جائے۔ فرمایا کہ میں چالیس قدم چلا جن میں سے ایک قدم عرش سے تحت الثریٰ تک تھا اور باقی قدموں کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا

پھر فرمایا کہ اے اللہ! میری تخلیق صرف تیرے لئے ہے لہٰذا مجھے کسی دوسرے کے دام میں گرفتار نہ کرنا۔ اے اللہ! بہت سے بندے نماز و طاعت کو اور بہت سے جہاد و حج کو اور بہت سے علم و سجادگی کو پسند کرتے ہیں لیکن مجھے ایسا بنا دے کہ میں تیرے سوا کسی شے کو پسند نہ کر سکوں فرمایا کہ اے اللہ! مجھے ایسے بندے سے ملا دے، جو تیرا نام لینے کے لئے حق کی طرح لیتے ہوں تاکہ میں بھی اس کی صحبت سے فیض یاب ہو سکوں فرمایا کہ محشر میں راہ مولا میں جان فدا کرنے والے شہداء کی ایک جماعت ہوگی لیکن میں ایسا شہید اٹھوں گا جس کا مرتبہ ان سب شہداء سے بلند ہو گا کیوں کہ مجھے خدا کی شوق شمشیر نے قتل کیا ہے اور میں ایسا اہل درد ہوں جس کا درد ہستی کی بقا تک قائم رہے گا۔ فرمایا کہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تو بہت ہوتے ہیں مگر جواں مردی وہی ہے جو ساٹھ سالہ زندگی اس طرح گزار دے کہ اس کے اعمال نامہ میں کچھ درج نہ کیا جائے اور اس مرتبہ کے بعد بھی خدا سے نادم رہتے ہوئے عجز سے کام لے۔ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو افراد ایسے تھے جن میں سے ایک مسلسل ایک سال تک سجدے میں پڑا رہتا تھا اور دوسرا دو سال تک سجدے میں رہتا لیکن امت

محمدی کی ایک لمحہ کی فکر و مشاہدہ ان دونوں کی سال دو سال کی عبادت سے کہیں زیادہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تم اپنے قلب کو موج دریا کی طرح پانے لگو گے تو اس میں سے ایک آگ نمودار ہوگی اور جب تم خود کو اس میں جھونک کر راکھ بن جاؤ گے تو تمہاری راکھ سے ایک درخت نکلے گا اور اس میں پھلوں کی بجائے ثمر بقا نکلے گا اور اس کو کھاتے ہی تم وحدانیت میں فنا ہو جاؤ گے۔ فرمایا کہ خدا نے ایسے ایسے بندے تخلیق کئے ہیں کہ جن کا قلب نور توحید سے اس طرح منور کر دیا گیا ہے کہ اگر ارض و سما کی تمام اشیاء اس نور میں سے گزریں تو وہ سب کو جلا کر راکھ کر دے۔ مفہوم یہ ہے کہ خدا نے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن کو یاد الٰہی کے سوا کسی شے سے سروکار نہیں۔ فرمایا کہ جو راز قلب اولیاء میں نہاں ہوتے ہیں اگر وہ ان میں سے ایک راز بھی ظاہر کر دیں تو آسمان و زمین کی تمام مخلوق پریشان ہو جائے۔ فرمایا کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وہ لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے ہیں تو چاند تاروں کی رفتار تک ان کو نظر آتی رہتی ہے اور ملائکہ بندوں کی نیکی اور بدی لے کر آسمان پر جاتے ہیں وہ بھی نظر آتے رہتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ اپنے کرم سے تمام حجابات ان کی نگاہوں سے اٹھا دیتا ہے۔ فرمایا کہ دوست دوست کے پاس پہنچ کر عام محویت میں خود بھی محجوب ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ روح کی مثال ایسے مرغ کی طرح ہے جس کا ایک بازو مشرق اور دوسرا مغرب میں ہے اور قدم تحت الثریٰ میں۔ فرمایا کہ جس کے قلب میں مغفرت کی طلب ہو وہ دوستی کے قابل نہیں۔ فرمایا کہ اہل اللہ کا راز یہ ہے کہ نہ تو وہ دین و دنیا میں کسی پر ظاہر کریں اور نہ خدا تعالیٰ اس پر کسی کو ظاہر ہونے دے۔ فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ ہی سے یہ فرما دیا گیا کہ "تو ہمیں ہرگز نہیں دیکھ سکتا" تو پھر اس کا مشاہدہ کرنے کی کس میں مجال ہے۔ اور لن ترانی فرما کر ان لوگوں کی زبان بند کر دی گئی جو اس کے دیدار کے متمنی رہتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا نے اہل اللہ کے قلوب پر ایسا بار رکھ دیا ہے کہ اگر اس کا ایک ذرہ بھی مخلوق پر ظاہر ہو جائے تو فنا ہو جائے لیکن خدا تعالیٰ چونکہ خود ان کی نگرانی فرماتا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بار کو اٹھانے کے قابل رہتے ہیں اور اگر خدا تعالیٰ ان کی نگہداشت سے دست بردار ہو جائے تو ان کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور کسی طرح بھی اس بوجھ کو برداشت نہ کر سکیں کہ جب خدا کے مخصوص بندے اس کو پکارتے ہیں تو چرند پرند خاموش ہو جاتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ پرندے ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں تو پوری کائنات خوف سے لرزہ براندام ہو جاتی ہے اور اولیاء کرام پر تین وقت ایسے بھی آتے ہیں جب کہ ملائکہ بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اول انقباض روح کے وقت ملک الموت، دوم اندراج اعمال کے وقت کراماً کاتبین، سوم قبر میں نکیرین سوال کرتے وقت۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی نوازش کے بعد بندے کو ایسی لسان غیبی عطا کر دی جاتی ہے کہ جو کچھ بھی زبان سے نکال دیتا ہے اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جب تک مجھے یہ ایقان کامل نہیں ہو گیا کہ میرا رزق خدا کے پاس ہے اور جس وقت مجھے یہ یقین

ہو گیا کہ مخلوق ہر شے سے عاجز ہے اس وقت تک مخلوق سے کنارہ کش نہیں ہوا۔ فرمایا کہ زندگی اس طرح گزارنی چاہئے کہ کراما کاتبین بھی معطل ہو کر رہ جائیں اور خدا کے سوا کسی پر اظہار اعمال نہ ہو سکے اور اس طرح زندگی بسر نہ کر سکو تو کم از کم اس طرح زندگی گزارو کہ رات میں کراما کاتبین کو چھٹی مل جائے اور پوری رات خدا کے سوا تمہارے امور سے کوئی آگاہ نہ ہو سکے اور سب سے ادنیٰ درجہ زندگی بسر کرنے کا یہ ہے کہ جب کراما کاتبین بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں تو عرض کریں کہ تیرے فلاں بندے نے نیکی کے سوا کوئی برا کام نہیں کیا۔ فرمایا کہ اہل اللہ کے غم اور خوشی منجانت اللہ ہوا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ خدا کے سوا مخلوق سے کوئی تعلق نہ رکھو کیونکہ صرف دوست سے تعلق رکھا جاتا ہے اور خدا سے بڑھ کر کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ خدا نے کچھ بندوں کو وہ طاقت عطا کی ہے جو ایک شب و روز میں مکہ معظمہ پہنچ کر لوٹ بھی آتے ہیں اور بعض ایک لمحہ میں یہ فاصلے طے کر لیتے ہیں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو مخلوق سے جدا کر کے فکر مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اس کو وہ قرب عطا کرتا ہے کہ اس بندے کو مخلوق اور اس کے لوازمات سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو اس مقام پر پہنچا دیتا ہے جہاں سے وہ تمام مقامات کا مشاہدات کرتے رہتے ہیں اور بعض بندوں کو وہ مراتب عطا کرتا ہے کہ وہ ان کے ذریعہ لوح محفوظ کا بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تمام مشائخ کی خدمت میں وقت گزارا لیکن کسی کو اپنا مرشد اس لئے نہیں بنایا کہ میرا مرشد صرف خدا تعالیٰ ہے۔

کسی دانش مند نے آپ سے سوال کیا کہ عقل و ایمان اور معرفت کا مقام کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پہلے تم مجھے ان چیزوں کا رنگ بتادو پھر میں ان کا مقام بھی بتادوں گا۔ وہ شخص آپ کا جواب سن کر رونے لگا پھر کسی نے پوچھا کہ واصل باللہ کون لوگ ہوتے ہیں فرمایا کہ حضور اکرمؐ کے بعد کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا کیوں کہ یہ مرتبہ خدا کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ اہل اللہ وہ ہیں جو دنیا سے اس طرح علیحدہ ہو جائیں کہ اہل دنیا کو پتہ بھی نہ چل سکے کیوں کہ مخلوق سے وابستگی میں مخلوق ان سے آگاہ رہے گی۔ فرمایا کہ اولیاء اللہ اپنے مراتب کے اعتبار سے ہم کلام نہیں ہوتے بلکہ مخلوق کے مراتب کے اعتبار سے گفتگو کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مراتب کی گفتگو نہیں سمجھ سکتی۔ فرمایا کہ جو لوگ کچھ نہ جاننے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ جانتے ہیں وہ درحقیقت کچھ بھی نہیں جانتے۔ اور جب یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں جانتے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر شے سے انہیں واقف کر دیتا ہے۔ اور معرفت کے انتہائی مدارج ان کو عطا فرماتا ہے۔ فرمایا کہ اپنے عقل و گمان سے خدا کو کوئی نہیں پہچان سکتا بلکہ جس قدر بھی جان لیا ہو یہی تصور کرے کہ کاش میں خدا کو اس سے زیادہ جان سکتا۔ فرمایا کہ نیک بندوں کو موت سے قبل ہی رجوع الی اللہ ہو جانا چاہئے۔ فرمایا کہ سب سے بہتر مریض قلب وہی ہے جو یاد الٰہی میں بیمار ہوا ہو کیونکہ جو اس کی یاد میں

مریض ہوتا ہے وہ شفایاب بھی ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ صدق دلی سے عبادت کرنیوالوں کو خدا تعالیٰ اپنے کرم سے ان تمام اشیاء کا مشاہدہ کرا دیتا ہے جو قابل دید ہوتی ہیں اور وہ باتیں بتا دیتا ہے جو سماعت کے لائق ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ راہ مولا میں ایک ایسا بازار بھی ہے جس کو شجاعان طریقت کا بازار کہا جاتا ہے اور اس میں ایسی ایسی حسین صورتیں ہیں کہ سالکین وہاں پہنچ کر قیام کرتے ہیں۔ وہ حسین صورتیں یہ ہیں کرامت۔ اطاعت۔ ریاضت۔ عبادت. زہد۔ فرمایا کہ دین و دنیا اور جنت کی راحتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان میں پڑ جانے والا خدا سے دور ہو جاتا ہے اور کبھی اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بندے کو چاہئے کہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر یاد الٰہی میں گوشہ نشینی اختیار کرے اور سجدے میں گر کر بحر کرم کو عبور کر جائے اور خدا کے سوا ہر شے کو اس طرح نظر انداز کرتا جائے کہ اس کی وحدانیت میں گم ہو کر اپنے وجود کو فنا کر دے۔ فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں اول ظاہری۔ دوئم باطنی۔ علم ظاہری کا تعلق علماء سے ہے اور علم باطنی علمائے باطن کو حاصل ہوتا ہے لیکن علم باطن سے بھی فزوں تر وہ علم ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے سربستہ رازوں سے ہے اور جس کی مخلوق کو ہوا تک نہیں لگ سکتی۔ پھر فرمایا کہ دنیا طلب کرنیوالوں پر دنیا حکمران بن جاتی ہے۔ اور تارک الدنیا دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ فرمایا کہ فقیر وہی ہے جو دنیا سے بے نیاز ہو جائے کیونکہ یہ دونوں چیزیں فقر سے کم درجہ کی ہیں۔ اور قلب ان کا دونوں سے کسی قسم کا واسطہ نہیں۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اوقات نماز سے قبل تم سے نماز کا طالب نہیں ہوتا تو پھر تم بھی قبل از وقت طلب رزق سے احتراز کرو۔ فرمایا کہ صاحب حال اپنی حالت سے خود بھی بے خبر ہوتا ہے۔ کیونکہ جس حال سے وہ آگاہ ہو جائے۔ اس کو کسی طرح بھی حال تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس کو علم کہا جائے گا۔ فرمایا کہ جس جماعت میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو سرفراز کرنا چاہتا ہے اس کے تصدق میں پوری جماعت کو بخش دیتا ہے فرمایا کہ علماء کا یہ دعویٰ غلط ہے۔

کہ ہم جانشین انبیاء ہیں۔ بلکہ در حقیقت انبیاء کے جانشین اولیاء کرام ہیں کیونکہ ان کو علم باطن حاصل ہوتا ہے۔ اور حضور اکرمؐ کے اکثر اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً فقر و سخا. امانت و دیانت وغیرہ اس کے علاوہ جس طرح حضور اکرمؐ کو ہمہ وقت دیدار الٰہی حاصل تھا۔ جس طرح خیر و شر کو منجانب اللہ تصور فرماتے تھے۔ اور خیر و شر پر صبر سے کام لیتے تھے۔ اور مخلوق سے زیادہ ربط و ضبط سے کام نہ لیتے تھے۔ اور پابندی وقت کے کبھی ان چیزوں سے خائف نہیں ہوتے تھے جن سے مخلوق خوفزدہ رہتی ہے۔ اور نہ کبھی آپ ان چیزوں سے توقعات وابستہ فرماتے تھے جن سے مخلوق کو توقع ہوتی ہے اسی نوعیت کی بہت سی چیزیں اولیاء کرام میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس لئے صحیح معنوں میں جانشین انبیاء وہی لوگ ہیں۔ فرمایا کہ حضور اکرمؐ ایک ایسا بحر بیکراں تھے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی باہر آجاتا تو کل کائنات اس میں غرق ہو جاتی

فرمایا کہ سعی بسیار کے باوجود بھی تمہیں سمجھنا چاہئے کہ تم خدا کے لائق نہیں ہو۔ اور نہ تمہیں اس قسم کا دعوٰی کرنا چاہئے ورنہ دلیل کے بغیر تمہارا دعوٰی غلط ثابت ہوگا۔ فرمایا کہ تم جو چاہو خدا سے طلب کرو لیکن نفس کے بندے اور جاہ و مرتبت کے غلام نہ بنو کیونکہ محشر میں مخلوق ہی مخلوق کی دشمن ہوگی لیکن ہمارا دشمن اللہ تعالیٰ ہے اور وہ جس کا دشمن ہو جائے اس کا فیصلہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اگر تم خدا کے سوا دوسری چیزوں کے طالب ہو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ علو ہمتی کا ثبوت پیش کرو کیونکہ عالی ہمت لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہر شے سے نواز دیتا ہے۔ فرمایا کہ مست لوگ وہی ہیں جو شراب محبت کا جام پی کر مدہوش ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مخلوق کی یہ خواہش رہتی ہے کہ دنیا سے عقبیٰ کے لائق کوئی چیز ساتھ لے جائیں لیکن فنائیت کے سوا عقبیٰ کے قابل کوئی شے نہیں۔ فرمایا کہ امام وہی ہے جس نے تمام راہیں طے کر لی ہوں۔
فرمایا کہ بندوں کو کم از کم اتنا ذکر الٰہی ضرور کرنا چاہئے کہ تمام احکام شرعیہ کی مکمل تکمیل ہوتی رہے اور اتنا علم بہت کافی ہے کہ اوامر و نواہی سے کماحقہ واقفیت ہو جائے اور اتنا یقین بہت کافی ہے جس سے یہ علم ہو سکے کہ جتنا رزق مقدر ہو چکا ہے ضرور مل کر رہے گا اور اتنا زہد بہت کافی ہے۔ کہ اپنے مقرر کردہ رزق پر اکتفا کرتے ہوئے زیادہ کی تمنا باقی نہ رہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے مراتب کے اعتبار سے علیّین میں پہنچا دے جب بھی اس کی یہ خواہش نہ ہونی چاہئے کہ اس کے احباب بھی علیّین میں داخل ہو جائیں۔ فرمایا کہ اگر تم ارض و سما اور خدا کی ذات کے ذریعہ خدا کو جاننا چاہو گے جب بھی نہیں پہچان سکتے البتہ نور یقین کے ساتھ اگر اس کو جاننا چاہو گے تو اس تک رسائی حاصل کر لو گے۔ فرمایا کہ چشمے کے بجائے دریا سے گزر کر بھی پانی کے بجائے خون جگر پیتے رہو تاکہ تمہارے بعد آنے والے کو یہ اندازہ ہو سکے کہ یہاں سے کوئی سوختہ جگر بھی گزرا ہے۔ فرمایا کہ نیکیوں کے ذکر کے وقت ایک سفید ابر برستا رہتا ہے اور ذکر الٰہی کے وقت سبز رنگ کے عشق کا بادل برستا ہے لیکن نیکیوں کا ذکر عوام کے لئے رحمت اور خواص کے لئے غفلت ہے۔ پھر فرمایا کہ تین ہستیوں کے علاوہ سب ہی لوگ مسلمان کا شکوہ کرتے رہتے ہیں۔ اول اللہ تعالیٰ مومن کا شکوہ نہیں کرتا، دوم حضور اکرمؐ شکوہ نہیں کرتے، سوم ایک مومن دوسرے کا شکوہ نہیں کرتا۔ فرمایا کہ سفر کی بھی پانچ اقسام ہیں۔ اول قدموں سے سفر کرنا، دوئم قلب سے سفر کرنا۔ سوم ہمت سے سفر کرنا۔ چہارم دیدار کے ذریعہ سفر کرنا۔ پنجم فنائیت نفس کے ساتھ سفر کرنا۔
فرمایا کہ جب میں نے مردان حق کے مراتب کا اندازہ کرنے کے لئے جانب عرش نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہاں تمام اولیاء کرام بے نیاز ہیں۔ اور یہی بے نیازی ان کے مراتب کا انتہائی درجہ ہے اور یہ درجہ بھی اس وقت حاصل ہوتا ہے جب بندہ اچھی طرح خدا تعالیٰ کی پاکی کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ ہزاروں بندے شریعت پر گامزن ہوتے ہیں جب کہیں ان میں سے صرف ایک بندہ ایسا نکلتا ہے جس کے اطراف میں شریعت

بھی گردش کرنے لگتی ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام کے لئے ننانوے عالم تخلیق فرمائے ہیں۔ جن میں سے صرف ایک عالم کی وسعت مشرق سے مغرب تک اور عرش سے تحت الثریٰ تک ہے۔ باقی اٹھانوے عالم کے احوال بیان کرنے کے لئے کسی میں لب کشائی کی طاقت نہیں۔ فرمایا کہ اہل اللہ کی مثال روز روشن کی طرح ہے۔ اور جس طرح دن کو آفتاب کی روشنی درکار ہوتی ہے۔ اولیاء کرام کو آفتاب کی ضرورت نہیں رہتی اور جس طرح شب تاریک کو ماہ انجم کی روشنی درکار ہوتی ہے اور لیائے کرام اس سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود مہ کامل سے زیادہ منور ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کے لئے راہوں کی طوالت ختم ہو جاتی ہے جس کو خدا راستہ دکھانا چاہتا ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ صوفیاء کے قلوب کو نور کی بینائی عطا فرماتا ہے۔ اور اس بینائی میں اس وقت تک اضافہ ہوتا جاتا ہے جب تک وہ بینائی مکمل ذات الٰہی نہیں بن جاتی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی جانب مدعو کر کے جس پر چاہتا ہے اپنے فضل سے راہیں کشادہ کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ بذریعہ معرفت کوئی ملاح اپنی کشتی کو غرقابی سے نہیں بچا سکتا۔ ہزاروں آئے اور غرق ہوتے چلے گئے۔ بس ایک ذات باری تعالیٰ کا وجود باقی رہ گیا۔ فرمایا کہ روز محشر جب حضور اکرمؐ مخلوق کے معائنہ کے لئے جنت میں تشریف لے جائیں گے تو ایک جماعت کو دیکھ کر باری تعالیٰ سے سوال کریں گے۔ کہ یہ لوگ کون ہیں۔ اور یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیونکہ فنائی اللہ ہونے والی جماعت کو ایسی راہوں سے جنت میں پہنچایا جائے گا کہ ان کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے ایک ہزار منزلیں ہیں جن میں سب سے پہلی منزل کرامت ہے۔ اور اس منزل سے کم ہمت افراد آگے نہیں بڑھ سکتے اور اگلی منازل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ہدایت و ضلالت دونوں جداگانہ راہیں ہیں۔ ہدایت کی راہ تو خدا تک پہنچا دیتی ہے۔ لیکن ضلالت کی راہ بندے کی جانب سے اللہ کی طرف جاتی ہے لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا تک پہنچ گیا وہ جھوٹا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خدا تک پہنچایا گیا ہے وہ اپنے قول میں ایک حد تک صادق ہے۔ فرمایا کہ خدا کو پالینے والا خود باقی نہیں رہتا۔ لیکن وہ کبھی فنا بھی نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے اہل مراتب بندے بھی پیدا کئے ہیں۔ جن کے قلوب اس قدر وسیع ہیں کہ مشرق و مغرب کی وسعت بھی ان کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ فرمایا کہ مردہ ہیں وہ قلوب جن میں خدا کے سوا کسی اور کی محبت جاگزیں ہو خواہ وہ کتنے ہی عبادت گزار نہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ تین چیزوں کا تحفظ بہت دشوار ہے۔ اول مخلوق سے خدا کے رازوں کی حفاظت، دوم مخلوق کی برائی سے زبان کی حفاظت، سوم پاکیزگی عمل کی حفاظت۔ فرمایا کہ خدا اور بندے کے مابین سب سے بڑا حجاب نفس ہے، اور جس قدر نیک لوگ گزر گئے ان سب کو نفس سے شکایت رہی۔ حتیٰ کہ حضور اکرمؐ بھی نفس سے شاکی رہتے تھے۔ فرمایا کہ دین کو جتنا ضرر حریص عالم اور بے عمل زاہد سے پہنچتا ہے اتنا نقصان ابلیس سے نہیں پہنچتا۔ فرمایا کہ سب سے افضل امور ذکر

الٰہی، سخاوت، تقویٰ اور صحبت اولیاء ہیں۔ فرمایا کہ اگر تم اہل دنیا کی نگاہوں سے ایک ہزار میل دور بھی بھاگنا چاہو گے تو یہ بھی بہت بڑی عبادت ہے اور اس میں بہت سے مفاد مضمر ہیں۔

فرمایا کہ مومن کی زیارت کا ثواب ایک سو حج کے مساوی اور ہزار دینار صدقہ دینے سے بھی افضل ہے۔ اور جس کو کسی مومن کی زیارت نصیب ہو جائے اس پر خدا کی رحمت ہے۔ فرمایا کہ قبلے در حقیقت پانچ ہیں۔ پہلا جو مومن کا قبلہ ہے۔ دوسرا بیت المقدس جو حضور اکرمؐ کے سوا گزشتہ تمام انبیاء کرام کا قبلہ ہے، سوم بیت المعمور یہ، آسمانی ملائکہ کا قبلہ ہے چہارم عرش، یہ دعا کا قبلہ ہے پنجم ذات باری تعالیٰ یہ جوانمردوں کا قبلہ ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا۔

فاینما تولوافثم وجہ اللہ

یعنی جس طرف تم منہ پھیرو اسی طرف اللہ موجود ہے۔ پھر فرمایا کہ طالب جب راستہ میں دس مقام پر زہر کھا چکتا ہے تب کہیں گیارہویں جگہ شکر نصیب ہوتی ہے۔ یعنی ابتداً طالبین خدا کو بے حد تکالیف و اذیتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے پھر کہیں قرب الٰہی میسر آتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں مکمل طور پر جستجو کی توفیق عطا نہ فرمادے اس وقت تک جستجو سے احتراز کرو کیونکہ توفیق الٰہی کے بغیر اگر کوئی عمر بھر بھی اس کی جستجو کرتا ہے جب بھی نہیں پاسکتا۔ پھر فرمایا کہ نفع بخش علم وہی ہے جس پر عمل کیا جائے۔ اور بہتر عمل وہ ہے، جو فرض کر دیا گیا۔ فرمایا کہ دانشمند لوگ نور قلبی کے ذریعہ خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور دوست نور یقین سے دیکھتے ہیں۔ اور جوانمرد نور معائنہ سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے خدا کو کہاں دیکھا؟ تو فرمایا کہ جس مقام پر میں خود کو نہیں دیکھتا وہاں خدا کو دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اکثر لوگوں نے دعویٰ تو کر دیا لیکن نہیں سوچا کہ یہ دعویٰ اس بات کی دلیل ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ دعویٰ خود انکے لئے حجاب بن گیا۔ فرمایا کہ حق و باطل کا اندیشہ کرنے والے اہل حق نہیں ہوسکتے۔ فرمایا کہ عمل کرنا گو بہتر شے ہے لیکن اتنی واقفیت ہونا ضروری ہے کہ عامل تم خود ہو یا تمہارے پس پردہ کوئی دوسرا ہے کیونکہ عمل وہی اچھا ہے جس کے پس پردہ کوئی دوسرا نہ ہو بلکہ وہ عمل تم خود کر رہے ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی تاجر اپنے مالک کے مال سے تجارت کرتے ہوں اور جب وہ سرمایہ واپس لے لیا جائے تو وہ مفلس ہو کر رہ جائے۔ فرمایا کہ خدا کو ہر جگہ اس طرح حاضر سمجھو کہ تمہارا وجود باقی نہ ہے کیونکہ تم اپنی ہستی کی بقا تک اس کی ہستی سے محروم رہو گے۔ فرمایا کہ عبادت یا تو جسمانی ہوتی ہے یا زبانی یا قلب سے اس کی اطاعت کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ معرفت الٰہی ظاہری عبادت ولباس سے حاصل نہیں ہوتی۔ اور جو لوگ اس کے مدعی ہیں کہ معرفت عبادت ولباس سے حاصل ہو جاتی ہے وہ آزمائش میں مبتلا ہیں۔ فرمایا کہ نفس کی خواہش ایک پوری کرنے والا راہ مولا میں ہزارہا تکالیف برداشت کرتا ہے۔ فرمایا کہ

مخلوق میں تقسیم رزق کے وقت خدا نے جوانمردوں کو غم واندوہ عطا کیا اور انہوں نے قبول کر لیا۔ فرمایا کہ اولیاء کرام مخلوق سے متنفر ہو کر راہ مولیٰ میں مگن رہتے ہیں۔ اور اپنا حال کبھی مخلوق پر ظاہر نہیں ہونے دیتے اور جب اہل دنیا ان کے مراتب کو پہچان کر شہرت دیتے ہیں تو ان کا عیش بے نمک کھانے جیسا ہو جاتا ہے۔
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر فرد کو یہ عطا فرمادے کہ اپنے اعمال کو پس پشت ڈال کر صدق دلی سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے۔ فرمایا کہ مقدرات پر شاکر رہنا ایک ہزار مقبول عبادات سے افضل ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بحر کرم کا ایک قطرہ بھی کسی پر ٹپک جائے تو دنیا میں نہ تو کسی شے کی خواہش باقی رہے نہ کسی سے بات کرنے کو دل چاہے اور نہ کسی کی بات سننا گوارا ہو۔
فرمایا کہ دنیا میں کسی سے معاندت کرنا سب سے بدتر شے ہے۔ فرمایا کہ صوم و صلوٰۃ گو افضل اعمال ہیں لیکن غرور و تکبر قلب سے نکال دینا اس سے بھی بہتر عمل ہے۔ فرمایا کہ چالیس سال تک عبادت کرنا ضروری ہے۔ دس سال تو اس لئے کہ زبان میں صداقت و راست بازی پیدا ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ جسم کا بڑھا ہوا گوشت کم ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ خدا سے قلبی پیدا ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ تمام احوال درست و اصلاحی ہو جائیں۔ اور جو شخص اس طرح چالیس سال عبادت کرے گا وہ مراتب میں سب سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا کہ دنیا میں مخلوق سے نرمی اختیار کرو۔ اور مکمل آداب کے ساتھ اتباع سنت کرتے رہو۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ پاکیزگی کی زندگی بسر کرو کیونکہ وہ خود بھی پاک ہے اور اس لئے پاکیزہ لوگوں کو محبوب رکھتا ہے اور یہ راستہ مستوں اور دیوانوں کا راستہ ہے۔ فرمایا کہ موت سے قبل تین چیزیں حاصل کر لو۔ اول یہ کہ حب الٰہی میں اس قدر گریہ وزاری کرو کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے لہو جاری ہو جائے۔ دوم یہ کہ خدا سے اس قدر خائف رہو کہ پیشاب کی جگہ خون آنے لگے۔ سوم اس کے احکام کی بجا آوری کے ساتھ عبادت میں اس طرح شب بیداری کرو کہ تمام جسم پگھل جائے۔ فرمایا کہ خدا کو اس انداز سے یاد کرو کہ پھر دوبارہ یاد نہ کرنا پڑے یعنی اس کو کسی وقت بھی فراموش نہ کرو۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ اللہ کہنے سے اس طرح زبان جل جاتی ہے کہ دوبارہ اللہ نہیں کہہ سکتا اور جب اس کو دوبارہ اللہ کہتے سنو تو سمجھ لو کہ وہ خدا کی تعریف ہے جو اس زبان پر جاری ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے قلب میں یاد الٰہی باقی ہے تو تمہیں دنیا کی کوئی شے ضرر نہیں پہنچا سکتی اور اگر تمہارے قلب میں خدا کی یاد باقی نہیں ہے تو لباس فاخرہ بھی سود مند نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ خدا کے ہمراہ مشاہدہ کرنے کا نام بقا ہے۔ فرمایا کہ جس کو مخلوق میں تم مرد تصور کرتے ہو وہ خدا کے روبرو نامرد ہے اور جو مخلوق کی نظروں میں نامرد ہے وہ خدا کے سامنے مرد ہے۔ فرمایا کہ خدا نے اپنے کرم سے تو مخلوق کو آگاہ فرمادیا اگر اپنی ذات سے آگاہ کرا دیتا تو لاالہ الا اللہ کہنے والا کوئی نہ ہوتا۔ یعنی معرفت الٰہی کی واقفیت کے بعد بندے بحر تحیر میں اس طرح غرق ہو جاتے کہ کلمہ بھی یاد نہ رہتا۔

فرمایا کہ ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو آتش محبت سے خاکستر ہو چکے ہوں اور بحر غم میں غرق ہوں۔ فرمایا کہ درویش وہی ہے جس میں حرکت و سکون باقی نہ رہے اور نہ مروت و غم سے بہرہ ور ہو۔ فرمایا کہ لوگ صرف صبح و شام عبادت کرنے ہی سے خدا کی جستجو کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں۔ حقیقت میں اس کی جستجو کرنے والے وہ ہیں جو ہر لحہ اس کی تلاش میں رہیں فرمایا کہ اس طرح سکوت اختیار کرو کہ سوائے اللہ کے اور کچھ منہ سے نہ نکلے اور قلب میں سوائے فکر الٰہی کے اور کوئی فکر باقی نہ رہے اور تمام امور دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر اپنے اعضاء کو خدا کی جانب متوجہ رکھو تاکہ تمہارا ہر معاملہ مبنی بر اخلاص ہو اور اس کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ فرمایا کہ اولیاء کے قلوب مٹ جاتے ہیں۔ ان کے اجسام فنا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی روحیں جل جاتی ہیں۔ فرمایا کہ خدا کی ایک لحہ کی عبادت مخلوق کی عمر بھر کی عبادت سے افضل ہے۔ فرمایا کہ اعمال کی مثال شیر جیسی ہے اور جب بندہ اپنا قدم شیر کی گردن پر رکھتا ہے تو وہ شیر لومڑی کی طرح ہو جاتا ہے۔ یعنی جب عمل پر قابو پالیا جائے تو عمل آسان ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ بزرگوں کا یہ قول ہے کہ جو مرید عمل کے بل پر عمل کرتا ہے اس کے لئے عمل سود مند نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ جنت میں داخلہ کی راہ قریب ہے لیکن واصل الی اللہ ہونے کی راہ دور ہے۔ فرمایا کہ دن میں تین ہزار مرتبہ مرکر زندہ ہونا چاہئے۔ پھر فرمایا ممکن ہے کہ ایسی حیات جاوداں حاصل ہو جائے جس کے بعد موت نہ ہو۔ فرمایا کہ جب تم راہ خدا میں اپنی ہستی کو فنا کر لو گے تب تمہیں ایسی ہستی مل جائے گی جو فنا ہونے وال نہیں۔ فرمایا کہ منجانب اللہ بندے کے لئے ایک ایسا راستہ ہے جس سے معرفت و شہادت نصیب ہوتی ہے اور اسی راستہ سے اللہ تعالیٰ خود کو بندے پر ظاہر کر دیتا ہے اور یہ ایسا مرتبہ ہے جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم اپنے دوستوں کے لئے محفوظ رکھتا ہے اور امن و راحت اپنے معصیت کار بندوں کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس لئے ضروری ہے کہ جب مسافر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں اس کا دوست موجود ہو تو وہ راہ کی تمام تکالیف بھول جاتا ہے اور اس کے قلب کو تقویت حاصل رہتی ہے لہٰذا جب تم قیامت میں اس طرح مسافر بن کر پہنچو گے جہاں خدا تعالیٰ تمہارا دوست ہو گا تو تمہیں مسرت حاصل ہوگی۔ فرمایا کہ جو لوگ مخلوق کے ساتھ شفقت سے پیش نہیں آتے ان کے قلوب میں مخلوق کی روشنی کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور جو لوگ اپنی حیات کو امور خداوندی میں صرف نہیں کرتے ان کی آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر نہیں ہو سکتی۔

ایک خراسانی سے حج پر روانہ ہوتے وقت آپ نے سوال کیا کہ کہاں کا قصد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مکہ معظمہ کا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں کیوں جا رہے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ خدا کی طلب میں جا رہا ہوں۔ فرمایا کیا خراسان میں خدا نہیں ہے اور جیسا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ "علم حاصل کرو خواہ وہ چین میں

ہو" لیکن یہ نہیں کہ خدا کی تلاش میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک جاتے پھرو۔ فرمایا کہ جس سانس میں بندہ خدا سے خوش ہوجائے وہ سانس برسوں کے صوم وصلوٰۃ سے افضل ہے۔ فرمایا کہ ہر مخلوق مومن کے لئے حجاب ہے اور نہ جانے مومن اس دام و حجاب میں کب پھنس جائے۔ فرمایا کہ جو بندہ ایک شب و روز اس حال میں گزار دے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو اذیت نہ پہنچے تو وہ شخص ایک شب و روز حضور اکرمؐ کی صحبت میں رہا۔ اور جو شخص مومن کو کسی دن اذیت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس یوم کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ فرمایا کہ جو بندہ دنیا میں انبیاء اور اولیاء اور خدا سے شرم کرتا ہے عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ اس سے شرم کرتا ہے۔ فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اول مجرد اور صاحب علم کو، دوم صاحب سجاد کو، سوم اہل کسب و ہنر کو۔ فرمایا کہ نان جویں کھانے والا اور ٹاٹ کا لباس پہن لینے ہی سے صوفی نہیں بن جاتا کیونکہ اگر صوفی بننے کا دارومدار اس پر موقوف ہوتا تو تمام اون والے اور جو کھانے والے جانور صوفی بن جایا کرتے بلکہ صوفی وہ ہے جس کے قلب میں صداقت اور عمل میں اخلاص ہو۔ فرمایا کہ مجھے مرید کرنے کی خواہش نہیں کیونکہ میں مرشد ہونے کا دعویدار نہیں بلکہ میں تو ہر وقت اللہ کافی کہا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ اگر تم نے عمر میں ایک مرتبہ بھی خدا تعالیٰ کو آزردہ کیا ہو تو زندگی بھر اس سے معذرت چاہتے رہو کیونکہ اگر وہ اپنی رحمت سے معاف بھی کردے جب بھی تمہارے قلب سے یہ داغ حسرت محو نہ ہونا چاہئے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو آزردہ کیا ہے۔ فرمایا کہ قابل صحبت وہی ہے جو آنکھ سے اندھی، کان سے بہری اور منہ سے گونگی ہو۔ یعنی ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جو اپنی آنکھ سے خدا کے سوا کسی کو نہ دیکھتا ہو۔ جو اپنے کانوں سے حق کے سوا کوئی بات نہ سنتا ہو اور زبان سے حق کے سوا کچھ نہ کہتا ہو۔ فرمایا کہ افسوس ہے اس پرندے پر جو اپنے آشیانے سے دانے کی جستجو میں نکل کر آشیانے کا راستہ ہی بھول جائے اور ہر سمت بھٹکتا پھرے۔ فرمایا کہ حقیقت میں غریب وہی ہے جس کا زمانے میں کوئی ہم نوا نہ ہو۔ لیکن میں خود کو غریب اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ نہ تو میں دنیا اور اہل دنیا کا موافق ہوں اور نہ دنیا ہی میرے موافق ہے۔ فرمایا کہ اللہ دنیا اور اس کی دولت سے خوش نہیں ہوا کرتے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو یہ تین مراتب عطا فرماتا ہے۔ اول یہ کہ بندہ دیدار الٰہی سے مشرف ہو کر اللہ اللہ کہتا رہے، دوم بندہ عالم وجد میں اللہ کو پکارتا پھرے، سوم بندہ اللہ کی زبان بن کر اللہ اللہ کہے۔ پھر فرمایا کہ بندہ چار چیزوں کے ساتھ خدا سے پیش آتا ہے۔ اول جسمانی طور پر، دوم قلبی اعتبار سے، سوم زبان کے ذریعہ، چہارم مال کے لحاظ سے۔ لیکن اگر بندہ صرف جسمانی طور پر خدا کی اطاعت اور زبان سے اس کا ذکر کرتا رہے تو اس کے لئے بیسود ہوگا کیونکہ قلب کو اس کے سپرد کرنا اور مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنا بہت ضروری ہے اور جب ان چار چیزوں کو اس کی راہ میں صرف کرے تو یہ چار چیزیں خدا سے طلب کرے۔ محبت ہیبت خدا کے ساتھ زندگی گزارنا۔ اس کے راستہ میں یگانگت و

موافقت۔ فرمایا کہ خدا نے ہر بندے کو کسی نہ کسی شغل سے دو چار کر کے اپنے سے جدا کر دیا۔ لیکن شجاعت یہ ہے کہ تم تمام چیزوں کو چھوڑ کر خدا کو اس طرح پکڑ لو کہ وہ تمہیں اپنے سے جدا ہی نہ کر سکے۔ فرمایا کہ زمین پر چلنے پھرنے والے لوگ مردہ ہیں اور زمین میں بہت مدفون لوگ زندہ ہیں۔ فرمایا کہ علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی نو عدد ازواج مطہرات تھیں۔ بعض کے لئے آپ سال بھر کا کھانے کا سامان بھی جمع فرما لیتے تھے اور صاحب اولاد بھی تھے لیکن میں کہتا ہوں کہ ۶۳ سال عمر ہونے کے باوجود بھی آپ دونوں جہان سے دل برداشتہ رہے۔

یعنی آپ کے نزدیک سب مردہ تھے اور جو کچھ آپ ذخیرہ اندوزی فرماتے تھے وہ بھی اللہ ہی کے حکم سے فرمایا۔ کہ جس کا قلب شوق آتش الٰہی سے جل جاتا ہے اس کو محبت اٹھا کر لے جاتی ہے۔ اور اس سے ارض و سما کو لبریز کر دیتی ہے لہٰذا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ دیکھنے سننے اور چکھنے والے بن جاؤ تو وہاں حاضر رہو لیکن وہاں حضوری کے لئے تجرد اور جوانمردی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ عبادت و معصیت کو چھوڑ کر بحر کرم اور دریائے بے نیاز میں اس طرح غوطہ لگاؤ کہ خود نیست کر کے اس کی ہستی میں ابھرو۔ فرمایا کہ دریائے غیب میں مخلوق کا ایمان گھاس پھوس کی طرح کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ہوا اس کو ساحل پر پھینک دیتی ہے۔ فرمایا کہ علماء علم کو، عابدین عبادت کو، زاہدین زہد کو معرفت الٰہی کا ذریعہ تصور کر کے اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس لئے بے سود ہوتا ہے کہ قرب الٰہی کا ذریعہ صرف پاکیزگی ہے اور وہ پاک بے نیاز پاکی ہی کو پسند فرماتا ہے۔ فرمایا کہ جس کی زندگی خدا کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتی وہ اپنے نفس اور قلب و روح پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔ فرمایا کہ اگر فانی اور باقی کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہو تو جس طرح بندۂ فانی خدا کو پہچان لیتا ہے اس طرح قیامت میں اس کے نور سے اس کا مشاہدہ کرے گا اور نور بقا کے ذریعہ نور خدا کو دیکھ لے گا۔ پھر فرمایا کہ اولیاء کرام صرف خدا کے محرم ہی کو دیکھتے ہیں جس طرح تمہاری اہلیہ کو کوئی غیر محرم نہیں دیکھ سکتا۔ فرمایا کہ مرید اپنے مرشد کی جس قدر خدمت کرتا ہے اس قدر اس کے مراتب بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ لوگ تو دریا میں مچھلی پکڑتے ہیں۔ لیکن اللہ والے خشکی میں مچھلی پکڑتے ہیں۔ اور لوگ تو خشکی میں سوتے ہیں۔ لیکن اہل اللہ دریا میں آرام کرتے ہیں۔ فرمایا کہ دنیا میں ایک ہزار تمناؤں کو قربان کر دینے کے بعد آخرت میں صرف ایک تمنا پوری ہوتی ہے اور ہزار تلخ گھونٹ زہر پی لینے کے بعد شربت کا ایک گھونٹ نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہزاروں سردار قبروں میں جا سوئے لیکن دین کی سرداری کے قابل ایک بھی نہ بن سکا۔ فرمایا کہ فنا و بقا اور مشاہدہ و پاکیزگی موت میں پنہاں ہیں۔ کیونکہ ظہور الٰہی کے بعد سوائے اس کے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ فرمایا کہ مخلوق سے وابستگی میں بشریت سے گزر کر تمام غم و آلام فنا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ پابند صوم و صلوٰۃ مخلوق سے قریب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ معرفت سے حقیقت تک ایک ہزار منازل ہیں۔

اور حقیقت سے عین حقیقت تک ایک ہزار ایسے ایسے مقامات ہیں کہ ہر مقام پر گزرنے کے لئے عمر نوحؑ اور صفائے قلب محمدی کی ضرورت ہے فرمایا کہ قلب بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اول قلب فانی جو فقر کا مسکن ہے، دوم طالب نعمت قلب جو امارت کی آماجگاہ ہے، سوم قلب باقی جو اللہ تعالیٰ کی قیام گاہ ہے۔ پھر فرمایا کہ عبادت گزار تو بہت سے ہیں لیکن عبادت کو دنیا سے ساتھ لے جانے والے بہت قلیل اور ان سے بھی قلیل وہ ہیں جو عبادت کر کے خدا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ لیکن شجاعت یہی ہے کہ انتقال کے وقت دنیاوی عبادت کو اپنے ہمراہ لے جائے۔ فرمایا کہ بحر عشق میں مخلوق کا گزر نہیں اور ایک ایسی در آمد و بر آمد بھی ہے جس میں بندے کے علم و کمال کا گزر نہیں۔ فرمایا کہ ناعاقبت اندیش ہیں وہ لوگ جو خدا کو دلیل کے ذریعہ شناخت کرنا چاہتے ہیں جب کہ صرف اس کو اسی کے کرم سے بے دلیل پہچاننے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی معرفت کے لئے تمام دلائل بے سود ہیں۔ فرمایا کہ عشاق خدا کو پالینے کے بعد خود گم ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ لوح محفوظ کا نوشتہ صرف مخلوق کے لئے ہے اس کا تعلق اہل اللہ سے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو وہ چیزیں عطا فرماتا ہے جو لوح محفوظ میں نہیں۔ فرمایا کہ دنیا میں غم و آلام برداشت کرتے رہو۔ ممکن ہے کہ اس کے صلہ میں آخرت حاصل ہو جائے اور دنیا میں گریہ و زاری کرتے رہو تاکہ آخرت میں مسکرا سکو۔ اور وہاں تمہیں مخاطب کر کے فرمایا جائے کہ کیونکہ تم دنیا میں روتے رہے اس لئے آج تمہیں دائمی مسرت عطا کی جاتی ہے۔ فرمایا کہ تمام انبیاء اولیاء دنیا کے اندر اس غم میں مبتلا رہے کہ کاش اللہ تعالیٰ کو جان سکتے، لیکن خدا کو جاننے کا جو حق ہے اس طرح نہیں جان سکے۔ فرمایا کہ محبت کی انتہا یہ ہے کہ اگر کائنات کے تمام سمندروں کا پانی بھی محبت کرنے والے کے حلق میں انڈیل دیا جائے جب بھی اس کی تشنگی رفع نہ ہو سکے اور مزید کی خواہش باقی رہے اور خدا سے منقطع ہو کر اپنی کرامات پر تکبر نہ کرے۔ فرمایا کہ شجاعت تو یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ایک کرامت اور اس کے مومن بھائی کو ایک ہزار کرامتیں عطا فرما دے جب بھی وہ اپنی ایک کرامت کو جذبہ ایثار کے تحت اپنے بھائی کی نذر کر دے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ کیا آپ کو موت سے ڈر نہیں لگتا؟ فرمایا کہ مردے موت سے ڈرا نہیں کرتے کیونکہ اللہ کی ہر وہ وعید جو بندوں کے لئے فرمائی گئی ہے میرے غم کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور ہر وہ وعدہ جو مخلوق سے آسائش و آرام کا کیا گیا ہے میری امید کے مقابلہ میں بے حقیقت ہے اور اگر تم سے یہ سوال کیا جائے کہ ابوالحسن سے جو فیض تمہیں حاصل ہوا ہے اس کے صلہ میں کیا چاہتے ہو۔ تو تم کیا صلہ طلب کرو گے؟ اس پر ہر فرد نے اپنی خواہشات کے مطابق جواب دیا لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ تم محبت مخلوق کے صلہ میں کیا معاوضہ چاہتے ہو؟ تو میں جواب دوں گا کہ میں ان سب کو چاہتا ہوں۔

مشہور ہے کہ آپ نے کسی دانشور سے سوال کیا کہ تم خدا کو دوست رکھتے ہو یا اللہ تمہیں دوست رکھتا

ہے ؟اس نے جواب دیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو اس کی معیت اختیار کیوں نہیں کرتے ۔ اس لئے کہ دوست کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے ۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے شاگرد سے پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کون سی ہے ؟اس نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ تم جیسے بے علم کو تو بہت زیادہ خوف زدہ رہنا چاہئے ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ سب سے بہتر شے وہ ہے جس میں کوئی برائی نہ ہو ۔ مشہور ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ حضرت جنید دنیا میں باہوش آئے اور ہوش کے ساتھ چلے گئے اور حضرت شبلی مدہوش آئے اور مدہوش لوٹ گئے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ان دونوں سے پوچھا جائے کہ تم دنیا میں کس طرح واپس ہوئے تو یہ کچھ بھی نہ بتا سکیں گے کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح آیا اور کس طرح واپس ہو گیا اور آپ نے جس وقت یہ جملہ فرمایا تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابوالحسن ! تو نے بالکل درست کہا کیونکہ جو خدا سے آگاہ ہو جاتا ہے اس کو خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور جب لوگوں نے اس جملے کا مفہوم پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ زندگی کو نامرادی میں گزارنے کا نام بندگی ہے ۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ ہمیں کیا چیزیں اختیار کرنی ہوں گی جس کی بنیاد پر ہم میں بیداری پیدا ہو ؟ فرمایا کہ عمر کو ایک سانس سے زیادہ تصور نہ کرو ۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ فقر کی کیا علامت ہے ؟ فرمایا کہ قلب پر ایسا رنگ چڑھ جائے جس پر دوسرا کوئی رنگ نہ چڑھ سکے ۔ فرمایا کہ میں خدا کے سوا کسی کو اپنے قلب میں جگہ نہیں دیتا اور اگر کوئی خیال آ بھی جائے تو فوراً نکال پھینکتا ہوں فرمایا کہ میں اس مقام پر ہوں جہاں ذرے ذرے کی تحقیق کا مجھے علم ہے کہ میں نے پچاس سال اس طرح گزارے ہیں کہ خدا کے ساتھ اخلاق سے رہا کہ مخلوق کی اس میں کوئی گنجائش نہیں تھی اور نماز عشاء سے لے کر صبح سے شام تک عبادت میں مشغول رہتا تھا اور اس عرصہ میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھا ۔ جب کہیں اس کے صلہ میں یہ مراتب حاصل ہوئے کہ ظاہری طور پر میں دنیا میں سوتے ہوئے فردوس و جہنم کی سیر کرتا رہتا ہوں اور دونوں عالم میرے لئے ایک ہو چکے ہیں اس لئے کہ میں ہمہ اوقات خدا کی معیت میں رہتا ہوں ۔ فرمایا کہ پہلا راستہ نیاز کا ہے اس کے بعد خلوت ، اس کے بعد دیدار ، اس کے بعد بیداری ہے ۔ فرمایا کہ میں ظہر سے عصر تک پچاس رکعتیں پڑھا کرتا تھا لیکن بیداری کے بعد ان سب کی قضا کرنی پڑتی ۔ فرمایا کہ میں بیداری میں ۴۰ سال سے خورد و نوش کا کوئی انتظام کر لیتا ہوں اور اس کی طفیل میں خود بھی کھا لیتا ہوں ۔ فرمایا کہ امکانی حد تک مہمان نوازی کرتے رہو ۔ کیونکہ اگر مہمان کو دونوں جہاں کی نعمتوں کا لقمہ بنا کر بھی کھلا دو گے جب بھی حق مہمان نوازی ادا نہیں ہو سکتا ۔ فرمایا کہ کسی مرد حق کی زیارت کے لئے مشرق سے مغرب تک سفر کرنے کی صعوبتوں کا اجر اس کی زیارت سے کم ہے ۔ فرمایا کہ چالیس سال سے میرا نفس ایک گھونٹ سرد پانی کا خواہش مند ہے لیکن میں نے محروم رکھا ہے ۔ فرمایا کہ میں نے ستر سال خدا کی معیت میں اس طرح

گزارے ہیں کہ اس دوران ایک لمحہ بھی کبھی اتباع نفس نہیں کی۔

چالیس سال تک آپ کو بینگن کھانے کی خواہش رہی لیکن آپ نے نہیں کھائے اور جب ایک دن والدہ کے اصرار پر کھائے تو اسی رات کسی نے آپ کے صاحبزادے کو قتل کر کے چوکھٹ پر ڈال دیا اور جب آپ کو علم ہوا تو اپنی والدہ سے فرمایا کہ میں نے منع کیا تھا کہ میرا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اب آپ نے اپنے اصرار کا نتیجہ دیکھ لیا۔

جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی اور دوسری مسجدوں میں کیا فرق ہے؟ فرمایا کہ شرعی حیثیت تو تمام مساجد کی ایک ہی ہے لیکن میری مسجد کا قصہ طولانی ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے دوسری مساجد سے ایک نور نکل کر صرف آسمان تک جاتا ہے لیکن میری مسجد کا قبہ اس کے کرم کے نور سے منور ہو کر آسمان سے بھی آگے نکل جاتا ہے اور جب اس مسجد کی تکمیل کے بعد میں اس میں جا کر بیٹھا تو ملائکہ نے یہاں آکر ایک سبز پرچم نصب کر دیا جس کا ایک سرا عرش سے ملحق تھا اور آج تک وہ پرچم اسی طرح قائم ہے اور تاحشر قائم رہے گا۔ پھر ایک دن میں نے یہ غیبی آواز سنی کہ اے ابوالحسن! جو لوگ تیری مسجد میں داخل ہو جائیں گے ان پر آتش جہنم حرام ہو جائے گی اور جو لوگ تیری حیات میں یا وفات کے بعد اس مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر لیں گے ان کا حشر عبادت گزار بندوں کے ساتھ ہو گا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کے لئے ہر جگہ مسجد ہے اور ہر یوم، یوم جمعہ اور ہر مہینہ ماہ صیام ہے لہٰذا بندہ جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کی معیت اختیار کرے۔ فرمایا کہ دنیا میں سے چار سو دینار کا مقروض ہو کر جانا پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ سائل کے سوال کو رد کر دوں۔ پھر فرمایا کہ جب قیامت میں مجھ سے سوال ہو گا کہ تو دنیا سے کیا لے کر آیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ تو نے دنیا میں کتے کو میرا ساتھی بنا دیا تھا اور میں ہر لمحہ اس کی نگرانی میں لگا رہتا تھا تاکہ وہ مجھے اور دوسرے لوگوں کو کاٹ نہ لے اور تو نے مجھے نجاست سے لبریز فطرت عطا کی تھی جس کی پاکیزگی کے لئے میں نے تمام عمر صرف کر دی۔ فرمایا کہ لوگ تو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! عالم نزع اور قبر میں ہماری اعانت فرمانا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی ہماری اعانت فرما اور میری فریاد رسی کر۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں نے محبت میں ساٹھ سال گزار دیئے اور آج تک تیری امید سے وابستہ ہوں اس پر جواب ملا کہ تو صرف ساٹھ ہی سال سے ہماری محبت میں گرفتار ہے اور ہم تجھ کو ازل سے اپنا دوست بنائے ہوئے ہیں۔

فرمایا کہ ایک شب خواب میں مجھ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا یہ چاہتا ہے کہ میں تیرا بن جاؤں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ پھر سوال کیا کہ تیری یہ تمنا ہے تو میرا ہو جائے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر ارشاد ہوا کہ تمام گزشتہ لوگوں کو تو یہ تمنا رہی کہ میں ان کا ہو جاؤں پھر آخر تجھے یہ تمنا کیوں نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ

اے اللہ! جو اختیارات تو مجھ کو عطا فرمانا چاہتا ہے اس میں بھی تیری کوئی مصلحت یقیناً ہوگی کیونکہ تو بھی دوسروں کی مرضی کے مطابق کام نہیں کرتا۔ فرمایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے میرا اصلی روپ دکھادے۔ میں نے دیکھا کہ میں ٹاٹ کے لباس میں ملبوس ہوں اور جب میں نے غور سے دیکھ لینے کے بعد پوچھا کہ کیا میرا اصلی روپ یہی ہے؟ تو فرمایا گیا کہ ہاں تیری اصلی ہیئت یہی ہے۔ پھر جب میں نے پوچھا کہ میری ارادت و محبت اور خشوع و خضوع کہاں چلے گئے؟ تو فرمایا کہ وہ تو سب ہمارا تھا۔ تیری اصلی حقیقت تو یہی ہے۔

وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ کاش میرا قلب چیر کر مخلوق کو دکھایا جاتا کہ ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ خدا کے ساتھ بت پرستی درست نہیں پھر لوگوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے زمین سے تیس گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی سرزمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ سوئے ادبی کی بات ہے کہ میرا مزار حضرت جنید بسطامی کے مزار سے اونچا ہو جائے۔ چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ لیکن آپ کی وفات سے دوسرے ہی دن ایک بجلی چمکی اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید پتھر آپ کے مزار پر رکھا ہوا ہے اور قریب ہی میں شیر کے قدموں کے نشان ہیں جس سے یہ اندازہ کیا گیا کہ یہ پتھر شیر ہی نے لاکر رکھا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے مزار کے اطراف میں شیر کو گھومتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ لیکن زبان زد خلق عام یہی ہے کہ آپ کے مزار کو تھام کر جو دعا مانگی جائے گی وہ ضرور قبول ہوگی اور بہت سے تجربات بھی اس کے شاہد ہیں۔

بعض لوگوں نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ فرمایا کہ میرا اعمال نامہ میرے ہاتھ میں دے دیا گیا جس پر میں نے عرض کیا کہ تو مجھے اعمال نامے میں کیوں الجھانا چاہتا ہے۔ جب کہ میرے اعمال سے قبل ہی تو مجھ سے بخوبی واقف تھا کہ مجھ سے کس قسم کے اعمال سرزد ہو سکے ہیں لہٰذا میرا اعمال نامہ کراماً کاتبین کے حوالے کر کے مجھے اس جھنجھٹ سے نجات دیدے تاکہ میں ہر وقت تجھ سے ہم کلام رہ سکوں۔

حضرت محمد بن حسین فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید بیمار ہوا تو میں خوف آخرت سے بہت ہی متاثر تھا اسی دوران میں ایک دن آپ عیادت کے لئے تشریف لائے اور مجھے پریشان دیکھ کر فرمایا کہ کوئی بات نہیں تم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گے لیکن میں نے عرض کیا کہ مجھے بیماری کا نہیں موت کا خوف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ موت سے خائف نہ ہونا چاہئے کیونکہ اگر میں تم سے بیس سال قبل ہی مرجاؤں جب بھی عالم نزع میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔ اس لئے تم موت سے مت خوفزدہ ہو اس کے بعد مجھے صحت یابی ہو گئی اور جب آپ کی وفات کے بیس سال بعد حضرت محمد بن حسین مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے صاحبزادے کا بیان ہے کہ وہ نزعی کیفیت میں اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے کوئی تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر وعلیکم

السلام کہااور جب میں نے پوچھاکہ آپ کے سامنے کون ہے فرمایا حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی نے عالم جان کنی میں آنے کا وعدہ فرمایا تھالہٰذا وہ تشریف لے آئے ہیں اور دوسرے بہت سے اولیاء کرام بھی آپ کے ہمراہ ہیں اور مجھ سے فرمارہے ہیں کہ موت سے نہ ڈرو۔ یہ کہتے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تاریخ وفات تذکرہ اولیاء کے بعض منسوخ نسخوں میں ان دو شعروں میں ملتی ہے۔

بوالحسن آنکہ بود خرقانی ‏ ‏ نشنیدم مثال او ثانی

شدہ تاریخ صاحب خرقان ‏ ‏ بوالحسن زیب جائے عدن جنان

۴۲۶ھ

باب۔ ۷۸

حضرت ابو بکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ معرفت و حقیقت کے منبع و مخزن تھے اور آپ کا شمار معتبر صوفیائے کرام میں ہوتا تھا۔ گو جائے ولادت میں اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور سن بلوغ تک وہیں مقیم رہے آپ کی کرامات و ریاضت اور نکات و رموز بے شمار ہیں جن کو یکجا کرنا بہت دشوار ہے آپ نے اپنے دور کے تمام بزرگوں کو دیکھا اور فیض بھی حاصل کیا۔ آپ امام مالک کے پیرو کار تھے۔ اور بہت سی احادیث بھی آپ نے تحریر کر رکھی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کی عبادت و ریاضت میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اور ستر سال کی عمر پاکر ۳۳۴ھ ماہ ذی الحجہ میں انتقال ہوا۔

حالات:۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال تک حدیث و فقہ کا درس لیا جس کے بعد میرے سینے سے ایک خورشید طلوع ہو گیا اور جب مجھ کو خدا کی طلب کا اشتیاق پیدا ہوا تو میں نے بہت سے اساتذہ کی خدمت میں رجوع کر کے اپنا مقصد ظاہر کیا لیکن کوئی بھی مجھے راستہ نہ دکھا سکا۔ کیونکہ ان میں سے ایک بھی بذات خود راستے سے واقف نہیں تھا بس مجھ سے تو اتنا کہہ دیتے تھے کہ ہم غیب کے سوا سب کچھ جانتے ہیں۔ چنانچہ میں نے خیرت زدہ ہو کر ان سے عرض کیا کہ آپ لوگ تاریکی میں ہیں اور میں روز روشن میں اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنی ولایت چوروں کے سپرد نہیں کی۔ یہ سن کر سب لوگ برہم ہو گئے اور میرے ساتھ بہت ہی ناروا سلوک کیا۔

ابتداء میں آپ نہاوند نامی جگہ کے سردار تھے اور جب تمام امیروں اور سرداروں کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور جس وقت خلیفہ سب کو خلعت عطا کرنے والا تھا اس وقت امیر کو چھینک آئی اور اس نے خلعت کی آستین سے ناک صاف کر لی جس کی سزا میں خلیفہ نے خلعت واپس لے کر اس کو برطرف کر دیا۔ اس وقت آپ کو یہ تنبیہ ہوئی کہ جو شخص مخلوق کی عطا کردہ خلعت سے گستاخی کر

کے ایسی سزا کا مستوجب ہو سکتا ہے تو خدا کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ گستاخی کرنے والے کی تو نہ جانے کیا سزا ہوگی؟ اس خیال کے بعد آپ نے خلیفہ سے آکر عرض کیا کہ تو مخلوق ہو کر اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ تیری عطا کردہ خلعت سے بے ادبی نہ کرے جب کہ تیری خلعت کی مالک الملک کی خلعت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لہٰذا اس نے مجھ کو اپنی معرفت کی جو خلعت عطا فرمائی ہے میں بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو ایک مخلوق کے سامنے کثیف کر دوں۔ یہ کہہ کر دربار سے باہر نکلے اور حضرت خیر نساج کے ہاتھ پر جا کر بیعت ہو گئے اور کچھ عرصہ ان سے فیض حاصل کرنے کے بعد انہیں کے حکم سے حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور ان سے عرض کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ کے پاس ایک گوہر نایاب ہے لہٰذا آپ یا تو اس کو میرے ہاتھ قیمتاً فروخت کر دیں یا پھر بغیر قیمت کے دیں۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ اگر میں فروخت کرنا چاہوں تو تم خرید نہیں سکتے کیونکہ تمہارے اندر قوت خرید نہیں ہے اور اگر مفت دے دوں تو اس کی قدر و قیمت نہ سمجھ سکو گے کیونکہ بلامحنت کے حاصل کردہ شے کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر تم وہ گوہر حاصل کرنا چاہتے ہو تو بحر توحید میں غرق ہو کر فنا ہو جاؤ پھر اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر صبر و انتظار کے دروازے کشادہ کر دے گا اور جب تم دونوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاؤ گے تو وہ گوہر تمہارے ہاتھ لگ جائے گا۔ چنانچہ ایک سال تک تعمیل حکم کرتے رہے پھر حضرت جنید سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ انہوں نے فرمایا کہ تم ایک سال تک گندھک بیچتے پھرو۔ چنانچہ ایک سال تک تعمیل حکم کرتے رہے پھر جنید نے فرمایا کہ اب ایک سال تک بھیک مانگو۔ چنانچہ آپ نے ایک سال یہ بھی کیا حتیٰ کہ آپ نے بغداد کے ہر دروازے پر بھیک مانگی لیکن کبھی آپ کو کسی نے کچھ نہیں دیا۔ اور جب اس کی شکایت آپ نے حضرت جنید سے کی تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا کہ اب تو شاید تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مخلوق کے نزدیک تمہاری کوئی حیثیت نہیں لہٰذا اب کبھی مخلوق سے وابستگی کا خیال نہ کرنا اور نہ کبھی کسی چیز پر مخلوق کو فوقیت دینا۔ پھر حضرت جنید نے حکم دیا کہ چونکہ تم نہاوند کے امیر رہ چکے ہو۔ لہٰذا وہاں جا کر ہر فرد سے معافی طلب کرو۔ چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر بچے بچے سے معافی چاہی لیکن ایک شخص وہاں موجود نہیں تھا تو اس کے بجائے لاکھ درہم خیرات کئے۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے قلب میں خلش باقی رہ گئی۔ اور جب دوبارہ حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی تمہارے قلب میں حب جاہ باقی ہے لہٰذا ایک سال تک اور بھیک مانگتے رہو لہٰذا بھیک کے ذریعہ جو کچھ ملتا اس کو حضرت جنید کے پاس لا کر فقراء میں تقسیم کر دیتے لیکن آپ خود بھوکے رہتے۔ پھر سال کے اختتام پر حضرت جنید نے وعدہ کیا کہ اب تمہیں اپنی صحبت میں رکھوں گا۔ بشرطیکہ تمہیں فقراء کی خدمت گزاری منظور ہو چنانچہ آپ ایک سال تک فقراء کی خدمت گزاری میں مشغول رہے۔ پھر حضرت جنید نے پوچھا کہ اب تمہارے نزدیک نفس کا کیا مقام ہے؟ آپ نے

جواب دیا کہ میں خود کو تمام مخلوقات سے کمتر تصور کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ اب تمہارے ایمان کی تکمیل ہو گئی ہے۔ ابتدائی دور میں جو کوئی آپ کے سامنے خدا نام لیتا تو آپ اس کا منہ شکر سے بھر دیتے اور بچوں کو محض اس نیت سے شیرینی تقسیم فرمایا کرتے تھے کہ وہ آپ کے سامنے صرف اللہ اللہ کہتے رہیں۔ پھر بعد میں یہ کیفیت ہو گئی۔ کہ خدا کا نام لینے والوں کو روپے اور اشرفیاں دے دیا کرتے پھر اس مقام پر پہنچ گئے کہ شمشیر برہنہ لے کر پھرتے اور فرمایا کرتے کہ جو کوئی میرے سامنے اللہ کا نام لے گا اس کا سر قلم کر دوں گا اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اپنا پہلا رویہ کیوں تبدل کر دیا؟ فرمایا کہ پہلے مجھے یہ خیال تھا کہ لوگ حقیقت و معرفت کے اعتبار سے خدا کا نام لیتے ہیں لیکن اب یہ معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ محض عادتاً نام لیتے ہیں جس کو میں جائز تصور نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ آپ نے یہ غیبی ندا سنی کہ اسم ذات کے ساتھ کب تک وابستہ رہے گا؟ اگر طلب صادق ہے تو مسمیٰ کی جستجو کر و یہ ندا سن کر عشق الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ دریائے دجلہ میں چھلانگ لگا دی لیکن ایک موج نے پھر کنارے پر پھینک دیا۔ پھر اسی کیفیت میں آگ میں کود پڑے لیکن آگ بھی آپ کے اوپر اثر انداز نہ ہو سکی۔ اس کے بعد اکثر مہلک و مہیب مقامات پر پہنچ کر خود کو ہلاک کرنے کی سعی کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے اس لئے کسی جگہ بھی کوئی گزند نہیں پہنچی اور ہر یوم ذوق و شوق میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے اور آپ اکثر چیخ چیخ کر فرماتے کہ تاسف ہے اس شخص پر جو نہ پانی میں غرق ہو سکا اور نہ آگ میں جل سکا۔ نہ درندوں نے پھاڑا اور نہ پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو سکا۔ پھر آپ نے یہ ندائے غیبی سنی کہ جو مقبول الٰہی ہوتا ہے اس کو خدا کے سوا دوسرا کوئی قتل نہیں کر سکتا اس کے بعد آپ کے احوال یہاں تک پہنچ گئے کہ لوگوں نے دس مرتبہ زنجیروں میں جکڑا مگر پھر بھی آپ کو سکون میسر نہ آسکا۔ پھر آپ کو پاگل تصور کر کے پاگل خانے بھیج دیا گیا اور ہر شخص آپ کو دیوانہ کہنے لگا۔ لیکن آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم سب مجھ کو دیوانہ کہتے ہو حالانکہ تم سب خود پاگل ہو اور انشاء اللہ قیامت میں تمہاری دیوانگی سے میری دیوانگی کا مرتبہ زائد ہو گا۔

قید خانے میں جب آپ سے چند حضرات بغرض ملاقات حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم سب آپ کے احباب ہیں یہ سنتے ہیں آپ نے ان پر سنگ باری شروع کر دی اور فرمایا کہ تم کیسے احباب ہو جو میری مصیبت پر صبر نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ آپ ہاتھ میں آگ لئے ہوئے پھر رہے تھے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آگ کیوں لے رکھی ہے؟ فرمایا کہ میں اس سے کعبہ کو پھونک دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ مخلوق کعبہ والے کی طرف متوجہ ہو جائے پھر دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ آپ وہ جلتی ہوئی لکڑیاں لئے پھر رہے ہیں اور جب لوگوں نے وجہ پوچھی

تو فرمایا کہ درخت پر بیٹھی ہوئی کوئل کو کو کر کے پوچھتی رہتی ہے کہ وہ کہاں ہے ؟اور میں بھی اسی کی موافقت میں ہو ہو کرتا رہتا ہوں۔ آپ کے اس عمل کا کوئل پر ایسا اثر ہوا کہ جب خاموش ہو جاتے تو وہ بھی سکوت اختیار کر لیتی۔

ایک مرتبہ بچوں نے آپ کے پاؤں پر ایسا پتھر مارا کہ لہولہان ہو گیا اور زخم سے جو قطرے زمین پر گرتے ان میں سے ہر قطرہ خون سے اللہ کا نقش ابھرتا تھا۔

ایک مرتبہ عید کے دن سیاہ لباس میں ملبوس تھے اور وجد کا عالم تھا اور جب لوگوں نے سیاہ لباس پہننے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے مخلوق کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا ہے اس لئے کہ پوری مخلوق خدا سے غافل ہو چکی ہے۔ ابتدا میں آپ سیاہ لباس ہی استعمال فرماتے تھے لیکن تائب ہونے کے بعد برقع پہننا شروع کر دیا تھا اور عید کے دن سیاہ لباس پہن کر اپنے لباس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سیاہی نے ہم کو تاریکی کے ایسے عالم میں پہنچا دیا کہ ہم درمیان میں غرق ہو گئے۔ مجاہدات کے دوران آپ اس لئے اپنی آنکھوں میں نمک بھر لیتے تھے تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ تھوڑی تھوڑی مقدار کر کے آپ نے سات من نمک آنکھوں میں بھر لیا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ خداتعالیٰ نے تجلی فرما کر مجھ سے فرمایا ہے کہ سونے والے مجھ سے غافل ہو جاتے ہیں اور مجھ سے غفلت کرنے والا محجوب ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ چمٹی لے کر آپ نے اپنا گوشت نوچنا شروع کر دیا تو حضرت جنید نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ جو حقائق مجھ پر منکشف ہوتے ہیں ان کی مجھ میں طاقت نہیں ہے اس لئے یہ عمل کر رہا ہوں تاکہ ایک لمحہ کے لئے سکون مل سکے۔

ابتدائی دور میں آپ ہمہ وقت گریہ وزاری کرتے رہتے تھے۔ جس پر حضرت جنید نے فرمایا کہ خدا نے شبلی کو ایک امانت سونپ کر چاہا کہ وہ اس میں خیانت کرے اس لئے اس کو گریہ وزاری میں مبتلا کر دیا کیوں کہ شبلی کا وجود مخلوق کے درمیان عین الٰہی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جنید کی مجلس میں آپ بھی حاضر تھے تو حضرت جنید کے بعض ارادت مندوں نے آپ کی تعریف میں یہ جملے کہے کہ صدق وشوق اور علو ہمتی میں آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ تم لوگوں کا یہ قول درست نہیں بلکہ حقیقت میں شبلی مردود اور خدا سے بہت دور ہے لہٰذا شبلی کو میری مجلس سے باہر نکال دو اور جب آپ نکل گئے تو حضرت جنید نے مریدین سے فرمایا کہ تم تعریف کر کے ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ تمہارے یہ تعریفی جملے اس کے لئے تلوار تھے اور اگر اس کا معمولی سا اثر بھی اس پر ہو جاتا تو اس کے نفس میں سرکشی رونما ہو جاتی اور وہ فوراً ہلاک ہو جاتا لیکن میری ہجو اس کے لئے ڈھال بن گئی اور وہ ہلاکت سے بچ گیا۔

آپ اپنے معمول کے مطابق تہہ خانے میں عبادت کیا کرتے تھے اور لکڑیوں کا گٹھا اس لئے اپنے ہمراہ

لے جاتے کہ جب عبادت سے ذرا بھی غفلت ہوتی تو ایک لکڑی نکال کر خود کو زود کوب کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک ایک کر کے تمام لکڑیاں ختم ہو جاتیں اور بعد میں آپ اپنے جسم کو دیواروں سے ٹکراتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ تنہائی میں عبادت کر رہے تھے کہ باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دے کر کہا کہ ابو بکر حاضر ہوا ہے۔ لیکن آپ نے جواب دیا کہ اگر اس وقت حضرت ابو بکر صدیق بھی تشریف لے آئیں جب بھی میں دروازہ نہیں کھول سکتا اللہ براہ کرم تم واپس چلے جاؤ۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری پوری زندگی انہی خواہش میں گزر گئی کہ کاش ایک لمحہ کے لئے خدا تعالیٰ سے مجھے ایسی خلوت نصیب ہو جاتی کہ میرا وجود باقی نہ رہتا اور چالیس سال سے یہ تمنا ہے کہ کاش ایک لمحہ کے لئے خدا کو جان اور پہچان سکتا۔ اور کاش میں پہاڑوں میں اس طرح روپوش ہو جاتا کہ نہ تو مخلوق مجھ کو دیکھ سکتی اور نہ میرے احوال سے باخبر ہوتی۔ پھر فرمایا کہ میں خود کو یہودیوں سے بھی زیادہ اس لئے ذلیل تر تصور کرتا ہوں کہ میں نفس و دنیا اور ابلیس و خواہشات کی بلاؤں میں گرفتار ہوں اور مجھے تین مصیبتیں یہ بھی لاحق ہیں کہ میرے قلب سے اللہ تعالیٰ دور ہو گیا ہے۔ دوم میرے قلب میں باطل جاگزیں ہو گیا ہے۔ سوم میرا نفس ایسا کافر بن گیا ہے کہ اس کو مصائب کو دور کرنے کا تصور تک نہیں آتا۔ پھر فرمایا کہ دنیا محبت کا اور آخرت نعمت کا مکان ہے لیکن ان دونوں سے قلب بہتر ہے کیونکہ یہ معرفت الٰہی کا مکان ہے پھر فرمایا کہ اگر میں بادشاہ کا خدمت گزار نہ ہوتا تو بزرگوں کی خدمت نہ کرتا۔

ایک مرتبہ نئے کپڑے جسم پر سے اتار کر جلا ڈالے اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ شریعت میں بلاوجہ مال کا ضیاع حرام ہے تو فرمایا کہ قرآن نے کہا ہے "جس شے پر تمہارا قلب مائل ہو گا ہم اس کو بھی تمہارے ساتھ آگ میں جلا دیں گے"۔ چونکہ میرا قلب اس وقت نئے کپڑوں پر مائل ہو گیا تھا اس لئے میں نے ان کو دنیا میں ہی جلا ڈالا۔

جب آپ کے مراتب میں اضافہ شروع ہوا تو آپ نے وعظ گوئی کو اپنا مشغلہ بنا لیا اور اس میں لوگوں کے سامنے حقیقت کا اظہار بھی کرنا شروع کر دیا جس پر حضرت جنید نے فرمایا کہ ہم نے جن چیزوں کو زمین میں مدفون کر رکھا تھا۔ تم انہیں بر سر منبر عوام کے سامنے بیان کرتے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ جن حقائق کا میں اظہار کرتا ہوں وہ لوگوں کے ذہنوں سے بالاتر ہیں کیونکہ میری باتیں حق کی جانب سے ہوتی ہیں۔ اور حق ہی کی جانب لوٹ جاتی ہیں اور اس وقت شبلی کا وجود درمیان میں نہیں ہوتا۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ گو تمہارا یہ قول درست پھر بھی تمہارے لئے اس قسم کی چیزیں بیان کرنی مناسب نہیں۔ آپ نے فرمایا، کہ دین و دنیا طلب کرنے والوں کے لئے ہماری مجلس نشینی حرام ہے۔

ایک مرتبہ مجلس میں آپ نے کئی مرتبہ اللہ اللہ کہا لیکن اسی مجلس میں ایک درویش نے اعتراض کیا کہ آپ

نے لاالہ الااللہ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے ایک ضرب لگا کر فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ رہتا ہے کہ میں (لا) کہوں یعنی نفی کر دوں اور (سید) میری روح نکل جائے آپ کے اس قول سے وہ درویش لرزہ براندام ہو گیا۔ اور اسی وقت اس کا دم نکل گیا۔ اور جب اس کے اعزاء آپ کو قاتل کہہ کر دربار خلافت میں لے گئے تو آپ کے اوپر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ اور دربار میں حاضری کے بعد جب آپ سے صفائی پیش کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس درویش کی جان تو عشق الٰہی سے خارج ہو کر پہلے بقائے جلال باری میں فنا ہونے والی تھی اور اس کی روح علائق دنیاوی سے رابطہ ختم کر چکی تھی اس لئے اس کو میرے قول کے سماعت کی طاقت نہ رہی اور برق مشاہدہ جمال کی چمک سے اس کی روح مرغ بسمل کی طرح پرواز کر گئی لہٰذا اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ یہ بیان سن کر خلیفہ نے حکم دیا کہ آپ کو باہر لے جاؤ کیونکہ اگر میں کچھ دیر ان کی گفتگو اور سن لوں گا تو میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا۔

آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنے والا جب طریقت کا طلب گار ہوتا تو آپ حکم دیتے کہ صحرا میں جا کر توکل اختیار کرو اور بغیر زاد راہ اور سواری کے حج کے سفر پر چلے جاؤ۔ اسی وقت تمہیں توکل و تجرد حاصل ہو گا اور جب ان دونوں مجاہدات سے فراغت پالو اس وقت میرے پاس آنا اس لئے کہ ابھی تمہارے اندر میری صحبت کی صلاحیت نہیں ہے اور آپ اکثر تائب ہونے والوں کو اپنے اصحاب کے ہمراہ بغیر زاد راہ اور سواری کے صحرا بھیج دیا کرتے تھے اور جب لوگ یہ کہتے کہ آپ تو مخلوق کی ہلاکت کے درپے ہیں تو آپ جواب دیتے کہ میری نیت ہرگز یہ نہیں لیکن جو لوگ میرے پاس آتے ہیں ان کا مقصد میری صحبت نہیں ہوتا بلکہ وہ معرفت الٰہی کے متمنی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ مصاحبت کے خواہاں ہوں تو گویا بت پرستی کے مرتکب کہلائے جائیں گے لہٰذا ان کے واسطے یہی بہتر ہے کہ اپنی حالت پر قائم رہیں اس لئے کہ فاسق موحد رہبانیت پسند زاہد سے افضل ہے اسی وجہ سے میں اپنے پاس آنے والوں کو خدا کا راستہ بتا دیتا ہوں۔ اس میں اگر وہ ہلاک بھی ہو جائیں جب بھی اپنے مقصد سے محروم نہیں رہیں گے اور اگر سفر کی صعوبتیں حاصل کر لیں گے تو انہیں وہ مقام حاصل ہو جائے گا جو دس سالہ مجاہدات سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ کا قول تھا کہ جب راستے میں میری نظر مخلوق پر پڑھتی ہے تو میں دیکھتا ہوں کہ ہر نیک بخت کی پیشانی پر لفظ سعید اور ہر بد بخت کی پیشانی پر لفظ شقی تحریر ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ ضرب لگا کر آہ افلاس کہا کرتے تھے اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ انسانوں کی مجالست۔ ان کی محبت۔ ان سے ربط و ضبط اور ان کی خدمت کرنے سے مفلس ہوں۔ ایک مرتبہ بہت بڑا ہجوم ایک جنازے کے ساتھ تھا۔ اور اس کے پیچھے ایک شخص الامن فراق الوالد کہتا ہوا چل رہا تھا۔ لیکن جب آپ کی نظر جنازے پر اور اس شخص پر پڑھی تو اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے فرمایا الامن فراق الاحد اس کے بعد فرمایا کہ ابلیس نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ تم اپنے صفائے

باطن پر نازاں نہ ہو کیونکہ اس تہہ میں تاریکیاں پنہاں ہیں۔

ایک دن آپ نے عالم وجد میں حضرت جنید کے یہاں پہنچ کر ان کے بندھے ہوئے صافے کو کھول ڈالا اور لوگوں کے سوال پر فرمایا کہ اس کی بندش مجھے بھلی معلوم ہوئی اس لئے کھول ڈالا۔

ایک دن حضرت جنید کی بیوی اپنے گھر میں بیٹھی کنگھی کر رہی تھیں۔ کہ اسی دوران اچانک آپ بھی وہاں جا پہنچے اور جب انہوں نے پردہ کرنے کا قصد کیا تو حضرت جنید نے فرمایا کہ پردے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ جماعت صوفیاء کے مستوں کو فردوس و جہنم تک کی تو خبر ہوتی نہیں پھر بھلاوہ کسی عورت پر کیا نظر ڈال سکتے ہیں۔ اور جب کچھ وقفہ کے بعد حضرت شبلی نے رونا شروع کیا تو حضرت جنید نے اپنی زوجہ کو پردے میں چلے جانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ اب یہ اپنی اصلی حالت پر لوٹ رہے ہیں۔

ایک مرتبہ جنید نے فرمایا من طلب وجد یعنی جس نے خدا کو طلب کیا پالیا۔ آپ نے کہا یہ بات نہیں بلکہ یوں کہئے کہ من وجد طلب۔ یعنی جس نے پالیا اس نے طلب کیا۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جنید نے خواب میں حضور اکرمؐ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور حضرت شبلی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور جب حضرت شبلی سے پوچھا کہ تم کیا کیا عمل کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ نماز مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر یہ آیت تلاوت کرتا ہوں۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ مرتبہ تمہیں اسی لئے حاصل ہوا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے وضو کر کے مسجد کا قصد کیا تو راستہ میں یہ غیبی ندا سنی کہ ایسے گستاخانہ وضو کے ساتھ ہمارے گھر میں جانا چاہتا ہے۔ یہ سن کر جب آپ واپس ہونے لگے تو یہ آواز سنی کہ ہمارے گھر سے لوٹ جانا چاہتا ہے بھلا یہاں سے لوٹ کہاں جائے گا آپ نے جب ایک زوردار ضرب لگائی تو یہ آواز سنی کہ ہم پر طعنہ زنی کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر ندا آئی کہ تو صبر وضبط کا بھی دعویدار ہے؟ آپ نے عرض کیا کہ میں تجھ سے ہی فریاد چاہتا ہوں۔

کسی درویش نے درماندگی و پریشانی کے عالم میں حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا کہ دین کے واسطے سے میری داد رسی فرمایئے کیونکہ میں انتہائی بد حالی کا شکار ہوں اگر آپ حکم دیں تو میں اس راستہ کو چھوڑ دوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کفر کے دروازے پر دستک دے رہے ہو۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں سنی۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللہ یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یہ سن کر درویش نے عرض کیا کہ اب مجھے کچھ طمانیت حاصل ہو گئی آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کو آزمانا چاہتے ہو۔ کیا تم نے اس کا یہ قول نہیں سنا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون نہیں بے خوف ہوتی اللہ کی تدبیر سے لیکن خسارے والی قوم۔ یہ سن کر درویش نے سوال کیا کہ

پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا کہ اللہ کی چوکھٹ پر سر کو دے مار حتی کہ تیری موت واقع ہو جائے۔ اس کے بعد تجھے کشادگی حاصل ہو سکے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک حضرت ابوالحسن خضری کو اپنے پاس قیام کرنے کی اجازت دے دی لیکن یہ فرمایا کہ اگر تم نے میری صحبت میں خدا کے سوا کسی اور کا تصور کیا تو میری صحبت تمہارے لئے حرام ہے۔

ایک مرتبہ چند ارادت مندوں کے ہمراہ آپ جنگل میں پہنچے تو وہاں ایک کھوپڑی دیکھی جس پر تحریر تھا۔ خسر الدنیا والاخرۃ۔ آپ نے ایک ضرب لگا کر فرمایا کہ یہ کھوپڑی کسی نبی یا ولی کی ہے اور اس میں یہ راز مضمر ہے کہ جس وقت تک راہ خدا میں دین و دنیا کو نہ ختم کر دو گے اس کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ علالت کے دوران اطباء نے آپ کو پرہیز کا مشورہ دیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا میں اس چیز کا پرہیز کروں جو میرا رزق ہے یا اس چیز کا جو میرے رزق میں داخل نہیں۔ اسلئے کہ جو میرا رزق ہے وہ تو خود ہی مجھے مل جائیگا اور جو میرا رزق نہیں ہے وہ خود ہی نہیں ملے گا اس لئے جو میرا رزق ہے اس میں پرہیز کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔

ایک مرتبہ کسی پیالی فروش نے یہ آواز لگائی کہ صرف ایک پیالی باقی رہ گئی ہے تو آپ نے ضرب لگا کر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ۔ صرف ایک ہی باقی رہ گیا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک میت پر بجائے چار کے پانچ تکبریں کہیں اور جب لوگوں نے عرض کیا کہ نماز جنازہ میں تو شریعت نے چار تکبریں رکھی ہیں۔ پھر آپ نے پانچ تکبریں کیوں کہیں؟ فرمایا کہ میں نے چار تکبریں میت پر اور ایک تکبیر دنیا اور اہل دنیا پر کہی۔ ایک مرتبہ آپ کئی یوم تک لاپتہ رہے۔ اور تلاش کرنے پر ہیجڑوں کے محلہ میں ملے اور لوگوں نے جب سوال کیا کہ آپ یہاں کیوں مقیم ہیں؟ فرمایا کہ جس طرح اس جماعت کا شمار نہ مردوں میں ہے نہ عورتوں میں۔ اسی طرح میں بھی دنیا میں انہیں جیسا ہوں۔ اس لئے انہیں کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔

آپ نے چند بچوں کو ایک اخروٹ کی تقسیم پر لڑتے دیکھ کر ان کے ہاتھ سے اخروف لیکر فرمایا لاؤ میں سب میں تقسیم کر دوں لیکن جب آپ نے اس کو توڑا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں نکلا۔ اس وقت غیبی ندا آئی کہ تم نے اپنی جانب سے حصہ تقسیم کرنے کا جو قصد کیا تھا اسی قاعدے کے مطابق تقسیم کر دو۔ یہ سن کر آپ سکتے کے عالم میں رہ گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زائد متعصب رافضی اور خارجی ہیں۔ کیونکہ دوسرے فرقے تو اپنے ہی حق میں خلاف کرتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں فرقے تعصبات میں اپنی زندگی ضائع کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ جب میں حسبی اللہ کہنے کا قصد کرتا ہوں تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں جھوٹ بولنا چاہتا ہوں لہٰذا یہ سوچ کر خاموشی اختیار کر لیتا ہوں۔

جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اتنی مقدار میں نمک آپ اپنی آنکھوں میں نہ بھرا کریں اس سے بینائی کے زائل ہو جانے کا خطرہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ نابینا ہو جانے میں میرے لئے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ میرا قلب جس شے کا خواہش مند ہے وہ چشم ظاہر سے پوشیدہ ہے۔

جب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کو غیر اطمینان حالت میں دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ یا تو آپ خدا کے ساتھ نہیں ہیں۔ یا خدا آپ کے ساتھ نہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں اس کے ساتھ ہوتا تو میں ہوتا لیکن میں تو اس کی ذات میں گم ہو گیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں ہمیشہ اس خیال سے خوش ہوتا ہوں کہ مجھے خدا کا مشاہدہ وانس حاصل ہے لیکن اب محسوس ہوا کہ انس تو صرف اپنے ہی ہم جنس سے ہو سکتا ہے۔

فرمایا کہ مرید اسی وقت درجہ کمال تک رسائی حاصل کر سکتا ہے جب اس کے نزدیک سفر و حضر اور حاضر و غائب سب برابر ہوں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ابو تراب کی بھوک کی وجہ سے تمام صحرا ان کے لئے کھانا بن گیا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ تو رفقی تھے اگر مقام تحقیق میں ہوتے تو یہ کہتے کہ میں اللہ کی خدمت میں رہتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

جب حضرت جنید نے پوچھا کہ جب تمہیں ذکر الٰہی میں صدق حاصل نہیں تو تم کس طرح اس کو یاد کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ میں مجازی اعتبار سے جب اس کو بکثرت یاد کرتا ہوں تو ایک مرتبہ وہ بھی مجھے حقیقت کے ساتھ یاد کر لیتا ہے۔ حضرت جنید یہ جملہ سن کر نعرے لگاتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی سے کبھی تو خلعت عطا کیا جاتا ہے اور کبھی تازیانہ۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ دنیا ذکر شغل کے لئے ہے اور عقبیٰ احوال کے لئے لہٰذا راحت کس جگہ مل سکتی ہے؟ فرمایا کہ دنیا کے ذکر و شغل سے بے نیاز ہو جاؤ تاکہ احوال آخرت سے نجات حاصل ہو جائے۔

جب لوگوں نے آپ سے توحید تجرد کے موضوع پر کچھ بیان کرنے کی فرمائش کی تو فرمایا کہ توحید کی خبر دینے والے کو ملحد کہا جاتا ہے اور جو اس کی طرف اشارہ کرے اس کو فنوی کہتے ہیں۔ اور اس کی جانب ایما کرنے والے کو بت پرست کہا جاتا ہے اور اس کے متعلق گفتگو کرنے والے کو غافل کہتے ہیں۔ اور خاموشی اختیار کرنے والے کو کامل کہا جاتا ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پالیا وہ نامراد ہیں۔

ارشادات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہم و عقل سے جس شے کو شناخت کیا جا سکے وہ بے سود اور مصنوعی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے، جو وہم و گمان اور عقل سے بالاتر ہے۔ فرمایا کہ صوفیاء وہی ہیں جو دنیا میں اس طرح زندگی گزاریں جیسے دنیا میں آنے سے قبل تھے۔ پھر فرمایا کہ تصوف قوت و حواس کا خیال

رکھنے اور انفاس کی نگرانی کا نام ہے اور صوفی اسی وقت صوفی ہو سکتا ہے جب تمام مخلوق کو اپنے بچوں جیسا مجھ کر سب کا بوجھ برداشت کر سکے۔ اور جو مخلوق سے متوقع ہو کر خدا سے اس طرح وابستہ ہو جائے جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو مخلوق سے جدا کر دیا تھا۔ جس پر خدا کا یہ قول صادق ہے واصطفیتک لنفسی یعنی ہم نے تم کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اور صوفیاء کرام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی آغوش کرم میں بچوں کی طرح پرورش پاتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں بے علم ہو کر زندگی بسر کرنے کا نام تصوف ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد سے بذریعہ وحی فرمایا کہ "میرا ذکر کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ فرمایا کہ جس شے سے محبت ہو اس کو محبوب کے نام پر خرچ کرنا محبت ہے اور اگر حب الٰہی کا دعویدار خدا کے سوا کسی اور شے کا طالب ہو تو وہ محبت کے بجائے خدا کا مذاق اڑاتا ہے۔ فرمایا کہ ہیبت الٰہی قلب کو گھلاتی ہے اور آتش محبت جان کو پگھلاتی ہے اور شوق نفس کو فنا کرتا ہے۔ فرمایا کہ توحید کو اپنی جانب بلانے والا کبھی موحد نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ معرفت کی تین قسمیں ہیں۔ اول معرفت الٰہی جو ذکر کی محتاج ہے، دوم معرفت نفس جو ادائیگی فرض کی محتاج ہے، سوم معرفت باطن یہ تقدیر الٰہی پر رضامندی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب بلاؤں پر عذاب کرنا چاہتا ہے تو ان کو قلوب عارفین میں جگہ دے دیتا ہے۔ فرمایا کہ عارف کی شان یہ ہے کہ کبھی تو اپنے جسم پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا اور کبھی پلکوں پر ساتوں افلاک اور زمینوں کو اٹھا لیتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کے کلام میں تضاد کیوں ہوتا ہے کبھی آپ ایک بات کہتے ہیں۔ اور کبھی دوسری بات؟ آپ نے فرمایا کہ ہم کبھی عالم بے خودی میں ہوتے ہیں۔ اور کبھی خودی میں۔ فرمایا کہ خداشناس کبھی خدا کے سوا کسی سے نہیں ملتا اور جو ایسا کرتے ہیں۔

وہ خدا کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ فرمایا کہ عارف وہی ہے، جو نہ تو خدا کے سوا کسی کا مشاہدہ کرے نہ کسی سے محبت اور بات کرے اور نہ کسی کو اپنے نفس کا محافظ تصور کرے۔ فرمایا کہ عارف کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح بہار میں گرج چمک سے پانی برسنے کے بعد خنک ہوائیں چلتی ہیں۔ رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں۔ اور پھولوں پر بلبلیں نغمہ سنج ہوتی ہیں۔ اسی طرح عارف بھی ابر کی طرح روتا ہے برق کی طرح مسکراتا ہے۔ بادل کی گرج کی طرح نعرے مارتا ہے، ہوا کی مانند آہیں بھرتا ہے اور سر کو جنبش دے دے کر اپنی مرادوں کے پھول کھلاتا ہے اور پھولوں کو دیکھ کر بلبلوں کی طرح خدا کی یاد میں نغمہ سنجی کرتا ہے۔ فرمایا کہ دعوت تین طرح کی ہوتی ہے۔ اول دعوت علم، دوم دعوت معرفت، سوم دعوت معائنہ، اور دعوت علم کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات کے بعد اپنے نفس کی معرفت حاصل کرے۔ پھر فرمایا کہ علم یقین کا علم ہمیں پیغمبروں سے حاصل ہوا، کیونکہ علم یقین کا مفہوم یہ ہے کہ جو قلوب میں بلاواسطہ نور ہدایت سے حاصل ہوا ہو۔ اور حق الیقین یہ ہے کہ اس عالم میں اس حد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا کہ ہمت نام ہے خدا کی طلب

کا۔ کیونکہ ماسوا اللہ کی طلب کو ہر گز ہمت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اور اہل ہمت خدا کے سوا کبھی دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن صاحب رادت، بہت جلد دوسری جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کے سوا ہر شے سے استغناء کا نام فقر ہے۔ فرمایا کہ درویشوں کے چار سو مقامات ہیں۔ جن میں سب سے ادنیٰ مقام یہ ہے اگر دنیا کی پوری دولت بھی ان کو حاصل ہو جائے اور تمام اہل دنیا انکی دولت کو استعمال کریں۔ جب بھی انہیں دن کے کھانے کی فکر نہ ہو۔ فرمایا کہ عبادت الٰہی شریعت ہے اور خدا کی طلب طریقت۔ فرمایا کہ غفلت کا نام زہد ہے کیونکہ دنیا ناچیز ہے امور ناچیز شے میں زہد اختیار کرنا غفلت ہے بلکہ یاد الٰہی میں مخلوق سے بے نیازی کا نام زہد ہے۔ فرمایا کہ صادق وہی ہے جو حرام شے کو زبان پر نہ رکھے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ذات سے بھی تنفر پیدا ہو جائے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مراتب عارفین کو عطا فرمائے ہیں ان کا علم کس طرح ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو شے پایۂ ثبوت ہی کو نہ پہنچ سکے اس کی تحقیق ممکن نہیں۔ اور جو شے پوشیدہ ہو اس پر بندے کو سکون نہیں مل سکتا۔ اور جو شے ظاہر ہو اس سے ناامیدی نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ بندے کا بندے کی آنکھ میں ظہور عبودیت اور صفات الٰہی کا ظہور مشاہدہ ہے۔ فرمایا کہ لوگوں سے محبت کرنا اخلاص کی علامت ہے اور ذکر الٰہی کے سوا دوسرے ذکر کے لئے لب کشائی وسوسہ ہے اور خدا کے سوا ہر شے سے انقطاع حق کی علامت ہے اور اپنی ضروریات سے زائد مخلوق کی ضروریات پر نظر رکھنا علو ہمتی ہے۔ فرمایا کہ وہ سانس جو خدا کے لئے ہو وہ تمام عالم کے عابدین کی عبادت سے فزوں تر ہے۔ پھر فرمایا کہ جس دن بھی مجھ پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے اسی دن میرے اوپر حکمت و عبرت کے در کھل جاتے ہیں۔ فرمایا کہ نعمتوں کو نظر انداز کر کے منعم کا مشاہدہ کرنا شکر ہے۔ فرمایا کہ رات کو ایک گھڑی غفلت کے ساتھ سونے سے عقبیٰ کی ہزار سالہ راہ سے پیچھے رہ جاتا ہے اور اہل معرفت کے لئے معمولی سی غفلت بھی شرک ہے۔ فرمایا کہ جس نے اللہ کی پاکیزگی کو پالیا وہ مراتب میں اس بندے سے بڑھ جاتا ہے جس کو خدا کی رحمت و معرفت نے سہارا دیا ہو اور جو خدا سے دور ہو جاتا ہے خدا بھی اس سے بعد اختیار کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ وعظ میں عادۃً آنے والے کے لئے سماعت وعظ سود مند نہیں ہوتی بلکہ وہ بلاء کا مستحق ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تم سب ماسوا اللہ سے دست بردار ہو کر ہمیشہ اللہ کی اطاعت میں سرگرم عمل رہو۔ اور اگر میں پوری طرح خدا کی ہستی سے واقف ہو جاتا تو خدا کے سوا ہر گز کسی سے خائف نہ ہوتا۔ فرمایا کہ مجھ سے خواب میں دو افراد نے کہا کہ جو شخص فلاں فلاں چیزوں پر کاربند ہو جاتا ہے اس کا شمار دانشمندوں میں ہونے لگتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے اپنی ساری زندگی اسی تمنا میں گزار دی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صرف ایک سانس لے سکوں اور قلب کو بھی اس کی خبر نہ ہو سکے۔ لیکن آج تک میری یہ تمنا تشنۂ تکمیل ہے۔ فرمایا کہ اگر پوری دنیا کا لقمہ بنا کر شیر خوار بچے کے منہ میں رکھ دیا جائے جب بھی میں یہی سمجھوں گا اس کا پیٹ نہیں بھرا۔ اور اگر

پوری دنیا میرے قبضہ میں آجائے اور میں اس کو یہودی کے سپرد کر دوں تو اس کے قبول کر لینے پر میں اس کا ممنون رہوں گا۔ فرمایا کہ کائنات میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ مجھے اپنا بنا کر میرے قلب پر قابو پا سکے۔ پھر بھلا کائنات اس پر کس طرح قابو حاصل کر سکتی ہے جو خدا سے واقف ہو۔

واقعات: ایک دن آپ کو عالم وجد میں مضطرب دیکھ کر حضرت جنید نے کہا کہ اگر تم اپنے امور خدا کے سپرد کر دو تو تمہیں سکون مل سکتا ہے آپ نے جواب دیا کہ مجھے تو اسی وقت سکون مل سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ میرے امور میرے اوپر چھوڑ دے۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ شبلی کی تلوار سے خون ٹپکتا ہے۔

آپ نے کسی کو یارب کہتے سن کر فرمایا کہ تو کب تک یہ جملہ کہتا رہے گا جب کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت عبدی عبدی فرماتا رہتا ہے لہٰذا اس کی بات سن لے۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو عبدی عبدی ہی سن کر یارب یارب کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو تیرے لئے یہ جملہ کہنا جائز ہے آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ میری گردن میں آسمان کا طوق اور پاؤں میں زمین کی بیڑی ڈال دے اور ساری دنیا بھی دشمن ہو جائے جب بھی اس سے منہ نہیں پھیر سکتا۔

وفات: وفات کے وقت جب آپ کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تو ناقابل بیان حد تک بے قرار ہو کر لوگوں سے راکھ طلب کر کے اپنے سر پر ڈالتے رہے اور جب لوگوں نے بے قراری کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس وقت مجھے ابلیس پر رشک آرہا ہے اور آتش رشک میرے تمام جسم کو بھسم کئے دے رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو خلعت لعنت سے نوازا جیسا کہ قرآن میں ہے انا علیک لعنتی الی یوم الدین۔ یعنی اے شیطان تجھ پر قیامت تک میری لعنت رہے گی مجھ تشنہ کو خدا نے وہ خلعت کیوں نہیں عطا فرمایا کیونکہ لعنت کی خلعت تو شیطان کے لئے مخصوص ہے لیکن اس کا عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی خلعت کا مستحق ابلیس کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔ لیکن پھر عالم اضطراب میں فرمایا کہ اس وقت کرم کی ایک ہوا چل رہی ہے اور دوسری قہر کی۔ جن پر کرم کی ہوا چلی ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اور جن پر قہر کی ہوا چلی وہ لوگ راستے ہی میں رہ گئے اور اس قسم کے حجابات ان کے سامنے آگئے کہ وہ منزل تک نہ پہنچ سکے لیکن مجھے یہ اضطراب ہے کہ میرے اوپر کون سی ہوا چلنے والی ہے اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ کرم کی ہوا چلے گی تو میں امید کرم میں تمام نامرادیوں کو بخوشی برداشت کر سکتا ہوں اور اگر خدانخواستہ قہر کی ہوا چل گئی تو میں ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے سامنے تمام مصائب ہیچ ہیں۔

انتقال کے وقت حاضرین سے فرمایا کہ مجھے وضو کروا دو۔ چنانچہ وضو کرتے ہوئے اضطرابی کیفیت میں ڈاڑھی میں خلال کرنا بھول گئے لیکن آپ نے غلطی پر متنبہ کر کے اعادہ کروالیا۔

وفات کے وقت آپ اپنے دو شعر پڑھتے رہے۔

کل بیت انت ساکنہ　　این محتاج الی السراج
جس گھر میں تو قیام پذیر ہو جائے!　　اس کو چراغ کی حاجت نہیں ہوتی؟
وجھک المامول حجتنا　　یوم تاتی الناس بالحج
تیرا حسین چہرہ ہی ہمارے لئے حجت ہے!　　اس دن کے لئے جب لوگ حجتیں پیش کریں گے!

انتقال کے وقت سے قبل ہی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھنے کے لئے آپہنچی۔ تو آپ نے بذریعہ کشف اس جماعت کے قصد کو محسوس کر کے فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ زندہ ہی کی نماز پڑھنے چلے آئے ہیں۔ پھر جب لوگوں نے عرض کیا کہ لا الہ الا اللہ کہئے تو فرمایا جب غیر ہی نہیں ہے تو نفی کس کی کروں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ شریعت کا حکم ہے کہ ایسے وقت میں کلمہ پڑھنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ سلطان محبت فرمارہا ہے کہ میں رشوت قبول نہیں کروں گا اس کے بعد کسی نے با آواز بلند لا الہ الا اللہ کہنے کی تلقین کی تو فرمایا کہ مردہ زندہ کو نصیحت کرتا ہے پھر جب کچھ وقفہ کے بعد لوگوں نے پوچھا کہ اب آپ کی حالت کیا ہے تو فرمایا کہ میں اپنے محبوب سے مل گیا یہ فرما کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر آپ سے سوال کیا کہ نکیرین سے آپ نے کیسے چھٹکارا حاصل کیا۔ فرمایا کہ جب انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرا رب وہ ہے جس نے آدم کو تخلیق کر کے تمہیں اور دوسرے ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا۔ اور اس وقت میں حضرت آدم کی پشت میں موجود رہ کر تم سب کو سجدہ کرتے دیکھ رہا تھا یہ جواب سن کر نکیرین نے کہا کہ اس نے تو پوری اولاد کی جانب ہی سے جواب دے دیا اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ ان تمام دعووں کے باوجود جو میں نے دنیا میں کئے تھے ان کے متعلق خدا نے مجھ سے کوئی باز پرس نہیں فرمائی۔ البتہ ایک بات کی گرفت ضرور کی اور وہ یہ ایک مرتبہ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اس سے زیادہ مضر اور کوئی بات نہیں کہ بندہ جنت کا مستحق نہ ہو اور جہنم رسید کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندوں کے لئے سب سے زیادہ مضر یہ ہے کہ وہ محبوب ہو کر میرے دیدار سے محروم ہو جائیں۔

کسی نے آپ سے خواب میں سوال کیا کہ آپ نے بازار آخرت کو کیسا پایا؟ فرمایا کہ بازار قطعی بے رونق ہے کیونکہ اس میں سوختہ جگر اور شکستہ قلب لوگوں کے سوا کوئی نہیں دکھائی دیتا اور ایسے لوگوں کی یہاں ایسی بھیڑ بھاڑ ہے کہ سوختہ جگر لوگوں کے زخم پر مرہم لگا کر ان کی سوزش کو دور کر دیا جاتا ہے اور شکستہ قلوب کو جوڑ کر ان کی شکستگی دور کر دی جاتی ہے اور اس کے بعد وہ سوائے دیدار الٰہی کے کسی دوسری شے پر نظر نہیں ڈالتے۔

باب - ۷۹

حضرت ابو نصر سراج رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ بہت بڑے عالم و عارف اور ظاہری و باطنی علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور خاتم فقراء کے نگینہ تھے لیکن آپ کے مکمل حالات و اوصاف کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ آپ کی ایک تصنیف کتاب لمع بہت مشہور ہے۔ آپ نے حضرت سری سقطی اور سہیل تسستری کو بھی دیکھا تھا۔ اور آپ کا وطن اصلی طوس تھا ایک مرتبہ ماہ صیام میں بغداد پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے نہایت گرم جوشی سے استقبال کر کے آپ کو مسجد شونیزیہ کے ایک حجرے میں ٹھہرا دیا اور آپ کی امامت میں پورے ماہ میں پانچ قرآن سنے۔ ایک خادم ہر شب آپ کے حجرے کے سامنے روٹی کی ایک ٹکیہ رکھ دیا کرتا تھا۔ لیکن آپ اس کو اٹھا کر حجرے کے ایک گوشے میں رکھ دیا کرتے تھے اور ماہ صیام کے خاتمہ پر عید کی نماز ادا کر کے نامعلوم سمت کی جانب نکل گئے اور جب لوگوں نے حجرے میں جا کر دیکھا تو ایک گوشہ میں تیس ٹکیہ روٹی کی جمع تھی۔

حالات۔ موسم سرما کی ایک رات میں آپ اپنے ارادت مندوں سے معرفت سے متعلق کچھ بیان فرمار ہے تھے اور آپ کے سامنے آگ روشن تھی۔ دوران بیان آپ کو ایسا جوش آیا کہ اٹھ کر آگ کے اوپر سجدہ شکر میں گر پڑے، لیکن سر اٹھانے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا ایک بال بھی آگ سے متاثر نہیں ہوا۔ پھر مریدین سے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں اظہار عجز کرنے والے ہمیشہ سرخرو رہیں گے اور آگ کبھی ان کو جلا نہیں سکے گی۔

اقوال زریں: آپ فرمایا کرتے تھے کہ سینہ عشاق میں ایک ایسی آگ شعلہ فگن رہتی ہے کہ اپنے شعلوں کی لپیٹ میں خدا کے سوا ہر شے کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ اہل ادب کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم اہل ادب کی وہ ہے جس کو اہل دنیا فصاحت و بلاغت وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جن کو اہل باطن سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک طہارت اور بھیدوں کی حفاظت اور اعضاء و نفس کا مودب بنانا اور ریاضت نفس وغیرہ ادب میں شامل ہے تیسرے گروہ کو خاصان خدا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک تحفظ اوقات، ایفائے عہد نفس پر عدم توجہی، مقام حضوری اور مقام قرب میں شائستگی اختیار کرنے کا نام ادب ہے آپ نے اپنی حیات ہی میں یہ فرما دیا تھا۔ کہ میرے مزار کے قریب جو جنازہ لایا جائے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ چنانچہ آج تک اہل طوس ہر جنازے کو کچھ دیر کے لئے آپ کے مزار کے قریب رکھ کر بعد میں دفن کرتے ہیں۔

باب - ۸۰

حضرت شیخ ابو العباس قصاب رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ کا شمار اپنے دور کے صدیقین میں ہوتا ہے۔ آپ کو تقویٰ و طہارت کی وجہ سے نفس کی خامیاں معلوم کرنے میں بڑا درک حاصل تھا۔ لوگ آپ کو عامل مملکت کے خطاب سے یاد کرتے تھے اور حضرت شیخ ابوالخیر جیسے عظیم المرتبت بزرگ آپ کے ارادت مندوں میں شامل تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگ تم سے یہ سوال کریں کہ کیا تم خداشناس ہو تو تم ہرگز یہ نہ کہنا کہ ہم پہچانتے ہیں بلکہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے معرفت عطا کر دی ہے۔

ارشادات. آپ کا ارشاد ہے کہ خلق الٰہی اختیار کرو ورنہ سدا غم و آلام میں گرفتار رہو گے اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے بھلائی کا خواہاں ہوتا ہے اس کے اعضاء کو مکمل علم بنا کر ہر عضو کو سلب کر کے اپنی جانب کھینچ کر نیست کر دیتا ہے تاکہ اس کی نیستی میں اپنی ہستی کا ظہور فرمادے اور جب بندہ نیست ہو جاتا ہے اور اس پر خدا کی ہستی کا ظہور ہوتا ہے تو اپنی صفات کے ذریعہ جب مخلوق کا مشاہدہ کراتا ہے تو وہ بندہ مخلوق کو میدان قدرت میں ایک گیند کی طرح پاتا ہے اور اس گیند کو اللہ تعالیٰ گردش دیتا رہتا ہے۔ فرمایا کہ تمام مخلوق خدا سے آزادی طلب کرتی رہتی ہے لیکن میں اس سے بندگی کا طالب رہتا ہوں کیونکہ بندہ کی سلامتی اس کی بندگی میں ہی ہے اور آزادی طلب کرنے سے بندہ ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ میرے اور تمہارے مابین یہ فرق ہے کہ میں اپنا مدعا خدا کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اور تم اپنا مدعا مجھ سے بیان کرتے ہو اور میں اس کو دیکھتا اور سنتا ہوں لیکن تم مجھے دیکھتے اور سنتے ہو۔ حالانکہ انسان ہونے میں ہم دونوں مساوی ہیں۔ فرمایا کہ مرید مرشد کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے اور اس آئینہ میں اسی طرح دیکھا جا سکتا ہے جیسے مرید نور ارادت سے مشاہدہ کرتا ہے. اور صحبت مرشد کا اجر ایک سو رکعت نفل سے بھی فزوں تر ہے۔ فرمایا کہ اہل دنیا کی صحبت سے زیادہ ثواب اس چیز میں ہے کہ بھوک میں ایک لقمہ کم کھایا جائے اور اہل دنیا جس شے کو عزت کی نظروں سے دیکھتے ہیں عقبیٰ میں ان کی حیثیت ذرہ برابر بھی نہیں۔ فرمایا کہ ہر صوفی کسی شے یا مرتبہ کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن میں کسی بھی شے اور مرتبے کا خواہاں نہیں ہوں۔ البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری خودی کو مجھ سے دور فرمادے۔ فرمایا کہ میری طاعت و معصیت دو چیزوں سے وابستہ ہے۔ اول جب میں کھانا کھاتا ہوں تو میرے اندر ارتکاب معصیت کا جذبہ رونما ہوتا ہے. دوم کھانا نہ کھانے کی صورت میں جذبہ عبادت پیدا ہو جاتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ کھانے سے عبادت الٰہی سے نفرت اور رغبت گناہ پیدا ہوتی اور

فاقہ کشی سے نفسانی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں اور خود بخود عبادت کی جانب قلب متوجہ ہوتا ہے اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ترک غذا خود ایسی عبادت ہے جو عبادت کی رغبت پیدا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ علم ظاہری پر بحث کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ علم ظاہری وہ جوہر ہے کہ تمام انبیاء کرام اسی کے ذریعہ دعوت دیتے رہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس جوہر کے ذریعہ حجاب توحید اٹھا دے تو علم ظاہری خود پردہ عدم میں روپوش ہو جائے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فنا و بقا اور نور و ظلمت ہر شے سے مبرا ہے۔ فرمایا کہ حضور اکرمؐ ہرگز مردہ نہیں ہیں بلکہ تم خود مردہ ہو اسی لئے تمہاری آنکھیں ان کو مردہ دیکھتی ہیں۔ فرمایا کہ خدا نے دنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا کئے جنہوں نے دنیا کے ہر عیش و راحت کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دیا اور عقبیٰ کی تمام راحتیں اہل عقبیٰ کے لئے چھوڑ دیں اور خود اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے سے بے نیاز ہو گئے اور ان کو اس پر فخر بھی ہے کہ خدا نے بارگاہ ربوبیت میں مرتبہ عبودیت عطا کر کے اپنا بندہ ہونے کا اعزاز عطا فرمایا اس لئے ہمیں دین و دنیا میں اس کے سوا کسی دوسری شے کی احتیاج باقی نہیں رہی۔ فرمایا کہ بندوں میں سب سے زائد خوش نصیب وہ بندہ ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنے کرم سے اس کی ہستی پر آگاہ فرما دے۔ فرمایا کہ نیکوں کی صحبت اور مقامات مقدسہ کی زیارت سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور تمہیں ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جن کی صحبت ظاہر و باطن کو نور معرفت سے مجلی کر دے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہزار بندوں میں سے صرف کسی ایک ہی کو اپنے قرب سے نوازتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا تو نجس ہے لیکن وہ قلب اس سے بھی زیادہ نجس ہے جس نے دنیا کی محبت اختیار کر لی۔ فرمایا کہ قرب الٰہی میں رہنے والے بندے مخلوق سے دور رہتے ہیں اور مخلوق کو ان کے احوال کا پتہ نہیں چلتا۔ فرمایا کہ جب تک من و تو کا جھگڑا باقی رہتا ہے اس وقت تک ارشارات و عبارات بھی ظاہر رہتی ہے لیکن جب یہ فرق ختم ہو جاتا ہے تو اشارات و عبارات یکسر طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے کماحقہ، واقف ہونے والوں میں یہ قوت باقی نہیں رہتی کہ وہ خود کو خدا شناس کہہ سکیں۔ فرمایا کہ شب و روز میں ایک لحہ بھی ایسا نہیں جس میں بندوں پر خدا کا فیضان نہ ہوتا ہو اور خدا کے سوا دوسری شے کے طلب گار در حقیقت دو خداؤں کے پرستار ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ میرا ادب کرو کیونکہ بہت ہی کم شعور ہے وہ ماں جو اپنے شیر خوار بچے سے ادب کی طالب ہو۔ فرمایا کہ ابلیس کشتہ خداوندی ہے اور کشتہ الٰہی کو سنگسار کرنا شجاعت کے منافی ہے۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ محشر میں تمام مخلوق کا حساب میرے سپرد کر دے تو میں مخلوق کو چھوڑ کر تمام حساب کتاب ابلیس ہی سے کروں گا لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ بات ممکن نہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے مراتب کو اہل دنیا نے نہیں دیکھا کیونکہ ہر فرد اپنے ہی مرتبہ کی حیثیت سے مجھ کو دیکھتا ہے اس لئے جس مرتبہ کے وہ لوگ ہیں، اس مرتبہ کا مجھ کو بھی تصور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میرا وجود حضرت آدم کے لئے باعث فخر اور حضور اکرمؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

یعنی قیامت میں حضرت آدم اس بات پر فخر کریں گے کہ میں ان کی اولاد میں ہوں اور حضور اکرمؐ کی آنکھیں اس چیز سے ٹھنڈک حاصل کریں گی کہ میں ان کی امت میں ہوں۔ فرمایا کہ حشر میں تمام پرچموں سے زیادہ بلند میرا پرچم ہو گا اور جب تک حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک میرے پرچم تلے نہیں آ جائیں گے میں باز نہیں آؤں گا۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ یہ قول بھی اسی قول کی طرح ہے جیسا کہ ہم پہلے حضرت بایزید بسطامی کا قول نقل کر چکے ہیں کہ میرا پرچم حضرت موسیٰؑ کے پرچم سے بڑا ہے۔ فرمایا میرے زہد کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ میں نے ہاتھ میں بیلچہ لئے ہوئے، بحر غیب کے ساحل پر ایک بیلچہ مارا، تو عرش سے تحت الثریٰ تک ہر شے کو منہدم کر دیا پھر دوسرا بیلچہ مارا تو کچھ بھی باقی نہ رہا یعنی پہلے ہی اقدام میں تمام چیزیں میرے سامنے سے ہٹ گئیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محشر میں ایک جماعت کو جنت میں اور دوسری کو جہنم میں بھیج کر دونوں کو دریائے غیب میں غرق کر دے گا۔ فرمایا کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا قیام ہے وہاں ارواح کے سوا کسی کا گزر ممکن نہیں بعض لوگوں نے پوچھا کہ قیامت میں جب تمام لوگ فردوس و جہنم میں جا چکے ہوں گے تو جواں مرد کہاں ہوں گے؟ فرمایا کہ جوانمردوں کے لئے دنیا و عقبیٰ میں جگہ نہیں۔

حالات. کسی نے خواب میں قیامت کو دیکھا اور ہر سمت آپ کی جستجو میں پھرنے کے باوجود کہیں آپ کا پتہ نہیں چلا پھر بیداری کے بعد جب اس نے آپ سے مفصل خواب بیان کیا تو فرمایا کہ بو دونابود کو تم وہاں کیسے پا سکتے تھے کیونکہ میں تو خدا سے یہ پناہ طلب کرتا رہتا ہوں کہ لوگ مجھے قیامت میں پا سکیں۔ یعنی خدا تعالیٰ مجھ کو ایسا نیست کر دے کہ قیامت میں بھی اس کے سوا مجھے کوئی نہ دیکھ سکے۔

ایک مرتبہ آپ تنہائی میں عبادت کر رہے تھے تو مسجد میں موذن نے قد قامت الصلوٰۃ کہا اور آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہاں سے اٹھ کر خدا کی بارگاہ میں آنا میرے لئے دشوار ہے لیکن جب شریعت کا خیال آیا تو مسجد میں جا کر با جماعت نماز ادا کر لی۔

باب۔ ۸۱

حضرت ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد خواص رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ طریقت و حقیقت کے سرچشمہ اور تجرید و توحید کے منبع و مخزن تھے اور آپکا شمار عظیم ترین بزرگوں میں ہوتا تھا اسی وجہ سے آپ کو رئیس المتکلمین کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت جنیدؒ بغدادی اور حضرت

ابوالحسنؒ کے ہمعصر اور بہت سے مشائخ کے فیض یافتہ تھے حقائق و معاملات کے موضوع پر آپ کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے اکثر توکل و تجرید کی بناء پر صحرانوردی کی ہے۔ آپ کو خواص اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ زنبیل بنایا کرتے تھے اور اپنے ہی وطن رے میں ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

حالات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے صرف اس خوف سے کہ کہیں میرے توکل میں فرق نہ آجائے کبھی حضرت خضرؑ کو اپنی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں خدا کے سوا کسی اور کو اپنے قلب میں جگہ دوں۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ ہمیشہ اپنے ساتھ دھاگہ قینچی اور ڈوری رکھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ چیزیں توکل کے منافی نہیں ہیں۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ صحرا میں ایک عورت نظر آئی جس پر وجدانی کیفیت طاری تھی اور پریشان حال و سربرہنہ پھر رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اپنا سر تو ڈھانپ لے تو اس نے جواب دیا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میں نے جواب دیا کہ عاشق ہوں اور عشاق کا شیوہ آنکھیں بند کرنا نہیں ہوتا۔ اس نے کہا میں مست ہوں اس لئے سر ڈھانپنا مستوں کا بھی شیوہ نہیں اور جب میں نے پوچھا کہ تو نے کس میکدے سے پی ہے جس کی وجہ سے مست ہو گئی۔ اس نے کہا کہ یہاں دوسرا اور کوئی میکدہ نہیں کیونکہ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ دونوں عالم میں خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو میرے ہمراہ رہنا پسند کرے گی تو اس نے نفرت سے کہا کہ میں مرد کے ہمراہ نہیں رہنا چاہتی بلکہ فرد کی خواہاں ہوں۔

جب کسی نے آپ سے ایمان کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ فی الوقت تمہارے سوال کا جواب دینا اس لئے ضروری نہیں سمجھتا کہ میرا جواب قول کے ذریعہ ہو گا جب کہ میں تمہیں فعل کے ذریعہ جواب دینا چاہتا ہوں لیکن تمہیں اپنے جواب کے لئے میرے ہمراہ مکہ معظمہ کا سفر کرنا ہو گا۔ اور دوران سفر تمہیں خود بخود اپنے سوال کا جواب مل جائے گا۔ چنانچہ وہ شخص آپ کے ہمراہ سفر میں چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور جب آپ نے جنگل میں پہنچ کر سفر حج شروع کیا تو ہر یوم غیب سے آپ کے پاس دو ٹکیاں روٹی اور دو آبخوروں میں پانی آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے جس میں سے ایک ٹکیہ اور آب خورہ آپ اس شخص کو دے دیتے تھے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ جب میں آپ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا تو ایک سن رسیدہ بزرگ گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور حضرت خواص کو دیکھ کر گھوڑے پر سے اتر پڑے اور بہت دیر تک دونوں میں کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد وہ بزرگ گھوڑے پر سوار ہو کر رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد جب میں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے؟ تو فرمایا یہ بزرگ تمہارے سوال کا جواب تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ بات میرے فہم سے بالاتر ہے۔ ذرا وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت خضرؑ تھے اور میری صحبت اختیار کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے اس خوف سے کہ کہیں میرا توکل مجروح نہ ہو

جائے ان کو منع کر دیا تاکہ خدا کے سوا میرا اعتماد کسی اور کا محتاج نہ بن جائے اور یہی ایمان کی حقیقت ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں حضرت خضرؑ کو مرغ کی طرح اڑتے ہوئے دیکھ کر اس نیت سے اپنا سر جھکالیا کہ کہیں میرے توکل میں فرق نہ آجائے۔ اس عمل کے بعد حضرت خضرؑ نے نیچے اتر کر مجھ سے فرمایا کہ اگر تم میری جانب دیکھ لیتے تو تم سے ملاقات کرنے نہ اترتا اور جس وقت میرے پاس تشریف لائے تو میں نے توکل کی حفاظت میں انہیں سلام تک نہیں۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ دوران سفر میں شدت پیاس سے بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد دیکھا، تو ایک شخص میرے چہرے پر پانی کے چھینٹے دے رہا ہے۔ پھر اس نے مجھے پانی پلا کر اپنے ہمراہ چلنے کی پیش کش کی اور جب ہم چند ایام ہی میں مدینہ منورہ پہنچ گئے تو اس نے یہ کہہ کر کہ اب تم مدینہ میں داخل ہو چکے ہو، مجھے گھوڑے سے اتارتے ہوئے کہا کہ تم روضہ اقدس کی زیارت کے وقت حضور اکرمؐ سے میرا سلام عرض کر دینا فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں ایک ایسے درخت کے قریب پہنچا جہاں پانی موجود تھا لیکن وہاں ایک شیر غراتا ہوا میری طرف بڑھا تو راضی برضا ہو کر خاموش کھڑا ہو گیا اور قلب میں یہ تصور کر لیا کہ اگر میری موت اسی شیر کے ہاتھوں مقدر ہو چکی ہے تو میں بچ کر کہیں نہیں جا سکتا اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ مجھے ہرگز ہلاک نہیں کر سکتا اور جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لنگڑا ہے اور پاؤں زخمی ہونے کی وجہ سے متورم ہو گیا ہے جس کی اذیت سے وہ مضطربانہ طور پر جب میرے قریب آ کر زمین پر لوٹنے لگا تو میں نے ایک لکڑی سے اس کا زخم کھرچ کر خون اور پیپ قطعاً صاف کر دیا اور اپنی گدڑی سے کپڑا پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھ دی۔ جس کے بعد وہ اٹھ کر ایک طرف چلا گیا اور کچھ وقفہ کے بعد ہی اپنے دو بچوں کے ہمراہ میرے پاس آیا اور اس کے بچے بطور اظہار تشکر میرے چاروں طرف گھومنے لگے اور اس حرکت سے ان کا یہ مفہوم معلوم ہوتا تھا کہ ہم تیرے احسان کے صلہ میں اپنی جان تک تجھ پر نثار کر سکتے ہیں۔ اس وقت روٹی کے چند ٹکیاں ان کے منہ میں تھیں جن کو میرے سامنے نکال کر رکھ دیا۔

ایک مرتبہ آپ کسی مرید کے ہمراہ جنگل میں تھے کہ اچانک شیر کے غرانے کی آواز آئی اور مرید خوفزدہ ہو کر ایک درخت پر چڑھ گیا لیکن اس کے باوجود بھی اس کے خوف میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی مگر آپ نے بے خوف ہو کر مصلی پر نماز کی نیت باندھ لی اور جب شیر نے قریب آ کر آپ کو مشغول عبادت پایا تو کچھ دیر ادھر ادھر چکر لگا کر واپس لوٹ گیا۔ اور جب وہ مرید نیچے اترا تو آپ اس مقام سے کچھ فاصلے پر جا چکے تھے وہاں آپ کے پاؤں میں ایک مچھر نے ایسا کاٹا کہ آپ شدت تکلیف سے مضطرب ہو گئے۔ اس وقت مرید نے پوچھا کہ آپ شیر سے تو ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہوئے لیکن مچھر کے کاٹنے پر اس قدر بے چین ہیں۔ آپ نے فرمایا

کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے آپ سے باہر کر دیا تھا اور اس وقت میں اپنے آپ میں ہونے کی وجہ سے مچھر کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔

حامد اسود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ کا ہم سفر تھا تو ایک مقام پر پہنچ گیا جہاں کثرت کے ساتھ سانپ تھے چنانچہ میں بھی آپ کے ہمراہ پہاڑ کی ایک کھوہ میں مقیم ہو گیا۔ اور جب رات کو سانپ اپنے سوراخوں سے باہر نکلے تو میں نے آپ کو آواز دی آپ نے فرمایا کہ اللہ کو یاد کرو۔ چنانچہ میں نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور جب تمام سانپ ادھر ادھر گھوم کر اپنے سوراخوں میں واپس چلے گئے۔ تو صبح کے وقت میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ آپ کے قریب کنڈل مارے بیٹھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو موذی کی خبر نہیں ہے؟ فرمایا کہ آج رات سے زیادہ افضل میرے لئے اور کوئی رات نہیں گزری اور صد حیف ہے اس شخص پر جو اس افضل رات میں خدا کے سوا کسی دوسری چیز سے خبردار ہو۔ کسی نے آپ کے کپڑوں پر بچھو پھرتے دیکھ کر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے کسی چیز کا ضرورت مند نہیں کیا اور سب کو میرا محتاج بنا دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں راستہ بھول کر کئی یوم تک پریشان پھرتا رہا لیکن راستہ نہیں ملا۔ پھر مجھے ایک سمت سے مرغ کی اذان دینے کی آواز آئی تو میں نے خیال کیا کہ اسی طرف چلنا چاہئے شاید وہاں کوئی آبادی ہو گی لیکن کچھ ہی دور چلنے کے بعد ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور میری گردن پر ایسا مکہ رسید کیا کہ میں نے مضطرب ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یا اللہ کیا متوکلین کی یہی عزت ہوا کرتی ہے؟ ندا آئی کہ جب تک تو نے ہمارے اوپر توکل کیا مخلوق نے تیری عزت کی لیکن اب مرغ پر توکل کرنے کی وجہ سے تو لوگوں کی نظروں میں گر گیا ہے اور اگر مرغ پر توکل کرنے والے کو اس سے بھی شدید سزا دی جائے جب بھی کم ہے۔ یہ سن کر میں گھونسے کی تکلیف سے نڈھال آگے چل دیا۔ پھر کچھ دور چلنے کے بعد یہ غیبی ندا آئی کہ اے خواص! کیا تجھے اس شخص نے گھونسہ مارا تھا۔ اور جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسی گھونسا مارنے والے کی نعش میرے سامنے پڑی تھی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ملک شام کی جانب سفر کر رہا تھا اور راستہ میں ایک حسین نوجوان کو نفیس لباس میں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اور میرے قریب پہنچ کر اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ہمراہ سفر کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میرا ہم سفر بننے کی شکل میں تجھے بھوکا رہنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ میری شرط منظور کر کے میرا ہم سفر بن گیا اور ہم دونوں مسلسل چار یوم تک بھوکے پیاسے سفر کرتے رہے لیکن چوتھے دن ایک مقام پر نہایت نفیس کھانا مہیا ہو گیا اور جب میں نے اس سے کھانے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میرا تو یہ عزم ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے بلاواسطہ کھانا عطا نہیں کرے گا ہرگز نہ کھاؤں گا۔ لیکن میں نے کہا کہ یہ عزم تو بہت سخت ہے جس کی تکمیل نہایت دشوار ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ہر طرح رزق عطا کرنے پر قادر ہے وہ تو صرف اپنے بندوں کا

امتحان لیتا رہتا ہے لیکن آپ کے قول سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اللہ پر توکل نہیں کیا کیونکہ توکل کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سختی اور فاقہ کے عالم میں توکل پر قائم رہتے ہوئے حیلہ تلاش نہ کرے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں صحرا میں توکل علی اللہ کیے ہوئے چل رہا تھا کہ دور سے ایک آتش پرست نوجوان نے میرا نام لے کر سلام کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں بھی آپ کا ہم سفر بن جاؤں میں نے کہا کہ جہاں میں جانا چاہتا ہوں وہاں تمہارا اگزر نہیں ہو سکتا لیکن اس نے کہا کہ میں ہر شے سے بے پرواہ ہو کر آپ کے ہمراہ چلوں گا تا کہ کچھ نہ کچھ فیض مجھ کو بھی حاصل ہو جائے۔ یہ کہہ کر وہ میرے ہمراہ ایک ہفتہ سفر کرتا رہا۔ لیکن آٹھویں دن کہنے لگا کہ اپنے خدا سے کھانے کے لئے کچھ طلب فرمائیے کیونکہ میں بھوک سے نڈھال ہو چکا ہوں اس کی استدعا پر میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اپنے حبیب کے تصدق میں مجھے اس آتش پرست کے سامنے ندامت سے بچالے۔ اسی وقت غیب سے ایک خوان نعمت نازل ہوا جس میں گرم روٹیاں، تلی ہوئی مچھلی، تازہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی موجود تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور اس کے بعد پھر ایک ہفتہ فاقہ کشی کے عالم میں سفر کرتے رہے پھر آٹھویں دن میں نے اس آتش پرست سے کہا کہ آج تم بھی اپنا کوئی کمال پیش کرو۔ یہ سن کر اپنا عصا زمین پر ٹیک کر زیر لب کچھ پڑھا جس کے فوراً بعد پہلے جیسا خوان نعمت غیب سے نازل ہوا اور مجھے یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ یہ کمال اس میں کیسے پیدا ہو گیا اور جب اس نے کہا کہ آئیے ہم دونوں مل کر کھالیں تو میں نے احساس ندامت سے کہا کہ مجھے اس وقت بھوک نہیں ہے۔ تم تنہا کھالو۔ لیکن اس نے کہا کہ آپ حیرت زدہ نہ ہوں۔ بلکہ اطمینان سے کھانا کھالیں اس کے بعد آپ کو دو خوش خبریاں سناؤں گا۔ اول یہ کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کہ مسلمان کرلیں چنانچہ وہ اسی وقت صدق دلی سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور دوسری خوش خبری یہ تھی کہ جس وقت آپ نے مجھ سے کمال پیش کرنے کے لئے کہا تو میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! اس بزرگ کے صدقہ میں مجھے ندامت سے بچالے چنانچہ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں میرے کمال کو قطعاً دخل نہیں۔ پھر ہم دونوں کھانا کھا کر مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر وہ جوان کعبہ کا مجاور بن گیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں راستہ بھول گیا تو ایک شخص نے نمودار ہو کر مجھے سلام کرنے کے بعد کہا کہ میرے ہمراہ چلو گے تو راستہ مل جائے گا چنانچہ چند قدم چلنے کے بعد ہی وہ غائب ہو گیا۔ اور جب میں نے غور سے دیکھا تو واقعی میں صحیح راستہ پر پہنچ گیا تھا۔ اور اس کے بعد سے نہ تو کبھی راستہ بھولا نہ کبھی بھوک پیاس محسوس ہوئی فرمایا کہ ایک مرتبہ رات کو میرا ایسے صحرا میں گزر ہوا جہاں اچانک شیر میرے سامنے آ گیا اور میں اس کو دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ یکایک ندائے غیبی سنائی دی کہ پریشان مت ہو کیونکہ تیرے تحفظ کے لئے سات ہزار ملائکہ ہر وقت تیرے ساتھ رہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جنگل میں مجھے ایک شخص نظر آیا اور جب میں نے پوچھا کہ اس قدر طویل سفر کے

باوجود نہ تو تمہارے پاس زاد راہ ہے اور نہ سواری کا کوئی انتظام ۔ اس نے کہا کہ میری جماعت کا ہر فرد تمہاری ہی طرح بے توشہ و سواری سفر کرتا رہتا ہے اور جب میں نے اس سے سوال کیا کہ توکل کس کو کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ صرف خدا ہی سے طلب کرنے کا نام توکل ہے۔

کسی درویش نے آپ سے استدعا کی کہ مجھے آپ کے ہمراہ رہنے کی خواہش ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط کے ساتھ تمہیں اپنے ہمراہ رکھ سکتا ہوں کہ ہم میں سے ایک حاکم بن جائے اور دوسرا محکوم تاکہ راستہ کے تمام امور بہتر طریق سے انجام پاسکیں۔ درویش نے عرض کیا کہ آپ حاکم بن جائیں اور میں محکوم ۔ چنانچہ اس شرط کے ساتھ دونوں نے سفر شروع کر دیا لیکن پہلی ہی منزل پر آپ نے درویش سے فرمایا کہ تم ٹھہرو میں پانی لے کر آتا ہوں اس کے بعد پھر آپ نے خود ہی اپنے ہاتھ سے آگ جلائی، غرضیکہ پورے سفر کے تمام امور آپ نے خود ہی انجام دیئے اور درویش سے کوئی کام نہیں لیا۔ اور اگر وہ کسی کام کا قصد بھی کرتا تو آپ منع فرما دیتے اور جب درویش بہت زیادہ مضطر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے حاکم بنایا ہے لہٰذا بحیثیت محکوم تمہیں میرا ہر حکم تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس درویش کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ راستے میں رات کے وقت شدید بارش شروع ہو گئی تو آپ نے اپنی چادر شامیانے کی طرح میرے سر پر تان کر کھڑے ہو گئے۔ اور پوری رات اسی طرح کھڑے رہے چنانچہ رات ختم ہونے پر میں نے عرض کیا کہ آپ حاکم کے حکم کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ حکم سے سرتابی اس وقت تصور کی جاسکتی ہے جب میں تم سے اپنی خدمت کے لئے کہوں جب کہ محکوم ہونے کی وجہ سے تمہاری خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ آخر مکہ معظمہ تک آپ کا یہی معمول تھا۔ لیکن وہاں پہنچنے کے بعد میں نے آپ کی معیت ترک کر دی۔ پھر منیٰ میں آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی میری ہی طرح دوستوں سے حسن سلوک کرنے کا موقعہ عطا فرمائے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شام کے گردونواح میں گھوم رہا تھا۔ تو ایک جگہ ترش انار کے بہت سے درخت نظر آئے لیکن میں نے طبیعت چاہنے کے باوجود ترشی کے خوف سے ایک دانہ بھی زبان پر نہیں رکھا۔ پھر آگے چل کر ایک لنجا اور ٹنڈا شخص جس کے جسم میں کیڑے پڑے ہوئے تھے نظر آیا میں نے از راہ ترحم اس سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری صحت یابی کے لئے دعا کروں۔ لیکن اس نے منع کر دیا۔ اور جب میں نے پوچھا کہ تم دعا کے لئے کیوں منع کرتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ عافیت تو مجھے پسند ہے لہٰذا میں نے اسی کی پسند کو اپنے لئے پسند کر لیا ہے۔

پھر میں نے اس سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں تمہارے جسم پر سے مکھیاں وغیرہ اڑا دوں جس کے جواب میں اس نے کہا کہ پہلے اپنے قلب میں سے شیریں انار کی خواہش نکال دو۔ اس کے بعد میری صحت یابی کی جانب توجہ دینا۔ اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میرے قلب میں شیریں انار

کی خواہش ہے تو اس نے جواب دیا کہ خدا شناس پر خدا تعالیٰ ہر شے واضح کر دیتا ہے۔ پھر جب میں نے یہ سوال کیا کہ کیا تمہیں اپنے جسم کے کیڑے مکوڑوں سے اذیت نہیں محسوس ہوتی۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ سب اللہ کے حکم ہی سے میرے جسم کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ اسلئے مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھ کر دریافت کیا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ تو اس نے بتایا ساغون سے۔ اور جب میں نے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ تو اس نے بتایا کہ مکہ معظمہ کا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ وہاں کیوں جارہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ آب زمزم سے ہاتھ دھونے جارہا ہوں۔ کیونکہ میں نے اپنی والدہ کو اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا بنا کر کھانا کھلایا ہے جس کی وجہ سے میرے ہاتھ بھر گئے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا وہاں سے واپسی کب ہوگی؟ تو اس نے کہا کہ شام تک گھر واپس جاؤں گا اس لئے کہ مجھے والدہ کا بستر بچھانا ہے۔ یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ لوگوں نے مجھے یہ اطلاع دی کہ ایک راہب روم کے کلیسامیں ستر سال سے گوشہ نشین ہے اور جب میں روم میں اس کلیسا کے قریب پہنچا تو اس راہب نے دریچہ سے سر نکال کر کہا کہ اے ابراہیم! تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟ میں راہب نہیں ہوں بلکہ اپنے نفس کی جس نے کتے کی شکل اختیار کر لی ہے نگرانی کرتا ہوں اور اس کو مخلوق کے شر سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں، یہ سن کر میں نے دعا کی کہ اے اللہ! اس گمراہی کے باوجود اس راہب کو ہدایت فرمادے۔ پھر اس راہب نے کہا کہ مردوں کی جستجو میں تم کب تک پھرتے رہو گے جا کر خود کو تلاش کرو۔ اور جب تم اپنے آپ کو پالو تو اپنے نفس کی نگرانی کرو کیونکہ خواہشات نفسانی دن میں تین سو ساٹھ قسم کے لباس الوہیت تبدیل کر کے بندے کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہیں۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ صحرا میں مجھے شدت بھوک محسوس ہوئی تو ایک بدو نے نمودار ہو کر کہا اے پیٹو شخص! بھوک کی خواہش توکل کے منافی ہے۔ فرمایا کہ ہر لحہ خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے دنیا ہی میں حیات جاوداں عطا کر دے تا کہ میں سدا تیری عبادت کرتا رہوں۔ اور جب اہل جنت، جنت میں پہنچ کر وہاں کی نعمتوں میں مشغولیت کے بعد اللہ کو فراموش کر دیں تو میں اس وقت بھی مصائب دنیاوی کو فراموش کرتے ہوئے آداب شریعت کے ساتھ محل عبودیت میں مشغول رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر کرتا رہوں۔

ارشادات۔ فرمایا کہ جس کو خدا تعالیٰ اس کی معرفت کے مطابق پہچان لیتا ہے وہ شخص عہد وفا کو اپنے اوپر لازمی قرار دے لیتا ہے اور صدق دلی سے خدا پر اعتماد کر کے اسی کی ذات کو اپنے لئے وجہ سکون و راحت بنا لیتا ہے۔ فرمایا کہ علم کی زیادتی سے عالم نہیں بنتا۔ بلکہ عالم وہ ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل پیرا ہو کر اتباع سنت میں سرگرم عمل ہو، خواہ اس کا علم کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ فرمایا کہ مکمل علم کا انحصار صرف ان دو کلموں پر موقوف ہے اول یہ کہ جس شے کا اللہ نے تمہیں مکلف بنایا ہے اس میں تکلیف برداشت نہ کرو، دوم یہ کہ

جو شے خدا نے تمہارے اوپر لازمی قرار دی ہے اس کی ادائیگی میں نہ تو کوتاہی کرو اور نہ اس کو ضائع ہونے دو۔ فرمایا کہ جو بندہ معرفت الٰہی کا دعویدار بن کر ماسوا اللہ سے سکون حاصل کرتا ہو اس شدید ابتلا میں گرفتار کر دیا جاتا ہے لیکن جب وہ گڑ گڑا کر پناہ طلب کرتا ہے تو اس کی مصیبت رفع کر دی جاتی۔ ہے اور جو بندہ معرفت الٰہی کا دعویدار بن کر مخلوق سے ربط و ضبط ترک نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر کے لالچی قرار دے دیتا ہے اور اس کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے کہ مخلوق بھی اس سے نفرت کرنے لگتی ہے اور وہ دین و دنیا میں کہیں کا نہیں رہتا اور سوائے ندامت کے اس کے ہاتھ کچھ نہیں لگتا۔ فرمایا کہ دنیا میں جس بندے کے اوپر مخلوق روتی ہے وہ بندہ قیامت میں ہنسنے والا ہوگا اور جو شخص لوگوں میں ظاہر کرتا ہو کہ اس نے خواہشات و شہوات کو ترک کر دیا ہے وہ دروغ گو اور ریاکار ہے اور اس کو کسی طرح بھی تارک شہوات نہیں کہا جا سکتا۔ پھر فرمایا کہ صحیح معنوں میں متوکل وہی ہے جس کے توکل کا اثر دوسروں پر بھی پڑے اور اس کی صحبت اختیار کرنے والا بھی متوکل بن جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والا ہی متوکل ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ قرآن و حدیث کے احکام کے مطابق استقلال کے ساتھ بندگی کرنے کا نام صبر ہے فرمایا کہ مراعات سے مراقبہ اور مراقبہ سے ظاہر و باطن میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ تمام خواہشات کو فنا کر دینے اور بشری تقاضوں کو جلا ڈالنے کا نام محبت ہے۔ فرمایا کہ قلب کا علاج پانچ چیزوں میں مضمر ہے۔ اول قرآن کو غور و فکر کے ساتھ تلاوت کرنا۔ دوم شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھانا۔ سوم تمام رات عبادت میں مشغول رہنا۔ چہارم سحر کے وقت بارگاہ الٰہی میں دعا و گریہ وزاری کرنا، پنجم صالحین و نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرنا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو گریہ سحر میں تلاش کرو۔ اور اگر گریہ سحری میں تلاش نہ کر سکے تو پھر تم اس کو کہیں نہ پا سکو گے۔

آپ سینہ پر ہاتھ مار مار کر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اسی خدا کے دیدار کا اشتیاق ہے جو مجھے ہر لحہ دیکھتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ ہمیں ظاہری طور پر تو کہیں سے کھانا آتا ہوا نظر نہیں آتا۔ پھر آپ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں؟۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے کھانا اس جگہ سے ملتا ہے جہاں شکم مادر میں بچے کو ملتا ہے اور جہاں سے جنگلی جانور کھاتے ہیں وہیں سے میں بھی کھاتا ہوں۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ ویرزقہ من حیث لایحتسب۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ متوکل لالچی ہوتا ہے یا نہیں آپ نے جواب دیا کہ یقیناً لالچی ہوتا ہے اس لئے کہ لالچ نفس کی صفت ہے۔ جس کا قلب میں داخل ہونا لازمی ہے لیکن متوکل کے لئے اس لئے مضر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو لالچ پر غلبہ عطا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے لالچ اس کا محکوم بن جاتا ہے کیونکہ متوکل

مخلوق سے کسی قسم کی توقعات وابستہ نہیں کرتا۔

حیات کے آخری حصہ میں ایک مرتبہ آپ رے کی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ یکایک پیچش شروع ہوگئی اور اس میں اس قدر اضافہ ہوا کہ آپ دن میں ساٹھ مرتبہ رفع حاجت کے لئے جاتے اور ہر مرتبہ غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ کیا کسی چیز کو آپ کی طبیعت چاہتی ہے تو فرمایا کہ بھنی ہوئی کلیجی کی خواہش ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے غسل کیا اور انتقال فرما گئے اور جس وقت لوگوں نے آپ کی میت کو مسجد سے ایک مکان میں منتقل کر دیا تو ایک بزرگ نے تشریف لا کر آپ کا تکیہ اٹھا کر دیکھا جس کے نیچے روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا یہ دیکھ کر ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ اگر روٹی کا ٹکڑا نہ برآمد ہوتا تو میں نماز جنازہ نہ پڑھتا۔ کیونکہ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو میں یہ سمجھتا کہ آپ کا انتقال محض توکل ہی پر ہوا ہے اور توکل سے اگلا مقام ردتوکل آپ کو حاصل نہیں ہو سکا جب کہ ہر صوفی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام مراتب حاصل کرے نہ یہ کہ صرف ایک صفت پر ایسا جم جائے کہ دوسری صفات سے محروم رہ جائے۔

کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا کہ گو میں نے دنیا میں بہت زیادہ عبادت کے ساتھ ساتھ توکل بھی اختیار کیا لیکن انتقال کے وقت چونکہ میں باوضو تھا اس لئے مجھے توکل و عبادت کا اجر کے ساتھ طہارت کے صلہ میں وہ اعلیٰ وارفع مرتبہ عطا فرمایا گیا جس کے سامنے جنت کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابراہیم یہ مرتبہ تیری طہارت و پاکیزگی کے صلہ میں عطا کیا گیا ہے کیونکہ ہماری بارگاہ میں پاکیزہ و باطہارت افراد سے زیادہ کسی کو کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

باب۔ ۸۲

حضرت ممشاد دینوری رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ اپنے زہد و تقویٰ کے اعتبار سے عدیم المثال تھے۔ اور کثیر مشائخ کی فیض صحبت حاصل کرنے کی وجہ سے عوام آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے مورخین کے قول کے مطابق آپ کا انتقال ۲۹۹ھ میں ہوا۔

حالات. آپ ہمہ وقت اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے تھے اور کسی کو اندر داخلہ کی اجازت نہیں تھی اور اگر کوئی دروازے پر دستک دیتا تو پہلے آپ یہ دریافت فرماتے کہ تم مسافر ہو یا مقیم ہو؟ اگر کوئی کہتا کہ میں مسافر ہوں تو دروازہ کھول دیتے اور جب تک وہ آپ کے پاس قیام کرتا تو آپ نہایت خاطر و مدارات سے پیش آتے لیکن اگر

کوئی مقامی شخص آتا تو آپ یہ کہہ کر واپس کر دیتے کہ چونکہ تمہارے قیام سے میرے قلب میں تمہاری جانب رغبت پیدا ہو جائے گی اور تمہاری واپسی کے بعد میرے لئے تمہاری جدائی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔

کسی نے آپ سے دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ بارگاہ خداوندی میں پہنچ کر وہاں میری دعا کی حاجت نہیں رہے گی اور جب اس نے پوچھا کہ مجھے تو بارگاہ خداوندی کا علم نہیں ہے لہٰذا آپ وہیں بھیجنا پسند کرتے ہیں تو پھر مجھے اس کا پتہ اور مقام بتا دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ بارگاہ خداوندی وہیں ہے جہاں تمہارا وجود باقی نہ رہے۔ یہ سن کر وہ شخص گوشہ نشینی اختیار کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے کرم سے سعادت کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ پھر ایک مرتبہ ایسا سیلاب آیا کہ آبادی کے تمام مکانات غرق ہونے لگے لیکن آپ کی خانقاہ بلندی پر تھی۔ اس لئے تمام لوگ پناہ لینے اسی طرف چل دیئے اسی دوران آپ نے اسی گوشہ نشینی اختیار کرنے والے شخص کو دیکھا کہ پانی کے اوپر مصلیٰ بچھائے چلا آ رہا ہے اور جب آپ نے اس سے دریافت کیا کہ آج کل تم کس مقام پر ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ تو آپ ہی کے فیض کا کرشمہ ہے کیونکہ خدا نے مجھ کو آپ کی دعا سے ہی ماسوا اللہ سے مستغنی کر دیا ہے جیسا کہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے یہ اندازہ ہو گیا کہ فقر کے لئے جدوجہد بھی ضروری ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے کسی درویش کے ساتھ مذاق نہیں کیا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ کسی درویش نے مجھ سے درخواست کی کہ اگر اجازت دیں تو میں آپ کے لئے حلوہ تیار کر دوں۔ یہ سن کر میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ارادت اور حلوے کا کیا تعلق۔ اور یہی کہتے کہتے ایک جنگل میں پہنچ کر انتقال کر گیا۔ اور جب اس واقعہ کا علم آپ کو ہوا تو آپ نے بہت توبہ کی۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ مقروض ہو گیا۔ جس کی وجہ سے پریشان تھا۔ کہ رات کو خواب میں کسی کہنے والے کی یہ آواز سنی کہ اے کنجوس! تیرا قرض ہم ادا کریں گے ذرا سے قرض کی وجہ سے اس قدر پریشان ہے۔ ضرورت کے وقت تیرا کام قرض لینا ہے اور ہمارے ذمہ اس کی ادائیگی ہے۔ اس کے بعد سے پھر کبھی میں نے اپنے قرض خواہوں سے کوئی حساب طلب نہیں کیا۔ بلکہ جو حساب وہ بتا دیتے میں ادا کر دیتا۔

اقوال زریں: آپ کے اقول زریں لامحدود ہیں جن کو یکجا مجتمع کرنا بہت دشوار ہے۔ آپ نے فرمایا بتوں کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض لوگ نفس کو بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ بعض دولت کو بت بنا کر اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں۔ بعض صنعت و تجارت کو بت سمجھ کر اس کی پرستش میں گرفتار ہیں۔ بعض صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ کو بت تصور کر کے اس کے پجاری بنے ہوئے ہیں اس وجہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پوری مخلوق کسی نہ کسی شے کی پرستش میں گرفتار ہے اور کسی کو بھی پرستش سے مفر نہیں۔ البتہ اس شخص کو کسی شے کا

پرستار نہیں کہا جا سکتا جو اپنے نفس کی نیکی و بدی پر نفس کی موافقت نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ نفس کو ہدف ملامت بنائے رہتا ہے۔ فرمایا کہ مرید کے لئے مرشد کی خدمت اور اپنے بھائیوں کا ادب ضروری ہے اور تمام خواہشات نفس سے کنارہ کش ہو کر اتباع سنت لازمی ہے۔ فرمایا کہ میں نے اس وقت تک کسی بزرگ سے ملاقات نہیں کی جب تک اپنے تمام علوم و حالات کو ترک نہیں کر دیا۔ اور جب ان چیزوں سے دست بردار ہو کر کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے اقوال کو غور سے سننے کے بعد ان کی برکتوں سے فیوض حاصل کیے۔ اسی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان مراتب سے سرفراز فرمایا۔ فرمایا کہ اگر کوئی ادنیٰ سی قدر و خودی کے ساتھ بزرگوں سے ملتا ہے تو اس کے لئے بزرگوں کے اقوال و صحبت سب بے سود ہیں۔ فرمایا کہ اہل خیر کی صحبت سے قلب میں صلح و خیر پیدا ہوتی ہے اور اہل شر کی صحبت قلب کو فتنہ و فساد کی جانب مائل کر دیتی ہے۔ فرمایا کہ علائق کے تین اسباب ہیں۔ اول ان اشیاء کی جانب رغبت جن کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جیسا کہ الانسان حریص علی ما منع۔ یعنی انسان اسی شے کی حرص کرتا ہے جس سے اس کو منع کیا جائے. ظاہر ہوتا ہے. دوم گزشتہ لوگوں کے حالات پر غور کرنا۔ سوم فراغت کو زائل کر دینا۔ فرمایا کہ انسان کے لئے وہ وقت بہترین ہوتا ہے۔ جس میں وہ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر خالق سے نزدیک تر ہو جاتا ہے اور ان اشیاء سے قلب کو خالی کر لیتا ہے جن کی جانب سے مخلوق کا رجحان ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو اشیاء اہل دنیا کے نزدیک پسندیدہ ہیں وہ اشیاء ہرگز پسندیدگی کے قابل نہیں ہیں۔ فرمایا کہ اگر کوئی متقدمین و متاخرین کے اعمال و حکمت کو مجتمع کر کے ولی سادات ہونے کا دعویدار ہو تو اس کو کسی طرح بھی عارفین کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ معرفت کا خلاصہ ہی یہ ہے کہ بندہ خلوص قلب سے اللہ اللہ کہنے کے ساتھ فقر و احتیاج اختیار کر لے۔ فرمایا کہ معرفت کی تین قسمیں ہیں۔ اول تمام امور میں غور کرنا کہ ان کو کسی انداز سے قائم کیا گیا ہے. دوم مقدرات کے سلسلہ میں یہ غور کرنا کہ ان کو کس طرح مقدر کیا گیا ہے. سوم مخلوق کے بارے میں یہ غور کرنا کہ ان کی تخلیق کس طرح عمل میں آئی. فرمایا کہ جمع کا مفہوم یہ ہے کہ جس کو توحید میں جمع کیا گیا اور تفرقہ اس کو کہتے ہیں جس کو شریعت نے متفرق کر دیا ہے۔ فرمایا کہ ندا کا راستہ بہت دور ہے اور صبر کرنا بہت دشوار ہے یعنی حصول کے ساتھ حکمت کو حاصل کیا ہے اور انبیاء کرام کی ارواح کشف و مشاہدے کے عالم میں ہیں اور صدیقین کی ارواح قربت و اطلاع میں ہیں۔ فرمایا کہ تصوف اختیار و عدم اختیار کے اظہار کا نام ہے اور لغو چیزوں کو ترک کر دینے کا نام بھی تصوف ہے۔ فرمایا جس شے پر نفس و قلب راغب ہو اس کو ترک کر دینا توکل ہے۔ فرمایا کہ حالت بھوک میں نماز پڑھنا اور جب طاقت نہ رہے تو سو جانے کا فقر ہے کیونکہ تین چیزوں سے اللہ تعالیٰ کبھی درویش کو خالی نہیں رکھتا۔ یا تو قوت عطا کر دیتا ہے یا موت سے ہمکنار کر دیتا ہے تاکہ ہر شے سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

وفات۔ انتقال کے وقت جب لوگوں نے مزاج پرسی کی تو فرمایا کہ کیا تم مجھ سے کچھ پوچھ رہے ہو؟ پھر لوگوں نے عرض کیا کہ لاالہ الااللہ کہئے تو آپ نے دیوار کی جانب رخ پھیر کر فرمایا کہ میں تو سرتاپا تیرے اندر فنا ہو چکا ہوں۔ اور کیا تجھ کو دوست رکھنے والوں کا یہی معاوضہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تیس سال سے میرے سامنے جنت پیش کی جاتی رہی لیکن میں نے اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور تین سال سے میں نے اپنے قلب کو گم کر دیا ہے لیکن آج تک اس کو پانے کی تمنا نہیں ہوئی کیونکہ صدیقین کی یہی خواہش ہوا کرتی ہے کہ قلب کو ذات الٰہی میں فنا کر دے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

باب۔ ۸۳

حضرت ابو اسحٰق ابراہیم شیبانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ کا ممتاز روزگار مشائخین میں شمار ہوتا تھا۔ اور آپ بہت بڑے عابد و زاہد اور متقی تھے۔ تاحیات وجد و حال اور مراقبہ میں رہے۔ حضرت شیخ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ آپ فقراء اور اہل ادب کے لئے خدا کی علامتوں میں سے ایک علامت تھے۔

حالات۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چالیس سال حضرت عبداللہ مغربی کی خدمت میں بسر کئے لیکن اس عرصہ میں کبھی کوئی ایسی شے نہیں کھائی جو عام لوگوں کی غذا ہوا کرتی ہے اور نہ کبھی خانہ کعبہ کی چھت کے سوا کسی دوسری چھت کے نیچے آرام کیا لیکن اس عرصہ میں نہ تو کبھی میرے بال و ناخن بڑھے اور نہ کبھی میرا لباس کثیف ہوا حتیٰ کہ اسی سال سے لے کر آج تک میں نے اپنی خواہش سے کبھی کوئی شے نہیں کھائی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ملک شام کے سفر میں میری طبیعت مسور کی دال کھانے کو چاہی اور اسی وقت میرے سامنے مسور کی دال سے لبریز ایک پیالہ آ گیا جس کو میں نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اس کے بعد شام کو جب میں بازار میں سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک جگہ چند مٹکے رکھے ہوئے ہیں اور جب میں نے ان پر غور سے نظر ڈالی تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ان میں شراب بھری ہوئی ہے۔ یہ سن کر مجھے خیال ہوا کہ جب یہ بات میرے علم میں آ چکی ہے کہ یہ شراب سے لبریز ہیں تو ان سب کو توڑ دینا میرا فرض ہے اور اس خیال کے ساتھ ہی میں نے تمام مٹکے توڑ ڈالے جن میں سے شراب سڑک پر بہنے لگی۔ اور جس شخص نے مجھے بتایا تھا کہ یہ شراب کے مٹکے ہیں وہ مجھے حاکم وقت تصور کر کے خاموش ہو گیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ میں حاکم نہیں ہوں تو وہ مجھ کو پکڑ کر ابن طریون کے پاس لے گیا اور اس نے پورا واقعہ سننے کے بعد حکم دیا کہ ان کو سو چھڑیاں مار کر قید میں ڈال دیا جائے اس طرح میں مدتوں قید میں پڑا رہا۔ پھر ایک دن حضرت شیخ عبداللہ کا

اس طرف سے گزر ہوا تو ان کی سفارش پر مجھے قید سے رہا کر دیا گیا اور جب رہائی کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سوال کیا کہ تم کو کس جرم کی سزا میں قید ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ ایک دن میں نے شکم سیر ہو کر مسور کی دال کھائی تھی جس کی سزا میں سو چھڑیاں بھی ماری گئیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ تمہارے جرم کے مقابلے میں یہ سزا تو بہت کم ہے

جس وقت آپ سفر حج پر تشریف لے گئے تو پہلے مدینہ منورہ میں حضور اکرمؐ کے روضہ اقدس پر حاضری دے کر عرض کیا کہ السلام علیکم یا رسول اللہؐ۔ جس کے جواب میں روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی وعلیک السلام یا ابن شیبان۔ اس کے بعد آپ حج کرنے چلے گئے اور یہ سلسلہ مدتوں جاری رہا۔

ارشادات: آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حمام میں غسل کر رہا تھا۔ کہ حمام کے روشندان میں ایک حسین و جوان شخص نے آواز دے کر کہا کہ ظاہری نجاست کو دھونے میں کب تک وقت ضائع کرتے رہوگے۔ جاؤ طہارت باطنی کی جانب توجہ دے کر قلب کو ماسوا اللہ سے پاک کر ڈالو۔ اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم انسان ہو یا جن یا فرشتہ ہو کیونکہ آج تک میں نے کسی انسان کو ایسی شکل میں نہیں دیکھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں نہ انسان ہوں نہ جن ہوں نہ فرشتہ ہوں بلکہ لفظ بسم اللہ کا نقطہ ہوں۔ میں نے پوچھا کہ یہ ساری مملکت تمہاری ہے۔ اس نے کہا کہ ذرا اپنی پناہ گاہ سے باہر نکل تا کہ تجھے مملکت نظر آسکے۔ پھر فرمایا کہ فنا و بقا کا علم موقوف ہے وحدانیت کے اخلاص و عبودیت پر۔ اور اس کے علاوہ ہر شے غلط راستہ پر ڈال کر ملحد و زندیق بنا دیتی ہے۔ فرمایا کہ اپنی ہستی سے آزادی کے لئے خلوص کے ساتھ عبادت الٰہی کی ضرورت ہے کیونکہ عبادت میں ثابت قدمی ماسوا اللہ سے نجات دے دیتی ہے پھر فرمایا کہ کر صرف زبانی اخلاص کا دعویدار چونکہ اپنی عبادت میں خلوص پیدا نہیں کر سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اور دنیا کی نگاہوں میں رسوا بنا دیتا ہے۔ فرمایا کہ صحبت اولیاء سے کنارہ کشی کرنے والا ایسے جھوٹے دعوؤں میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بری باتوں سے کنارہ کشی کے لئے احکام شرعیہ کی پابند ضروری ہے اور جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا اور احسان جتاتا ہے وہ نہایت کمینہ ہے۔ فرمایا کہ تواضع بزرگی کی اور قناعت آزادی کی ضامن ہے۔ فرمایا کہ خائف رہنے والے قلب میں دنیائی محبت اور شہوت باقی نہیں رہتی۔ فرمایا کہ توکل بندے اور خدا کے درمیان ایک ایسا راز ہے جس کو کبھی ظاہر نہ کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ جو شخص مسجد میں خدا کی یاد زیادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اپنے دیدار سے مشرف فرمائے گا۔

جب بعض لوگوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ دعا کس طرح کروں؟ جب کہ وقت کی

مخالفت سوئے ادبی ہے ایک شخص نے جب آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو فرمایا کہ ہر لمحہ خدا کو یاد کرتے رہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ہر لمحہ موت کو یاد کرو۔

باب ۔ ۸۴

حضرت ابو بکر صیدلانی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ زہد و ورع کا سرچشمہ اور وفاء و رضا کا منبع و مخزن تھے۔ آپ فارس کے باشندے تھے اور نیشاپور کے مقام پر ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ حضرت شبلی آپ کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔

ارشادات: آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کارخانہ حکمت بنایا ہے اور ہر فرد اپنی استعداد و کشف کے مطابق فیوض سے بہرہ ور ہوتا ہے فرمایا کہ انسان کے لئے خدا کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا دوست ہوں اور اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا کر دونوں عالم کی مرادیں پوری کروا سکیں۔ فرمایا کہ عالم اوامر و نواہی کی پابندی کے ساتھ اپنے علم کی روشنی میں جہالت کی تاریکیوں سے دور ہو جاتا ہے لیکن جو علوم خدا سے جدا کر دیں ان کی جانب کبھی متوجہ نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ ان کا حصول تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔ فرمایا کہ جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین صدق اختیار کیا وہ مخلوق سے چھٹکارا پا گیا۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے جس قدر مخلوقات تخلیق فرمائی ہیں اسی قدر اپنی جانب آنے کی راہیں بھی بنائی ہیں اور ہر فرد اپنی استعداد کے مطابق کسی ایک راستے پر گامزن ہو کر خدا تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ فرمایا کہ خدا کی جانب سے تو بندے کی جانب راہ ہے لیکن بندے کی جانب سے خدا کی طرف راہ نہیں ہے۔ فرمایا کہ خالق کے ساتھ زیادہ ہم نشینی اختیار کرتے ہوئے مخلوق سے رابطہ کم کر دو۔ فرمایا کہ سب سے بہتر وہ بندہ ہے جو دوسروں کو اپنے سے افضل تصور کرے اور یہ سمجھ لے کہ خدا کی جانب بہت سی جانے والی راہوں میں سب سے بہتر اسی کی راہ ہے۔ فرمایا کہ بندہ حالت توکل میں اپنے نفس کی کوتاہیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے احسانات کو بھی پیش نظر رکھے۔ فرمایا کہ ہر بندے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر دے اور شدید ضرورت کے بغیر اپنی حرکات و سکنات کو کبھی دنیا کے لئے استعمال نہ کرے اور ہمیشہ اپنی زبان کو لغو باتوں سے محفوظ رکھے۔ فرمایا کہ خموشی اختیار نہ کرنے والا فضولیات کا شکار رہتا ہے خواہ وہ اپنی جگہ ساکن ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا کہ ہم جنس کو طلب کرنے والا اور غیر ہم جنس سے کنارہ کش رہنے والے کو مرید کہا جاتا ہے۔ اور مرید کی زندگی فنائے نفس اور حیات قلب میں مضمر ہے کیونکہ قلب کی زندگی نفس کی موت بن جاتی ہے اور اعانت خداوندی کے

بغیر انسان کو نفس امارہ سے کبھی رہائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ جب تک بندہ اعتقاد و ارادے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دوستی حاصل نہیں کر لیتا اور ماسوا اللہ سے بے نیاز نہیں ہو جاتا اس وقت تک نفس کے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ بندے کے لئے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ نفس کی قید سے رہائی حاصل کرے کیونکہ نفس ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے اور جب تک نفس مردہ نہیں ہو جاتا اس وقت خدا کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ فرمایا کہ آخرت کے دروازوں میں سے موت بھی ایک دروازہ ہے جس کے بغیر خدا تک رسائی ممکن نہیں۔ فرمایا کہ ساری کائنات میرے لئے ایک حجاب و دشمن ہے لیکن اس میں، میں کیا کر سکتا ہوں۔ فرمایا کہ جس نیک کام میں نمود و ریا کی جھلک ہو اس پر فخر نہ کرو۔ فرمایا کہ ہمیشہ ہمت پر نظر رکھو کیونکہ ہمت ہی ہر شے کی پیش رو ہے اور ہمت ہی تمام کاروبار کا انحصار ہے اور تمام چیزیں صرف ہمت ہی کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہیں۔

وفات: آپ کے انتقال کے بعد مریدین نے ایک تختی بطور یادگار آپ کا نام لکھ کر مزار پر لگا دی لیکن وہ جتنی مرتبہ تختی لگاتے وہ گم ہو جاتی اور جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت ابو علی وفاق کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ ابو بکر صیدلانی خود کو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں آپ لوگ بھی کوئی اقدام نہ کریں۔

باب۔ ۸۵

حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ تجرید و تفرید کی راہوں پر گامزن ہونے کے ساتھ ساتھ مشائخین کی نگاہوں میں بھی بہت ہی فضیلت مآب تھے۔ جس کی وجہ سے تمام اولیاء کرام آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ پند و موعظت کے علاوہ تفسیر و حدیث پر بھی آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ اور حضرت حارث محاسبی کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت سری سقطی اور ابو الخیر نساج جیسے عظیم المرتبت بزرگوں سے بھی فیض صحبت حاصل کرتے رہے اور ہمیشہ بغداد کی مسجد صافہ میں وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔ اور حضرت امام حنبل کو جب کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو آپ ہی کی جانب رجوع فرماتے۔ ۲۸۹ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔

حالات: ایک مرتبہ جب آپ حضرت حارث محاسبی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ نہایت نفیس و پاکیزہ لباس میں ملبوس ہیں۔ اور ان کے قریب ایک ساحر پرندہ پنجرے میں بند ہے۔ لیکن جب وہ پرندہ بولا

تو حضرت ابو حمزہ نے ایک ضرب لگائی۔ لبیک یا سیدی۔ حضرت حارث یہ سن کر شدید غصہ کے عالم میں چھرا لے کر آپ کو قتل کرنے کے لئے دوڑے لیکن مریدین کی منت و سماجت نے ان کو روک دیا۔ لیکن حضرت حارث نے اسی غصہ کے عالم میں فرمایا کہ اے ابو حمزہ مسلمان بن جا اور جب مریدین نے عرض کیا کہ ہم تو ان کو موحد اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ اور آپ ان کی شان میں کلمات کفر فرما رہے ہیں۔ حضرت حارث نے کہا کہ میں خود بھی ان کو بہت نیک و متقی تصور کرتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کا باطن توحید میں غرق ہے لیکن انہوں نے حلولیوں جیسے افعال کی مانند بات کیوں کہی اور ایک پرندے کی آواز پر از خود رفتہ کیوں ہو گئے۔ جب کہ عشاق الٰہی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ صرف خدا کے کلام سے سکون و راحت حاصل کرتے رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کے اندر حلول نہیں کرتا۔ اور ذات قدیم کے لئے آمیزش جائز بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو حمزہ نے عرض کیا کہ گو میں در حقیقت حلول و اتحاد سے دور تھا۔ لیکن میرا قول و فعل چونکہ ایک گمراہ جماعت کے مطابق تھا اس لئے میں توبہ کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا جبراً مشاہدہ کیا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا کہ اے ابو حمزہ! وسوسوں کی اتباع نہ کرتے ہوئے مخلوق کا بھائی نہ بن۔ مگر آپ کا یہ قول جب مخلوق کے کانوں تک پہنچا تو اس قول کو لغو تصور کر کے آپ کو بے حد اذیتیں پہنچائی گئیں۔

ارشادات: آپ نے فرمایا کہ فقراء کی دوستی اس قدر دشوار ہے کہ سوائے صدیقین کے ان کی دوستی کا کوئی تحمل نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ دکھانا ہوتا ہے تو اس کے لئے راہ مولا پر چلنا بہت آسان ہو جاتا ہے اور جو شخص خدا کا راستہ دلائل و واسطے سے اختیار کرنا چاہتا ہے وہ کبھی تو صحیح راستے پر آ جاتا ہے اور کبھی غلط راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مندرجہ ذیل تین چیزیں عطا فرما دے وہ بہت سی بلاؤں سے نجات پا جاتا ہے۔ فرمایا اول خالی پیٹ رہنا، دوئم قناعت اختیار کرنا، سوم ہمیشہ فقر پر قائم رہنا۔ فرمایا کہ تم نے اس وقت حقوق کی ادائیگی کی جب تمہارے نفس نے تم سے سلامتی حاصل کر لی۔ فرمایا کہ سچے صوفی کی شناخت یہ ہے کہ وہ عزت کے بعد ذلت، امارت کے بعد فقر، اور شہرت کے بعد گمنامی اختیار کرے اور جو اس کے برعکس ہو وہ جھوٹا صوفی ہے۔ فرمایا کہ فاقہ کشی کے عالم میں میں کیا کرتا ہوں۔ کہ یہ بھی منجانب اللہ ایک تحفہ ہے جس کو قبول کرنا ضروری ہے اور جب یہ بات میرے علم میں آتی ہے کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ فاقے کسی پہ نہیں ہوئے تو میں بخوشی فاقہ کشی برداشت کر کے اس کے ساتھ موافقت اختیار کرتا ہوں۔

وفات: آپ انتہائی سنجیدگی اور شیریں کلامی سے بات کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن یہ غیبی ندا سنی کہ ابو حمزہ! تو بہت سوچ سمجھ کر اور میٹھی بات کرتا ہے لیکن تیرے لئے بہتر یہ ہے کہ تو بات ہی کرنا چھوڑ دے

اور کسی پر اپنی شریں سخنی کا اظہار نہ ہونے دے اسی وقت سے آپ نے چپ سادھ لی اور اسی ہفتہ میں وفات پا گئے۔ لیکن بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ جمعہ کے دن بر سر منبر وعظ فرما رہے تھے اور منبر پر سے گر جانے کی وجہ سے ایسی شدید ضرب آئی کہ آپ کا اسی میں انتقال ہو گیا۔

باب۔ ۸۶

حضرت شیخ ابو علی دقاق رحمتہ اللہ علیہ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ طریقت و حقیقت میں ممتاز زمانہ اور عشق و محبت الٰہی میں یکتائے روزگار اور تفسیر و حدیث میں مکمل عبور رکھتے تھے۔ آپ کے اقوال اس قدر دقیق ہوتے کہ عوام ان کے سمجھنے سے قاصر رہتے۔ آپ کی ریاضت و کرامت کا احاطہ تحریر میں لانا کسی طرح ممکن نہیں۔ آپ نے بے شمار بزرگان دین سے فیوض باطنی حاصل کئے اور آپ کے سوز و گداز سے اس دور کے لوگوں نے آپ کو نوحہ گر قوم کا خطاب دے دیا۔

حالات. آپ کا ابتدائی دور مرو میں گزرا اور اس دور کے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ زمین مرو میں شیطان کو رنجیدہ اور سر پر خاک ڈالتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ تو نے اپنی یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے۔ اور کس مصیبت اور پریشانی نے تجھے یہ حالت بنانے پر مجبور کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جس خلعت کو سات لاکھ سال سے طلب کرتا رہا وہ خلعت اس نے ایک آٹا فروش کو پہنا دی۔

حضرت شیخ علی فارمدی کا قول ہے کہ جس وقت قیامت میں مجھ سے یہ سوال ہو گا۔ کہ تو نے دنیا میں کیا کیا نیک کام انجام دیئے تو میرے لئے اس وقت صرف ایک ہی جواب ہو گا کہ میں نے شیخ ابو علی دقاق سے عشق کیا اور انہیں کا عقیدت مند رہا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ خودرو درخت کو نہ تو کوئی پانی دیتا ہے اور نہ دیکھ بھال کرتا ہے اس پر بھی پتے نکل آتے ہیں لیکن اس پر اکثر پھل نہیں آتا اور اگر آتا بھی ہے تو بدمزہ ہوتا ہے اور بے سود بھی۔ اسی طرح مرشد کی خدمت کے بغیر مرید کو بھی کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ قول صرف میرا ہی نہیں بلکہ حضرت شیخ ابو القاسم نصر آبادی سے بھی میں نے ایسا ہی سنا ہے اور انہوں نے حضرت ابو بکر شبلیؒ سے بھی ایسا ہی سنا ہے۔ غرض کہ اپنے دور کے ہر بزرگ نے اپنے پیش رو بزرگوں سے ایسا ہی سنا ہے۔ فرمایا کہ جب میں حضرت ابو القاسم نصر آبادی کی خدمت میں حاضری کا قصد کرتا تو پہلے غسل ضرور کر لیتا اور ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا کہ میں بغیر غسل کے ان کی خدمت میں پہنچ گیا ہوں۔

آپ مدتوں مرو میں مقیم رہ کر وعظ گوئی میں مشغول رہے۔ اس کے بعد آپ متعدد مقامات پر تشریف

لے گئے اور تقریباً ہر جگہ عوام کو ہدایت کا راستہ دکھاتے رہے۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس پہننے کو کوئی کپڑا نہ تھا تو آپ حالت برہنگی میں حضرت عبداللہ عمر کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص نے آپ کو شناخت کر کے بہت تعظیم کی، پھر آہستہ آہستہ سب نے آپ کو پہچان کر گھیرے میں لے لیا اور اصرار کرنے لگے۔ کہ آپ یہاں پر کچھ دیر درس دیں لیکن آپ کے انکار پر لوگوں نے وعظ فرمانے کی فرمائش کی چنانچہ پہلے تو آپ نے انکار کیا لیکن بے حد اصرار کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور داہنی طرف اشارہ کر کے اللہ اکبر بائیں جانب اشارہ کر کے واللہ خیر والبقی فرمایا کہ اس کے بعد قبلہ رو ہو کر رضوان من اللہ اکبر فرمایا اس وقت لوگوں پر بے خودی و سرمستی کا عالم طاری ہو گیا اور مجلس میں ہر سمت سے ایسا شور و غوغا بلند ہوا کہ بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے اور آپ اسی کیفیت میں منبر پر سے اتر کر نہ جانے کس طرف چل دیئے۔ پھر جب لوگوں کی حالت ٹھیک ہوئی تو مردہ افراد کی تدفین سے فارغ ہو کر آپ کو تلاش کرنے لگے لیکن آپ کا کہیں پتہ نہ چلا اور آپ وہاں سے سیدھے مرو پہنچے اور کچھ دنوں وہاں قیام کرنے کے بعد نیشاپور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ طبری دستار باندھے تشریف فرما ہیں اور وہ دستار مجھے بہت خوبصورت معلوم ہوئی تو میں نے آپ سے پوچھا کہ توکل کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مردوں کی دستار کی خواہش کو اپنے قلب سے نکال دینے کا نام توکل ہے۔ یہ فرما کر اپنی دستار اتار کر مجھ کو مرحمت فرما دی۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں مرو میں بیمار پڑ گیا اور دوران علالت جب نیشاپور جانے کا قصد کیا تو غیب سے ندا آئی کہ ابھی تو یہاں سے باہر نہیں جا سکتا کیونکہ جنات کی ایک جماعت کو تیرا کلام بہت پسند آیا ہے اور وہ تیرے کلام کی سماعت کے لئے تیرے پاس پہنچ رہی ہے اور جب تک ان کو اپنے اقوال سے سیراب نہ کر دے یہاں سے باہر جانا ممکن نہیں ہے۔

منقول ہے کہ کسی مجلس میں کوئی ایسی چیز ہوتی کہ جس پر خواہ مخواہ لوگوں کی نظر پڑنے لگتی تو آپ فرماتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا ہے کہ جو چیز جا رہی ہو وہ نہ جا سکے۔

ایک دن برسر منبر اپنے وعظ میں انسانی کوتاہیوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ اس سلسلہ میں فرمایا کہ انسان ظلم کرنے والا جہل میں مبتلا رہنے والا اور خود بینی و حسد کرنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ تمام صفات معیوب ہیں اس لئے ان سے احتراز ضروری ہے۔ اسی محفل میں کسی درویش نے انسان کی برائی سن کر کھڑے ہو کر کہا کہ گو انسان برائیوں کا مجسمہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو محل دوستی بھی قرار دیا ہے اور یہ سب سے بہتر صفت ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ واقعی تو صحیح کہتا ہے اور تیرا قول اس آیت قرآنی کے مطابق ہے یحبہم

ویحبونہ۔ یعنی اللہ ان کو محبوب سمجھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تصور کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے دوران وعظ تین مرتبہ اللہ اللہ فرمایا تو اسی مجلس میں ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں تو اس نے کہا جب آپ کو اللہ کا علم ہی نہیں ہے تو پھر آپ بار بار اس کا نام کیوں لیتے ہیں؟ آپ نے پوچھا کہ اگر اس کا نام نہ لوں تو پھر کس کا نام لوں۔

ایک دوکاندار اکثر آپ کی خانقاہ میں حاضر ہو کر اکثر فقراء کے ہمراہ کھانے میں شریک ہوتا اور خود بھی اپنے ساتھ کھانے کی کچھ چیزیں لے کر آتا۔ اسی طرح برسوں اپنے ہاں سے فقراء کی خدمت کرتا رہا۔ اس کے متعلق ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب باطن ہے اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل کی چھت پر بہت سے بزرگان دین کا اجتماع ہے لیکن آپ بے حد کوشش کے باوجود اوپر نہیں پہنچ سکے دریں اثناء وہی شخص آکر کہنے لگا کہ ان راہوں میں شیر لومڑیوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ کو اوپر پہنچا دیا۔ دوسرے دن جب آپ منبر پر تشریف فرما تھے اور وہ شخص حاضر ہوا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کو راستہ دے دو کیونکہ اگر کل یہ ہماری اعانت نہ کرتا تو ہم شکستہ پائی کا شکار ہو جاتے۔ یہ سن کر اس شخص نے عرض کیا کہ میں تو ہر شب وہیں ہوتا ہوں لیکن آج تک کسی نے تذکرہ نہیں کیا اور آپ صرف ایک ہی شب پہنچے تو لوگوں کے سامنے اظہار کر کے مجھ کو بھی ذلیل کیا۔

کسی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں طویل سفر طے کر کے آپ سے ملاقات کرنے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ قطع مسافت اس لئے معتبر نہیں کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس سے صرف ایک قدم جدا ہو جائے تاکہ تمام مقاصد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں۔

کسی نے آپ سے شکایت کی کہ وساوس شیطانی مجھے بہت ستاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے بچنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ تم اپنے قلب سے علائق دنیاوی کے شجر کو اکھاڑ کر پھینک دو تاکہ اس کے اوپر کوئی پرندہ بیٹھ ہی نہ سکے۔ یعنی دنیا کو چھوڑ دو تاکہ وساوس شیطانی کا غلبہ ہی نہ ہو سکے۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید تاجر بیمار ہو گیا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور سوال کیا کہ تمہاری بیماری کا کیا سبب ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ایک رات نماز تہجد کے لئے بیدار ہوا تو جیسے ہی وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوا تو کمر میں شدید قسم کا درد اٹھا اور فوراً ہی تیز بخار ہو گیا۔ یہ سن کر آپ نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ تجھے نماز تہجد سے کیا غرض تھی تیرے لئے تو یہی بہت ہے کہ تو خواہشات دنیاوی کو ترک کر دے اور تیرے لئے نماز تہجد سے بھی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو یقیناً کمر کے درد میں گرفتار رہے گا اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور وہ پاؤں پر دوا لگائے یا کسی کا ہاتھ ناپاک ہو جائے اور وہ آستین کو دھونے بیٹھ جائے تو قطعاً بے سود ہو گا کیونکہ اس طرح کے

فعل سے نہ تو سر کا درد رفع ہو سکتا ہے اور نہ ہاتھ کی نجاست ختم ہو سکتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ کسی مرید کے یہاں تشریف لے گئے جو بہت عرصہ سے آپ کی ملاقات کا متمنی تھا چنانچہ وہ آپ کی تشریف آوری اور زیارت سے مشرف ہو کر بہت خوش ہوا اور آپ سے دریافت کیا کہ آپ کب تک یہاں قیام فرمارہیں گے اور کب روانگی کا قصد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ابھی تو ملاقات ہی سے دل نہیں بھرا ہے اور تو ابھی سے جدائی کی باتیں کر رہا ہے۔

ایک درویش جو آپ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا اس کو چھینک آگئی تو آپ نے فرمایا یرحمک ربک یہ سن کر وہ درویش چلنے کی غرض سے اٹھا تو لوگوں نے اس سے اس طرح اٹھ جانے کی وجہ پوچھی۔ اس نے عرض کیا کہ صحبت شیخ سے میرا مقصد ہی یہ تھا کہ شیخ کی زبان میرے حق میں رحمت کا مژدہ سنا دے چنانچہ وہ آرزو پوری ہو چکی اس لئے جانا چاہتا ہوں۔

ایک دن آپ دیدہ زیب لباس میں ملبوس تھے تو شیخ ابوالحسن نوری کہنہ و بوسیدہ پوستین پہنے ہوئے آپ کے سامنے آگئے۔ آپ نے مسکرا کر سوال کیا کہ اے ابوالحسن! تم نے یہ پوستین کس قیمت میں خریدی ہے؟ انہوں نے ایک ضرب لگا کر کہا کہ میں نے پوری دنیا کے معاوضے میں اس کو خریدا ہے اور یہ مجھے اس قدر عزیز ہے کہ اگر اس کے بدلے میں تمام جنتیں بھی عطا کر دی جائیں جب بھی اپنی پوستین نہیں دوں گا۔ یہ جواب سن کر آپ نے روتے ہوئے فرمایا کہ آج سے کبھی کسی درویش سے تمسخر نہیں کروں گا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک دن کسی درویش نے میری خانقاہ میں حاضر ہو کر استدعا کی کہ خانقاہ کا ایک گوشہ میرے لئے بھی خالی کر دیں تاکہ میں اس میں اپنی جان دے دوں۔ چنانچہ میں نے اس کے لئے ایک جگہ متعین کر دی اور اس نے وہاں پہنچ کر اللہ اللہ شروع کر دیا اور میں اس کو چھپ کر دیکھتا رہا۔ لیکن اس نے کہا کہ اے ابو علی! مجھے پریشان نہ کرو۔ یہ سن کر میں وہاں سے واپس آگیا اور وہ درویش کچھ دیر اللہ اللہ کر کے وہیں فوت ہو گیا اور جب میں ایک شخص کو اس کی تجہیز و تکفین کا سامان لینے کے لئے بھیج کر مکان کے اندر واپس آیا تو مردہ درویش وہاں سے غائب تھا اس واقعہ سے میں حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ تو نے میری ملاقات ایک ایسے اجنبی سے کروائی جو مرنے کے بعد غائب ہو گیا آخر اس میں تیرا کیا راز ہے؟ اس سے مجھ کو بھی مطلع فرما دے۔ غیبی آواز آئی کہ جو ملک الموت کو تلاش کرنے پر نہ مل سکا تو آخر اس کی جستجو کیوں کرنا چاہتا ہے اور جو ملائکہ اور حوروں کہ نہ مل سکا تجھے اس کی تلاش کیوں ہے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ آخر ہے کس جگہ. جواب ملا کہ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر یعنی وہ مجلس صدق میں مقتدر بادشاہ کے پاس ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک ویران مسجد میں ایسے ضعیف العمر شخص کو بے قراری کے ساتھ گریہ

وزاری کرتے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے اشکوں کے بجائے لہو جاری تھا جس سے مسجد کا فرش بھی خون آلود ہو چکا تھا میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر دریافت کیا کہ اپنے حال پر رحم کھاتے ہوئے اس قدر گریہ وزاری نہ کرو، اس نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا کہ جوان میں بتا نہیں سکتا کہ میری قوت اس کی خواہش دید میں ختم ہو چکی ہے۔ یہ کہنے کے بعد اس نے ایک واقعہ بیان کیا کہ کسی غلام سے اس کا آقا ناراض ہو گیا اور اسے اپنے پاس سے نکال دیا۔ لیکن لوگوں کی سفارش پر اس کا قصور معاف کر دیا اس کے باوجود بھی وہ غلام ہر وقت گریہ وزاری کرتا رہتا اور جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اب تو آقا نے تیرا قصور معاف کر دیا پھر کیوں روتا ہے لیکن غلام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر آقا نے کہا کہ اب اس کو میری رضا کی خواہش ہے کیونکہ یہ اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ میرے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے خانقاہ میں آکر آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی قلب میں تصور گناہ پیدا ہو گیا ہو تو کیا اس سے جسمانی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے یہ سن کر آپ نے مریدین سے روتے ہوئے فرمایا کہ اس کو جواب دو، چنانچہ حضرت زین الاسلام کہتے ہیں کہ میں نے جواب دینا چاہا کہ تصور گناہ ظاہری پاکی کے لئے مضرت رساں نہیں ہوتا البتہ باطنی پاکیزگی ختم ہو جاتی ہے مگر ادب مرشد کی وجہ سے بغیر جواب دیئے خاموش ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میری آنکھوں میں ایسا شدید درد اٹھا کہ میں اس کی اذیت سے مضطرب و بے چین ہو گیا۔ اور اسی حالت اضطراب میں مجھے نیند آگئی اور خواب میں نے کسی کہنے والے کی یہ آواز سنی الیس اللہ بکاف عبدہ یعنی کیا اللہ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے اور جب میری آنکھ کھلی تو درد ختم ہو چکا تھا جس کے بعد سے پھر کبھی میری آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں راستہ بھول جانے کی وجہ سے مسلسل پندرہ یوم تک جنگلوں میں بھٹکتا پھرا۔ اس کے بعد مجھے راستہ مل گیا۔ اور ایک فوجی نے مجھے ایسا شربت پلایا کہ جس کی ظلمت و تاریکی کا اثر آج تک مجھے اپنے قلب میں محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ اس واقعہ کو تیس سال بیت چکے ہیں۔

آپ کے ارادت مندوں میں جو لوگ قوی الجثہ تھے ان کو آپ موسم سرما میں سرد پانی سے غسل کرنے کا حکم دیتے اور نحیف الجثہ لوگوں کو اس کا حکم نہ دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص سے اس کی طاقت و قوت کے مطابق ہی مشقت لینا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو شخص بنیا و بقال بننا چاہتا ہے اس کے لئے تو بہت سے برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جو اس کو پسند نہیں کرتا اس کے لئے کوزہ اور چند برتن کافی ہیں یعنی اگر علم کو مراتب و نمود کے لئے حاصل کیا جائے تو زیادہ علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اگر حصول علم کا مقصد صرف زاد آخرت کا مہیا

کرنا ہو تو پھر عبودیت کی شرائط سے ہی واقف ہونا اور اپنے قلیل علم پر ہی عمل کرنا ہی مقصود ہے۔

کسی نے مرو میں آپ کو مدعو کیا تو وہاں جاتے ہوئے راستہ میں ایک بڑھیا مل گئی جو یہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! تو نے مجھے کثیر الاولاد ہونے کے باوجود فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے آخر تیری کیا مصلحت ہے؟ آپ اس کے یہ جملے سننے کے بعد خاموشی سے چلے گئے اور جب مرو میں اپنے میزبان کے یہاں پہنچے تو اس نے فرمایا کہ ایک طباق میں بہت سا کھانا بھر کر لے آؤ۔ یہ سن کر وہ شخص بہت خوش ہوا اور یہ خیال ہوا کہ شائد آپ گھر پر لے جا کر کھانا چاہتا ہیں حالانکہ آپ کا گھر در کچھ بھی نہیں تھا۔ اور جب وہ میزبان طباق بھر کر لے آیا تو آپ اس کو سر پر رکھے ہوئے بڑھیا کے مکان کی طرف چل دیئے اور تمام کھانا اس کے مکان پر دے آئے یہ عجز و انکساری بھی اللہ تعالیٰ کسی کسی کو ہی عطا کرتا ہے جب عام لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ اگر محشر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے جہنم رسید کیا تو کفار مجھے اپنی مصاحبت دیکھ کر بہت مسرور ہوں گے اور میرا مذاق اڑائیں گے اور مجھ سے پوچھیں گے کہ آج ہمارے اور تیرے اندر کیا فرق ہے؟ میں انہیں جواب دوں گا کہ جواں مردوں کو فردوس و جہنم کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ہے

فلما اضاء الصبح فرق بیننا وای نعیم لا یکدرہ الدھر

پھر جب صبح ہوئی تو اس کی روشنی نے ہمارے اندر جدائی کونسی ایسی نعمت ہے جس کو زمانہ نے مکدر نہیں کیا۔

حضرت مصنف کا قول ہے کہ اس کے بعد آپ کا یہ فرمانا تعجب خیز ہے کہ اگر میرے علم میں آجاتا کہ روز محشر کوئی قدم میرے قدم کے علاوہ ہو گا تو ہر وہ عمل جو میں نے کیا ہے اس سے روگرداں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ آپ نے محویت عبودیت کے عالم میں فرمایا ہو اور سر تا پا ربوبیت میں غرق ہوں۔

ایک مرتبہ عید کے دن عید گاہ کے ایک بہت بڑے مجمع میں آپ بھی شریک تھے اور وہاں آپ کو ایسا جوش آگیا کہ اسی جوش کے عالم میں آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! مجھے تیری عظمت کی قسم اگر مجھے آج یہ علم ہو جائے کہ مجھ سے قبل کسی کو قیامت میں تیرا دیدار حاصل ہو گا تو اسی وقت میری روح جسم سے جدا ہو جائے گی۔

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس قول سے شاید آپ کا یہ مقصد ہو کہ قیامت میں زمانے کی کوئی قید نہ ہوگی اور جب زمانے کی قید ہی نہیں ہوگی تو پھر آگے پیچھے دیکھنا ممکن نہیں لیکن اس قول کی تشریح بھی خود ایک راز ہے

لیس عند اللہ صباح ولا مساء

یعنی اللہ کے نزدیک صبح و شام نہیں ہے۔

ارشادات:۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے مخلوق سے دشمنی مت کرو کیونکہ ذاتی دشمنی سے

اپنی خودی کا دعویٰ کرنا ہے حالانکہ تم خود کچھ بھی نہیں بلکہ دوسرے کی ملکیت ہو اور خودی کے دعویدار بن جانے کے بعد گویا تم اس بات کے بھی دعویدار ہو گئے کہ نہ تو تم ہیچ ہو اور نہ تم لوگ دوسرے کی ملکیت۔ اور ایسی صورت میں تمہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارا مالک نہیں ہے تو پھر کون مالک ہے؟" فرمایا کہ اس مردنی طرح زندگی گزارو جس کو مرے ہوئے تین دن گزر چکے ہیں۔ فرمایا کہ جو محبوب کے مکان پر جاروب کش نہ بن سکے اس کا شمار عشاق میں نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ جو خدا کے سوا کسی سے انس رکھتا ہو وہ خدا کے انس کو قطع کر دینے والا ہے اور ذکر الٰہی کو چھوڑ کر کسی اور کا ذکر لغو و بے سود ہے۔ فرمایا کہ مرشد کی مخالفت مرشد کے تعلق کو منقطع کر دیتی ہے اور جو مرید اپنے مرشد کے قول و فعل پر معترض ہوتا ہے اس کے لئے مرشد کی صحبت بے سود ہے اور مرشد کی نافرمانی کرنے والے کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ سوئے ادبی ایک ایسا شجر ہے جس کا ثمر مردود ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شاہی دربار کی گستاخی کرنے والا بلند مرتبے سے گر کر دربانی پر آ جاتا ہے اور وہاں سے بے ادب شخص گر کر ساربانی پر پہنچ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوئے ادبی سے کام لینے والا بہت جلد اپنے کیفر کردار تک پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا کہ استاد و مرشد کے وسیلے کے بغیر کوئی بندہ خدا تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور شخص ابتداء میں استاد و مرشد کی اتباع نہیں کرتا وہ جب تک کسی کامل استاد و مرشد کو اپنا راہنما نہیں بنالیتا اس وقت تک طریقت سے محروم رہتا ہے۔ فرمایا کہ بارگاہ کے دروازے تک تو خدمت و بزرگی ہے لیکن بارگاہ میں داخلے کے بعد ایک رعب طاری ہو جاتا ہے اس کے بعد مقام قرب میں افسردگی رہتی ہے۔ اور اس کے بعد فنائیت رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ ریاضت و مجاہدات سے اولیاء کرام کے حالات سکون و راحت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی ظاہری حالت پہلی جیسی حالت سے تبدیل ہو جاتی ہے پھر فرمایا کہ جو مرید ابتداء میں ہم و غم سے کنارہ کش رہتا ہے وہ انتہا میں جا کر ہمت چھوڑ بیٹھتا ہے یہاں ہم و غم سے مراد خود کو ظاہری عبادت میں مشغول کر دینا ہے اور ہمت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے باطن کو مراقبہ کے ساتھ جمع رکھے۔ فرمایا کہ مسرت طلب وجدان و دریافت کی مسرت سے اس لئے زیادہ ہے کہ مسرت وجدان میں جان کا خطرہ ہے اور مسرت طلب میں وصال کی امید۔ فرمایا کہ وصال صرف ریاضت اور جدوجہد سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک فطری شے ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہم ان سب کو دوست رکھتے ہیں اور وہ سب ہم کو دوست رکھتے ہیں"۔ لیکن اس جگہ اللہ تعالیٰ نے عبادت و طاعت کا ذکر نہیں بلکہ صرف محبت کو بیان فرمایا ہے۔ فرمایا کہ میری آج کی مصیبت کل کی دوزخ کی مصیبت سے زیادہ ہے کیونکہ قیامت میں تو محض اہل جہنم ہی کا ثواب فوت ہو گا لیکن میرا آج کا نقد وقت مشاہدہ الٰہی میں فوت ہو رہا ہے اس لئے میری مصیبت اہل جہنم کی مصیبت سے زائد ہے۔ فرمایا کہ حرام چیزوں کو چھوڑ دینے والا جہنم سے نجات پائے گا اور مشتبہ اشیاء سے احتراز کرنے والا داخل

جنت ہو گا اور زیادہ کی ہوس سے کنارہ کشی کرنے والا واصل الی اللہ ہو جائے گا۔ فرمایا کہ جوانمردان مراتب کو بذریعہ جوانمردی حاصل نہیں کر سکتا اور جوان مراتب پر فائز ہو جاتا ہے اس کی جوانمردی کا مقتضاء یہ ہونا چاہئے کہ ہوس سے چھٹکارہ طلب نہ کرے۔ فرمایا کہ جو شے منجانب اللہ بندوں کو بے طلب حاصل ہوتی ہے اس سے روح منور ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ جس شخص نے پوری عمر میں احکام الٰہی کے خلاف کام کیا ہو گا اس کو اگر اللہ تعالیٰ قیامت میں جنت کا محل بھی عطا فرما دے گا جب بھی اپنی نافرمانی کو یاد کر کے اس کے حق میں جنت کی راحتیں عذاب جہنم بن کر رہ جائیں گی۔ اور جس شخص نے پوری عمر میں صدق دلی کے ساتھ ایک کام بھی انجام دیا ہو گا اور اس کو قیامت میں اللہ تعالیٰ جہنم میں بھیج دے گا تو جس وقت اس کو اپنا وہ فعل یاد آئے گا جہنم کی آگ اس کے لئے سرد بن جائے گی اور وہ جہنم میں بھی جنت کی لذت سے ہم کنار ہو گا۔ فرمایا کہ اگر کوئی ظاہری چیز کا مطالبہ کرے تو اس سے محاسبہ کیا جائے گا لیکن اگر کوئی غائب شے کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ محاسبہ سے بچ جائے گا۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب کرتا ہے تو یہ بھی اس کی قدرت وطاقت کا اظہار ہے کیونکہ بندے اسی کے مستحق ہیں اور اگر وہ بخش دیتا ہے تو اس کی رحمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس کی رحمت کے مقابلہ میں تمام دنیا کے گناہ ذرہ برابر بھی وقعت نہیں رکھتے۔ فرمایا کہ بد نصیب ہے وہ شخص جو آخرت کو دنیا کے مقابلے میں فروخت کر دے۔

فرمایا کہ جو شخص اس آیت کو سن لیتا ہے اس کے نزدیک راہ خدا میں جان دینا کوئی دشوار نہیں۔
ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا
یعنی ان لوگوں کو مردہ خیال نہ کرو جو اللہ کے راستہ میں قتل ہو گئے۔ فرمایا کہ ایاک نعبد کو پیش نظر رکھنا عین شریعت ہے یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ایاک نستعین امر حقیقی ہے یعنی ہم تجھ سے ہی اعانت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جب تم بہشت کے لئے خدا کے ہاتھ فروخت ہو چکے تو تمہارے لئے یہ زیبا نہیں کہ تم اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس لئے کہ نہ تو خرید و فروخت جائز ہے اور نہ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں تمہیں کوئی فائدہ ہو گا۔ فرمایا کہ مراتب بھی تین قسم کے ہیں۔ اول سوال دوم دعا۔ سوم ثنا۔ سوال تو دنیا طلب کرنے والے کے لئے ہے دعا آخرت کے طالبین کے لئے ہے اور ثنا صرف خدا کی طالب کے واسطے۔ اسی طرح سخاوت کے بھی تین درجے ہیں اول سخا۔ دوم جود۔ سوم ایثار۔ جو شخص خدا کو اپنے نفس کے لئے قبول کرے اس کو صاحب سخا کہا جائے گا اور جو خدا کو قلب کے لئے قبول کرے اس کو صاحب جود کہا جائے گا اور جو اللہ کو اپنی جان کے لئے قبول کرے وہ صاحب ایثار ہے۔ فرمایا کہ حق گوئی سے خاموش رہنے والا گونگے شیطان کی طرح ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شاہوں کی صحبت سے احتراز کرو کیونکہ ان کا مزاج بچوں جیسا ہوتا ہے اور ان کا دبدبہ شیر جیسا۔ فرمایا۔ لا مالاطا لنابہ

کا مفہوم پناہ طلب کرنا ہے فراق و قطعیت سے فرمایا کہ امراء کی تواضع فقراء کے لئے دیانت ہے اور فقراء کی تواضع امراء کے لئے خیانت ہے فرمایا کہ جب طالب علم کے لئے ملائکہ پر بچھاتے ہیں تو اندازہ کرنا چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ علم کے صلہ میں اس کو کیا کچھ نہیں عطا فرمائے گا۔ اور جس طرح علم کی طلب فرض ہے اسی طرح معلوم کی طلب بھی فرض عین ہے۔ فرمایا کہ مرید اس کو کہا جائے گا جو ہوائے نفس اور سونے کو ترک کر دے۔ جس طرح حضور اکرمؐ معراج سے واپسی کے بعد آخر عمر تک کبھی نہیں سوئے کیونکہ آپ مکمل قلب بن چکے تھے۔ پھر فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے صاحب زادے حضرت اسمٰعیلؑ سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمہیں ذبح کر دینے کا حکم دیا گیا ہے تو حضرت اسمٰعیلؑ نے عرض کیا کہ نہ آپ سوتے نہ خواب دیکھتے۔ فرمایا کہ دیدار الٰہی دنیا میں رموز و اسرار کے ذریعہ ہوتا ہے لیکن عقبیٰ بصارت کے ذریعہ۔

واقعات:۔ ایک مرتبہ آپ استدارج کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے کہ کسی نے استدراج کا مفہوم پوچھا، آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ مدینہ میں فلاں شخص نے فلاں شخص کا گلہ گھونٹ دیا۔ بس اسی کو استدراج کہتے ہیں۔

آخر میں آپ کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ شام کے وقت اپنے بالاخانے پر جو آپ کے مزار کے نزدیک اور اس وقت بیت المفتوح کے نام سے مشہور ہے آفتاب کی جانب منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اے مملکتوں میں گردش کرنے والے آج تیری حالت کیا رہی اور ملک و ملک الموت کے گرد تو نے کس طرح گردش کی۔ اور یہ بتا دے کہ کیا تو نے کسی جگہ مجھ جیسا شیدائی اور اشتیاق دید رکھنے والا بھی دیکھا ہے؟ غرض کہ غروب آفتاب کے وقت تک آپ اسی طرح باتیں کرتے رہتے۔ آخری دور میں آپ کا کلام اس قدر زو معنی اور دقیق ہونے لگا تھا کہ لوگ اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہ جاتے۔ اس لئے آپ کی مجلس وعظ میں سترہ اٹھار افراد سے زیادہ شرکت نہ کرتے تھے۔ حضرت انصاری کا قول ہے کہ جب آپ کا کلام بہت گہرا بلند ہو گیا تھا تو آپ کی محفل میں خالی جگہ نظر آنے لگی تھی۔

حالت غلبہ میں آپ اپنی مناجات اس طرح شروع کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے چیونٹی کی طرح عاجز تصور کر اور خشک گھاس کی پتی کی مانند سمجھ کر اپنے کرم سے میری مغفرت فرما دے۔ پھر فرماتے کہ اے اللہ! مجھ کو دنیا کے سامنے رسوائی سے بچانا کیونکہ میں نے منبر پر بیٹھ کر دنیا کے سامنے بہت لاف زنی کی ہے اور اگر تجھے رسوا کرنا ہی منظور ہو تو پھر مجھ کو صوفیاء کے لباس میں جہنم میں رکھنا تاکہ ہمیشہ تیرے فراق کے غم میں گھلتا رہوں۔ اے اللہ! میں نے گناہوں سے اپنے اعمال نامہ کو سیاہ کر لیا اور اپنے بالوں کو سفیدی میں تبدیل کر لیا لہٰذا ہماری سیاہی پر نظر ڈالنا بلکہ اپنے سفید کئے بالوں کی لاج رکھ لینا۔ اے اللہ! تجھ سے واقفیت رکھنے والا کبھی تیری طلب سے نہیں رکتا، خواہ اس کو یہ علم بھی ہو جائے کہ وہ تجھے کبھی نہیں پا سکے گا۔ اے اللہ! تو اگر اپنے

کرم سے جنت عطا فرمادے جب بھی میرے قلب سے یہ داغ نہیں مٹے گا کہ میں نے تیری بندگی میں بہت کوتاہیاں کی ہیں۔

حضرت شیخ ابو القاسم قشیری نے آپ کے انتقال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے تمام گناہ معاف کر کے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔ البتہ ایک گناہ مجھ سے ایسا سرزد ہو گیا تھا کہ اس کا اقرار کرتے ہوئے مجھے ندامت محسوس ہوئی جس کی وجہ سے میں پسینے میں شرابور ہو گیا اور میرا چہرہ ست گیا۔ اور وہ گناہ یہ تھا کہ میں نے اپنی نو عمری میں ایک لڑکے کو شہوت بھری نگاہوں سے دیکھ لیا تھا۔ پھر ایک مرتبہ کسی بزرگ نے آپ کو بے قراری کے ساتھ خواب میں روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کیا آپ دوبارہ دنیا میں آنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن میں بھلائی کے لئے دنیا میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ بلکہ مخلوق کو اللہ کی جانب راغب کرنے کے لئے واپسی چاہتا ہوں۔ اور ان کو یہاں کے حالات باخبر کرنے کی خواہش ہے۔ پھر کسی بزرگ نے خواب میں سوال کیا کہ وہاں آپ کا کیا حال ہے فرمایا کہ اول تو اللہ تعالیٰ نے میرے تمام اچھے برے اعمال کا محاسبہ کیا اس کے بعد سب معاف کر کے میری مغفرت فرمادی۔

باب ۸۷

حضرت شیخ ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی کے حالات و مناقب

تعارف:۔ آپ مشائخین کے امام اور اہل مصر کے لئے ہردلعزیز تھے۔ حضرت ابو حفص اور حضرت حمدون کے فیض صحبت سے فیض یاب ہوئے اور ظاہری و باطنی علوم پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے نیشاپور میں اپنے دور کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ تمام علماء آپ کو اپنا راہبر تصور کرتے تھے۔ اور جب تصوف کا غلبہ ہوا تو تمام علوم ظاہری کو چھوڑ کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اور ۳۲۸ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔

حالات:۔ آپ کے پڑوس میں ایک کبوتر باز رہتا تھا۔ اور جب وہ کبوتر اڑاتے وقت ان کو کنکر مارنے لگا تو آپ کی پیشانی پر آکر لگا جس کی وجہ سے آپ لہولہان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مریدین کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے قصد کر لیا کہ حاکم کے سامنے کبوتر باز کو لے جا کر مستوجب سزا قرار دیا جائے لیکن آپ نے مریدین کو منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو درخت کی ایک ٹہنی دے آؤ اور یہ سمجھا دو کہ آئندہ کنکر مارنے کی بجائے اس سے کبوتروں کو اڑایا کرو۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک میت کو تین مرد اور ایک عورت اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ جس جانب عورت تھی اس طرف پہنچ کر میں نے اپنے کاندھے پر لے لیا اور اسی طرح قبرستان تک کاندھا بدلتا ہوا پہنچا وہاں پہنچ کر میں نے عورت سے سوال کیا کہ کیا تمہارے محلہ میں

کوئی اور مرد کاندھا دینے والا نہ تھا۔ اس نے جواب دیا کہ مرد تو بہت تھے لیکن یہ جنازہ ہیجڑے کا ہے اس لئے لوگوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی ۔ اور ان تین افراد کے علاوہ کوئی کاندھا دینے پر تیار نہ ہوا۔ یہ واقعہ سن کر مجھے بہت رحم آیا اور میں نے کچھ رقم اور گندم ان لوگوں کو دی پھر اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ اس میت کا چہرہ سورج کی طرح روشن ہے اور بہت نفیس لباس زیب تن کئے مسکرا کر کہہ رہا ہے کہ میں وہی ہیجڑا ہوں اور مخلوق کی حقارت بینی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی۔

ارشادات :۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مکمل علوم پر دسترس حاصل کر کے اولیاء کرام کی صحبت میں رہے پھر بھی اس وقت تک اس کو اولیاء کرام کا رتبہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کسی مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق ریاضت نفس نہ کرے ۔ کیونکہ ادب سیکھنے والوں کو پہلے خدمت و صحبت کے فوائد سے آگاہ کیا جاتا ہے اور ممنوعہ چیزوں سے روک کر اعمال کی برائیوں سے واقف کرایا جاتا ہے اور فریب نفس و خود بینی پر اس کو تنبیہ کی جاتی ہے کیونکہ جو شخص ان افعال پر کاربند نہیں ہوتا وہ ایسا غافل ہے جس کی اتباع کسی چیز میں نہ کرنی چاہئے اور جو خود ہی راستی سے آگاہ نہ ہو. اس سے راستی کی امید رکھنا بے سود ہے اور جو ادب ہی سے ناواقف ہو اس سے ادب طلب کرنا مہمل اور بے معنی ہے اور جو شخص صحبت میں رہنے کے باوجود مرشد کا ادب نہیں کرتا وہ مرشد کے فیوض و برکات سے محروم رہتا ہے۔

فرمایا کہ جو شخص اعمال و افعال کی درستگی اور اتباع سنت کا خواہاں ہو اس کے لئے باطنی خلوص کا حصول بہت ضروری ہے۔ فرمایا کہ مردان حق کے لئے چار باتیں بہت ضروری ہیں۔ اول قول میں صداقت، دوم مودت میں صداقت. سوم امانت میں صداقت. چہارم عمل میں صداقت. فرمایا کہ علم حیات قلب ہے کیونکہ یہ جہالت کی تاریکیوں سے دور رکھتا ہے اور علم آنکھ کا نور ہے اس لئے کہ تاریکیوں میں منور رہتا ہے۔ فرمایا کہ دنیا میں مشغولیت تباہی ہے اور دنیا سے منہ پھیر لینا حسرت ہے۔ پھر فرمایا کہ دین کو دنیا کے معاوضہ میں فروخت نہ کرو. فرمایا کہ ایک ایسا دور بھی آنے والا ہے جب منافقین کی صحبت سے مومنین مسرور ہوں گے۔

باب ۸۸

حضرت ابو علی احمد بن محمد رودباری کے حالات و مناقب

تعارف :۔ آپ نے مجاہدات و مشاہدات کے لئے بہت زیادہ اذیتیں برداشت کیں اور بدرجہ اتم ریاضت و کرامت میں عبور حاصل کیا۔ گو آپ کا زیادہ وقت مصر میں گزرا لیکن وطن اصلی بغداد تھا اور حضرت جنید و حضرت ابوالحسن سے فیض صحبت حاصل کیا اور ۳۲۸ھ میں مصر ہی میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حالات :۔ آپ نے فرمایا کہ ایک درویش کی تدفین کے وقت میں نے یہ قصد کیا کہ اس کی پیشانی پر مٹی مل دوں اور جیسے ہی اس مقصد سے میں نیچے جھکا تو اس نے آنکھیں کھول کر کہا کہ اے ابو علی! جس نے مجھے عزت عطا فرمائی، تم اسی کے سامنے مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو لیکن آپ نے اپنے عزم پر قائم رہتے ہوئے سوال کیا کہ کیا فقراء مرنے کے بعد بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بلاشبہ کیونکہ خدا کے دوستوں کو کبھی موت نہیں آتی اور جب روز محشر اللہ تعالیٰ مجھے عزت عطا فرمائے گا تو میں تمہاری اعانت کر کے اپنے قول کی صداقت کو بہترین طریقے پر ثابت کر دوں گا۔ فرمایا کہ صوفیائے کرام نہ تو وعدوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور نہ حالت مشاہدات میں گھبراتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مدتوں میری یہ کیفیت رہی ہے کہ طہارت کرنے کے بعد بھی مجھے اپنے طاہر ہونے کا ایقان نہیں ہوتا تھا اور اسی تصور کے تحت ایک مرتبہ کے بعد پھر دوبار طہارت کرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ طلوع آفتاب سے قبل طہارت سے فارغ ہو گیا لیکن عدم اطمینان کی وجہ سے مسلسل گیارہ مرتبہ طہارت کے باوجود مجھے اپنے طاہر ہونے کا اطمینان نہیں ہوا۔ اور اسی ادھیڑ بن میں آفتاب طلوع ہو گیا مجھے یہی افسوس رہا کہ میں اپنے طاہر نہ ہونے کی وجہ سے اتنی دیر تک عبادت سے محروم رہا۔ پھر میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مجھے سکون عطا کر تو ندا آئی کہ سکون تو علم میں مضمر ہے۔

ارشادات :۔ آپ نے فرمایا کہ ادنیٰ لباس استعمال کرنا، نفس پر ظلم کرنا، تارک الدنیا ہو جانا اور اتباع سنت کا نام تصوف ہے۔ اور صوفی وہی ہوتا ہے جو دس فاقوں کے بعد بھی خدا کی ناشکری کا مرتکب نہ ہو، فرمایا کہ در الٰہی کے علاوہ تمام در چھوڑ دینے کا نام تصوف ہے اور صوفی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ سو مرتبہ سے بھی زائد مرتبہ راندہ درگاہ کر دے لیکن وہ خدا سے اپنا رشتہ قائم رکھے۔ فرمایا کہ بیم و رجا اختیار کی حد تک ہونا چاہئے کیونکہ یہ دونوں چیزیں بندوں کے لئے ایسی ہیں جیسے مرغ کے دو بازو ہوتے ہیں۔ کہ اگر ایک بازو بھی بیکار ہو جائے تو دوسرا یقیناً ناقص ہو جاتا ہے اور بیم و رجا کو اختیار نہ کرنا شرک کے مترادف ہے۔ فرمایا کہ خدا کے سوا کسی غیر سے خوف زدہ نہ ہونے کا نام بیم ہے اور کسی سے توقع نہ رکھنے کا نام رجا ہے۔ فرمایا کہ استقامت قلب کا نام توحید ہے اور ایقان کامل کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ قوی تر تصور کرتا رہے۔ فرمایا کہ اولیاء کرام ہمت کو اس لئے محبوب رکھتے ہیں کہ اہل ہمت ان کو محبوب تصور کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم اس راہ میں ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جو تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے اور ذرا سی لغزش جہنم واصل کر سکتی ہے۔ اور اگر ہمیں دیدار میسر نہ ہو تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ فرمایا کہ جس طرح انبیاء کرام کو اظہار معجزات کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اولیاء کرام پر کرامات کی پوشیدگی بھی فرض کی گئی ہے اور ان کے مراتب سے کسی کو بھی باخبر نہیں کیا جاتا۔ فرمایا کہ راہ توحید پر گامزن ہونے والے جہنم سے نجات حاصل

کر لیتے ہیں۔ اور قلب کو بھی حکمت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی دنیا اور دولت دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ نفس کے ذریعہ مذمت اور روح کے ذریعہ مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ میں سماع سے اس لئے چھٹکارا چاہتا ہوں کہ اس میں کثیر آفات مضمر ہیں۔ اور ہمیشہ تین ہی چیزیں مصیبت میں مبتلا کرتی ہیں۔ اول طبیعت کی بیماری، دوم ایک ہی عادت پر قائم رہنا، سوم بری صحبت۔ طبیعت کی بیماری کا مفہوم تو یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ اشیاء استعمال کرے عادت کا مرض یہ ہے کہ میری طرف نظر رکھتے ہوئے غیبت کرے اور سنے، اور صحبت کی بیماری یہ ہے کہ برے لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔ فرمایا کہ بندہ نفل کی چار چیزوں سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ اول لائق شکر نعمت سے، دوم ایسی سنت جو ذکر کا باعث ہوتی ہے، سوم ایسی محبت جو صبر کا باعث ہو، چہارم ایسی ذلت جو استغفار کا باعث ہو۔ فرمایا کہ حیا قلب کے لئے ناصح ہوتی ہے اور خدا سے حیا کرنا تمام اچھائیوں سے زیادہ اچھائی ہے۔

فرمایا کہ حالت سماع میں مشاہدہ محبوب کے باعث وجد و اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ فرمایا کہ صفت و موصوف کے مابین ایسا رشتہ ہے جس میں صفت پر نظر ڈالنے کے بعد محجوب ہونا پڑتا ہے اور موصوف پر نظر ڈالنے والا محبوب ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ مرید وہ ہے جو خدا کی رضا پر راضی رہے اور جوان مرد وہ ہے، جو دونوں عالم میں خدا کے سوا کسی کا طالب نہ ہو۔ فرمایا کہ بروں کی صحبت نیکوں کے لئے آفت ہے۔

وفات:۔ انتقال کے وقت آپ نے اپنی ہمشیرہ کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں کھولتے ہوئے فرمایا کہ آسمان کے دریچے کھل چکے ہیں اور ملائکہ بہشت کو سجا کر کہہ رہے ہیں کہ تجھے ایسی جگہ پہنچا دیں گے، جو تیرے وہم و گمان سے بھی باہر ہے اور حوریں میرے دیدار کی منتظر ہیں لیکن میرا قلب یہ صدا لگا ہے۔

بحقک لاتنظر الی غیرک

یعنی تجھے تیرے حق کی قسم ہے کہ غیر جانب نہ دیکھنا اور میں نے اپنی حیات کا بڑا حصہ اس انتظار میں گزارا ہے اور اس وقت بھی میں اس کے سوا کچھ طلب نہیں کروں گا اور جنت کی رشوت پر ہرگز راضی نہ ہوں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے انتقال فرمایا۔

باب۔ ۸۹

حضرت شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم جعفری کے حالات و مناقب

تعارف: آپ بہت عظیم روحانی پیشوا اور سرچشمہ حکمت و عصمت تھے۔ گو آپ مصر کے باشندے تھے۔ لیکن عمر کا بیشتر حصہ بغداد میں گزار کر ۳۹۱ھ میں وفات پائی۔

آپ نے فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہی ہے جو مخلوق سے کنارہ کش ہو کر صرف خالق کا ہو رہے اور اس کے حصول قرب کے بعد قرب مخلوق سے بے نیاز ہو جائے۔

حالات. حضرت احمد جو آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے انہوں نے آپ کے ہمراہ ساٹھ حج ادا کئے اور اکثر خراسان سے روانگی کے وقت ہی احرام باندھ لیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ان کی زبان سے مشائخین مکہ کے سامنے ایسا جملہ نکل گیا جو سب کے لئے ناگواری کا باعث ہوا جس کی وجہ سے ان کو مکہ سے نکال دیا گیا۔ اس وقت شیخ ابو الحسن نے فرمایا کہ آئندہ کبھی اس خراسانی نوجوان کو میرے سامنے نہ آنے دینا۔ لیکن جب کچھ عرصہ بعد آپ بغداد تشریف لے گئے تو شیخ احمد آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے مگر دربان نے روکتے ہوئے کہا کہ فلاں وقت شیخ نے آپ کو سامنے آنے سے منع فرما دیا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت احمد بے ہوش ہو گئے اور ہوش آنے کے بعد بھی مدتوں اسی جگہ پڑے رہے پھر کچھ عرصہ کے بعد شیخ باہر نکلے تو ان کو دیکھ کر فرمایا کہ تمہاری سوئے ادبی کی یہ سزا ہے کہ روم کے شہر طرطوس میں جا کر ایک سال تک سور چراتے رہو اور شب بیدار رہ کر عبادت کرتے رہو۔ چنانچہ یہ تعمیل حکم میں ایک سال پورا کرنے کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فوراً باہر نکل کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ اے احمد! تم میری اولاد اور آنکھوں کا نور ہو۔ یہ سن کر حضرت احمد بہت خوش ہوئے اور حج کی نیت سے جب مکہ معظمہ پہنچے تو وہاں کے مشائخین نے بھی استقبال کرتے ہوئے یہی جملہ کہا کہ تم ہماری اولاد اور ہماری آنکھوں کا نور ہو۔

ارشادات. آپ نے فرمایا کہ میں صبح کے وقت اس طرح مناجات کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تجھ سے راضی ہوں لیکن کیا تو بھی مجھ سے راضی ہے۔ اسی وقت یہ ندا آئی کہ اے جھوٹے! اگر تو ہم سے راضی ہوتا تو کیا ہماری رضا طلب نہ کرتا۔ فرمایا کہ عہد شباب ہی سے میں وظیفہ خوانی کا عادی تھا۔ اور جس دن وظیفہ ناغہ ہو جاتا اسی دن مجھ پر عتاب الٰہی نازل ہوتا۔ فرمایا کہ جب میں نے اپنے قلب پر نظر ڈالی تو سب سے بلند اپنے کو پایا اور جب اہل عزت پر نگاہ ڈالی تو سب سے زیادہ اپنی عزت کو پایا۔ فرمایا کہ ہماری حالت توحید پانچ چیزوں پر موقوف ہے۔ رفع حدیث اثبات قدم. ہجرت اوطان اور مفارقت احوال۔ اور نسیان۔ یعنی جس شے کا علم ہو اس کو فراموش کر دے اور جس کا علم نہ ہو اس کی جستجو نہ کرے اور ہر شے کو چھوڑ کر صرف اللہ کے ساتھ مشغولیت اختیار کرے۔ فرمایا کہ کو توفیق و عنایت الٰہی کے بغیر موافقت و محبت کا اظہار نہیں ہوتا۔ اور ماسوا اللہ کو ترک کئے بغیر وصال خدا حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ جو شخص حقیقت اشیاء کا دعویدار ہو اس کے دلائل و شواہد اس کو جھوٹ ثابت کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ حالت مشاہدہ میں ایک لمحہ کی فکر بھی ہزار مقبول حجوں سے افضل ہے۔ فرمایا کہ میں نے اکثر و بیشتر صوفیائے کرام سے زہد کی تعریف پوچھی تو سب نے

یہی کہا کہ مرغوب اشیاء کے ترک کر دینے کا نام زہد ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ملامتی کون ہے؟ آپ نے ضرب لگا کر فرمایا کہ اگر موجودہ دور میں پیغمبروں کا جواز ہوتا تو فرقہ ملامتیوں میں سے بھی ایک پیغمبر ضرور ہوتا۔ فرمایا کہ سماع کے لئے ایسی دائمی تشنگی واشتیاق کی ضرورت کہ جس قدر بھی پانی پیا جائے تشنگی میں اضافہ ہوتا رہے اور یہ سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو۔ فرمایا کہ جب صوفی واصل الی اللہ ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر حوادث کا اثر نہیں پڑتا۔ اور صوفی وہی ہے جو عدم کے بعد موجود نہ رہے۔ اور وجود کے بعد معدوم نہ دیکھے اور مخالفین کی کدورت سے قلب کو صاف رکھنے کا نام تصوف ہے۔ فرمایا کہ پریشانیاں اور تفرقہ صرف ہستی کے ساتھ ہی وابستہ ہے لیکن جب صوفی نیست ہو جاتا ہے تو اس کو خدا کے سوا نہ تو کچھ نظر آتا ہے اور نہ کسی سے بات کرتا ہے۔

باب۔ ۹۰

حضرت شیخ ابو عثمان سعید بن سلام مغربیؒ کے حالات و مناقب

تعارف. آپ حقائق و دقائق کا سرچشمہ اور کرامت و ریاضت کا منبع و مخزن تھے۔ مدتوں حرم شریف کے مجاور رہے اور بے شمار بزرگان دین سے فیض حاصل کیا۔ اور ایک سو تیس سال کی عمر میں نیشاپور کے مقام پر وفات پائی۔

حالات. آپ ابتدائی دور میں تیس سال صحراؤں میں گوشہ نشیں رہے حتیٰ کہ کثرت عبادت کے باعث جسم کا گوشت تک گھل گیا تھا۔ اور آنکھوں میں حلقے پڑ جانے کی وجہ سے انتہائی بھیانک شکل ہو گئی تھی۔ اسی دوران الہام ہوا کہ مخلوق سے ربط وضبط قائم کرو۔ چنانچہ جب وقت آپ مکہ معظمہ پہنچے تو مقامی مشائخین نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ اور آپ کی خستہ حالی کو دیکھ کر کہا کہ تم نے بیس سال تک جس انداز میں زندگی گزاری یہ طریقہ آج تک کسی نے نہیں اختیار کیا۔ اور اسی وجہ سے تم سب پر سبقت لے گئے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے صحرا نشینی میں کیا حاصل کیا اور وہاں سے واپس کیوں آ گئے؟ آپ نے فرمایا کہ سکر کی جستجو میں گیا تھا اور سکر کی مصیبت کو دیکھ کر اور ناامید و عاجز ہو کر واپس آگیا اور جب حقیقت کی جستجو میں نکلا تھا اس کو کہیں نہ پا سکا۔ اور اسی وقت یہ غیبی ندا سنی کہ اے ابو عثمان! فروعات میں مستی کا تصور اور اصل راستہ حاصل کرنا آسان نہیں کیونکہ صحو حقیقی تو ہمارے دست قدرت میں ہے یہ سن کر میں ناامیدی کے عالم میں لوٹ آیا۔ آپ کا قول سننے کے بعد مشائخین نے فرمایا کہ تم نے تو مکمل حق ادا کر دیا۔ اور اب کسی دوسرے کو سکر و صحو کا بیان کرنا زیبا نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مجاہدات کی ابتدا میں میری یہ کیفیت تھی کہ اگر مجھے آسمان سے نیچے پھینک دیا جاتا جب بھی مجھے اس لئے خوشی ہوتی کہ میں ایسی الجھن میں پھنس گیا تھا کہ کھانا کھایا جائے یا نماز فرض کے لئے وضو کیا جائے اور انہیں دو الجھنوں کی وجہ سے میرے لئے لذت مفقود ہو چکی تھی جو میرے لئے انتہائی اذیت کا باعث تھی۔ پھر حالت ذکر میں میرے اوپر ایسی چیزیں منکشف ہونے لگیں کہ اگو دوسروں پر منکشف ہو جاتیں تو وہ ان کو کرامتوں سے تعبیر کرنے لگتے لیکن میں اس کو گناہ کبیرہ سے بھی بڑھ کر تصور کرتا تھا اور نیند کو بھگانے کے لئے ایسے پتھروں پر جا بیٹھتا جن کی تہہ میں بہت عمیق غار ہوتے تاکہ ذرا بھی پلک جھپکتے تو غار میں جا پڑوں اس کے باوجود اگر کبھی مجھے اتفاق سے اس پتھر پر نیند آجاتی تو بیداری کے بعد دیکھا کہ ہوا میں معلق پتھر پر بیٹھا ہوا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ عید کی شب میں حضرت ابو الفورس کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ محو خواب ہیں اس وقت میرے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر فی الوقت کہیں سے گھی دستیاب ہو جاتا تو احباب کے لئے فلاں چیز تیار کرتا۔ لیکن حضرت ابو الفورس نے سُوتے ہی سوتے فرمایا کہ اس گھی کو بلا پس و پیش پھینک دے اور آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ کہا۔ پھر بیداری کے بعد میں نے ان سے واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ہم ایک بہت بلند محل میں ہیں اور وہاں سے دیدار الٰہی کی تمنا کر رہے ہیں۔ لیکن تمہارے ہاتھ میں گھی ہے اس لئے میں نے کہا کہ گھی کو فوراً پھینک دو۔

کسی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خیال کیا کہ اگر اس وقت حضرت شیخ اپنی کسی خواہش کا اظہار کریں تو میں فوراً اس کی تکمیل کر دوں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں نہ تو خدا کے سوا کسی سے خواہش کا اظہار کرتا ہوں اور نہ مجھے کسی کی اعانت درکار ہے۔

حضرت ابو عمرو زجاجی نے بیان کیا کہ میں برسوں اس طرح آپ کی خدمت میں رہا ہوں کہ ہر لمحہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ میں نے اور دوسرے مریدین نے خواب میں یہ غیبی آواز سنی کہ تم لوگ ابو عثمان کی چوکھٹ سے وابستہ رہ کر ہماری بارگاہ سے دور ہوئے ہو۔ اور یہ خواب جب آپ سے بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے برہنہ پا گھر سے نکل کر فرمایا کہ تم لوگوں نے خود بھی سن لیا اور اب میں بھی یہی کہتا ہوں کہ تم لوگ چلے جاؤ اور تم سب لوگ بھی خدا کے ہو جاؤ اور مجھے بھی اس کی یاد میں مشغول رہنے دو۔

حضرت ابو بکر فورک نے بیان کیا کہ آپ نے ایک مرتبہ مجھ سے یہ فرمایا کہ پہلے میرا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ذات ہے اور جہت میں ہے لیکن بغداد پہنچنے کے بعد میرا عقیدہ درست ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جہت سے منزہ ہے۔ پھر میں نے مشائخین مکہ کو مکتوب ارسال کیا کہ میں بغداد پہنچ کر از سر نو مسلمان ہو گیا ہوں۔

آپ نے کسی مرید سے پوچھا کہ اگر تم سے کوئی یہ سوال کرے کہ تمہارا معبود کس حالت پر قائم ہے تو

جواب کیا دو گے؟ اس نے کہا کہ میں یہ جواب دوں گا کہ جس حالت پر ازل میں تھا اس پر اب بھی ہے پھر آپ نے پوچھا کہ اگر تم سے کوئی یہ سوال کرے تمہارا معبود ازل میں کس حالت پر قائم تھا تو تم کیا جواب دو گے؟ اس نے کہا کہ میرا یہ جواب ہو گا کہ وہ جس حالت پر اب ہے ازل میں بھی اسی حالت پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا جواب درست ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن سلمی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں تھا کہ قریبی کنوئیں سے کوئی پانی کھینچ رہا تھا۔ اور چرخی کی آواز آ رہی تھی اس وقت آپ نے پوچھا کہ تم سمجھتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور جب میں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا کہ یہ اللہ اللہ کہتا ہے۔

ارشادات: آپ نے فرمایا کہ جس کے اندر پرندوں کے چہچہانے اور درختوں کے ہلنے کے ساتھ ہوا چلنے سے کیفیت سماع پیدا نہ ہو تو وہ اپنے دعوئے سماع میں کاذب ہے۔ فرمایا کہ ذاکر حقیقی کو اللہ تعالیٰ وہ نور عطا کر دینے لگتا ہے جس کے ذریعہ وہ ہستی کے ذرے ذرے کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور ایسی لذت سے ہمکنار ہو جاتا ہے کہ فنائیت کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں لذت کی قوت برداشت باقی نہیں رہتی حتیٰ کہ آپ بھی جب اس لذت کو برداشت نہ کر سکے تو خلوت سے نکل کر ہر سمت دوڑتے ہوئے فرماتے جاتے کہ ذاکر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے علم میں کلمہ لا الہ الا اللہ کو شامل کر لے۔ اور اسی کلمے کی اعانت سے اپنے قلب میں سے ہر نیک و بد کا خیال نکال پھینکے اور شمشیر عبرت سے ان خیالات کا سر قلم کر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے جدا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ عارف و ذاکر کے سو مدارج موت سے بھی زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ موت بھی ان کو ذکر و معرفت سے علیحدہ نہیں کر سکتی۔ فرمایا کہ خدا تک رسائی کے لئے دو راہیں ہیں۔ اول نبوت، دوم اتباع نبوت۔ لیکن نبوت کا سلسلہ تو منقطع ہو چکا لہٰذا اتباع نبوت طالبین حق کے لئے لازمی ہے کیونکہ اتباع نبوت کے بغیر واصل الی اللہ ہونا ممکن نہیں۔ فرمایا کہ جو شخص خلوت اختیار کرنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ یاد الٰہی کے لئے ہر شے کی یاد کو اپنے قلب سے خارج کر دے۔ اور رضائے الٰہی کا طالب ہو کر خواہشات نفس کو ترک کر دے اور جو ان وں پر کاربند نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے خلوت مصیبت بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ جس وقت تک قلب طالب میں ذرہ برابر بھی نفس و دنیا کی محبت باقی رہتی ہے۔ اس کو خاصان خدا کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ گناہگار دعویٰ کرنے والے سے اس لئے بہتر ہوتا ہے کہ وہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے لیکن مدعی اپنے دعوے میں خود ہی اسیر رہتا ہے۔

فرمایا کہ جو شخص خواہش و حرص کی وجہ سے مالداروں کا کھانا کھاتا ہے اس کو نہ تو فلاح میسر آتی ہے اور نہ وہ اس سلسلہ میں کوئی عذر پیش کر سکتا ہے لیکن مجبوری کی وجہ سے یہ عذر قبول ہو سکتا ہے اور مخلوق کی جانب

متوجہ ہونے والا اپنے احوال کو ضائع کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ فقراء سے محبت منقطع کر کے مالداروں سے محبت کرنے والوں کو اندھا کر دیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ مرد کے مجاہدے کی مثال قلب کی پاکی کے لئے ایسی ہوتی ہے جیسے کسی سے یہ کہا جائے کہ فلاں درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینک، لیکن وہ اس کو اکھاڑنے پر قدرت رکھتے ہوئے بھی نہیں اکھاڑ سکتا۔ اور اگر وہ اس خیال سے توقف کرتا ہے کہ جب مجھ میں قوت آجائے گی اس وقت اس کو اکھاڑ دوں گا۔ تو یہ تصور بھی اس لئے غلط ہے کہ وہ جس قدر بھی توقف کرے گا خود کمزور ہوتا جائے گا اور درخت قوی ہوتا رہے گا۔ فرمایا کہ فرائض ونوافل میں خلل اندازی کے بعد راہ سلوک نہیں حاصل ہو سکتی۔ فرمایا کہ خالق و مخلوق کی ماہیت سے واقفیت کا نام معرفت ہے۔ فرمایا کہ اعلیٰ ترین خصلت یہ ہے کہ جس شے کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند نہ کرو اور جو شے تمہارے پاس موجود ہو اس کو پیش کر دو لیکن خود اس سے کچھ طلب نہ کرو اور خود ظلم سے احتراز کرتے ہوئے اس کے ظلم پر صبر و تحمل سے کام لو اور خود اس کی خدمت کرتے رہو لیکن خود اس سے کوئی خدمت نہ لو۔ فرمایا کہ بہترین عمل وہ ہے جو علم کے مطابق ہو۔ پھر فرمایا کہ سب سے بڑا اعتکاف یہ ہے کہ ہمیشہ اوامر و نواہی کو ملحوظ رکھا جائے۔ فرمایا کہ ہر شے کو اس کی ضد ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے جب تک صاحب اخلاص ریا کی برائی سے واقف نہ ہو، اخلاص کی اچھائی کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ فرمایا کہ مرد وہی ہے، جو خوف کی جگہ خوف اور رجا کی جگہ رجا اختیار کرے۔ فرمایا کہ اوامر کے مشاہدے کے بعد اتباع اوامر کا نام عبودیت ہے۔ فرمایا کہ عیش و راحت میں موت کو یاد رکھنا شوق کی علامت ہے۔ فرمایا کہ عارفین کو وہ نور اور علم معرفت عطا کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ بندہ ربانی چالیس یوم تک کھانا نہیں کھاتا اور بندہ صمدانی اسی یوم بھوکا رہتا ہے۔ فرمایا کہ اولیاء کرام کے ماننے والوں کو اللہ تعالیٰ اولیاء کرام ہی میں شامل کر دیتا ہے۔

وفات۔ انتقال کے قریب جب اطباء کو لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اطباء کی حیثیت میرے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے حضرت یوسف کے بھائیوں کی حیثیت ان کے لئے تھی۔ اور جب نوعیت سے ان کے بھائیوں کی ایذا رسانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت و حکمت پر فائز کیا اسی طرح اطباء کی دوا بھی میرے لئے سود مند نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد آپ نے سماع کی فرمائش کی اور اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔

باب - ۹۱

حضرت شیخ ابو العباس نہاوندی کے حالات و مناقب

تعارف وارشادات: آپ بہت بڑے متقی اور صاحب ورع بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کو مروت و فتوت کا قبلہ و کعبہ تصور کیا جاتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ ریاضت کے ابتدائی دور میں مکمل بارہ سال تک میں سرگرداں پھرا ہوں۔ جب کہیں مجھے ایک گوشہ قلب کا انکشاف ہوا ہے۔ فرمایا کہ عام لوگوں کی تو یہ تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہمراہ ہو۔ لیکن میری خواہش یہ ہے کہ اللہ کی توفیق کے ساتھ قلیل اور خالق کے ساتھ کثیر صحبت اختیار کروں۔ فرمایا کہ فقر کی انتہاء تصوف کی ابتدا ہوتی ہے۔ فرمایا کہ تصوف نام ہے اپنے مراتب کے اخفا اور مسلمان کی عزت کرنے کا۔ کسی نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اچھی موت دے۔

حالات: آپ ٹوپیاں سیا کرتے تھے اور جب تک ایک ٹوپی بھی فروخت نہ ہو جاتی دوسری نہیں سیتے تھے اس کے علاوہ ایک ٹوپی کی قیمت دو درہم سے کم نہ لیتے نہ زیادہ اور دو درہم میں ٹوپی فروخت کرنے کے بعد ایک درہم تو اس شخص کو دے دیتے جو سب سے پہلے آپ کے پاس آتا اور ایک درہم کی روٹی خرید کر کسی درویش کے ہمراہ گوشہ میں بیٹھ کر کھا لیتے تھے۔

کسی صاحب نصاب مرید نے آپ سے پوچھا کہ زکوٰۃ کس کو دوں؟ فرمایا کہ جس کو تم مستحق زکوٰۃ سمجھتے ہو۔ یہ سننے کے بعد جب وہ رخصت ہوا تو راستے میں ایک بہت ہی شکستہ حال فقیر نظر پڑا چنانچہ اس نے بطور زکوٰۃ کے اشرفی اس کو دے دی لیکن دوسرے دن دیکھا کہ وہی نابینا فقیر ایک شخص سے کہہ رہا ہے کہ کل ایک شخص نے مجھ کو اشرفی دی تھی جس کی میں نے فلاں مغنیہ کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی۔ اس واقعہ کا ذکر جب مرید نے آپ کے سامنے کرنے کا قصد کیا تو اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ جاؤ میرا یہ ایک درہم بھی اس شخص کو دے دو جو تم کو سب سے پہلے مل جائے۔ چنانچہ باہر نکلنے پر اس کو ایک سید مل گیا جس کو اس نے درہم پیش کر دیا۔ اور خود بھی اس کے پیچھے چل دیا لیکن وہ سید بجائے آبادی کے جنگل میں پہنچا اور اپنے دامن میں سے مردہ تیتر نکال کر پھینک دیا اور جب مرید نے یہ واقعہ سید صاحب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آج سات یوم سے میرے بیوی بچے فاقے سے ہیں اور میں سوال کرنے کی ذلت سے بچنے کے لئے جب رزق کی تلاش میں گھر سے نکلا تو جنگل میں یہ مردہ تیتر مل گیا اور میں نے اہل و عیال کے کھانے کے لئے اس کو اٹھا لیا لیکن تمہارے ایک درہم دے دینے کے بعد میں اس کو پھینکنے یہاں آ گیا۔ یہ واقعہ مرید نے جب

شیخ سے بیان کرنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حرام کمائی کا مال شراب خانے کی نذر ہو جاتا ہے اور جائز کمائی ایک سید کو مردار کھانے سے بچالیتی ہے۔

ایک رومی آتش پرست آپ کی تعریف سن کر صوفیاء کے لباس اور انہیں کے طور طریق اختیار کرے۔ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے امتحان کی نیت سے شیخ ابو العباس قصاب کی خانقاہ میں پہنچ گئے لیکن انہوں نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ آشناؤں میں بیگانوں کا کیا کام۔ یہ سن کر وہ آتش پرست وہاں کے بجائے سیدھا آپ کے یہاں پہنچ گیا اور مہینوں مقیم رہ کر فقراء کے ہمراہ وضو کر کے فریب دہی کے لئے نمازیں پڑھتا رہا لیکن آپ نے جانتے بوجھتے اس کو کبھی نہیں ٹوکا مگر جب اس نے وہاں سے واپسی کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو جوانمردی کے خلاف ہے کہ تو جس طرح آیا اسی طرح واپس ہو جائے۔ یہ سن کر وہ آتش پرست صدق دل سے مسلمان ہو گیا اور آپ کی خدمت کر کے ایسے معراج کمال تک پہنچا کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کا جانشین ہوا۔

باب۔ ۹۲

حضرت ابو عمرو ابراہیم زجاجیؒ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ کا شمار اپنے دور کے عظیم تر مشائخین میں ہوتا تھا۔ آپ حضرت ابو عثمان کے تلامذہ میں سے تھے اور عرصہ دراز تک مکہ معظمہ میں مجاور رہے وہیں ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔

حالات۔ ایک مرتبہ شیخ ابو القاسم نصر آبادی مشغول سماع تھے کہ اتفاق سے آپ بھی وہاں سے گزرے اور ان سے سوال کیا کہ سماع کیوں سنتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ سماعت باہم بیٹھ کر غیبت و بد گوئی کرنے اور سننے سے افضل ہے آپ نے فرمایا کہ تم ممکن ہے کہ حالت سماع میں کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جو غیبت و بد گوئی کرنے اور سننے سے سینکڑوں درجہ برا ہے۔

باب۔ ۹۳

حضرت شیخ ابو الحسن صائغؒ کے حالات و مناقب

تعارف۔ آپ صدق و عشق کا مجسمہ تھے اور آپ کا شمار مصر کے عظیم تر مشائخین میں ہوتا تھا۔ حضرت ابو عثمان کا قول ہے کہ میں نے حضرت یعقوب نہر جوری سے زیادہ کسی کو نورانی نہیں دیکھا اور حضرت

ابوالحسن صائغ سے زیادہ کوئی باہمت نظر نہیں آیا۔ اور حضرت ممشاد دینوری کا قول ہے کہ میں نے آپ کو دینور میں اس طرح نماز میں مشغول دیکھا کہ گدھ آپ کے سر پر سایہ فگن تھا۔

حالات وارشادات. جب آپ سے یہ سوال کیا کہ غائب پر شاہد کو کیا دلیل ہے۔ فرمایا کہ معرفت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر دم اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہتے ہوئے اس کی نعمتوں کی شکر گزاری سے خود کو قاصر تصور کرے اور خدا کے سوا ہر شے سے قطع تعلق کر کے سب کو اللہ تعالیٰ سے کمزور خیال کرے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے جب آپ سے پوچھا کہ مرید کی کیا تعریف ہے. فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ضاقت علیہم الارض بمار حبت وضاقت علیہم انفسہم ۔ یعنی تنگ ہو گئی ان پر زمین کشادگی کے باوجود اور ان پر ان کے نفوس تنگ ہو گئے۔ مفہوم یہ ہے کہ مرید اسکے سوا دوسرے عالم کا طالب رہتا ہے۔ فرمایا کہ اہل محبت آتش عشق میں بھی ان لوگوں سے زیادہ خوش رہتے ہیں جو جنت کے عیش سے خوش ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اپنی ذاتکو محبوب رکھنا ہلاکت کی نشانی ہے۔ فرمایا کہ جو حالت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے وہی حالت ذوق حال سے رونما ہوتی ہے اور خوف کو اختیار کرنے والا نفس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ فساد طبع کی علامت یہ ہے کہ خواہشات و آرزو میں گرفتار ہے۔

باب۔ ۹۴

حضرت ابوالقاسم نصر آبادی کے حالات و مناقب

تعارف. آپ واقف رموز و عشق و معرفت امور شوق و محبت کے بحر بے کنار تھے اس کے علاوہ آپ کو تمام علوم پر مکمل عبور حاصل تھا۔ اور حدیث کے موضوع پر آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ تمام لوگ آپ کو صاحب سلسلہ بزرگ تصور کرتے ہیں۔ حضرت شبلیؒ کے بعد آپ کو خراسان کا استاد تسلیم کرتے تھے۔ آپ حضرت شبلی سے بیعت تھے۔ اور بہت سے بزرگوں سے شرف نیاز بھی حاصل کیا۔ مدتوں مکہ معظمہ میں مجاور کی حیثیت سے زندگی گزاری۔

حالات. آپ کے جذب ووجد کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کعبہ کے نزدیک آگ روشن دیکھ کر اسی کا طواف شروع کر دیا اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو برسوں کعبہ میں تلاش کیا، لیکن نہیں ملا، اور اب یہاں بھی اس کی جستجو میں آیا ہوں۔ شاید وہ یہاں مل جائے اور اس کی جستجو میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہوں۔ یہ جملے سن کر لوگوں نے آپ کو نیشاپور سے نکال دیا۔

آپ نے ایک دن کسی یہودی سے یہ سوال کیا کہ مجھے بوزہ خریدنے کے لئے نصف وانگ رقم دے

دے. لیکن اس نے جھڑک دیا اس کے باوجود بھی اس کے پاس تین چار مرتبہ جا کر اپنا سوال دہرایا مگر وہ ہمیشہ تلخ کلامی سے جواب دیتا رہا۔ اور جب آخری بار آپ نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ تم عجیب قسم کے انسان ہو۔ اتنی مرتبہ منع کر دینے کے باوجود بھی اپنے سوال سے باز نہیں آتے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر فقراء اتنی سی بات پر خوف زدہ ہو جائیں تو ان کو اعلیٰ مدارج کیسے حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ قول سن کر وہ یہودی خلوص قلب کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ نے کعبہ کے اندر کچھ لوگوں کو مشغول گفتگو دیکھ کر لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں آج کعبہ نذر آتش کئے دیتا ہوں کہ لوگ خود بخود اللہ کے ساتھ مشغولیت حاصل کر سکیں۔

ایک مرتبہ آپ حرم کے اندر تھے اور تند و تیز ہوا کے جھونکوں سے حرم کے پردے ہلنے لگے۔ آپ کو یہ منظر بہت اچھا معلوم ہوا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ پکڑ کر فرمایا کہ۔

گفت اے رعنا عروس سرفراز در میاں تو کہ بنشستہ بناز

اے پردے تو نے جو خود کو دلہن کی طرح آراستہ کیا ہے بتا کہ تیرے اندر کون صاحب ناز جلوہ فرما ہے جب کہ مخلوق شدت پیاس اور گرمی کی وجہ سے ببول کے پتوں کی طرح تباہ ہے۔ اے حرم! اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ بیتی فرمایا ہے تو سو مرتبہ عبدی بھی فرمایا ہے۔

آپ نے توکل علی اللہ ستر حج کئے اور ایک مرتبہ سفر حج کے دوران ایک کتے کو بھوک سے نڈھال دیکھ کر فرمایا کہ ہے کوئی جو ایک روٹی کے معاوضہ میں مجھ سے چالیس حج کا ثواب خریدے۔ یہ سن کر ایک شخص نے حامی بھرتے ہوئے آپ کی خدمت میں ایک روٹی پیش کر دی اور آپ نے چالیس حج کا ثواب اس کی نذر کر دیا۔ روٹی لے کر آپ نے اس فاقہ زدہ کتے کو کھلا دی۔ یہ واقعہ سننے کے بعد ایک بزرگ نے آپ کے پاس پہنچ کر غضب ناک لہجہ میں فرمایا کہ کیا تو نے اپنے نزدیک یہ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے؟ جب کہ اس کی اہمیت اس لئے بھی کچھ نہیں کہ حضرت آدم نے تو دو گیہوں کے عوض آٹھ جنتوں کو فروخت کر دیا، یہ سن کر آپ سرنگوں ہو کر ایک کونے میں جا بیٹھے۔

ایک مرتبہ موسم گرما میں جبل رحمت پر آپ کو تیز بخار آ گیا اس وقت آپ کے ایک عجمی دوست نے پوچھا کہ کیا کسی چیز کو آپ کی طبیعت چاہتی ہے۔ فرمایا کہ ٹھنڈے پانی کی خواہش ہے یہ سن کر وہ اس لئے بہت پریشان ہو گیا کہ گرمی کے موسم میں سرد پانی کہاں سے لاؤں۔ پھر بھی ایک آبخورہ لے کر پانی کی جستجو میں چل پڑا۔ راستہ میں اچانک ابر آیا اور اولے پڑنے لگے اور تمام اولے سمٹ سمٹ کر اس شخص کے پاس جمع ہو گئے یہ دیکھ کر اس نے سمجھ لیا کہ یہ سب آپ ہی کی کرامت کا ظہور ہے اور تمام اولے آبخورے میں جمع کر

کے آپ کے سامنے پیش کر دیئے اور جب آپ نے سوال کیا کہ موسم گرما میں تم یہ سرد پانی کہاں سے لے آئے۔ اس نے جب پورا واقعہ بیان کر دیا تو آپ کو خیال پیدا ہوا کہ یہ صرف میری کرامت کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے نفس کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ تجھے تو سرد پانی کی بجائے گرم پانی ملنا چاہئے۔ ایک مرتبہ دوران سفر جنگل میں آپکو بے حد تکان محسوس ہوئی لیکن اتفاق سے جب چاند پر آپ کی نظر پڑی تو اس پر یہ لکھا ہوا دیکھا فسیکفیکھم اللہ۔ یعنی اللہ تمہارے لئے کافی ہے یہ دیکھ کر مجھ میں قوت آ گئی۔ جس کی وجہ سے بہت تقویت پہنچی۔

ایک مرتبہ آپ کو خلوت میں یہ الہام ہوا کہ تو بہت بے ہودہ باتیں کرتا ہے اس کی سزا میں ہم تیرے اوپر مصیبت نازل کریں گے۔ آپ نے عرض کیا کہ اگر تو میری یوہ ئی کی مخالفت کرے گا تو میں بھی اس سے باز نہیں آؤں گا۔ پھر الہام ہوا کہ ہمیں تیری یہ بات پسند آئی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت موسیٰؑ کے مزار کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میں نے ہر ذرہ سے ارنی کی صدا سنی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سفر حج کے دوران میں نے ایک کوئے کو اذیت و بے چینی کے دوران زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر یہ قصد کیا کہ اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر دوں لیکن ندا آئی کہ اس کو یونہی تڑپنے دو کیونکہ یہ اہل بیت کا دشمن ہے۔

ایک مرتبہ آپ کی محفل وعظ میں ایک ایسا شخص پہنچ گیا جو رقص و سرود کا ماہر تھا لیکن وہ آپ کے وعظ سے حد درجہ متاثر ہو کر اضطرابی کیفیت میں گھر پہنچا۔ اور اپنی والدہ سے کہا کہ میری موت کا وقت قریب ہے اس لئے میرے انتقال کے بعد میری قبا تو گور کن کو دے دینا اور پیرہن غسال کے سپرد کر دینا اور ستار کی مضراب کو میری آنکھوں میں پیوست کر کے یہ کہنا کہ جس طرح تو نے زندگی گزاری اسی طرح مر گیا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے یہ شکایت کی کہ علی قوال رات کو شراب پیتا ہے اور صبح کو آپ کی محفل میں حاضر ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے سکوت اختیار کر لیا۔ پھر اتفاق سے ایک دن وہی قوال آپ کے راستے میں بدمست پڑا ہوا نظر آیا تو ایک مرید نے عرض کیا کہ دیکھئے یہ وہی علی قوال ہے جو شراب سے بدمست پڑا ہے۔ آپ نے اس طعنہ زنی کرنے والے مرید کو حکم دیا کہ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دو۔ چنانچہ اس مرید نے بادل نخواستہ اپنے کاندھوں پر ڈال کر اس کے گھر پہنچا دیا۔ لیکن ہوش آنے کے بعد اس قوال نے آپ کے ہاتھ پر ایسی توبہ کی کہ بعد میں درجہ ولایت تک پہنچا۔

ارشادات۔ آپ نے فرمایا کہ بندہ دو نسبتوں کے مابین محصور ہے ایک نسبت آدم ہے جو شہوت و آفت کا موجب ہونے کی وجہ سے نسبت بشریت تعلق رکھتی ہے اس لئے یہ نسبت محشر میں منقطع ہو جائے گی۔ لیکن دوسری نسبت جو حق تعالیٰ سے منسلک ہے اور جس کے ذریعہ کشف و ولدیت حاصل ہوتی ہے اس کا تعلق

عبودیت سے ہے اور یہ نسبت کبھی منقطع نہیں ہوتی کیونکہ جب باری تعالیٰ بندے کی نسبت اپنی جانب منسوب کرلیتا ہے تو پھر بندے پر کسی قسم کا غم و خوف باقی نہیں رہتا۔ اور وہ اس آیت کا مصداق بن جاتا ہے۔ لاخوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون۔

فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا بار صرف وہی لوگ اٹھاسکتے ہیں جو اس کا بار اٹھانے کے قابل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے ان اللہ تعالیٰ افراسارکبھن جمیعا فرمایا کہ جس نے خود کو خدا کے ساتھ وابستہ کرلیا وہ فتنہ و فساد اور وساوس شیطانی سے نجات پا گیا اور جس میں خدا کو یاد رکھنے کی صلاحیت و قدرت ہوتی ہے وہ کبھی پریشان نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ علوم ظاہری کے ذریعہ مرید کو راستہ دکھانے کے بجائے علوم باطنی سے تربیت دینی چاہئے۔ فرمایا کہ جب بندے پر منجانب اللہ کوئی شے وارد ہونے لگے تو اس کے لئے فردوس و جہنم کو نظرانداز کردینا ضروری ہے اور جب اس حال سے واپس ہو تو ہر اس شے کو عزیز خیال کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت عطا کی ہو۔ فرمایا کہ موافقت امر نیک ہے اور اس امر کی موافقت اس سے بھی افضل ہے اور جس کو خدا کی موافقت حاصل ہو جاتی ہے وہ کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی صفت سے آگاہ کرنا چاہا تو فرمایا عصی ادم ربہ۔ اور جب اپنی صفت بیان کرنی مقصود ہوئی تو فرمایا ان اللہ اصطفی ادم۔ پھر فرمایا چونکہ اصحاب کہف بلاواسطہ خدا پر ایمان لائے اس لئے وہ جوانمرد کہلانے کے مستحق ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے اور اس کی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک وہ کسی کو توفیق دعا نہ کرے اس کی جانب متوجہ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ مصنوعات کا وجود ہی صانع کی دلیل ہے پھر فرمایا کہ اتباع سنت سے معرفت، ادائیگی فرض سے قربت اور نوافل سے محبت حاصل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص خود نفس کو مودب نہ بنا سکے اس کو واقف ادب نہیں کہا جاسکتا اور جو قلب کے آداب سے ناآشنا ہو وہ کبھی دب سے واقف نہیں ہو سکتا اور جو ادب روح سے نابلد ہو اس کو کبھی قرب حاصل نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ بعض مرد عورتوں کی صحبت میں بیٹھ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ان کو دیکھنے کے باوجود بھی معصوم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک نفس موجود ہے اس وقت تک اوامر و نواہی کی پابندی ضروری ہے اور اس سے کسی کو بھی بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور ایسے مقامات پر کبھی ڈھٹائی سے کام نہ لینا چاہئے جب تک حرمت سے روگرداں نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ اعمال صالحہ یہ ہیں۔ قرآن پر عمل پیرا ہونا، خواہشات و بدعادات کو ترک کردینا۔ مرشد کا اتباع کرنا، مخلوق کو معذور خیال کرنا، اوراد و وظائف پر حیلہ جوئی نہ کرتے ہوئے مداوت کے ساتھ پابند رہنا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ جو اوصاف مرشد میں ہونے چاہئیں کیا وہ آپ میں موجود ہیں۔ فرمایا کہ نہیں۔ ان کے چھوٹ جانے کا غم اور نہ حاصل کرنے کا افسوس ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی کرامتیں کیا ہیں۔ فرمایا کہ اہل نصر آباد نے تو پاگل کہہ کر مجھے

وہاں سے نکال دیا نیشاپور میں پہنچا تو وہاں بھی یہی سلوک کیا گیا۔
بغداد میں حضرت شبلی کی خدمت میں رہا اور چند ہی سال میں دو تین ہزار افراد واصل الی اللہ ہوئے لیکن میرا ذکر نہیں آیا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا کہ منبر پر سے اس لئے اتار اگیا کہ اس کی مجھ میں اہلیت نہیں تھی۔ پھر پوچھا گیا کہ تقویٰ کی کیا تعریف ہے؟ فرمایا ماسوا اللہ سے گریز کرنے کا نام تقویٰ ہے پھر پوچھا گیا کہ ہم آپ کے اندر خدا کی محبت کا اثر نہیں پاتے۔ فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو لیکن میں آتش محبت میں جلتا رہتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اہل محبت کا خدا کے ساتھ ایک ہی سا حال رہتا ہے اگر آگے قدم اٹھائیں تو غرق ہو جائیں اور اگر پیچھے ہٹیں تو نادم ہوں۔ پھر فرمایا کہ راحت عتاب سے لبریز ظرف ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر شے کے لئے ایک قوت ہوا کرتی ہے لیکن روح کی قوت سماع ہے۔ فرمایا کہ قلب جو کچھ حاصل کرتا ہے اس کی برکتیں جسم پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اور روح جو کچھ حاصل کرتی ہے اس کی برکتیں قلب پر وارد ہوتی ہیں فرمایا کہ جسم بندے کے لئے ایک قید خانہ ہے اور جب تک وہ اس سے باہر نہیں آ جاتا سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور نفس کی ذلت جسم کی قید سے نجات عطا کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا کہ ابتدا میں تو یاد الٰہی کی تمیز باقی رہتی ہے لیکن انتہا میں یہ تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تصوف نور الٰہی میں سے ایک ایسا نور ہے جو حق کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ فرمایا کہ رجا بندگی کی جانب مائل کرتی ہے اور خوف معصیت و نافرمانی سے دور کر دیتا ہے اور یہی خدا کے راستے کے لئے مراقبہ ہے۔ فرمایا کہ زہاد کو قتل سے بچا کر عباد کا خون گرایا گیا حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ کچھ قبرستان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے چاروں کونوں کو ملائکہ اٹھا کر ان میں دفن شدہ لوگوں کو بلا حساب و کتاب جنت میں جھنک دے گے اور انہیں میں سے جنت البقیع کا قبرستان ہے اسی لئے حضرت ابو عثمان نے اپنی قبر وہاں کھدوار کھی ہے اور ایک دن جب حضرت ابو القاسم کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو عثمان نے اپنے لئے کھدوائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ جنت البقیع کے مردے ہوا میں پرواز کر رہے ہیں۔ اور جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ جس شخص میں یہاں کے مراتب کی اہلیت نہیں ہوتی اس کو اگر دفن بھی کر دیا جائے جب بھی ملائکہ اس کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیتے۔ اور جب آپ کی ملاقات حضرت ابو عثمان سے ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے بقیع میں اپنے لئے جو قبر کھدوائی ہے اس میں تو میں دفن ہوں گا اور تم نیشاپور میں وفات پاؤ گے چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد ابو عثمان کو لوگوں نے وہاں سے نکال دیا اور وہاں سے بغداد. پھر رے اس کے بعد نیشاپور پہنچ کر وفات پا گئے۔ اور حیرہ میں مدفون ہوئے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس خواب کے سلسلہ میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خواب حضرت ابو القاسمؒ نے نہیں بلکہ کسی اور نے دیکھا تھا۔

وفات. استاد اسحاق زاہد خراسانی اکثر موت کا ذکر کرتے رہتے تھے لیکن آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے

فرمایا کہ موت کے بجائے محبت کا ذکر کیا کرو۔ لیکن آپ نے اپنے انتقال کے وقت ایک نیشاپوری باشندے سے جو اس وقت آپ کے سرہانے موجود تھا آخر کار آپ اس قبر میں مدفون ہوئے جو بقیع میں ابو عثمان نے اپنے لئے تیار کرائی تھی۔ کسی نے انتقال کے بعد آپ کو خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر ایسا عتاب نہیں کیا جیسا دوسرے زبردست کیا کرتے تھے۔ البتہ یہ ندا ضرور آئی کہ اے ابو القاسم! وصال کے بعد جدائی کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! مجھے لحد میں رکھ دیا گیا اب تو احد تک پہنچا دے۔

باب۔ ۹۵

حضرت ابو الفضل حسن سرخسی کے حالات و مناقب

تعارف: آپ بہت صاحب کرامت و فراست بزرگ اور حضرت ابو سعید خیر کے مرشد اور سرخس ہی میں تولد ہوئے۔

حالات: جب حضرت ابو سعید پر قبض کی کیفیت طاری ہوتی تو حضرت ابو الفضل کے مزار اقدس کا طواف کیا کرتے تھے جس کے بعد آپ کے اوپر بسط کی کیفیت نمودار ہو جاتی اور حضرت ابو الفضل کے ارادت مندوں میں سے جو حج کا قصد کرتا تو حضرت ابو سعید اس کو آپ کے مزار کی زیارت کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے کہ وہاں کی زیارت سے تمام مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ حضرت ابو سعید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے پر میں اور دوسرے کنارے پر حضرت ابو الفضل کھڑے ہوئے تھے اور اس وقت آپ کی مجھ پر ایسی نظر پڑی کہ میرے مدارج میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ امام خرامی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں درخت پر چڑھا ہوا شہتوت توڑ رہا تھا کہ آپ کا ادھر سے گزر ہوا لیکن آپ نے مجھے دیکھے بغیر سر اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! میں سال بھر سے حجامت بنوانے کے لئے تجھ سے ایک وانگ طلب کر رہا ہوں لیکن تو نہیں دیتا کیا دوستوں کے ہمراہ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟ امام خرامی کہتے ہیں کہ اس وقت جب میری نظر درخت پر پڑی تو اس کی تمام شاخیں اور پتے سونے کے بن گئے لیکن یہ صورت دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ قلب کی آسودگی کے لئے تجھ سے کوئی بات نہ کہنی چاہئے۔

منقول ہے کہ سرخس میں ایک بے نمازی دیوانہ وار پھرا کرتا تھا اور جب اس سے لوگوں نے نماز پڑھنے کے لئے اصرار کیا تو اس نے کہا کہ وضو کرنے کے لئے پانی کہاں ہے؟ یہ سن کر لوگ کنوئیں پر پکڑ کر لے گئے اور اس کے ہاتھ میں رسی و ڈول تھما کر کہا کہ اس میں سے پانی کھینچ کر وضو کر لے لیکن وہ دیوانہ تیرہ یوم تک اسی طرح رسی پکڑے بیٹھا رہا اور اتفاق سے جب آپ کا ادھر سے گزر ہوا تو فرمایا کہ یہ تو غیر مکلف

ہونے کی وجہ قیود شریعت سے قطعاً آزاد ہے جاؤ اسے اس کے گھر پہنچادو۔
ایک دن آپ کے یہاں لقمان سرخسی پہنچے تو آپ کو ایک جزو ہاتھ میں لئے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کیا تلاش کرتے ہو فرمایا کہ جس کو تم ترک میں تلاش کرتے ہو۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر یہ خلاف کیوں ہے۔ فرمایا کہ خلاف تو تمہیں نظر آرہا ہے جس کی وجہ سے پوچھتے ہو کیا تلاش کرتا ہے؟ اب مستی سے ہوشیار اور ہوشیاری سے بیدار ہو جاؤ تاکہ تمہاری نگاہوں سے خلاف دور ہو سکے اور تم سمجھ سکو کہ ہم دونوں کس شے کی جستجو میں ہیں۔ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کو خواب میں مردہ دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی آیت تلاوت کرو چنانچہ اس نے یہ آیت تلاوت کی عاش باللہ لایموت ابدا۔ یعنی جس نے اللہ کے ساتھ زندگی گزار دی وہ کبھی نہیں مرتا۔

ارشادات. ایک مرتبہ حضرت ابو سعید کو آپ نے اپنے یہاں قیام کا حکم دیا اور آپ کے وقت ان سے فرمائش کی کہ کوئی آیت تلاوت کرو چنانچہ انہوں نے یہ تلاوت کی یحبونہم کحب اللہ تو آپ نے اس کے سات سو معانی بیان کئے جو ایک دوسرے سے قطعاً جدا تھے حتیٰ کہ پوری رات اسی میں گزر گئی اور آپ نے فرمایا کہ شب رفت وحدیث ماہپایاں نہ رسید۔ شب راچہ گناہ حدیث مابود دراز۔ یعنی رات گزر گئی اور ہماری بات ختم نہ ہو سکی لیکن اس میں رات کا اس لئے کوئی قصور نہیں کہ ہماری بات ہی طویل تھی۔ فرمایا کہ موافقت امر نیک ہے اور اس امر نیک کی موافقت اس سے بھی افضل ہے۔ فرمایا کہ جس کو خدا کی موافقت حاصل ہو جاتی ہے وہ کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتا پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے صفت آدم سے آگاہ کرنا چاہا تو فرمایا کہ عصی ادم ربہ اور جب اپنی صفت فضل سے آگاہ کرنا چاہا تو فرمایا ان اللہ اصطفی ادم فرمایا کہ چونکہ اصحاب کہف بلاواسطہ خدا پر ایمان لائے اس لئے وہ جوانمرد کہلانے کے مستحق ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے اور اس کی غیرت اسی کی مقتضی ہے کہ جب تک وہ خود اپنے نفس کو مودب نہیں بنا سکے اس کو واقف ادب نہیں کہا جاسکتا اور جو آداب قلب سے نابلد ہو وہ کبھی ادب سے واقف نہیں ہو سکتا اور جو ادب روح سے ناآشنا ہو اس کو کبھی قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ بعض مرد عورتوں کی صحبت میں بیٹھ کر بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم معصوم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک نفس موجود ہے اس وقت تک اوامر ونواہی کی پابندی ضروری ہے اور اس سے کسی کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور ایسے مقامات پر ڈھٹائی سے کام نہ لینا چاہئے جب تک حرمت سے روگرداں نہ ہو۔

واقعات. ایک مرتبہ قحط کے دوران لوگوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ پانی ضرور برسے گا چنانچہ اس قدر بارش ہوئی کہ تمام خشک درخت سرسبز ہو گئے اور جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا دعا کی تھی؟ فرمایا کہ میں نے رات کو ٹھنڈا پانی لیا تھا جس کی وجہ سے خدا نے سب کا دل ٹھنڈا کر دیا۔ مصنف

فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ قطب دوراں تھے کیونکہ یہ چیزیں اقطاب ہی میں پائی جاتی ہیں ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے جابر بادشاہ وقت کے لئے دعائے خیر کی درخواست کی تو فرمایا کہ مجھے تو اس کا افسوس ہے کہ تم لوگ بادشاہ کو اپنے درمیان کیوں لے آئے۔

اقوال زریں: آپ نے فرمایا کہ نہ تو عہد ماضی کو یاد کرو اور نہ مستقبل کا انتظار کرو حال ہی کو غنیمت سمجھو، پھر فرمایا کہ عبودیت کی حقیقت دو چیزوں میں منحصر ہے اول یہ کہ خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج تصور کرو کیونکہ یہی عبودیت کی بنیاد ہے اور دوسرے اتباع سنت کرتے رہے کیونکہ اس میں راحت نفس نہیں ہے۔

وفات: انتقال کے قریب لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم آپ کو فلاں شیخ کے مقبرے میں دفن کریں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مجھے فلاں ٹیلے پر دفن کرنا جہاں آوارہ گرد قسم کے لوگ دفن ہیں کیونکہ وہ خدا کی رحمتوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

باب - ۹۶

حضرت ابو العباس السیاوریؒ کے حالات و مناقب

تعارف: آپ شریعت کے بہت بڑے عالم اور طریقت کے عظیم بزرگ گزرے ہیں۔ آپ حضرت ابو بکرؒ واسطی کے ارادتمندوں میں سے تھے اور سرزمین مرو پر آپ نے بہت سے حقائق کا انکشاف فرمایا ہے۔

حالات: آپ کو اپنے والد کی میراث میں بہت زیادہ مال و اسباب ملا تھا۔ لیکن سب کچھ راہ مولیٰ میں لٹا دیا اور حضور اکرمؐ کا موئے مبارک جو آپ کے پاس تھا اس کی برکت سے آپ کو بیعت و توبہ کی توفیق نصیب ہوئی اور ایسے مراتب تک پہنچے کہ امام حنفی کے نام سے مشہور ہوئے اور صوفیائے کرام اس گروہ کو طائفہ سیار گان کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایک دن آپ اخروٹ خریدنے ایک دکان پر پہنچے اور اس کو اخروٹ کی رقم دے دی۔ دکاندار نے اپنے ملازم سے کہا آپ کو بہت نفیس اخروٹ چھانٹ کر دے دو، آپ نے پوچھا کہ کیا تم ہر خریدار کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کرتے ہو، اس نے جواب دیا کہ نہیں لیکن آپ کو عالم ہونے کی وجہ سے خراب چیز دینا پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے علم کو اخروٹ کے معاوضہ میں فروخت کرنا معیوب تصور کرتا ہوں۔ یہ فرما کہ قیمت واپس لئے بغیر چلے گئے۔

لوگ آپ کو جبریہ فرقہ کا فرد کہتے ہیں کیونکہ آپ کا قول یہ تھا کہ لوح محفوظ میں تحریر شدہ شے کو بندہ ترک نہیں کر سکتا اور مقدرات کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اس عقیدت کی وجہ سے آپ نے بے حد اذیتیں برداشت کیں لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان اذیتوں سے چھٹکارا دے دیا۔

ارشادات. جب دانشوروں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو رزق کہاں سے مہیا ہوتا ہے؟ فرمایا کہ اس کے یہاں سے جو بلا سبب اپنی مرضی کے مطابق لوگوں کے رزق میں تنگی و فراخی کرتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ لالچ کی تاریکی نور مشاہدہ کے لئے حجاب بن جاتی ہے۔ فرمایا کہ جب تک مومن اپنی ذلت پر اس طرح صبر نہیں کرتا جس طرح اپنی عزت پر صابر رہتا ہے اس وقت تک اس کے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ سچے لوگوں کی زبان پر اللہ تعالیٰ علم و حکمت کا اجراء کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ انبیاء کو خطرات. اولیاء کو وسواس عوام کو انکار اور عشاق کے لئے عزائم ہوا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جس پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے اس پر لوگ بھی مہربان رہتے ہیں لیکن جس پر قہر نازل ہوتا ہے لوگ بھی اس سے دور بھاگ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ معارف سے باہر آنے کا نام معرفت ہے اور توحید کی تعریف یہ ہے کہ سوائے خدا کے قلب میں کسی کا گزر نہ ہو یعنی توحید کا غلبہ اس حد تک فزوں ہو جائے کہ جو شے قلب میں داخل ہو اس پر توحید کا رنگ چڑھ جائے اور موحد وہی ہے جو بحر توحید میں غرق ہو کر خود بھی احد کی شکل اختیار کر لے جیسا کہ فرمایا گیا کنت لہ سمعا و بصرا۔ یعنی ہم اس کی سماعت و بصارت بن جاتے ہیں۔ فرمایا کہ حالت مشاہدہ میں غافل کو کبھی لذت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ حسن کا مشاہدہ فنا کا نام ہے۔

جس وقت لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ خدا تعالیٰ سے کیا طلب کرتے ہیں؟ فرمایا کہ وہ جو کچھ بھی دے دے کیونکہ میں تو گدا ہوں اور گدا کو جو کچھ بھی مل جائے وہی اس کے لئے بہت غنیمت ہے۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ مرید کے لئے بہترین ریاضت کون سی ہے؟ فرمایا کہ شریعت کے احکام پر صبر. ممنوعہ اشیاء سے احتراز اور صارفین کی صحبت افضل ترین ریاضتیں ہیں۔ فرمایا کہ عطا کی دو قسمیں ہیں اول کرامت دوم استدراج۔ کرامت تو یہ ہے جو تمہارے لئے قابل ہو. اور استدراج سے جو خوشی تمہاری طرف رد کر دی جائے۔ پھر فرمایا کہ اگر تلاوت قرآن کے بدوں نماز کا جواز ہو سکتا ہے تو یہ شعر مکمل طور پر صادق آتا۔

لا تمنیٰ علی الزمان محالا ان یری فی الحیوٰۃ طلعت حرا

میری ایک زمانہ سے یہ تمنا رہی ہے کہ کاش میں اپنی حیات میں کسی مرد آزاد کو دیکھ سکتا۔

وفات. انتقال کے وقت آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ وفات کے وقت میرے منہ میں حضور اکرمؐ کا موئے مبارک رکھ دیا جائے چنانچہ پس مرگ آپ کی وصیت پر عمل کر دیا گیا۔ آپ کا مزار مرو میں ہے اور آج تک تکمیل حاجات کے لئے مرجع خلائق بنا ہوا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وما توفیقی الا باللہ۔

ختم شد